لطائفِ علمیہ

اردو ترجمہ

کتاب الاذکیا

تصنیف امام ابنِ جوزی بغدادیؒ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا اشتیاق احمد صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ

پیش لفظ

مولانا قاری محمد طیبؒ رحمۃ اللہ علیہ



اسلامی کُتب خانہ

لطائف علمیہ

اردو ترجمہ

کتاب الاذکیاء

تصنیف امام ابن جوزی بغدادی رحمۃ اللہ

ترجمہ مولانا اشتیاق احمد صاحب

اسلامی کتب خانہ

لطائفِ علمیہ

اُردو ترجمہ

کتابُ الاذکیا

تصنیف : اِمام ابنِ جوزی بغدادیؒ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ : مولانا اشتیاق احمد صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ

پیش لفظ : مولانا قاری محمد طیبؒ رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی کُتب خانہ

الحمد مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اُردو بازار لاہور

042-37116246-37116257

نام کتاب ــــــــــ لطائفِ علمیہ
اردو ترجمہ
کتاب الاذکیا

تصنیف ــــــــــ امام ابنِ جوزی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر ــــــــــ اسلامی کتب خانہ

طابع ــــــــــ ممتاز احمد

پرنٹر ــــــــــ رضا پرنٹر

صحتِ متن، کتابت، تصحیح، طباعت اور جلد بندی میں
انتہائی احتیاط کے باوجود بہ تقاضائے بشریت سہو کے
امکانات موجود رہتے ہیں۔ غلطی کی نشاندہی پر ادارہ
مشکور ہوگا۔

جزاک اللہ خیراً ــــ اراکین ادارہ

فہرست

پیشْ لفَظْ

از : حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند

اطیب المقالات

مقالہ مندرجہ ذیل فخر العلماء حضرت مولانا محمد طیب صاحب عمت فیوضہم کے خامہ گہر بار کا نتیجہ ہے۔ جس سے آن محترم نے ترجمہ کتاب الاذکیاء کو مرصع و مزین فرما دیا۔ ممدوح کی ذاتِ گرامی جو ''آفتاب آمد دلیلِ آفتاب'' کی مصداق ہے، کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بلکہ ہم جیسے تاریک گوشوں کے مکین آپ کی ذات سے بین الانام متعارف ہو سکتے ہیں اور آپ کا علم اور دیگر اعلیٰ خصوصیات بالخصوص ذکاوت بھی علمی حلقوں میں مسلّم ہے جس کا ایک مشاہدہ یہ مقالہ بھی ہے جس کو پڑھ کر آپ کی وسعتِ نظر، شگفتہ بیانی اور علمی مؤقف کے اندازہ کے ساتھ آپ کی ذکاوت بھی واضح ہوتی ہے، قصیر الہمت لوگوں کی ہمت افزائی کر کے ان میں عمل کے جذبات کو اُبھارنا بلکہ پیدا کرنا آپ کی ذکاوت کی ایک ایسی مثال ہے جو اس مقالہ کے آخری حصہ سے نمایاں ہو جاتی ہے۔

(اشتیاق احمد عفاء اللہ عنہ)

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد! خوش طبعی اور مزاح، زندگی اور زندہ دلی کی علامت ہے۔ بشرطیکہ فحش، عریانی اور عبث گوئی سے پاک ہو، واقعاتی مزاح نفس انسانی کے لیے باعثِ نشاط اور موجب حیاتِ نو اور تازگی کا سبب ہوتا ہے۔ جس سے یہ بانشاطِ نفس تازہ دم ہو کر زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ ساتھ تفریح نفس اور اس نشاطِ طبع سے جہاں خود اپنی طبیعت میں بشاشت اور انبساط کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ وہیں مخاطبوں کی عقلوں اور ذکاوتوں کو بھی دقیقہ سنجی اور نکتہ رسی کی طاقت ملتی ہے اور پھر اسی حد تک بشاش طبیعتیں باہم مربوط ہو کر بہت سے ایسے اہم اور مشکل اُمور کو حل کر لیتی ہیں جن سے مُردہ اور پژمردہ طبیعتیں کلیتاً عاجز و درماندہ رہ جاتی ہیں۔ گویا مزاح و خوش طبعی درحقیقت افادہ و استفادہ کا ایک مؤثر ترین وسیلہ ہے جس سے دو اجنبی طبیعتیں ایک دوسرے سے قریب ہو کر ایک دوسرے کے ذوق سے پوری طرح آشنا ہوتی اور فائدہ اٹھاتی ہیں۔ چنانچہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ اور بالفاظِ دیگر مغرور یا بناوٹی

وقار کے خوگر انسانوں کی یہاں اگر مزاح و بے تکلفی کو حقیر سمجھا گیا ہے تو اسی حد تک وہ ربطِ باہمی اور عام افادہ و استفادہ کی نعمت سے بھی محروم رکھے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے مزاح و خوش طبعی سے کلیتاً کنارہ کشی اختیار نہیں فرمائی تھی جس سے حقوقِ نفس کی رعایت کے ساتھ مخاطبوں کے حقوق، محبت کی رعایت اور ان کے استفادہ کی خاطر انہیں بے تکلف بنانے کی اعانت بھی پیش نظر تھی۔ ورنہ انبیاء علیہم السلام کا رعب وداب اور ہیبت حق سائلوں کو اُس کی جرأت ہی نہیں دلاسکتا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر کوئی سوال یا استفادہ کر سکتے۔ مزاح کا یہ کتنا عظیم فائدہ اور اس کی تہ میں یہ کتنی بڑی مصلحت پنہاں تھی کہ حضرات صحابہؓ کے لیے دینی سوال و استفتاء اور کمال استفادہ و استرشاد کے دروازے اس کی بدولت کھل گئے جو اُن کے حق میں علوم کی فراوانی اور دین وایمان کی تقویت وترقی کا باعث ہوئے اس لیے نیتجتاً اہل اللہ اور اہل کمال کا مزاح حقوق کے ساتھ حقوق اللہ کی ادائیگی کا بھی ایک مؤثر ترین وسیلہ ثابت ہوتا ہے جس سے اُس کی مشروعیت میں کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا اور ساتھ ہی یہ بھی نمایاں ہو جاتا ہے کہ مزاح وخوش طبعی درحقیقت تفریح نفسانی کا نہیں بلکہ تہذیب روحانی، تنشیط اذہان اور تفریح عقل کا نام ہے۔ جس کے انبساط ہی پر دین کے انشراح کا مدار ہے ورنہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بایں شان اعلیٰ کہ:

کان دائم الفکرۃ حَزِیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ (فکرِ آخرت میں) فکرمند اور غمگین رہا کرتے تھے۔

اور بایں رعب وہیبت حق کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جری اور بہادر صحابہ مرعوب و مغلوب ہو کر گھٹنوں کے بل گر جاتے تھے مزاح کو کبھی اختیار نہ فرماتے۔ اگر مزاح محض تفریح نفسانی کا نام ہوتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسے اختیار فرمالینا ہی اُس کی کافی ضمانت ہے کہ مزاح کی جنس شرعی امور میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے گو اس کی بعض انواع جو کذب وجہالت یا حد تمسخر تک پہنچ جائیں وہ مذموم بھی ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ اسلام دین فطرت ہے جو کسی بھی انسانی جذبہ کو مٹانے یا پامال کرنے نہیں آیا بلکہ ٹھکانے لگانے آیا ہے اُس نے ان جذبات تک کو بھی یکسر فنا کرنا نہیں چاہا جو عرفِ عام بلکہ عقولِ عامہ میں معصیت سمجھے جاتے ہیں اور فی نفسہٖ ہیں بھی معصیت۔ جیسے جھوٹ، دھوکہ، لوٹ مار، چوری، قتل وغارت اور اتراہٹ وغیرہ۔ لیکن ان کو اس

نے مٹانے کے بجائے مناسب مقام پر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ بتلائی ہوئی حدود کے اندر استعمال ہوں۔ مثلاً اصلاح ذات البین کے لیے جھوٹ۔ حربیوں کی جنگ میں دھوکہ، جہاد و قصاص میں قتل و غارت، غاصبوں کے ہاتھ سے اپنا مال نکالنے کے لیے چوری، متکبروں اور مغروروں کے مقابل صوری اتراہٹ وغیرہ اُمور کو صرف جائز ہی نہیں رکھا بلکہ اعلیٰ ترین طاعت وقربت قرار دیا ہے۔ پس اگر مزاح وخوش طبعی کو انسان کا ایک طبعی جذبہ ہی مان لیا جائے (جو حقیقتاً محض طبعی نہیں بلکہ وہ عقل کی تیزی، نفس کی وسعت اور حوصلہ وظرف کے علو سے اُبھرتا ہے) تب بھی اسلامی فطرت پردہ پامال کرنے کے لیے نفس انسانی میں نہیں رکھا گیا بلکہ ٹھکانے لگانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے تا کہ اندرونِ حدود کسی صحیح غایت کے لیے استعمال میں آئے اور ظاہر ہے کہ اس کا صحیح محلِ استعمال اور مناسب غرض وغایت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اہلِ اللہ اور اہلِ کمال لوگوں کو اپنے وہبی رعب وداب کے دباؤ سے بچانے اور مستفیدین کو اپنے سے قریب اور بے تکلف بنانے کے لیے اسے استعمال کریں۔

نہیں، بلکہ اگر وہ خالص نفسانی جذبہ بھی ہو تو بہر حال اسلام کی فطری شریعت نے نفس کے بھی تو حقوق تسلیم کیے ہیں تا کہ وہ بطمانیت باقی رہے اور روح کی اخراوی سیر کے لیے مرکب اور سواری کا کام دے۔ پس اگر فطرت اللہ دنیا کو قائم رکھتی ہے تا کہ وہ آخرت کا وسیلہ ثابت ہو اور نفس کی بقاء کے سامان کرتی ہے تا کہ وہ رب العزۃ تک روح کو پہنچا دے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دواعی نفس کو باقی نہ رکھے تا کہ وہ روحانی مقاصد کے لیے آلۂ کار ثابت ہوں[1]۔ پس اگر ان ہی دواعی نفس مزاح و مذاق اور ظرافت وخوش طبعی بھی داخل ہے تو تابقاء نفس اس داعیہ کو بھی ضرور باقی رہنا چاہیے۔ البتہ خود نفس اور اسکے دوسرے امیال وعواطف کی طرح اس داعیۂ نفس کو بھی حدودِ محل استعمال اور طریق استعمال ضرور متعین ہوں کہ وہی حدود اس نفسانی جذبہ کو بھی روحانی بنا سکتی ہیں۔ نفس کے ان ہی طبعی جذبات وحقوق کی رعایت کا عام اصول لسانِ نبویؐ پر ارشاد ہوا کہ:

---

[1] چنانچہ علاوہ روحانی اور بدنی دواعی کے خارجی امور کی رعایت کے لیے زینت لذت خوش منظری خوش لباسی اور خوش وضعی تک جائز رکھی گئی تا کہ زندگی کے گوشہ گوشہ میں وہ رضاء الٰہی کی سیر کر کے ایک کامل مکمل نفس بن جائے۔

وان لجسد علیك حقًا وان لنفسك علیك حقًا وان لعینك علیك حقًا وان لاھلك علیك حقًا فصم و نم و قم وافطر۔ (الحدیث۔ او کما قال)

تم پر تمہارے بدن کا بھی حق ہے تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے تم پر تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے (یعنی غذا و لباس، تفریح طبع، شب خوابی اور شہوت رانی وغیرہ اندرون حدود سب ہی تم پر لازم کی گئی ہیں) لہٰذا روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، سوؤ بھی اور جاگو بھی، قیام صلوٰۃ بھی کرو (اور راحت بھی)

چنانچہ حضرت صاحب اسوۂ حسنہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس مزاح کے عملی نمونے بھی اس طرح قائم کر کے دکھلا دیئے جس طرح اور عبادات و عادات کے نمونے دکھلائے اور ایسے نمونے جن میں ظرافت و خوش طبعی انتہائی مگر واقعات کے مطابق اصول شرعیہ کے اندر اور حدود کے دائرہ میں معتدل جس سے آدمی ہنسے بھی اور علم بھی حاصل کرے۔ مذاق کی تفریح بھی ہو اور حکمت سے مالا مال بھی ہو۔ خوش طبعی اور سنجیدگی کی آمیزش کے حکیمانہ مرقعے۔ مثلاً آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک بڑھیا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

لا تدخل الجنّة عجوزٌ — جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہ ہوگی۔

بڑھیا بیچاری بہت حیران ہوئی۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا واقعی بڑھیاں جنت میں نہ جائیں گی؟ فرمایا: ہاں بڑھیا جنت میں داخل نہ ہوگی۔ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسکرا رہے ہیں اور وہ مستعجبانہ حیرانی میں فکر مند ہو رہی ہے۔ آخر جب اُس کی حیرانی پریشانی کی حدود میں آنے لگی تو فرمایا: کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا۔

ان انشأناھن انشأ فجعلناھن ابکارا — ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔

یعنی جنت میں داخل ہوتے وقت وہ بڑھیاں نہیں رہیں گی بلکہ انہیں نوجوان اور باکرہ بنا دیا جائے گا (یہ اس تفسیر پر ہے کہ اس سے حوریں مراد نہ لی جائیں) دیکھئے مذاق کا مذاق ہے اور واقعات سرِ مو متجاوز نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی ادنیٰ دھوکہ یا چال ہے بلکہ خوش طبعی کے ساتھ ایک تخیل ہے تاکہ فکر مند بنا کر اک دَم ہنسا دیا جائے کہ فکر کے بعد جو فرحت ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔ ساتھ ہی بڑھیا کو اور پوری اُمت کو اس مزاح سے ایک حکمت و علم کا سبق بھی دیا گیا اور وہ یہ کہ بسا اوقات آدمی اپنے کسی ذہنی منصوبہ سے (جس کا اُسے شعور بھی نہیں ہوتا) آیت و

روایت کے معنی غلط سمجھ لیتا ہے۔ بڑھیا نے: **لا تدخل الجنۃ عجوز** میں ایک ذہنی قید لگا رکھی تھی کہ: **لا تدخل الجنّۃ عجوز فی الوقت**۔ یعنی جو اس وقت بڑھیا ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگی۔ حالانکہ مراد یہ تھی کہ داخلہ جنت کے وقت وہ بڑھیا نہ ہوگی۔ یعنی کوئی بھی بڑھیا بحالت پیری جنت میں داخل نہ ہوگی۔ پس اس مزاح سے حکمت کا یہ اصول ہاتھ لگا کہ نصوصِ شرعیہ (آیات و روایات) کی مراد سمجھنے کے لیے ذہن کو تمام خارجی قیود سے آزاد کر لینا چاہیے۔ ورنہ نص کا مفہوم کچھ کا کچھ ہو جائے گا جس سے خود اپنے لیے حیرانی اور پریشانی بڑھ جائے گی جیسا کہ بڑھیا کا حشر ہوا۔ پس ایسی مزاح اور خوش طبعی پر ہزار سنجیدگیاں نثار ہیں۔ جس سے فرحتِ نفس الگ ہو، علم و حکمت الگ حاصل ہو اور قرب و ربط باہمی الگ مستحکم ہو۔ پس یہ مذاق فی الحقیقت تعلیم حکمت کا ایک اعلیٰ ترین شعبہ ہے نہ کہ دل لگی ہے۔

حضرت عدیؓ بن حاتم کو جب یہ معلوم ہوا کہ رمضان میں سحری کھانے کی آخری حد یہ ہے کہ:

کلوا واشربوا حتّٰی لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر کھاؤ پیو جب تک کہ سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے صبح ہونے تک ممتاز نہ ہو جائے۔

تو انہوں نے ایک سفید اور ایک سیاہ ڈورا تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور اس وقت تک کھاتے پیتے رہتے تھے جب تک کہ یہ دونوں ڈورے کھلے طور پر ایک دوسرے سے الگ نہ نظر آنے لگتے اس میں کافی چاندنا ہو جاتا مگر انکا خورد نوش بند نہ ہوتا اور وہ بزعم خود قرآن پر عمل کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے مزاح کے لہجہ میں فرمایا:

اِنَّ وِسَادَتَکَ لَعَرِیْض تیرا تکیہ بڑا ہی لمبا چوڑا ہے (کہ اس کے نیچے سیاہ ڈورا اور سفید ڈورا (یعنی لیل و نہار) دونوں آ گئے۔

اشارہ تھا کہ سیاہ و سفید ڈورے سے سوت کا ڈورا مراد نہیں بلکہ رات کا سیاہ خط اور صبح صادق کا سفید خط مراد ہے۔ جملہ مزاحی ہے مگر بھرپور ہے علم و حکمت سے۔ جو واقعہ کے مطابق ہے اور تعلیم و ارشاد سے لبریز۔ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے سواری کے لیے اونٹ دے دیجئے۔ فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کراؤں گا۔ اس نے حیرانی کے لہجہ میں عرض کیا یا رسول اللہ! بھلا اونٹنی کا بچہ میری کیا سہار کرے گا اور میرا بوجھ کیسے سنبھالے گا؟ بس آپ ﷺ تو مجھے اونٹ ہی عنایت فرما دیں۔ یہ بچہ کا قصد چھوڑ دیں۔ جب زیادہ حیران ہونے لگا تب

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے سمجھایا کہ خدا کے بندے اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ تب وہ خوش ہو کر مطمئن ہوا۔

ایک انصاری عورت خدمت نبویؐ میں حاضر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جا جلدی سے اپنے خاوند کے پاس جا۔ اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ وہ ایک دم گھبرائی' بولائی ہوئی خاوند کے پاس پہنچی اس نے کہا تجھے کس مصیبت نے گھیرا جو گھبرائی ہوئی دوڑتی آ رہی ہے؟ اُس نے کہا مجھے ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ اُس نے کہا ٹھیک ہے مگر سیاہی بھی تو ہے۔ تب اسے اندازہ ہوا کہ یہ مزاح تھا اور ہنس کر خوش ہوئی اور فخر محسوس کیا کہ اللہ کے رسولؐ مجھ سے ایسے بے تکلف ہوئے کہ میرے ساتھ مذاق فرمایا۔ مگر سبحان اللہ! مذاق کیا تھا حقیقت سے لبریز تھا۔ جس میں ایک بات بھی خلافِ واقعہ نہ تھی۔ نفس میں نشاط آوری مزید برآں تھی۔

نخعیؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ہنسی دل لگی کر لیتے تھے؟ فرمایا ہاں درحالیکہ ایمان اُن کے قلوب میں جمے ہوئے پہاڑ کی طرح جڑ پکڑے ہوئے ہوتا تھا۔ یعنی اس ہنسی میں بھی خلاف واقعہ یا خلاف دیانت کوئی بات نہ ہوتی۔ روایات میں ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں باتیں کرتے اشعار بھی ہوتے خوش طبعی بھی ہوتے۔ لیکن جوں ہی ذکر اللہ درمیان میں آ جاتا تو ان کی نگاہیں اک دم بدل جاتیں اور یوں محسوس ہوتا کہ گویا آپس میں ان کی کوئی جان پہچان ہی نہیں۔

بہر حال جہاں حضرات صحابہ کا جوہر فکرِ آخرت' گریہ و بکا اور خوف و خشیت تھا وہیں حق نفس ادا کرنے کے لیے جائز خوش طبعی اور علمی مزاح بھی ان کا جوہر نفس تھا۔ ایک مرتبہ صدیق اکبر' فاروق اعظم اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے اس طرح چلے جا رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیچ میں تھے اور دونوں حضرات دونوں طرف۔ فاروق اعظمؓ نے مزاحاً فرمایا:

عَلِیٌّ بیننا کالنون فی لنا — علی ہم دونوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے لَنَا کے درمیان نون
(کہ ایک طرف لام اور ایک طرف الف اور بیچ میں نون)

اس کلمہ کے الفاظ کی نشست سے اشارہ تھا اتحاد باہمی کی طرف کہ جیسے لنا میں تینوں حرف

باہم جڑے ہوئے ہیں ایسے ہی ہم بھی باہم جڑ کر ایک ہیں اور معناً اشارہ تھا اس طرف کہ جب ہم باہم متحد ہیں تو سب کچھ ہمارے ہی لیے ہے کیونکہ لنا کے معنی ہیں (ہمارے لیے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برجستہ جواب دیا جو مزاح و خوش طبعی کی جان ہے کہ

لو لا کنت بینکما لکنتما لا — اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم لا ہو جاتے (یعنی منفی ہو جاتے)

اور کچھ بھی نہ رہتے کیونکہ لنا کا نون نکل جانے کے بعد لا رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں "نہیں" یعنی تم میرے بغیر کچھ نہیں۔ کتنا پاکیزہ مذاق تھا جو علم و حکمت، مناسبات نقلی و معنوی اور صنائع کلام سے لبریز ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکی سے مذاق میں فرمایا کہ مجھے تو خالق خیر نے پیدا کیا ہے اور تجھے خالق شر نے۔ وہ بیچاری رو پڑی اور بھول پن سے یوں سمجھی کہ جب خالق شر نے بنایا ہے تو بس شر محض ہوں اور مجھ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسی کوئی خیر نہیں ہو سکتی کیونکہ مجھے خالق خیر نے پیدا ہی نہیں کیا اور یا مجھے گویا خدا نے نہیں پیدا کیا۔ نہ معلوم میں کس مخزن شر سے آ پڑی ہوں۔ اس کا گریہ و تحیر دیکھ کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اری اس میں کیا مضائقہ ہے۔ خیر ہو یا شر دونوں کا خالق اللہ ہی تو ہے۔ تب وہ مطمئن ہو کر کھلکھلا پڑی اور سمجھی کہ میں بھی اللہ ہی کی ہوں اور اس کے خالق شر ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ شر میں ہی ہوں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم پھر علما ربانیین، عارفین اور حکماء و اتقیاء متقدمین ہوں یا متاخرین ماضی کے اہل کمال ہوں یا حال کے سب ہی باوجود اعلیٰ ترین خوفِ خشیت، تقویٰ و تقدس اور متانت و سنجیدگی کے زندہ دل خوش طبع لطیفہ گو بذلہ سنج اور ہنس مکھ رہے ہیں اور کبھی بھی ان حضرات نے ترش روئی تلخ کلامی اور خشکی کو پسند نہیں کیا۔ البتہ اس کے حدود کی رعایت کی اور کبھی اپنے مذاق کو عامیانہ دل لگی سوقیانہ مذاق یا معاذ اللہ تمسخر نہیں بنایا۔ جس کی شریعت نے ممانعت کی ہے کیونکہ اس سوقیانہ تمسخر اور مسخرہ پن کے مذاق کے بارہ میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ارشاد ہے کہ:

المزاح استدراج من الشیطان — مذاق دل لگی شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے۔ جس سے وہ رفتہ رفتہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

ان ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محروسہ خلافت میں فرمان بھیجا تھا کہ لوگوں کو مذاق دل لگی سے روکا جائے۔ اس لیے کہ اس سے مروّت جاتی رہتی ہے اور انجام کار غیظ و کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو نزاع باہمی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اس سے واضح ہے کہ مزاح ایک جنس ہے جس کی ایک نوع مذموم ہے اور ایک ممدوح و مطلوب۔ ایک نزاع آور اور ایک محبت آور۔ اسلئے جنس مزاح کو علی الاطلاق مذموم نہیں کہا جا سکتا بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ مطلق مزاح ایک جذبہ ہے جس کا منشا ربطِ باہمی اور مابینی تقارب ہے مگر کم عقل اور بیہودہ لوگ اُسے اپنے جاہلانہ رنگ سے مضر اور بُعد و بیگانگی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

بہر حال اس جذبہ ظرافت اور جوہر خوش طبعی کو طبعی جذبہ کہا جائے یا نفسانی داعیہ۔ عقلی اُبھار کہا جائے یا ذکاوت و تیزی طبع کا جوہر، ہر صورت میں وہ ایک شرعی مقام رکھتا ہے جس سے انبیاء اللہ سے لے کر اقطاب و اغواث اور علماء و عرفاء سب ہی گذرے ہیں۔ اس لیے اس کے آثار و لطائف کا مذاکرہ اور اس کی لطف آمیز حکایات کی نقل و روایت نہ منافی علم و حکمت ہے، نہ مناقض دین و دیانت، بلکہ وہ ربط باہمی، قرب مابینی، آپس داری اور افادہ و استفادہ کی استعداد کا ایک بہترین اور مؤثر ذریعہ ہے۔

اس لیے علماء محققین نے نہ صرف مزاح کا موقع بموقع استعمال ہی کیا ہے بلکہ اس کے آثار و طریق کو باقی رکھ کر آئندہ نسلوں تک اُن کے پہنچانے کی بھی سعی کی ہے اور اس سلسلہ میں ذکاوت و ذہانت حاضر جوابی اور مزاح و لطائف وغیرہ پر کتابیں بھی لکھی گئیں اور مواعظ و ادب کی کتابوں میں اس پر ابواب و فصول بھی باندھے گئے جیسے عقد الفرید، المستطرف اور مختلف کشکول وغیرہ اس کے شاہد عدل ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے ایک مستقل کتاب ہی بنام کتاب الاذکیاء اسی موضوع پر تحریر فرمائی ہے جس میں ذکاوت و ذہانت کے مختلف الانواع نمونے پیش فرمائے ہیں اور انبیاء علیہم السلام سے لے کر اولیاء، عرفاء، علماء، صلحا، ادبا، شعراء، رؤسا، ارباب صنعت و حرفت قضاۃ والیان۔ ملک عوام حتی کہ بدوضع طبقات تک کے مزاح و خوش طبعی اور ذکاوت کے مقالات اور معاملات کے نمونے ابواب و فصول پر منقسم کر کے یکجا کر دیئے ہیں۔ جن سے مختلف اہل کمال

کی رسا عقلوں، ذہانتوں، طباعیوں اور زندہ دلی کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں اور عقلوں کو مختلف معنوی راہوں میں گھومنے پھرنے کی راہیں ملتی ہیں۔ یہ کتاب فی الحقیقت تاریخ بھی ہے۔ مردہ دلوں اور پژمردہ طبیعتوں کے لیے روح افزا طب بھی ہے اور گند عقلوں کی غباوۃ دور کرنے کے لیے ایک اکسیر علاج بھی ہے۔ جس سے مردہ عقل میں تیزی اور اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ آدمی ہنستا بھی ہے اور عبرت بھی پکڑتا ہے۔ پابند منفرح بھی ہوتا ہے اور سوچتا بھی ہے اور اس طرح ایک زندہ طبیعت لے کر اعلیٰ مقاصد کے لیے دوڑتا بھی ہے۔ پس ابن جوزی نے کتاب الاذکیاء لکھ کر دل لگی نہیں کی بلکہ دل کی لگی کا سامان کیا ہے۔ انہوں نے مزاحی حکایات لکھ کر کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ سنن صالحین کو یکجا کیا اور اسوۂ حسنہ کی ضروری تفصیلات جمع کی ہیں جو بدعت نہیں تقویتِ سنت ہے۔

مگر علامہ ابن جوزی کا یہ ذخیرہ عربی زبان میں تھا۔ زبان بھی ادیبانہ اور خطیبانہ تھی۔ اس لیے اس کا افادہ محض علماء و ادباء تک محدود تھا اور ان میں بھی ذی استعداد علماء ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ غیر عربی دان طبقہ اس کتاب کی لطافتوں سے یکسر محروم تھا۔ اس لیے اس کتاب کا باوجود مفید عام ہونے کے عام طبقوں میں کوئی چرچا نہیں تھا۔ میرے محترم بزرگ اور دوست مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی فاضل دیوبند و صدر شعبہ کتابت دارالعلوم دیوبند نے اس مشکل کو حل فرما دیا۔ مولانا ممدوح علمی استعداد کے ساتھ طبعاً ذکی، ذکاوت پسند اور ذکی الحس واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ عرصہ دراز سے باوجودیکہ درس و تدریس اور تعلیم و تعلّم کا کوئی مشغلہ جاری نہیں۔ لیکن اس طبعی ذکاوت و حفظ سے علمی استعداد محفوظ اور مسائل متحضر ہیں۔ ممدوح کی نگاہ اتفاقاً کتاب الاذکیا پر پڑ گئی۔ ذکی کو ذکاوت ہی کی سوجھتی ہے اور ذکاوت اپنا راستہ خود ہی ڈھونڈ نکالتی ہے۔ آپ کی ذکاوت نے رہنمائی کی کہ کتاب الاذکیاء کی ذکاوتوں کو عربیت کی حد بندیوں سے نکال کر ہندوستان کے منظر عام پر لایا جائے اور عربی لباس کی جگہ اردو کے مرصع لباس میں اُسے جلوہ گر کیا جائے تاکہ غیر عربی دان اذکیاء تو اس ذکاوت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں اور اغبیاء اپنی غباوت کا معالجہ کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے کتاب الاذکیاء کا عام فہم سلیس

بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں اصل عبارت کی روح بدستور قائم ہے یارانِ نکتہ دان کے لیے پیش کیا ہے۔ اصل کتاب میں علامہ ابن جوزی کی ذکاوت کی روح دوڑ رہی ہے اور ترجمہ میں اس روح کے تحفظ کے ساتھ مترجم کے ذکاوت کی روح بھی کارفرما ہے۔ اس لیے ترجمہ دو ذکاوتوں کا مجموعہ بن کر دو روحوں کا پیکر بن گیا ہے۔ اس لیے مستفیدین اگر بنظر غائر مطالعہ کریں گے تو دوہری ذکاوت سے بہرہ مند ہوں گے اور ان پر واضح ہوگا کہ یہ کوئی مروجہ قسم کے لطیفوں اور ہنسنے ہنسانے کے عامیانہ قصوں کا کوئی گول گپا نہیں بلکہ ادبی، تاریخی، تہذیبی، علمی اور شرعی دلچسپیوں کا ایک خزانہ ہے جس میں بہت سی باتیں مزاح کی ہیں مگر دانائی اور زیرکی کے آثار پیدا کرتی ہیں اور اُن سے بشاشت آمیز سنجیدگی طلاقتِ وجہ اور تبسم آمیز لہجہ میں علمی لطائف بولنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔

عرصہ دراز گذرا کہ میں نے بھی اس کتاب کا مطالعہ کیا تھا اور اکثر سفر و حضر میں یہ کتاب الاذکیاء میرے ساتھ رہتی تھی۔ کئی بار بطور آرزو یہ خطرہ گذرا کہ کاش اس کا ترجمہ ہو جائے۔ الحمدللہ کہ ایک عرصہ کے بعد اس خواب کی تعبیر ترجمہ کتاب الاذکیاء کی صورت میں سامنے آ رہی ہے اس لیے ترجمہ اور تکمیل آرزو کی دوہری خوشی میسر آئی۔

فللّٰہ الحمد و المنۃ ثم للمترجم۔

حق تعالیٰ سے دُعا ہے کتاب الاذکیاء کے اس بامحاورہ اور اعلیٰ ترجمہ اور اس کے ضمن میں مترجم ممدوح کے تاریخی فٹ نوٹس کو جو مستقلاً افادی شان رکھتے ہیں قبول فرمائے ان کا نفع عام ہو اور مترجم دام مجدہ کو اس علمی عرق ریزی پر دارین میں بہترین صلہ اور بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

محمد طیب غفرلہٗ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

مُقدّمہ

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہٖ سیدُ الاوّلین والاٰخرین سیّدنا و مولانا محمّد خاتم النّبیین واٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ امّا بعد!

مقدام العلماء حضرت امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف کردہ ''کتاب الاذکیاء'' کے حوالہ سے بعض کتب میں سلف کے چند واقعات ذکاوت میری نظر سے گذرے جو نہایت دلچسپ اور اعلیٰ درجہ ذکاوت کا نمونہ تھے تو مجھے اُس کے مطالعہ کا شوق ہوا۔ یہ کتاب الحمد للہ آسانی سے دستیاب ہوگئی۔ اس کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ یہ فرضی اور اختراعی لطائف کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس کا اکثر بلکہ تمام تر حصہ تاریخی واقعات اور احادیث سے مستنبط ہے اور جس قدر مقولات اور حکایات اس میں تحریر کی گئی ہیں۔ بے اصل کہانیاں اور عامیانہ باتیں نہیں ہیں بلکہ بیش قیمت سات سو علمی لطائف ہیں اور جس قدر بھی زرّیں مقولات اور دلچسپ قصص تحریر کیے گئے ہیں سب میں کتاب کے موضوع یعنی ذکاوت کو پورے طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے اور حسن ترتیب کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین وسلاطین اور اکابر سلف کی مجالس کے بہت سے دلچسپ سوالات اور برجستہ جوابات کو ایسے دلنشین انداز میں ذکر کیا گیا ہے کہ گذشتہ بابرکت دور کا نقشہ اس طرح پیش نظر آجاتا ہے کہ گویا ہم خود اس مجلس کے شریک ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شگفتہ مزاجی کے ساتھ باہمی تعلقات سے جن کا مختلف مناسب مواقع میں ذکر کیا گیا ہے واضح ہوجاتا ہے کہ ان حضرات کی زندگی کے تمام لمحات دنیا سے کنارہ کشی کے ساتھ زاہدانہ طور پر ہی بسر نہیں ہوتے تھے بلکہ اُن کی معاشرت باہمی طور پر نہایت سنجیدہ اور شگفتہ دلی کے ساتھ غایت اعتدال پر تھی۔ علمی اور ادبی ذوق رکھنے والوں کے لیے شعراء اور نساء متفطنات کی حاضر جوابیاں نثر میں یا برمحل اشعار میں جوارتجالاً اور بے ساختہ کہے گئے بہت ہی جاذب توجہ ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے نوادر نظر سے گذرے جن سے خواص اہل علم اور عوام سب ہی متمتع اور لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ حضرت مصنف قدس اللہ سرہٗ نے جن افاضات کے پیش نظر اس کتاب کی تدوین کی ہے جن کو مختصر دیباچہ میں ذکر بھی کیا ہے یعنی یہ کہ تاریخی حیثیت سے ناظرین کو ان عقلاء کے مرتبہ کا صحیح علم ہوجائے جن کا ذکر کسی واقعہ میں کیا گیا ہے اور یہ کہ

مطالعہ کرنے والوں کی عقل میں حدت استنباط نتائج کا ملکہ پیدا ہو جائے وغیرہ۔ یقیناً یہ اپنے موضوع میں مکمل ہونے کے ساتھ اس سے بہت زیادہ فوائد کی حامل ہے۔ امید ہے کہ ہمارے طلبہ اور نوجوانوں کے لیے اس کا مطالعہ ایک بڑے شفیق مربی کی طویل صحبت کا فائدہ بخشے گا جو افسوس ہے کہ کمیاب ہوتی جارہی ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں ہے جس سے ایسے اصحاب ہی مستفید ہو سکتے ہیں جو عربی سمجھنے کی استعداد رکھتے ہوں۔ اس کی افادیت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اگر اس کا ترجمہ اردو زبان میں اس انداز کے ساتھ ہو جائے کہ کلام کی روح اس نشاۃ ثانیہ میں آ کر باقی رہے جس سے خواص کے ساتھ عوام بھی پورے طور پر محظوظ ہو سکیں تو اس کی افادیت عام ہو سکتی ہے۔ توکلاً علی اللہ حسب ذیل التزامات کے ساتھ ترجمہ شروع کر دیا گیا۔

① حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر حکایات کے ساتھ بطرزِ محدثین سلسلہ روایت بھی تحریر کیا ہے میں نے اس کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اوّل یا آخر کے کسی ممتاز راوی کے ذکر پر اکتفا کرلیا۔

② ترجمہ کے بامحاورہ ہونے کا اس حد تک خیال رکھا گیا ہے کہ کلام کا مطلب سمجھنے میں عام استعداد کے ناظرین کو اُلجھن نہ پیش آئے اور عربی الفاظ کے ترجمہ سے مطابقت بھی قائم رہے۔

③ بعض لطائف ایسے ہیں جن کا تعلق الفاظ کی خصوصیت سے ہے ایسے مواقع پر صرف ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ وہ الفاظ یا عبارت لکھ کر قوسین کے درمیان یا بالمقابل دوسرے کالم میں ترجمہ لکھ دیا گیا۔

④ اشعار میں بھی صرف ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اصل شعر لکھ کر نیچے اس کا بامحاورہ ترجمہ کر دیا گیا تاکہ عربی قابلیت رکھنے والے اصحاب لطف کلام سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔

⑤ کسی ترجمہ کو بامحاورہ یا کسی مضمون کو واضح کرنے کے لیے اگر کوئی اضافہ ضروری سمجھا گیا تو اس کو قوسین سے ممتاز کر دیا گیا۔

⑥ اگر اصل میں اتنا اختصار دیکھا گیا کہ جو مطلب سمجھنے میں مخل ہو تو اس کی بقدرِ ضرورت

وضاحت کردی گئی۔

⑦ جو بات کسی تاریخی واقعہ سے متعلق ہے تو اس واقعہ کو بھی ذکر کردیا ہے تاکہ ناظرین کی بصیرت اور علم میں اضافہ ہو۔

⑧ جس حکایت میں ذکاوت کا پہلو روشن نہیں تھا وہاں قوسین کے درمیان اس کی طرف اشارہ کردیا گیا۔

⑨ جملہ حکایاتِ کتاب پر شمار کے نمبر لگادیئے گئے اور اگر کوئی مناسب مقام حکایت کسی دوسری کتاب سے اخذ کرکے فٹ نوٹ میں لکھی گئی تو اس پر نمبر نہیں لگایا گیا۔

⑩ اگر کوئی حکایت کسی مستند کتاب میں اس سے مختلف صورت میں ذکر کی گئی تو اس کو بھی فٹ نوٹ میں تحریر کردیا گیا۔

ترجمۃ المؤلف

اِس کتاب کے مؤلف امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ چھٹی صدی کے جلیل القدر علماء اسلام میں سے ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ آپ کا نام عبدالرحمٰن بن علی ہے جمال الدین خطاب اور ابوالفرج کنیت ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق تک بواسطہ محمد بن ابی بکر پہنچتا ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے خطیب اور بہت سے علوم حدیث وتفسیر وفقہ وادب وتاریخ وغیرہ میں بے مثال تھے۔ بغداد میں ۵۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی مجالس وعظ اس قدر مؤثر ہوتی تھیں جن کی نظیر دنیا میں نہ تھی جس سے ہزاروں آدمی نصیحت حاصل کر کے گناہوں سے تائب ہوتے تھے اور ہزاروں مشرک اسلام قبول کرتے تھے۔ آپ کی تصنیفات مختلف علوم میں تین سو چالیس سے زیادہ ہیں اور ان میں سے بعض تو اس قدر مبسوط ہیں کہ بیس جلدوں تک پہنچ گئیں۔ کُل مجلدات کی تعداد دو ہزار ہے۔ آپ نے آخر عمر میں منبر پر اس کا اظہار کیا ہے کہ "میں نے ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں اور میرے ہاتھ پر ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی ہے اور بیس ہزار یہودیوں اور نصرانیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔" منقول ہے کہ جن قلموں سے آپ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے تھے ان کے تراشے محفوظ رکھتے تھے تو ان کا ایک انبار لگ گیا۔ آپ نے یہ وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد جب غسل دیا جائے تو اسی سے پانی گرم کیا جائے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا تو پھر بھی اس کا ایک حصہ بچ گیا آپ کی وفات بغداد میں ۵۹۷ھ میں ہوئی۔

(ماخوذ از: ترجمۃ المؤلف تلقیح)

المفتقر الی رحمۃ اللہ الصمد

اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

دیوبندی۔ یکم ربیع الاوّل ۱۳۷۲ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو فہم کا محل بننے کی صلاحیت بخشی اور ہم کو علم کے زیور سے آراستہ فرمایا اور عقل کی باگ ڈور کا مالک بنایا اور ہم کو قوت گویائی سے مزین کیا اور پناہ چاہتے ہیں ہم اللہ سے صفا فکر کی مکدر ہونے سے اور قوت ذہن کے کند ہو جانے سے اور رحمتیں نازل فرمائے اللہ اس ذات پر جس کو جامع کلمات کے ساتھ اس امت کی طرف مبعوث فرمایا گیا جو دوسری امتوں سے زیادہ عقلمند ہے اور آپ ﷺ کے تمام پیروکار اور آپ ﷺ کے اتباع کے واضح راستوں پر چلنے والوں پر بہت بہت سلام بھیجی۔ اما بعد! عقل سب سے بڑی بخشش ہے کیونکہ وہ اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے اور اسی سے نیکیوں کے اصول بنتے ہیں اور انجام کا لحاظ کیا جاتا ہے اور باریکیوں کو سمجھا جاتا ہے اور فضائل حاصل کیے جائے ہیں اور چونکہ نعمت عقل کے سلسلہ میں عقلاء کے درجات میں باہم تفاوت ہے اور تجربوں اور علم کی پختہ کاری کی تحصیل کے اعتبار سے باہم اختلاف ہے تو میں نے چاہا کہ ایک کتاب میں ایسے اہل ذکاوت کی باتیں جمع کی جائیں جن کی عقلی قوت طاقتور ہو اور ذکاوت بوجہ ان کی عقلوں کی جوہریت کے روشن ہو۔ اس سے تین غرضیں ہیں اوّل یہ کہ جن کے واقعات تحریر کیے جائیں گے ان کی ذکاوت کا مرتبہ پہچانا جاسکے۔ دوم یہ کہ سامعین میں اگر اس مقام پر پہنچنے کی استعداد ہے تو ایسے حالات کے علم سے ان کی عقل میں بھی نکتہ آفرینی پیدا ہو سکے گی اور یہ ثابت امر ہے کہ ذی عقل سے ملنا اور صحبت میں بیٹھنا سمجھدار کے لیے مفید ہوتا ہے اور احوال کا سننا بھی صحبت کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسا کہ رضیؔ کا مقولہ ہے:

فاتنی ان اری الدیار بطرفی	یہ تو میری قسمت میں نہیں کہ میں ان شہروں کو بچشم خود دیکھ لوں مگر یہ اُمید
فلعلی اعی الدیار بسمعی۔	ہے کہ اخبارِ مسموعہ کے ذریعہ سے انکا تصور اپنے ذہن میں جمالوں

یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ مامون الرشید کا مقولہ ہے جو ابراہیم سے ہم نے یہ کہتے سنا کہ لوگوں کی عقلوں کے توازن پر نظر کرنے سے زیادہ کوئی چیز دلچسپ نہیں ہے۔ سوم یہ کہ ایسے شخص کی تادیب بھی ہو سکے گی جو خود رائی کے پندار میں مبتلا ہو گا جبکہ اس کے سامنے ایسی چیزیں

آئیں گی جن تک رسائی اس کے ذہن کے لیے دشوار ہوگی اور اللہ توفیق بخشنے والا ہے۔

باب : ①

فضیلتِ عقل کے بیان میں

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملے اور سوال کیا کہ اے اُمّ المؤمنین ایک شخص قیام کم کرتا ہے اور زیادہ سوتا ہے (یعنی نوافل کم پڑھتا) دوسرا شخص قیام زیادہ کرتا ہے اور کم سوتا ہے ان دونوں میں سے آپؓ کس کو پسند کریں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا تھا کہ دونوں میں سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو زیادہ ذی عقل ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا سوال دونوں کی عبادت کے بارہ میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں سے صرف عقل کے باب میں سوال ہوگا جو زیادہ عقلمند ہے (عقل معاد مراد ہے) وہ دُنیا آخرت میں کم عقل سے فضیلت رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے اسلام کو اس وقت تک بلند مرتبہ نہ سمجھو جب تک اس کی عقل کی گرفت کو نہ پہچان لو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد میں نے سنا کہ پہلی شے جس کو اللہ نے پیدا کیا قلم ہے پھر نون کو پیدا کیا اور اس سے دوات مراد ہے پھر حکم کیا کہ لکھ، قلم نے سوال کیا کہ کیا لکھوں۔ فرمایا کہ لکھ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا کہ مجھ کو اپنی عزت کی قسم میں تجھ سے مکمل کروں گا اس کو جو میرا پسندیدہ ہوگا اور اس کو کم دوں گا جو مجھے ناپسند ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اس کو حکم دیا کہ پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹی۔ پھر حکم دیا کہ آگے بڑھو۔ تو آگے بڑھی تو فرمایا میری عزت کی قسم میں نے کوئی چیز تجھ سے اچھی پیدا نہیں کی۔۔ تیرے ہی اعتبار سے ہم عطا کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم سلب کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم مواخذہ کریں گے۔

وہبؒ بن منبہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر نازل کیا کہ شیطان پر کوئی چیز ایک عاقل مؤمن سے زیادہ شاق نہیں حالانکہ وہ سو جاہلوں کو برداشت کر لیتا ہے۔ چنانچہ ان کو کھینچ لیتا ہے' انکی گردنوں پر سوار ہو جاتا ہے اور جس طرف لے جانا چاہتا ہے وہ اسکی فرمانبرداری کرتے ہیں اور عقلمند مؤمن سے مقابلہ کرتا ہے تو وہ اس پر سخت دشوار ہوتا ہے یہاں تک اپنے مطلب کی کوئی شے اس سے حاصل نہیں کر سکتا۔

وہب کا قول ہے کہ شیطان کے لیے پہاڑ کا اپنی جگہ سے ٹلا دینا چٹان چٹان اور پتھر پتھر جدا کر کے آسان ہے صاحبِ عقل مؤمن کے لیے مقابلہ سے۔ کیونکہ مؤمن جب صاحبِ عقل و صاحبِ بصیرت ہوگا تو وہ شیطان پر پہاڑ سے زیادہ بھاری اور لوہے سے زیادہ سخت ہوگا اور وہ ہر حیلہ سے اس کو اس کے مقام سے ہٹانے کی کوشش کرے گا مگر نہ ہٹا سکے گا اور وہ افسوس کرتا ہوا اعتراف کرے گا کہ میرا اس کو گمراہ کرنے پر بس نہ چلا اور پھر وہ جاہل کی طرف مڑ جائے گا اور اس کو اسیر کر کے اس کی گردن پر سوار ہو کر ایسے رسوائی کی مقامات میں پھینک مارے گا جو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں برباد کر دیں۔ جس کے نتیجہ کے طور پر وہ کوڑوں کی اور پتھراؤ کی سزا میں گرفتار ہو اس کا سر مونڈا اور منہ کالا کیا جائے اور ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں اور سولی دیا جائے اور دو آدمی ایک ہی قسم کے نیک عمل کرنے میں بظاہر بالکل برابر ہوتے ہیں مگر جب ان میں کا ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ عقلمند ہوتا ہے تو اُن دونوں اعمال کے درجات میں مشرق و مغرب کا بلکہ اس سے بھی زیادہ تفاوت ہوتا ہے۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے اللہ کے معاملے میں ہوشیار رہنا کیونکہ اللہ کے معاملوں میں سب سے زیادہ عقل سے کام لینے والے کے اعمال بھی سب سے اچھے ہوتے ہیں اور شیطان صاحبِ عقل سے بھاگتا ہے اور اس میں یہ طاقت نہیں کہ اس سے جیت سکے۔ اے بیٹے! جس عبادت میں عقل کو کام میں لایا گیا ہو اس سے زیادہ کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کی نہیں ہو سکتی۔

مطرف فرماتے ہیں کہ بندے کو ایمان کے بعد عقل سے زیادہ کوئی افضل چیز نہیں دی گئی۔

حضرت معاویہ بن قرۃ فرماتے ہیں کہ لوگ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی اور جہاد بھی کرتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں (مگر اجر میں سب برابر نہیں ہیں) لیکن

قیامت کے دن اُن کی عقلوں کی مقدار کے مناسب ہی ان کو اجر دیا جائے گا۔

ابوزکریاؒ کا قول ہے کہ جنت میں ہر مؤمن اپنی عقل کے مطابق لذت حاصل کرے گا۔

بَاب: ۲

عقل کی ماہیت اور اُس کے محل کے بیان میں

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مقولہ ہے کہ عقل (انسان کی ایک طبعی صفت ہے جو اس کی ماہیت کے ساتھ) گڑی ہوئی شے ہے اور یہی تعریف محاسبیؒ سے منقول ہے۔ محاسبی سے ایک روایت یہ بھی کہ آپؒ نے فرمایا کہ عقل ایک نور ہے اور دوسروں نے یہ تعریف کی ہے کہ عقل ایک قوت ہے جس کے ذریعہ سے معلومات کی حقیقتوں کو جدا جدا کیا جاتا ہے اور بعضوں نے یہ تعریف کی ہے کہ عقل علوم ضروریہ کی ایک نوع ہے اور وہ ایسا علم ہے جس سے جائز امور کا جواز اور محالات کا محال ہونا منکشف ہو جائے اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ عقل ایک جوہر بسیط ہے اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ عقل ایک شفاف جسم ہے اور ایک اعرابی سے عقل کے بارہ میں سوال کیا گیا اُس نے جواب دیا کہ تجربات کا نچوڑ ہے جو بطورِ غنیمت ہاتھ لگ جائے۔

اور سمجھ لو کہ اس بات میں تحقیق یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس اسم یعنی عقل کا اطلاق مشترک طور پر چار معنوں پر ہوتا ہے اوّل وہ وصف جس کے ذریعہ سے انسان دیگر بہائم سے ممتاز کیا جاتا ہے اور یہ وہ وصف ہے جس سے انسان میں علوم نظریہ کے قبول کرنے کی استعداد ہوئی اور قوتِ فکریہ کے مخفی نقشے کے مطابق صنعتوں کی تیاری وتدابیر کی اس میں صلاحیت ہوئی۔ جن لوگوں نے اس کو ایک گڑی ہوئی چیز (عزیزۃ) کہا ہے ان کی یہی مراد ہے اور گویا وہ نور ہے جو انسان کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے اشیاء کے ادراک کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسرا اس علم پر اطلاق ہوتا ہے جو طبیعت انسانی میں رکھا گیا ہے جس سے جائز شے کا جواز اور محال کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تیسرا اطلاق اس علم پر بھی آتا ہے جو تجربات سے حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کو بھی عقل کہہ دیا جاتا ہے۔ چوتھا اطلاق اس قوت کے منتہیٰ پر بھی آتا ہے جس کو گڑی

ہوئی چیز کہا گیا تھا اور وہ منتہیٰ یعنی آخری حد یہ ہے کہ وہ قوت ان خواہشوں کو فنا کر ڈالے جو اس کو (انجام سے لاپروا کر کے) جلد پیدا ہونے والی لذت کی طرف دعوت دیتی ہیں اور لوگ ان حالات میں مختلف درجات پر ہیں بجز قسم ثانی کے کہ وہ ایک علم ضروری ہے اور ہم نے اس کی شرح اور عقل کے فضائل پورے طور پر اپنی کتاب منہاج القاصدین میں تحریر کردیئے ہیں۔ یہاں جس قدر اشارہ کردیا گیا وہ کافی ہے۔

فَصْلٌ: اس اسم یعنی عقل کے مشتق ہونے کے بارہ میں ثعلب کا قول ہے کہ اس سے اصلی معنی امتناع (روکنا) ہیں کہا جاتا ہے عَقَلتُ النَاقَةَ جب ہم نے ناقہ کو چلنے سے روک دیا ہو اور عَقَلَ بَطنُ الرَجل جب اسہال بند ہوجائیں۔

فصل عقل کے مقام کے بارہ میں امام احمد سے مروی ہے کہ اس کا مقام دماغ ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ایک جماعت کی ہمارے اصحاب (یعنی حنابلہ) میں سے یہ رائے ہے کہ اس کا مقام دل ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی قول مروی ہے وہ حق تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں: فتکون له قلوبٌ یقلون بها اور اس آیت سے بھی لمن کان له قلبٌ یہاں قلب عقل کے معنی میں ہے (جس طرح ظرف بول کر مظروف مراد لیتے ہیں) اس لیے کہ قلب عقل کا محل ہے۔

بَابٌ: ③

''ذہن'' اور ''فہم'' اور ''ذکاء'' کے معنے

ذہن کی تعریف یہ ہے کہ ذہن ایک قوت ہے نفس میں جو رایوں کے حاصل کرنے کے لیے مستعد اور تیار ہوتی ہے اور اس قوت کی تیاری کے ساتھ جبکہ جید اور اعلیٰ کا مفہوم شامل کردیا جائے گا تو فہم کی تعریف ہوجائے گی اور اسی قوت کے ساتھ حدس کی جودت یعنی اعلیٰ درجہ کا مفہوم شامل کیا جائے کہ قلیل وقت میں بغیر دیر لگائے کام کرے تو یہ ذکا کی تعریف ہوجائے گی (حدس کے معنی ہیں ذہن کا اصل مفہوم کی طرف اور نتیجہ حاصل کرنے کے لیے سرعت کے ساتھ منتقل ہونا) تو ذکی یعنی ذکا کسی قول کو سنتے ہی اس کی مراد جان لیتا ہے۔ بعض لوگوں نے یہی تعریف فہم

کی کی ہے ان کا قول ہے کہ تعریف فہم کی یہ ہے کہ کسی قول کو سنتے ہی اس کے معنی کا علم ہو جانا فہم ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ذکاء کی تعریف ہے سرعت فہم اور اس کی باریک بینی اور بلادت اس کے جمود کو کہتے ہیں۔ زجاج کا قول ہے کہ ذکاء کے معنی لغت میں کسی شے کے تمام ہونے کے ہیں۔ جب عمر اپنے کمال پر پہنچ جائے تو الذکاء فی السن کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جب فہم اپنے کمال پر پہنچ جائے گی تو اس کو الذکا فی الفہم کہا جائے گا۔ تو ذکاء کا مفہوم ہوگا کہ وہ ایسی فہم ہے جو کامل اور اصل مراد کو سرعت کے ساتھ قبول کرنے والی ہو اور بولتے ہیں ذکّیت النار جب ہم آگ کو پورے طور سلگائیں۔ ابوبکر بن الانباری فرماتے ہیں کہ یہ قول فلانٌ ذکیٌ جس کے معنی کامل سمجھ اور تام الفہم کے لیتے ہیں ماخوذ ہے۔ عرب کے اس مقولہ سے کہ قد ذکّتِ النار زندکو جب کہ آگ سلگنے کا عمل تام ہو جائے اور کہا جاتا ہے اذ کتُھالنا جبکہ ہم پورے طور پر سلگانا ختم کرلیں اور کہا جاتا ہے مَسكٌ ذکی جب مشک کی خوشبو پوری اور اپنی قوّتِ نفاذ میں کامل ہو۔ جمیل کا قول ہے:

صادت فوادی بعینها ومبتسم	محبوبہ نے میرے دل کو اپنی دونوں آنکھوں سے شکار کر لیا
کانه حین ایدته لنا بردعذب	جائے تبسم یعنی بپولا سے جب اس نے ہم پر اس کو ظاہر کیا تو
کان ذلك المسكُ خالطهٗ	گویا وہ اولا ہے اور ایسا میٹھا ہے گویا کہ تیز مہکتا ہوا مشک اور
والزنجبیل وما المزن والشهدا	زنجبیل اور بارش کا پانی اور شہد اس میں ملے ہوئے ہیں۔

اور کہا جاتا ہے :قد ذکیتُ الشاۃ جب بکری کے ذبح سے ہم فارغ ہو جائیں اور اس کی ضروری حد تمام کر چکیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے

نعم هوذکها و انت اضعتَهَا	ہاں اس نے تو اس بکری کے ذبح سے فراغت پائی مگر تو نے
والهاك عنها خرقة وفطیم	اسے ضائع کیا اور تجھے اس سے خرقہ اور فطیم نے غافل کر دیا۔

اور عرب کا محاورہ ہے: جری المذکیات غلاب (گھوڑوں نے غلبہ کے ساتر یعنی شاندار طریقہ پر چلنا شروع کیا) یعنی پورے عمر کے گھوڑوں نے جو طاقت و غلبہ میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے چلنا شروع کیا اس محاورہ کی بنا یہ ہے کہ گھوڑوں میں جو مذکیہ ہیں یعنی وہ جن کی قوت اور شباب مکمل ہو جائے ان پر بوجھ سخت زمین پر کھڑا کر کے رکھا جاتا ہے کیونکہ ان کی قوت اور ان کے اعضاء کی سختی قابل اعتماد ہوتی ہے اور وہ نوعمر اونٹ اور چھوٹے

گھوڑوں کی طرح نہیں ہوتے جن کے لیے ان کے کمزور اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے نرم زمین کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ان میں پورے گھوڑوں جیسا جماؤ نہیں ہوتا اور بعض لوگ اس طرح بولتے ہیں جری المذکیات غلاء اور غلاء جمع غلوة کی ہے۔ غلوة اس فاصلہ کو کہتے ہیں جو ایک تیر زیادہ سے زیادہ طے کرسکتا ہے۔ ذکاء کے معنی سمجھ کی پختگی ہیں۔ اس کی مثال میں کسی شاعر کا شعر ہے:

سهم الفواد ذكائوه ما مثلهٗ ‏ دل کا تیر اس کی ذکاوت ہے کہ پختہ ارادہ کے وقت مخلوق
عند العزيمة فى الانام ذكاء ‏ میں کسی کی ذکاوت اس کی ذکاوت کے مثل نہیں ہے

اور زہیر کا ایک یہ شعر ہے جس میں ذکاء کو پوری عمر کے معنے میں استعمال کیا ہے:

و يفضلها اذا اجتهدت عليه ☆ تمام السن منه و الذكاء

(ترجمہ) جب بھی وہ اس کا مقابلہ کرتی ہے تو نر کو اس کی عمر کی پختگی اور کمال سن مادہ پر غالب کر دیتا ہے۔

اور لفظ ذکاء جو ان دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے مد کے ساتھ ہے اور ذکا بمعنی آگ کو پورے طور پر بھڑکنا الف سے بغیر مد تحریر کیا جاتا ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے:

و تضرم فى القلب اضطرامًا كانّهٗ ‏ ذَكَا النار تُرفيه الرّياحُ النوافحُ

(ترجمہ) اور محبوبہ دل میں ایسی آگ بھڑکاتی ہے گویا کہ وہ پوری بھڑکی ہوئی آگ ہے جس کو تیز ہوائیں بھڑکنے میں مدد پہنچا رہی ہیں۔

اور کہا جاتا ہے: مسكٌ ذكيٌ اور مِسكٌ ذكيّةٌ۔ جس کے نزدیک مسک مذکر ہے وہ مذکر کے اور جس کے نزدیک مؤنث ہے وہ مؤنث کے صیغہ کے ساتھ استعمال کرتا ہے ان کا کہنا ہے کہ تانیث باعتبار رائحہ ہے۔ فراء سے یہ شعر مروی ہے:

لقد عاجلتنى بالسباب و ثوبها ‏ اس نے مجھے گالیاں دینے میں جلدی کی حالانکہ اس کے
جديد و من اثوابها المسكُ تنفح ‏ کپڑے نئے تھے اور ان میں سے مشک کی خوشبو مہک رہی تھی

یہاں مسک بول کر رائحۃ المسک مراد لیا گیا ہے۔

ابو غفان مہزمی کا قول ہے کہ مسک اور عنبر دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں مذکر بھی اور مؤنث بھی۔

بَاب: ④

اُن علامات کا بیان جن سے کسی عاقل اور ذکی کی عقل اور ذکاء پہچانی جاسکتی ہے

مؤلفِ کتاب فرماتے ہیں کہ یہ علامات دو قسم کی ہیں ایک وہ جو باعتبار صورت کے ہیں دوسری وہ جو معنوی ہیں اور احوال و افعال سے متعلق ہیں۔

پہلی قسم کا بیان: حکماء کا قول ہے کہ معتدل مزاج اور اعضاء میں تناسب کا ہونا عقل کی قوّت اور ذہانت کی دلیل ہے۔ موٹی گردن دلالت کرتی ہے دماغی قوت اور اس کی زیادتی پر اور جس کی آنکھ جلدی جلدی حرکت کرتی اور اس میں تیزی ہو وہ مکار حیلہ باز چور ہے اور سیاہ پتلی والی آنکھ اوروں سے زیادہ اچھی ہے اور جب سیاہ آنکھ زیادہ چمکیلی نہ ہو اور اس میں زردی اور سرخی نہ ظاہر ہوتی ہو تو وہ بلند حوصلہ طبیعت پر دلالت کرتی ہے اور جس کی آنکھ چھوٹی اور اندر کو گڑی ہوئی ہو وہ مکار اور حاسد ہوگا اور جس کا چہرہ ہنستا ہوا ہو وہ سمجھدار ہوگا اور اہم کاموں کا اہتمام کرنے والا اور لاغر چہرہ اور پستہ قد میں مہربانی کا زیادہ اظہار ہوتا ہے اور معتدل قد والے لوگوں کے حالات صالح ہوتے ہیں۔

(۲) عجلان کہتے ہیں کہ مجھ سے زیاد نے کہا کہ میرے پاس کسی عقلمند آدمی کو لاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں نہیں سمجھا کہ آپ کی مراد کس شخص کو بلانا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ عقلمند آدمی جب اس کا چہرہ اور قد سامنے ہو تو چھپ نہیں سکتا تو میں تلاش میں نکلا ہی تھا ایک شخص میرے سامنے آیا جو وجیہ اور دراز قد و فصیح اللسان تھا۔ میں نے اس کو چلنے کے لیے کہا وہ آ کر زیاد سے ملا۔ زیاد نے کہا کہ اے شخص میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں ایک معاملہ میں۔ کیا آپ تیار ہیں اس نے جواب دیا کہ میں پیشاب کو روکے ہوئے ہوں اور ایسے شخص کی رائے ناقابل اعتماد ہے۔ زیاد نے مجھ سے کہا کہ اے عجلان اس کو بیت الخلاء لے جاؤ۔ (میں نے پہنچا دیا) جب وہ نکلا تو اس نے کہا میں بھوکا ہوں اور بھوکے کی رائے ناقابل اعتبار ہے۔ زیاد نے کہا اے عجلان

اس کو کھانا دو تو کھانا لایا گیا پھر جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تو کہا اب پوچھئے آپ کو جس امر کی ضرورت ہو تو ان سے جو بھی سوال کیا گیا ان کے پاس اس کا مناسب جواب موجود تھا۔

یوسف بن حسین کہتے ہیں کہ میں نے ذوالنونؒ سے سنا کہ فرماتے تھے جس شخص میں تم پانچ صفات پاؤ اس کے لیے سعادت کی امید رکھو۔ خواہ اس کی موت سے دو گھڑی قبل اس کو نصیب ہو۔ پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں تو فرمایا کہ استواء خلق (یعنی اعضا کا متناسب اور مزاج معتدل ہونا) اور رُوح یعنی خون کا ہلکا ہونا اور عقل رسا اور صاف توحید (جو شائبہ شرک جلی و خفی سے پاک ہو) اور پاکیزہ طینت۔

دوسری قسم کا بیان یعنی کسی عاقل کی عقل پر اقوال واحوال کے ذریعہ سے استدلال کرنا:

مؤلف فرماتے ہیں کہ کسی عاقل کی عقل پر اس کی مناسب موقع خاموشی اور سکون اور نیچی نظر اور برمحل حرکات سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ نیز انجام بینی سے اور دنیاوی خواہشیں جب کہ ان میں آخرت کا ضرر ہو اس کو پھسلا نہیں سکتیں اور عقلمند اپنے فیصلہ میں خواہ کھانے پینے کے بارہ میں ہو اور کسی قول و فعل میں اسی امر کو اختیار کرے گا جو انجام کے اعتبار سے اعلیٰ اور بہتر ہو گا اور جس چیز میں نقصان کا اندیشہ ہو گا اس کو ترک کر دے گا اور اسی کام کی تیاری کرے گا جس کا پورا ہونا ممکن ہو۔ حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ کیا میں عاقل کی علامتیں بتائیں وہ یہ ہیں کہ اپنے سے بڑے کے ساتھ تواضع سے پیش آئے چھوٹے کو حقیر نہ سمجھے۔ اپنی گفتگو میں بڑائی کے اظہار سے بچے۔ لوگوں کے ساتھ معاشرت میں ان کے آداب معیشت کو ملحوظ رکھے اور اپنے اور خدا کے درمیان تعلق کو سخت اور مضبوط رکھے تو وہ عقلمند دنیا میں اس تعلق کو ہر نقصان سے بچاتا ہوا چلتا پھرتا ہے۔ وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اے بیٹے انسان کی عقل کامل نہیں ہوتی جب تک اس میں دس صفات نہ پیدا ہو جائیں۔ کبر یعنی نخوت و غرور سے محفوظ ہو اور نیک کاموں کی طرف پورا میلان ہو۔ دنیاوی سامان میں سے صرف بقدر بقا حیات پر اکتفا کرے اور زائد کو خرچ کر دے۔ تواضع کو بڑائی سے اچھا سمجھے اور اپنا پہلو گرا لینے کو عزت اور سربلندی پر ترجیح دے۔ سمجھ کی باتیں حاصل کرنے سے زندگی بھر نہ تھکے اور اپنی طرف سے کسی سے اپنی حاجت کے لیے تحکم اور بدمزاجی نہ

اختیار کرے۔ دوسرے کے تھوڑے احسان کو زیادہ سمجھے اور اپنے بڑے احسان کو کم سمجھے اور دسویں خصلت جو بڑی بلند ہمتی کی چیز ہے اور نیک نام کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ تمام اہل دنیا کو اپنے سے اچھا سمجھے اور اپنے آپ کو سب سے برا سمجھے اور اگر کسی کو اپنے سے اچھا دیکھے تو خوش ہو اور اس بات کا خواہشمند ہو کہ اس کی عمدہ صفات خود بھی اختیار کرے اور کسی کو بری حالت میں پائے تو خیال کرے کہ (انجام) اللہ کے ہاتھ میں ہے ہم کو کیا خبر) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نجات پا جائے اور میں ہلاک ہو جاؤں۔ جب یہ صفات پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ عقل مکمل ہوگئی۔ مکحول سے حضرت لقمان کا یہ قول مروی ہے جو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ انسان کے شرف اور سرداری کی بنا حسن عقل پر ہے۔ جس کی عقل اعلیٰ درجہ کی ہوگئی وہ اس کے تمام گناہوں کو ڈھک لے گی اور اس کی تمام برائیوں کی اصلاح کر دے گی اور اس کو رضائے مولیٰ حاصل ہو جائے گی۔ ملہب بن ابی صفرہ کا قول ہے کہ بڑائی کی بات یہ ہے کہ کسی بڑے شخص میں عقل زبان سے بڑھی ہوئی ہو یہ نہیں کہ زبان عقل سے بڑھی ہوئی ہو۔

باب: ۵

انبیاءِ متقدمین کی ذہانت کے واقعات

سب کو معلوم ہے کہ انبیاء کی ذہانت سب ذہین لوگوں سے اونچے درجہ کی ہوتی ہے مگر ہم نے بہتر سمجھا کہ اس باب میں اپنی کتاب کو ان کے کچھ احوال سے خالی نہ چھوڑیں۔

(۳) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسبت منقول ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ جب حضرت سارہ علیہا السلام نے دیکھا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہ علیہا السلام) سے حضرت ابراہیم علیہ السلام محبت کرنے لگے تو ان کے دِل میں شدید غیرت پیدا ہوئی یہاں تک کہ وہ قسم کھا بیٹھیں کہ وہ ہاجرہ علیہا السلام کے اعضاء میں سے کوئی عضو ضرور کاٹ دیں گی۔ جب یہ اطلاع حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو پہنچی تو انہوں نے ذرّہ پہننا شروع کر دی جس کے دامن طویل رکھے اور یہ دنیا کی پہلی عورت ہیں جس نے دامن لمبا بنایا اور ایسا اس لیے کیا تھا کہ چلتے ہوئے دامن کی رگڑ سے قدموں کے نشانات زمین پر باقی نہ رہیں کہ سارہ ان کے آنے جانے کو نہ پہچان سکیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے سارہ علیہا السلام سے فرمایا کہ کیا تم یہ خبر حاصل کر سکتی ہو کہ اللہ کے فیصلے پر اپنے کو راضی کر لو اور ہاجرہ علیہا السلام کا خیال چھوڑ دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے جو قسم کھائی ہے اب اس سے عہدہ برآ ہونا کیسا ممکن ہو گا آپؑ نے اس کی یہ ترکیب بتائی کہ تم ہاجرہ علیہا السلام کے پوشیدہ جسم کے اوپر کا حصہ گوشت (کا جو ایک مستقل عضو ہے) کاٹ دو (اس کا کاٹ دینا عورتوں کے لیے اچھا بھی ہے اور) عورتوں میں یہ ایک سنت جاری ہو جائے گی اور تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے گی تو وہ اس پر رضامند ہو گئیں اور اس کو کاٹ دیا اور یہ طریقہ عورتوں میں جاری ہو گیا (اس طرح عورتوں کے ختنہ کا رواج عرب میں تھا۔ اسلام نے اس کو ضروری نہیں قرار دیا۔ جس طرح مردوں کی ختنہ ضروری ہے)۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جوان ہو گئے تو اپنے قوم جرہم کی ایک عورت سے نکاح کر لیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ملنے کے لیے (شام سے) آئے تو اسمٰعیل علیہ السلام کو نہ پایا تو آپ نے ان کی بیوی سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ وہ معاش کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ پھر اس سے معاشی حالات دریافت کیے تو اس نے کہا کہ ہم بڑی تنگی اور سختی سے گذارا کرتے ہیں اور شکایتیں کرنا شروع کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آ جائے تو اس سے ہمارا سلام کہہ دینا اور یہ کہ اپنے گھر کے دروازہ کی دہلیز بدل دے۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام واپس آئے تو انہوں نے سب پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ میرے والد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) تھے اور مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تجھے اپنے سے جدا کر دوں۔ اب تو اپنے متعلقین کے پاس چلی جا۔ مؤلف کا قول ہے کہ یہ حدیث حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اعلیٰ ذہانت پر بھی دلالت کر رہی ہے۔

(۵) حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں سفر میں تھیں اور ہر ایک کی گود میں بچہ تھا۔ ان میں سے ایک کے بچہ کو بھیڑیا لے گیا۔ اب دوسرے بچہ پر دونوں عورتوں نے جھگڑنا شروع کر دیا (ہر ایک اس کو اپنا کہتی تھی) اب دونوں نے یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ آپؑ نے دونوں میں سے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا (کہ بچہ پر اسی کا قبضہ تھا اور ثبوت کوئی بھی پیش نہ کر سکی تھی) واپسی میں ان عورتوں کا گذر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے سے ہوا۔ آپؑ نے ان سے حال دریافت کیا تو

انہوں نے پورا قصہ کہہ سنایا۔ آپؑ نے یہ سن کر حکم دیا کہ چاقو لاؤ میں اس بچہ کے دو ٹکڑے کر کے دونوں پر تقسیم کر دونگا۔ چھوٹی نے (آمادگی دیکھ کر) پوچھا کہ کیا واقعی آپؑ اسے کاٹ ڈالیں گے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ہاں۔ اُس نے کہا کہ آپؑ نہ کاٹئے میں اپنا حصہ اسی کو دیئے دیتی ہوں۔ یہ سن کر آپؑ نے فیصلہ کر دیا کہ یہ بچہ چھوٹی کا ہے اور اسکو دیدیا۔ اسکا ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔

(٦) عبداللہ بن عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے ایک سرکش جن کو پکڑوا کر بلایا جب وہ آپؑ کے دروازہ پر پہنچا تو اس نے (یہ حرکت کی کہ) ایک سوکھی لکڑی لے کر اپنے ہاتھ کے برابر ناپ کر دیوار سے پھینک دی جو حضرت سلیمانؑ کے سامنے آ کر گری۔ آپؑ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ آپؑ کو اطلاع دی گئی کہ اس جن نے یہ حرکت کی ہے۔ آپؑ نے (حاضرین دربار سے) فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ اس سے اس کی کیا غرض ہے؟ تو سب نے انکار کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اب تو جو چاہے کر جیسا کہ یہ لکڑی ہری بھری زمین سے نکلی تھی پھر سوکھ کر بے جان ہوگئی ایک ایسا وقت آئے گا کہ تو بھی میرے سامنے ایسا ہی ہو جائے گا۔

(٧) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے جلوس میں چلے آ رہے تھے انہوں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بیٹے کو یا لادین کے لفظ سے پکار رہی تھی۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام ٹھہر گئے اور کہا کہ اللہ کا دین تو ظاہر ہے (اس لادین کا کیا مطلب؟) اس عورت کو بلوایا اور پوچھا اس نے کہا کہ میرا شوہر ایک (تجارتی) سفر میں گیا تھا اور اس کے ہمراہ اس کا ایک ساجھی تھا۔ اس نے ظاہر کیا کہ وہ مر گیا اور اس نے یہ وصیت کی تھی کہ اگر میری بیوی کے لڑکا پیدا ہو تو میں اُس کا نام لادین رکھوں۔ یہ سُن کر آپؑ نے اس شخص کو پکڑوا بلایا اور تحقیق کی۔ اُس نے اعتراف کر لیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا تھا تو (اس کے قصاص میں) حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے قتل کرا دیا۔

(٨) محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ! میرے پڑوس میں ایسے لوگ ہیں جو میری بطخ چراتے ہیں۔ پھر آپؑ نے نماز کے لیے اعلان کرایا (سب لوگ حاضر ہو گئے) پھر آپؑ نے خطبہ دیا۔ جس کے دوران فرمایا: تم میں ایک شخص اپنے پڑوسی کی بطخ چوری کرتا ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں آتا ہے کہ اس کا پر اس کے سر پر ہوتا ہے۔ یہ سن کر چور نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ یہ دیکھ کر آپؑ نے حکم دیا

کہ پکڑلواس کو یہی وہ چور ہے۔

(۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ شیطان نے آپؑ سے مل کر کہا کہ تیرا یہ عقیدہ ہے کہ تم کو وہی پیش آتا ہے جو خدا نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: بے شک۔ اس نے کہا اچھا ذرا اس پہاڑ سے اپنے کو گرا کر دیکھ اگر خدا نے تیرے لیے سلامتی مقدر کر دی ہے تو پھر تو سلامت ہی رہے گا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اے ملعون اللہ عزوجل ہی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لے۔ بندے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ خدائے عزوجل کا امتحان لے۔

باب: ۶

پچھلی اُمتوں کی دانشمندی کی باتیں

(۱۰) حضرت لقمانؑ کی نسبت منقول ہے مکحول فرماتے ہیں کہ لقمان حکیم نوبی قوم کے ایک سیاہ رنگ غلام تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت و دانش سے نواز دیا تھا۔ یہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کے غلام تھے جس نے ان کو ساڑھے تیس مثقال کے عوض خریدا تھا۔ یہ اس کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ یہ شخص چوسر کھیلتا تھا اور اس پر بازی لگایا کرتا تھا اور اس کے دروازہ کے قریب ایک نہر جاری تھی۔

ایک دن اس شرط پر چوسر کھیلی گئی کہ جو ہار جائے گا اس کو اس نہر کا سارا پانی پینا پڑے گا یا اس کا فدیہ ادا کرے گا۔ مکحول کہتے ہیں کہ لقمان کا آقا ہار گیا۔ اب جیتنے والے نے مطالبہ کیا کہ یا تو سارا پانی پیے یا اپنا فدیہ ادا کرے۔ اس نے پوچھا کہ کیا فدیہ ہے۔ اُس نے کہا کہ تیری دونوں آنکھیں جن کو میں پھوڑوں گا یا جو کچھ بھی تیری مِلک ہے وہ سب فدیہ ہوگا۔ لقمان کے آقا نے کہا کہ مجھے آج کے دن کی مہلت دو۔ اُس نے منظور کرلیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بہت غمگین اور آزردہ تھا کہ لقمان لکڑیوں کا گٹھہ پشت پر اٹھائے ہوئے آپہنچے اور آقا کو سلام کیا۔ پھر گٹھہ کو رکھا اور اس کے پاس آئے اور اس کی عادت تھی کہ وہ جب حضرت لقمان کو دیکھتا تھا تو اُن سے دِل لگی کیا کرتا تھا اور ان سے کلماتِ حکمت سنتا اور تعجب کیا کرتا تھا۔ انہوں نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا کیا بات ہے میں تم کو آزردہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں تو اس نے ان سے اعراض کیا پھر دوبارہ سوال کیا تو پھر

بھی اس نے جواب سے گریز کیا۔ پھر انہوں نے تیسری مرتبہ پوچھا۔ اس دفعہ بھی وہ خاموش ہی رہا۔ چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا: مجھے بتائیے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ میں آپ کی مشکل کو حل کردوں۔ اب اس نے پورا قصہ سنا دیا۔ لقمان نے کہا کہ غم نہ کیجئے میرے پاس اس کا حل موجود ہے اس نے کہاوہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب وہ تمہارے پاس آ کر نہر کا پانی پینے کا سوال کرے تو تم اس سے یہ پوچھنا کہ دونوں کناروں کے درمیان کا پانی پیوں یا نہر کی لمبائی کا؟ تو وہ تم سے یقیناً کہے گا کہ دونوں کناروں کے درمیان کا۔ تو تم اس سے کہنا (کہ میں پانی پینے پر آمادہ ہوں) تو لمبائی سے پانی بہنے کو روکے رکھ۔ جب تک میں دونوں کناروں کے درمیان کا پانی نہ پی لوں اور یہ اس کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ پانی روکے رکھے۔ اب آپ اس عہد سے نکل جائیں گے۔ آقا نے اچھی طرح سمجھ کر تصدیق کی اور خوش ہوگیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص آیا اور اس نے کہا کہ میری شرط پوری کرو۔ آقا نے جواب دیا کہ یہ بتاؤ کہ دونوں کناروں کے درمیان کا پانی پیوں یا لمبائی کا؟ اس نے کہا کہ دونوں کناروں کے درمیان کا۔ اب انہوں نے کہا کہ بہت اچھا لمبائی کے پانی کو روک لو۔ اُس نے کہا یہ تو ناممکن ہے (اس طرح عدم ایفاء کی ذمہ داری اس پر جا پڑی) اور یہ غالب آ گیا۔ مکحول کہتے ہیں کہ اُس نے لقمان کو آزاد کردیا۔

(۱۱) محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ بیٹا جب تم کسی شخص سے بھائی چارہ کرنا چاہو تو (آزمائش کے طور پر) پہلے اس کو غصہ دلا دو اگر اس نے بحالتِ غضب بھی انصاف کو قائم رکھا تو اس کو بھائی بنالو ورنہ اس سے بچو۔

(۱۲) اور اسی درجہ کا وہ واقعہ ہے جو عبداللہ بن عامر ازدی کا ہے کہ انہوں نے سیل عرم کی تباہی سے بچنے کے لیے کیسا حیلہ تجویز کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت: ﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان کے باغات گرمی اور سردی دونوں موسموں میں پھل دیا کرتے تھے لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا (اور کفر و بدکاریوں میں مبتلا ہوگئے) تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر سیل عرم (یعنی اس بند کی رَو جو پہاڑوں کا پانی روکنے کے لیے بنایا گیا تھا) کو بھیج دیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ اس سنگین بند پر (جو انہوں نے پانی کے بہت بڑے ذخیرہ کو روکنے کے لیے بنایا تھا) اس مقام کے جس کو قوم نے اپنا پانی لینے کا مقام بنا رکھا تھا دوسری جانب بڑے بڑے چوہے مسلط کر دیئے گئے جن کے پنجے اور دانت لوہے کے تھے

(چونکہ وہ ایسی جانب کا واقعہ تھا جس پر عام نظریں نہیں پڑتی تھیں اس لیے اس سے لوگ بے خبر تھے) سب سے پہلے اس کیفیت سے عبداللہ بن عامر ازدی باخبر ہوئے (انصار مدینہ ان ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئی کی تھی اور اپنی اولاد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ونصرت کی وصیت کی تھی۔ از مترجم) انہوں نے بند پر جا کر دیکھا کہ چوہے اپنے آہنی پنجوں سے زمین کھود رہے ہیں اور اپنے آہنی دانتوں سے پتھروں کو کاٹ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے متعلقین کے پاس جا کر اپنی بیوی کو خبر دی اور یہ حال دکھایا اور بیٹوں کو بلا کر سب کو دکھایا اور کہا کہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں تم نے دیکھ لیا۔ اب اس تباہی سے بچنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے، جو حیلے کیے گئے نہیں چل سکے۔ کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اس نے ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ایک حیلہ یہ کیا گیا کہ بلیوں کو لا کر چھوڑا گیا (کہ وہ چوہوں کو کھانا شروع کر دیں تا کہ یہ فنا ہوں اور بھاگ جائیں) مگر حال یہ ہوا کہ چوہے بلیوں کی پروا بھی نہ کرتے تھے اور اپنے کام میں لگے ہوئے تھے بلیوں نے جب ان کو دیکھا تو ڈر کر بھاگ نکلیں۔ عبداللہ نے بیٹوں سے کہا کہ اب اپنی جانوں کو بچانے کے لیے کوئی حیلہ سوچ لو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہی بتائیے کہ ہم کیا حیلہ اختیار کریں۔ عبداللہ نے کہا کہ میں ایک حیلہ نکالتا ہوں۔ انہوں نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو بلا کر سب کو سمجھایا کہ جب میں آج بیٹھک میں بیٹھوں وہاں روزانہ اکابر قوم ان کے پاس آ کر جمع ہوا کرتے تھے (اور یہ سب سے بڑے اور معزز رئیس قوم تھے کہ ان سے دوسرے رؤسا حسد بھی کرتے تھے) اور یہ سب لوگ آ چکیں تو میں اس تم سب سے چھوٹے کو حکم دوں گا۔ اس کو چاہیے کہ اس کی پرواہ نہ کرے۔ پھر میں اس کو سخت وسست کہوں گا تو اس کو چاہیے کہ میرے مقابلہ پر آ جائے اور چاہیے کہ میرے منہ پر طمانچہ مارے اور تم لوگ اس پر بالکل غصہ مت کرنا۔ جب بیٹھنے والے دیکھیں گے کہ تم لوگ اپنے بھائی پر نہیں بگڑے تو ان میں سے کسی کو یہ ہمت نہ ہوگی کہ وہ اس پر بگڑے۔ بس موقع پر میں ایسی قسم کھاؤں گا جس کا کوئی کفارہ نہیں ہو سکتا کہ میں ایسی قوم میں ہرگز نہ رہوں گا جس کا یہ حال ہو کہ سب سے چھوٹا بیٹا میرا مقابلہ کرتا ہے اور میرے منہ پر تھپڑ مار دیتا ہے مگر قوم اس پر کوئی اثر نہیں لیتی۔ انہوں نے بھی اتفاق کر لیا کہ ہم ایسا کریں گے۔

دوسرے دن جبکہ (حسبِ معمول ان کے یہاں) قوم کا اجتماع ہو گیا تو عبداللہ نے (طے

شدہ تجویز کے مطابق) اپنے بیٹے کو کسی کام کا حکم دیا اس نے پروانہ کی۔ پھر دوبارہ حکم دیا پھر اس نے ٹال دیا اس پر عبداللہ نے اس کو سخت وسست کہنا شروع کیا تو وہ مقابلہ پر آ گیا اور باپ کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ اس واقعہ سے قوم کو بہت تعجب ہوا اور وہ اپنا سر جھکا کر سوچنے لگے کہ ان کے دوسرے بیٹے اپنے چھوٹے بھائی پر نہیں بگڑے (تو ہم کیوں دخل دیں) جب ان میں سے کسی نے بھی دخل نہیں دیا تو بڑے میاں نے قسم کھائی میں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور ترک وطن کردوں گا۔ میں ایسی قوم میں نہ رہوں گا جن پر بیٹے کے مقابلہ کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اب قوم نے عذر کرنا شروع کیا کہ ہمارا خیال یہ نہیں تھا کہ آپ کے بیٹے اس معاملہ میں کوئی اثر قبول نہ کریں گے (ہم اسی انتظار میں رہے) اور یہی وہ امر ہے جو ہم کو مانع ہوا عبداللہ نے کہا کہ اب تو مجھ سے سرزد ہو چکا جو تم جانتے ہو اور اب میرے لیے یہ مقام چھوڑ دینے کے سوا کوئی صورت نہیں ہے اور انہوں نے اپنا ساز وسامان قوم کے سامنے فروخت کے لیے رکھ دیا اور لوگوں نے اس کی ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر قیمت لگانا شروع کردی۔ اب انہوں نے اپنا سب کچھ ساتھ لے کر مع متعلقین یہاں سے کوچ کردیا۔ اس کے بعد اس قوم پر تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ چوہوں نے اس بند کو توڑ ڈالا اور اچانک رات کے وقت جب لوگوں کی آنکھ لگ چکی تھی رَو نے ان لوگوں کو پکڑ لیا اور ان کے جانوروں اور اموال کو بہالے گئی اور ان کے شہروں کو برباد کردیا اور متقدمین کی اس باب میں بہت روایات ہیں جو اپنے موقع پر تم ان شاء اللہ دیکھو گے۔

باب: ⑦

آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے وہ ارشادات جن سے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی فطری قوت وذہانت واضح ہوتی ہے

جو کمالات آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو وحی کے نزول اور تہذیب سے حاصل ہوئے وہ بے شمار ہیں اور یہاں ہمارا مقصد ان کا اظہار نہیں ہے۔ ہماری مراد صرف قسم اول ہے (یعنی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی طبعی قوّت فطانت کے بارہ میں کچھ واقعات بیان کرنا)

(۱۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ نے غزوۂ بدر کے لیے کوچ کیا تو ہم نے آپ ﷺ کے قریب دو آدمیوں کو دیکھا (جو دشمن کے کیمپ کے تھے) ایک شخص قریش میں کا تھا اور ایک غلام تھا عقبہ بن ابی معیط کا۔ (جب ہم نے ان کا پیچھا کیا) تو قریشی تو چھپ گیا اور غلام کو ہم نے گرفتار کرلیا۔ ہم نے اس سے قوم کی تعداد پوچھنا شروع کی تو جواب میں وہ صرف یہ کہتا تھا کہ واللہ ان کی شمار بہت ہے ان کی طاقت بڑی ہے۔ مسلمانوں نے اس جواب پر اسکو مارنا شروع کیا (مگر اس نے شمار نہیں بتائی) یہاں تک کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ ﷺ نے بھی اس سے سوال کیا کہ قوم کی تعداد کیا ہے۔ اس نے وہی جواب دیا کہ واللہ اُن کی شمار بہت ہے اُن کی طاقت بڑی ہے تو حضور ﷺ نے بھی کوشش کی کہ وہ تعداد بتائے مگر اس نے انکار کر دیا پھر آپ ﷺ نے سوال کیا کہ وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ روزانہ دس اونٹ۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ (معلوم ہوگیا) قوم کی تعداد ایک ہزار کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کے لیے کافی ہوسکتا ہے۔

(۱۴) کعب بن مالک سے روایت ہے کہ کبھی حضور ﷺ نے بعض غزوات کے موقعوں پر ایسی گفتگو فرمائی جس سے اصل موقع کے خلاف دوسری جگہ کا ارادہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ روایت صحیحین میں ہے۔

(۱۵) ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے (شراب حرام ہونے سے پہلے) سنا کہ یہ فرماتے تھے کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے شراب سے بچانے کا ارادہ کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جلدی ہی اس کے بارہ میں حکم نازل ہونے والا ہے تو جس کے پاس کچھ شراب موجود ہو وہ اس کو بیچ کر نفع اٹھالے۔ کہتے ہیں کہ اس ارشاد پر تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ حضور ﷺ نے حکم سنا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کر دیا ہے جس کو اس آیت کی اطلاع ہو جائے اور اس کے پاس کچھ شراب موجود ہو تو وہ نہ اس کو پیے اور نہ اس کو بیچے تو لوگوں کے پاس جس قدر بھی شراب موجود تھی اس کو لے کر سڑکوں پر آ گئے اور بہا دی۔ یہ روایت صرف مسلم میں ہے۔

(۱۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز میں کسی کو حدث ہو جائے یعنی گوز نکل کر وضو ٹوٹ جائے تو اپنی ناک پکڑ کر جماعت سے نکل جائے (ناک پکڑنے کو اس حالت کی علامت قرار دے دیا۔ ورنہ جماعت کے سامنے نکلنے میں بڑا فتنہ پیدا ہو

جاتا)۔

(۱۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو مجھے دکھ پہنچاتا رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جا اور اپنا سامان نکال کر راستہ پر رکھ دے۔ اس شخص نے جا کر اپنا سامان نکالنا شروع کر دیا۔ تو لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا میرا ایک پڑوسی مجھے تکلیف دیتا رہتا ہے۔ میں نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جا اور اپنا سامان نکال کر راستہ پر رکھ دے۔ اب لوگوں نے سن کر اس ظالم پر لعنت بھیجنا اور بددعائیں کرنا شروع کر دیا۔ اس کی اطلاع اس کو بھی ہو گئی وہ اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اپنے گھر چل۔ واللہ میں اب کبھی تجھے نہیں ستاؤں گا۔

(۱۸) زید بن اسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ اے حذیفہ ہم اللہ سے شکایت کریں گے کہ تم کو رسول اللہ! کی صحبت نصیب ہوئی تم نے وہ زمانہ پایا اور ہم محروم رہ گئے اور تم نے زیارت کی اور ہم نہ کر سکے۔ حذیفہؓ نے فرمایا اور ہم اللہ سے یہ شکایت کریں گے کہ تمہیں ہم سے افضل ایمان ملا کہ باوجود رسول اللہ کو نہ دیکھنے کے تم ان پر ایمان لے آئے۔ واللہ اے بھتیجے تجھے کیا خبر ہے اگر تو آپ ﷺ کا زمانہ پا لیتا تو اس وقت تیرے اعمال کس نوعیت کے ہوتے۔ تجھے معلوم ہے کہ ہم خندق کی رات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ یہ ایک بڑی ٹھنڈی، اندھیری، خطرناک رات تھی اور ابوسفیان اور اس کے ساتھی میدان میں موجود تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہم کو خبر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا۔ یہ سن کر ہم میں سے کوئی نہیں اٹھا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہم کو خبر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ابراہیم کا رفیق بنائے گا۔ یہ سن کر بھی واللہ ہم میں سے کوئی نہ اٹھا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہم کو خبر دے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرا رفیق بنائے گا۔ تو واللہ ہم میں سے کوئی نہ اٹھا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! حذیفہ کو بھیج دیجئے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے حذیفہؓ! میں نے عرض کیا کہ حاضر ہو یا رسول اللہ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم جانے کے لیے آمادہ

ہو؟ میں نے عرض کیا خدا کی قسم یارسول اللہ! مجھے اس کی تو پروا نہیں کہ میں قتل ہو جاؤں لیکن میں قید ہو جانے سے ڈرتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہرگز قید نہیں ہو سکتے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسولُ اللہ اب جو حکم آپ ﷺ چاہیں مجھے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جا کر قوم میں داخل ہو جاؤ پھر قریش کے پاس پہنچو اور یہ کہو کہ اے جماعت قریش! لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ کل وہ تم کو پکاریں اور کہیں کہ کہاں ہیں قریش' کہاں ہیں قوم کے رہنما' کہاں ہیں قوم کے سردار۔ پھر وہ تم کو سب سے آگے کریں گے تا کہ تم سے ہی جنگ کی ابتداء ہو اور پہلے تمہارا ہی قتل واقع ہو۔ پھر قیس کے پاس پہنچو اور یہ کہو گے کہ اے جماعت قیس لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ کل تم سے یہ کہیں گے کہاں ہیں گھوڑوں کی پشت کے مالک' کہاں ہیں شہسوار' پھر وہ تمہیں کو آگے کریں گے تا کہ تم ہی سے جنگ شروع ہو اور تمہارے ہی لوگ قتل ہوں۔'' یہ سن کر میں روانہ ہو گیا اور قوم میں جا پہنچا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر آگ سے تاپنے لگا اور اس بات کو پھیلانا شروع کر دیا جس کا مجھے حضورؐ نے حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب سحر قریب ہوئی تو ابوسفیان اٹھا اور لات وعزیٰ بتوں کا نام لے کر اور شرک کر کے بولا کہ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس کے پاس کون بیٹھا ہے اور میرے پاس ایک شخص ان ہی میں کا (یعنی مسلمانوں میں کا) بیٹھا ہوا تاپ رہا ہے۔ اس کے بعد (اندھیرے میں) میں نے جھپٹ کر اپنے پاس والے شخص کا ہاتھ پکڑ لیا کیونکہ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے پکڑے گا اور پوچھا کہ تو کون ہے تو اُس نے کہا کہ میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں تو میں نے کہا یہ تو دوست ہے جب صبح ہو گئی تو لوگوں نے پکارا کہاں ہیں قریش لوگوں کے سردار تو انہوں نے کہا رات جو ہم کو خبر ملی تھی یہ تو وہی بات ہے۔ جب یہ آواز لگی کہاں ہیں ابو کنانہ' کہاں ہیں تیرانداز لوگ تو ان لوگوں نے کہا وہ اطلاع ٹھیک تھی جو رات ہمیں دی گئی تھی۔ اب انہوں نے ایک دوسرے کو ذلیل کرنا شروع کر دیا اور اللہ نے ان پر اس رات میں آندھی کو بھی مسلط کر دیا جس نے کوئی خیمہ اکھاڑے بغیر نہ چھوڑا اور نہ کوئی برتن جس کو الٹ نہ دیا ہو۔ یہاں تک کہ میں نے ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ اپنی اونٹنی کے پاس جو بندھی ہوئی تھی جھپٹ کر پہنچا اور اس کو کھینچنا شروع کر دیا اور وہ کھڑا رہنے پر قادر نہ تھا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور میں نے ابوسفیان کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ سن کر آپ ﷺ اس درجہ ہنستے رہے کہ آپ ﷺ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے اور میں آپ ﷺ کی داڑھوں تک کی زیارت کر رہا تھا۔

(۱۹) حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک مدعی حاضر ہوا جو ایک شخص کو پکڑے ہوئے تھا جس نے اس کے کسی عزیز کو قتل کر دیا تھا۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم دیت یعنی خون بہا لینا چاہتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا معاف کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا لے جاؤ اس کو قتل کر دو۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس نے قتل کر دیا تو وہ اسی قاتل کی مثل ہو جائے گا۔ اب ایک شخص نے اس مدعی سے مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نقل کر دیئے تو اس نے فوراً اسے چھوڑ دیا حالانکہ وہ اس کی گردن میں رسّی باندھے کھینچتا ہوا لے جا رہا تھا۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثل کے لفظ سے یہ مراد نہیں لی تھی کہ اگر اُس نے اس کو قتل کر دیا تو وہ گنہگار اور مستحق نار ہونے میں اس قاتل کے برابر ہو جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مراد کیسے لے سکتے تھے جبکہ قاتل سے قصاص لینے کو اللہ تعالیٰ نے مباح کیا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ اس سے قصاص لے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اچھا سمجھا کہ وہ اس کو معاف کر دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا لفظ استعمال کیا جس میں اس مطلب کی طرف اس کی قوت واہمہ دوڑ جائے کہ اگر میں نے قتل کر دیا تو میں بھی گنہگار ہونے میں اس کے برابر ہو جاؤں گا تاکہ وہ اس کو معاف کر دے اور مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تھی کہ قتل نفس میں دونوں برابر ہو جائیں گے تو یہ بھی قاتل ہوگا اور وہ بھی قاتل۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلا قاتل ظالم تھا اور دوسرا قصاص لینے والا ہوتا (ایسے کلام بولنے کو تعریض کہتے ہیں اور کلام کو معروض جس کی جمع معاریض ہے۔ مترجم) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی مثالیں بہت ملیں گی۔ خصوصاً معاریض کے سلسلہ میں۔ بطور نمونہ ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

باب: ۸

صحابہ رضی اللہ عنہم کی عقل وذہانت کے واقعات

(۲۰) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت منقول ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب

حضور ﷺ نے ہجرت کی تو آپ ﷺ اونٹ پر سوار تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ردیف یعنی ساتھی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ راستہ کو پہچانتے تھے۔ کیونکہ ان کی آمد و رفت شام کی طرف ہوتی رہتی تھی۔ راستہ میں جب کسی قوم پر گذر ہوتا تھا اور وہ ان سے پوچھتے تھے کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ آپ کے آگے کون ہیں؟ تو یہ جواب دیتے کہ ہادی جو میری رہنمائی کرتے ہیں (ہادی کے معنی راستہ بتانے والے کے بھی ہیں اور ہدایت کرنے والے کے بھی چونکہ کفار آپ ﷺ کی تلاش میں تھے اس لیے ان سے راز کا افشاء بھی نہ ہوا اور صداقت بھی قائم رہی)۔

حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ غار سے نکل کر مدینہ کو روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جو جاننے والا بھی ان سے ملا اور اس نے ان سے پوچھا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ کون ہیں؟ تو آپ یہی جواب دیتے رہے کہ یہ مجھے راستہ بتانے والے ہیں اور واللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ بولا۔

(۲۱) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہے دنیا میں رہے اور چاہے اللہ کی ان نعمتوں میں داخل ہو جو اس کے پاس ہیں تو اس بندے نے اللہ کے نزدیک رہنے کو پسند کر لیا۔ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ہم کو ان کے رونے سے تعجب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ اللہ نے کسی بندے کو ایسا اختیار عطا فرمایا تھا (یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کیوں روئے) پھر معلوم ہو گیا کہ خود رسول اللہ ﷺ ہی وہ بندے تھے جس کو اختیار دیا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ رمز شناس تھے۔

(۲۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کپڑوں کے کچھ جوڑے یمن سے آئے جن کو آپ نے لوگوں پر تقسیم کرنا چاہا۔ ان میں ایک جوڑا خراب تھا۔ آپؓ نے سوچا اسے کیا کروں یہ جس کو دوں گا وہ اس کے عیب دیکھ کر لینے سے انکار کر دے گا۔ آپؓ نے اس کو لیا اور تہ کر کے اپنی نشست گاہ کے نیچے رکھ لیا اور اس کا تھوڑا سا پلہ باہر نکال دیا دوسرے جوڑوں کو سامنے رکھ کر لوگوں کو تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ اب زبیر بن العوام آئے اور آپ تقسیم میں لگے ہوئے اور اس جوڑے کو دبائے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس جوڑے کو گھورنا شروع کر دیا۔ پھر بولے یہ جوڑا کیسا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس کو چھوڑو وہ پھر بولے یہ کیا ہے یہ کیا ہے اس میں کیا وصف ہے۔ آپؓ

نے فرمایا تم اس کا خیال چھوڑو۔ اب انہوں نے مطالبہ کیا کہ یہ مجھے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اسے پسند نہیں کرو گے۔ زبیرؓ نے کہا کہ میں نے پسند کرلیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پختہ اقرار کرالیا اور یہ شرط کرلی کہ اسے قبول کرنا ہوگا اور پھر واپسی نہ ہوسکے گی۔ تو نیچے سے نکال کر ان پر ڈال دیا۔ جب زبیرؓ نے اس کو لے کر دیکھا تو وہ ردی نکلا تو کہنے لگے میں تو اس کو لینا نہیں چاہتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس بس اب ہم آپ کے حصہ سے فارغ ہوچکے۔ اس کو ان ہی کے حصہ میں لگایا اور واپس لینے سے انکار کردیا (یاد رہے کہ یہ فروخت کرنے کا معاملہ نہ تھا۔ اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ اگر مال میں کوئی عیب ہو تو خریدار پر اس کو واضح کردیا جائے۔ یہ تو مفت تقسیم کا معاملہ تھا)

(۲۳) جریر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبکہ عراق کو بچانے کے لیے فارس کی حکومت سے جنگ ہورہی تھی۔ جریر سے فرمایا تم اپنی قوم کو ساتھ لے کر قتال کے لیے روانہ ہوجاؤ جن غنائم پر تم غالب آؤ گے اس میں کا چوتھائی تمہارا حق ہے۔ جب (مسلمان فتح یاب ہوئے اور) غنائم کثیر مقدار میں جمع ہوگئے تو جریر مدعی ہوئے کہ ان کل میں سے ایک چوتھائی میرا حق ہے تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ جریر نے سچ کہا۔ میں نے اس سے ایسا کہا تھا۔ اگر اس نے اور اس کی قوم نے مالی معاوضہ لینے کے لیے جنگ کیا ہے تو اس کو اس کا معاوضہ دے دو اور اگر اس نے اللہ کے لیے اور اس کے اور اس کے حبیبؐ کے دین کے لیے جہاد کیا ہے تو وہ صرف ایک فرد سمجھا جائے گا عام مسلمانوں میں کا۔ جتنا ایک مسلمان کا حق ہوگا اور جو فرائض ایک مسلمان پر ہیں وہی اس پر ہوں گے جب یہ خط سعد کو ملا تو اس کے مضمون سے جریر کو مطلع کیا گیا۔ جریر نے کہا کہ امیر المؤمنین نے ٹھیک فرمایا ہے۔ مجھے اسکی حاجت نہیں میں صرف ایک عام مسلمان ہی رہنے پر خوش ہوں۔

(۲۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا کہ میں کبھی صاحب فراست تھا اور میری رائے ناقابل اعتبار ہوگی اگر یہ شخص ستارہ شناس اور کہانت میں کچھ دخل نہ رکھتا ہو۔ اس کو میرے پاس بلاؤ چنانچہ اس کو بلایا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نجوم کے احکام اور کہانت میں کچھ کہا کرتے تھے۔ اس

نے اعتراف کیا۔

(۲۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں روایت ہے کہ ایک رات آپ مدینہ کے گشت میں نکلے۔ آپؓ نے دیکھا کہ ایک خیمہ میں آگ جل رہی ہے۔ آپ ٹھہرے اوران کو یا اهل الضوء (اے روشنی والو) کے الفاظ سے پکارااور آپ نے اس سے کراہت کی کہ ان کو یا اهل النار کہہ کر پکاریں (اگرچہ اس کے لفظی معنی اے آگ والوحسب موقع تھے مگر قرآن میں دوزخیوں کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے گیئے ہیں) اور یہ آپ کی بڑی ذکاوت کی دلیل ہے۔

(۲۶) آپ ہی کا واقعہ ہے کہ آپؓ نے ایک شخص سے جس کی شادی ہونے والی تھی۔ پوچھا ''کیا ہوگئی'' اس نے جواب دیا: لا' اطال الله بقاء ك (نہیں' اللہ آپ کو دراز زندگی بخشے) آپؓ نے فرمایا تم صاحب علم ہو پھر علم کو کیوں کام میں نہیں لاتے تم نے کیوں نہ کہا: لاو اطال الله بقاء ك (لا اور اطال کے درمیان واؤ آجانے سے یہ ایہام رفع ہو جاتا ہے کہ اطال پر لا نافیہ وارد سمجھا جائے جس کے معنے یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ آپ کی زندگی دراز نہ کرے۔

(۲۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے بارے میں ابوالبختری سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ کی تعریف میں حد سے بڑھ کر مبالغہ شروع کر دیا اور دل میں آپ کی طرف سے بغض رکھتا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا میں ایسا نہیں ہوں جیسا تم زبان سے بیان کر رہے ہو ہاں اس سے بہتر ہوں جو تمہارے دل میں ہے۔

(۲۸) عبداللہ بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا جو آپ مسکن سے کہہ رہے تھے۔ میں اپنا سر کسی غسل (یعنی بالوں کو صاف کرنی والی چیز مثل اشان صابن وغیرہ) سے نہ دھوؤں گا جب تک بصرہ جا کر اس کو پھونک نہ دوں اور لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہنکا کر مصر کو نہ روانہ کر دوں۔ کہتے ہیں کہ میں ابومسعود بدری کے پاس آیا۔ میں نے ان سے کہا کہ علیؓ بعض ایسے محاورات کلام کو جن کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے اور وہ ان سے صادر ہوتے ہیں ایسے مواقع پر رکھ دیتے ہیں (جو دلچسپ ہوتے ہیں) علی رضی اللہ عنہ کے سر کے بال اڑے ہوئے تھے۔ ان کا سر مثل طشت کے صاف رہتا تھا جس پر بالوں کی خفیف کیلیں ہوتی تھیں (اس صورت میں ایسی چیز سے سر دھونے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی)۔

(۲۹) حنبش بن المعتمر سے روایت ہے کہ دو شخص قریش کی ایک عورت کے پاس آئے اور

دونوں نے اس کے پاس ایک سو دینار امانت رکھے اور دونوں نے یہ کہا کہ یہ ہم میں سے کسی ایک کو مت دینا جب تک ہم میں کا دوسرا بھی ساتھ نہ ہو۔ ایک سال گذر جانے کے بعد ان میں کا ایک شخص آیا اور اس عورت سے کہا کہ میرے ساتھی کا انتقال ہو گیا۔ وہ دینار واپس دے دیجئے اس نے انکار کیا اور کہا کہ تم دونوں نے یہ کہا تھا کہ ہم میں سے کسی ایک کو نہ دینا جب تک دوسرا ساتھی نہ ہو۔ اس لیے تجھے تنہا کو نہ دوں گی۔ اب اس شخص نے اس عورت کے متعلقین اور پڑوسیوں کو تنگ کر دیا اور وہ اس عورت سے کہا سنی کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے دینار اس کو دیدیئے۔ اب ایک سال گذرا تھا کہ دوسرا شخص آ لیا اور اس نے دیناروں کا مطالبہ کیا۔ عورت نے کہا کہ تیرے ساتھی نے میرے پاس آ کر یہ بیان کیا کہ تو مر چکا ہے، وہ سب دینار مجھ سے لے گیا۔ اب یہ دونوں یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اس کا فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ عورت نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آپ خود فیصلہ نہ کریں اور ہم کو علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس دونوں کو بھیج دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً پہچان لیا کہ دونوں نے مل کر اس عورت کے ساتھ فریب کیا ہے۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم میں سے کسی ایک کو مت دینا۔ جب تک دوسرا ساتھی موجود نہ ہو۔ اس نے کہا بیشک کہا تھا۔ فرمایا کہ تمہارا مال ہمارے پاس ہے جاؤ دوسرے ساتھی کو لے آؤ تا کہ دے دیا جائے۔

(۳۰) روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر کیا گیا جس نے یہ حلف کر لیا تھا کہ میری بیوی پر تین طلاق اگر میں رمضان میں اس سے دن میں جماع نہ کروں۔ آپؓ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر سفر میں چلا جا (اور دورانِ سفر میں روزہ فرض نہیں اس لیے نہ رکھنا) اور دن میں جماع کر لینا۔

(۳۱) حضرت حسن بن علی علیہما السلام کے بارے میں مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ میں نے ابوالوفا بن عقیل کے قلم کا یہ واقعہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جب ابن ملجم کو (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا) حضرت حسنؓ کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بات آپ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں۔ تو حضرت حسنؓ نے انکار کر دیا اور (اپنے اصحاب سے) فرمایا کہ اس کا ارادہ میرا کان چبا دینے کا ہے۔ پھر ابن ملجم نے بھی لوگوں سے کہا واللہ اگر حسنؓ کے کان پر میرا قابو چل جاتا تو کان کو سوراخ

کے پاس سے پکڑتا۔ ابن عقیل لکھتے ہیں کہ اس سید کی حسنِ رائے دیکھو۔ ایسی حالت میں کہ ان پر ایسی شدید مصیبت نازل ہوئی تھی جو مخلوق کو حواس باختہ کر دینے والی تھی کس حد تک دقیقہ رس تھی اور اس ملعون کو دیکھو کہ اس کی ایسی حالت نے بھی (کہ قتل ہونے ہی والا تھا) اس کو معاندانہ خبیث حرکات سے باز نہ رکھا۔

(۳۲) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابراہیم بن رباح موصلی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان پر کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ آپ کو قاضی کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اپنے دعوے کی سچائی پر حلف کرے اور لے لے۔ اس شخص نے ان الفاظ سے شروع کیا: واللہ الذی لا الٰہ الاَّ ھو (یعنی قسم کھاتا ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں) آپ نے فرمایا ان الفاظ سے حلف کرو: واللہ، واللہ، واللہ جس مال کا دعویٰ کرتا ہوں وہ حسین کے ذمہ واجب ہے۔ اس شخص نے حلف کر لیا۔ ذرا کھڑا ہوا ہی تھا کہ اس کے پاؤں ڈگمگائے اور مر کر جا پڑا۔ آپ سے پوچھا گیا (کہ آپ نے حلف کے الفاظ کیوں بدلوائے) آپ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ اللہ کی تمجید بیان کر رہا ہے اس کے ساتھ حلم کا معاملہ ہو جائے گا۔

(۳۳) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں رزین سے منقول ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا وہ مجھ سے بڑے ہیں اور میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔

(۳۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے فارغ ہو گئے تو آپ سے کہا گیا کہ اب اس قافلہ پر حملہ کر دیا جائے (جو کچھ دور سے گذرنے والا تھا) اس کے پیچھے کوئی طاقت نہیں۔ تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے جبکہ وہ اسیر اور جکڑے ہوئے تھے آپ سے پکار کر کہا کہ ایسا کرنا تمہارے لیے بہتر نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیوں تو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے دو گروہوں میں سے ایک پر فتح دلانے کا وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا کر دیا گیا۔

(۳۵) مجاہد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان تشریف رکھتے تھے کہ آپ کو بدبو ہوا محسوس ہوئی تو فرمایا جس شخص سے ریح خارج ہوگئی اس کو چاہیے کہ اٹھ کر وضو کر آئے۔ شرم کی وجہ سے وہ شخص نہ اٹھا۔ آپ نے پھر فرمایا صاحب ریح کو اٹھ کر وضو کر لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ (بھی) اظہار حق سے نہیں شرماتے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم سب ہی اٹھ کر وضو کیوں نہ کر لیں۔

ایک روایت میں ایسا ہی قصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں پیش آیا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں بیٹھے تھے اوران کے ساتھ جریر بن عبداللہ بھی تھے (اور دیگر حاضرین مجلس بھی) تو حضرت عمر کو بدبو محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا: صاحبِ ریح کو چاہیے کہ اٹھ کر وضو کرے۔ جریر نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! تمام حاضرین ہی کو وضو کر لینا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز پسند کرتے ہوئے فرمایا: تم پر خدا کی رحمت ہو تم جاہلیت کے زمانہ میں بہت اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی بہت اچھے سردار ہو۔

(۳۶) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے بارے میں ابوملیک کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ تمہیں یاد ہے جب کہ (بچپن میں) میں اور تم اور عبداللہ بن عباسؓ اکٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں یاد ہے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھا لیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔ یہ حدیث صحیحین میں ہے۔

اور ہم کو اس کے برخلاف بھی عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت پہنچی ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے یہی سوال کیا تھا اور عبداللہ بن زبیرؓ نے وہ جواب دیا یہ روایت صرف مسلم میں ہے۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ (پہلی روایت صحیح ہے) اس راوی کو الٹا یاد رہ گیا تو رشک عبداللہ بن زبیرؓ کے حق میں ہوگا۔

(۳۷) عبداللہ بن رواحہؓ کے بارے میں عکرمہ مولی ابن عباس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہؓ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے حجرے کی طرف پہنچے (جہاں) ان کی باندی موجود تھی) اس سے مشغول ہو گئے۔ جب ان کی بیوی نے بیدار ہو کر ان کو نہ دیکھا تو تجسس کے لیے نکلی اور دیکھا کہ وہ جاریہ یعنی باندی کے پیٹ پر ہیں تو اس سے واپس ہو کر چھری سنبھالی اور جاریہ کے پاس پہنچی۔ عبداللہ نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کیا بات، کیسی سمجھ لو میں اگر اس وقت تم کو اس حالت میں پھر دیکھتی جس میں تم تھے تو اس چھری سے اس کی خبر لیتی۔ عبداللہ نے کہا اور میں کہاں تھا؟ اس نے کہا اس جاریہ کے پیٹ پر۔ عبداللہ نے کہا میں کہاں تھا (انہوں نے ایک ایسا لفظ بولا جس سے اس عورت کو انکار مفہوم ہوا) اس نے کہا کیوں نہیں کہنے لگی۔ اچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا۔ اگر تم سچے ہو تو قرآن پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے کہا اچھا سنو (اور قرآن کے لہجہ میں یہ اشعار پڑھ ڈالے):

اتانا رسول اللّٰہ یتلو کتابہٗ	ہمارے پاس رسول اللہ آئے وہ ہم کو اللہ کا کلام سناتے
کما لاح منشورٌ من الصبح ساطع	ہیں جس طرح پھیلی ہوئی درخشاں صبح ظاہر ہوتی ہے ہم کو
ارانا الھدٰی بعد العمٰی فقلوبنا	جبکہ ہم بے بصیرت تھے سچا راستہ دکھایا تو ہمارے دل جس
بہ موقنات ان ما قال واقع	چیز کے واقع ہونے کی انہوں نے خبر دی اسکا پورا یقین
یبیت یجافی جنبہٗ عن فراشہٖ	کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول کا یہ حال ہے کہ انکا پہلو بستر
اذا استثقلت بالکافرین المضاجع	سے جدا ہوتا ہے جس وقت کافروں کے بوجھ سے ان

کے بستر دبے ہوئے ہوتے ہیں یعنی آپ ﷺ اللہ کے حضور میں تمام رات عبادت کیلئے کھڑے رہتے ہیں۔

اس نے (قرآن سمجھ کر) کہا میں اللہ پر ایمان لائی اور میری آنکھیں جھوٹی۔ کہتے ہیں کہ میں صبح کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا عرض کیا۔ آپ ﷺ سن کر اتنا ہنسے کہ آپ ﷺ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔

(۳۸) محمد بن مسلمہؓ کے متعلق حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو کعب بن اشرف (سردار یہود) کی ناپاک سازشوں سے یکسو کرنے کیلئے کون ہمت کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت اذیت دینے کی کوشش کی ہے محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا یہ آپ ﷺ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں، فرمایا ہاں انہوں نے عرض کیا تو یارسول اللہ یہ میرے ذمہ۔ تو مجھے یہ اجازت دیدیجئے کہ میں اس سے جو گفتگو بھی چاہوں کر لوں۔ فرمایا جو چاہو کرلو۔ اب محمد بن مسلمہؓ اس کے پاس پہنچے اور گفتگو کی کہ اس شخص نے ہم سے صدقات وصول کرنا شروع کر دیئے اور ہم کو بہت تکلیف دے رکھی ہے اور ہم اس سے تنگ آ چکے ہیں اس خبیث نے جب یہ سنا تو کہا واللہ تمہیں اس کا مقابلہ کرنا پڑے گا اس سے تکلیف اٹھاتے رہو اور میں جانتا ہوں کہ آخر کار تمہیں ایسا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں طاقت نہیں رہی ہے کہ اس کی اطاعت کیے چلے جائیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ کہاں تک آگے بڑھتا ہے اور (ایک مجبوری یہ آپڑی کہ) اس کے اتباع کے بعد چھوڑ دینا بھی گراں معلوم ہوتا ہے۔

اب ہم یہ انتظار کر رہے ہیں کہ اس کا انجام کار کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت میرے آنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے آپ کچھ مقدار کھجور قرض دیدیجئے۔ اس نے کہا کہ اس شرط پر مل سکتی ہیں کہ تم اپنی عورتوں کو ہمارے پاس رہن کردو۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا کیسے ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس رہن

رکھ دیں کیونکہ تم عرب کے سب سے زیادہ خوبصورت شخص ہو۔ اس نے کہا تو اولاد رہن رکھ دو۔ انہوں نے کہا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ ہماری اولاد پر یہ دھبہ لگایا کریں گے کہ ہم نے ان کو چند من کھجوروں کے بدلے میں رہن رکھ دیا تھا اور ہماری اولاد ہمیشہ گالیاں کھاتی رہے کہ یہ ایک دو وسق کھجور پر رہن رکھے گئے تھے۔ اس نے کہا پھر کیا چیز رہن رکھو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے ہتھیار رہن رکھ دیں گے۔ اس نے قبول کر لیا۔ یہ ہتھیار لانے کا وعدہ کر کے اپنے ساتھیوں کے پاس آئے پھر (حسب وعدہ) جب اس یہودی کے پاس گئے تو ان کے ساتھ ابونائلہ بھی تھے جو اس یہودی یعنی کعب کے رضاعی برادر تھے اور ان کے ساتھ دو آدمی اور آ گئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ میں اس کے لمبے بالوں کی لٹوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ تو جب تم دیکھو کہ میں نے اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں دے دیا ہے تو پھر تم لوگ اس شخص کو ٹھکانے لگا دینا۔

اب یہ سب لوگ اس کے پاس رات کو پہنچے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کھجور کے درختوں کے پیچھے چھپنے کی ہدایت کر دی اور محمد بن مسلمہ نے آ کر اس کو آواز دی۔ جب یہ نکلنے کے لیے آمادہ ہوا تو بیوی نے کہا ایسے بے وقت کہاں جا رہے ہو اس نے کہا کوئی اندیشہ نہیں۔ وہ تو محمد بن مسلمہ ہے اور میرا بھائی ابونائلہ ہے۔ وہ باہر اس حالت میں آیا کہ ایک ہی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا اور اس کے بدن سے اچھی خوشبو آ رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے کہا تیرا کیسا خوبصورت بدن ہے اور کیسی اچھی خوشبو آ رہی ہے۔ اس نے کہا میرے پاس فلاں کی بیٹی ہے اور وہ عرب کی عورتوں میں سب سے زیادہ عطر کی شوقین ہے انہوں نے کہا کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اسے سونگھ لوں۔ اس نے کہا ہاں تو محمد نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیر کر سونگھا۔ پھر کہا کیا اجازت ہے کہ میں یہ عجیب خوشبو اپنے ساتھیوں کو بھی جا کر سنگھا دوں۔ اس نے اجازت دیدی۔ اب انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں اچھی طرح پہنچا کر بالوں کو لپیٹ لیا اور اپنے ساتھیوں کو بلا لیا اور کہا کہ اس دشمن خدا کو ختم کر دو تو ان سب نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو قتل کر دیا پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر واقعہ کی اطلاع دی۔

حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایک روایت ہے آپؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو ایک یہودی کے قتل کے لیے بھیجا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں یہ خدمت اس صورت میں انجام دے سکتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے یہ اجازت دے

دیں کہ جو چاہوں وہ کہہ سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنگ تو دھوکہ ہی ہوتا ہے تم جو چاہو کرو۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو بروایت ضحاک ابورافع یہودی کے قتل کی جو روایت پہنچی وہ بھی اس قصہ سے ملتی جلتی ہے۔ اس لیے ہم نے اس کے ذکر سے کتاب کو طول دینا نہیں ہے۔

(۳۹) سویبط بن سعد بن حرملہ کے متعلق ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ایک سال قبل از وفات حضور ﷺ اور ابوبکر تجارت کے لیے بصرہ گئے اور ان کے ساتھ نعیمان اور سویبط گئے اور یہ دونوں غزوۂ بدر میں شریک تھے اس سفر میں نعیمان زادِ راہ کے نظم پر متعین تھے اور سویبط بہت ظریف الطبع تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے نعیمان سے کہا کچھ کھلاؤ۔ نعیمان نے کہا کہ ابوبکرؓ کے آنے پر۔ انہوں نے کہا اچھی بات مجھے تمہاری خبر لینی ہے۔ دورانِ سفر میں ایک قوم پر ان کا گذر ہوا تو ان سے سویبط نے کہا کہ میرے پاس ایک غلام ہے کیا تم خریدتے ہو۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ انہوں نے کہا (یہ بتائے دیتا ہوں کہ) میرے غلام کو ایک خاص بات کی عادت ہے۔ وہ تم سے یہ کہے گا کہ میں آزاد ہوں جب یہ گفتگو سنو تو ہٹ مت جانا۔ کبھی اس معاملہ کو چھوڑ دو انہوں نے کہا نہیں ہم تم سے ضرور خریدیں گے۔ چنانچہ دس اونٹوں پر معاملہ ہو گیا۔ اب وہ لوگ آئے اور انہوں نے نعیمان کی گردن میں دوپٹہ ڈال دیا یا رسّی۔ نعیمان نے لوگوں سے کہا کہ یہ تم سے مذاق کر رہا ہے میں تو آزاد ہوں غلام نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہمیں تیری سب عادت یہ بتا چکا ہے۔ یہ لوگ نعیمان کو کھینچ لے گئے پھر جب ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے وہ دس اونٹ ساتھ لے کر اس قوم کا پیچھا کیا۔ وہ ان کو واپس کیے اور نعیمان کو چھڑا کر لائے۔

جب یہ قافلہ واپس ہوا اور سب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ سنایا تو حضور ﷺ اور اصحاب اس قصہ کو سال بھر تک جب یاد کرتے تھے، ہنسا کرتے تھے۔

(۴۰) حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کے متعلق ربیعہ بن ناجد کہتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ عقل کا اتنا اونچا مقام آپ کو کیسے حاصل ہوا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں کبھی کسی پر بھروسہ کر کے بے فکر نہیں ہوا۔

ثعلبؓ کہتے ہیں کہ جنگ صفین والے دن معاویہؓ نے اپنے لشکر کے ایک بازو پر نظر ڈالی جو ٹیڑھا تھا تو اس کو اشارہ کیا وہ فوراً سیدھا ہو گیا پھر دوسرے بازو پر نظر کی وہ بھی ٹیڑھا ہو رہا تھا۔ اس کو بھی اشارہ کیا تو وہ بھی سیدھا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے سوال

کیا کہ کیا اس (طریق جنگ) پر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے غور کرنا شروع کیا۔ تو آپ نے فرمایا واللہ میں نے اس پر عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں غور کیا تھا۔

(۴۱) مؤلفِ کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص حضرت معاویہؓ کے حاجب کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ معاویہ کو اطلاع کر دو آپ کا باپ شریک اور ماں شریک بھائی دروازہ پر ہے۔ معاویہؓ نے حاجب سے حال معلوم کر کے فرمایا کہ میں نے تو اس کو پہچانا نہیں۔ پھر کہا اچھا بلالو۔ جب یہ شخص سامنے پہنچا تو معاویہ نے اس سے کہا تو میرا بھائی کس طرح ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں آدم اور حوا کا بیٹا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے غلام کو حکم دیا کہ اس کو ایک درہم دے دے۔ اس نے کہا کہ اپنے بھائی کو جو کہ ماں اور باپ دونوں میں شریک ہے' آپ ایک درہم دے رہے ہیں؟ معاویہؓ نے کہا کہ اگر میں اپنے ان سب بھائیوں کو جو آدم وحوا کی اولاد ہیں دینے بیٹھوں گا تو تیرے حصہ میں یہ بھی نہیں آئے گا۔

(۴۲) حذیفہ بن الیمان کے متعلق کعب القرظی سے روایت ہے کہ ہم میں سے ایک جوان نے حذیفہ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں کی ہے۔ اس نے کہا: واللہ! اگر ہم آپ کو پا لیتے تو آپ کی اس قدر خدمت کرتے کہ آپ ﷺ کو زمین پر پاؤں بھی نہ رکھنے دیتے۔ حذیفہ نے قصہ سنایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو طلب کیا جب ہم خندق تیار کرنے میں لگے ہوئے تھے اور حکم دیا کہ تم جاؤ اور قریش کے لشکر میں جا کر بیٹھو اور دیکھو کہ وہ کیا تیاریاں کر رہے ہیں۔ میں گیا اور قوم میں داخل ہو گیا اور آندھی بھی اللہ کا ایک لشکر تھی جو کر رہی تھی جو کچھ کر رہی تھی۔ نہ ان کی ہانڈیاں اپنی جگہ رہیں اور نہ آگ اور نہ پانی۔ پھر ابوسفیان بن حرب اٹھا اور اس نے ندا کی کہ اے جماعت قریش! تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو دیکھے کہ وہ کون ہے؟ (کیونکہ مسلمانوں میں کا کوئی شخص اندھیرے میں یہاں آ گیا ہے) حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے فوراً جو شخص میرے پاس بیٹھا تھا اس کا ہاتھ پکڑ لیا (تا کہ وہ میرا ہاتھ پکڑنے میں پہل نہ کر جائے) اور میں نے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں (یہ قصہ اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ ساتویں باب میں نمبر ۱۸ پر لکھا جا چکا ہے)۔

(۴۳) مغیرہ بن شعبہ کے متعلق منقول ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ مغیرہ کے پاس ایک نیزہ تھا

جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں جاتے تھے تو یہ اس نیزہ کو لیکر نکلتے تھے (راستہ میں کسی جگہ) گاڑ دیا کرتے تھے (یاد رہے کہ گری پڑی چیز کے بارہ میں یہ حکم شرعی ہے کہ جس مسلمان کی اس پر نظر پڑ جائے وہ اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور اس پر واجب ہے کہ اس کے مالک کو تلاش کر کے اس تک پہنچائے) پھر جب لوگ وہاں سے گذرتے تھے تو اس کو اٹھا کر لیجاتے تھے (اور منزل مقصود پر پہنچ کر ان تک اس نیزہ کو پہنچاتے تھے' اس چالاکی سے یہ اپنے نیزے کا بار دوسرے کے کاندھوں پر ڈال دیا کرتے تھے) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا تو ان کو (تمہاری اس حرکت کی) ضرور خبر دوں گا۔ کہنے لگے (ایسا نہ کرنا) اگر تم نے ایسا کیا (اور حضورؐ نے حکم دیدیا کہ کوئی نہ اٹھایا کرے) تو پھر کوئی گمشدہ چیز اٹھائی نہیں جائیگی (لوگ ایسا ہی سمجھ لیں گے کہ یہ کسی نے مغیرہ کی طرح قصداً ڈالی ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا جس کی ذمہ داری آپؓ کے اوپر رہے گی۔)

(۴۴) زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کو بحرین کا عامل (گورنر) بنا دیا تھا۔ وہاں کے لوگ ان سے ناراض ہو گئے اور دشمن بن گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر دیا۔ لیکن بحرین والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغیرہ کو بحال کر کے واپس نہ بھیج دیں تو بحرین کے چودھری نے لوگوں سے کہا کہ اگر تم جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر عمل کر لو تو مغیرہ کبھی واپس نہ آسکیں گے۔ انہوں نے کہا اپنی تجویز بتاؤ۔ چودھری نے کہا کہ تم مجھے ایک لاکھ درہم جمع کر دو اور میں یہ رقم لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں گا اور کہوں گا کہ یہ وہ رقم ہے جو مغیرہ نے خیانت کر کے میرے پاس جمع کی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے پاس ایک لاکھ درہم جمع کر دیئے اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو پیش کر دیا اور عرض کیا کہ یہ مغیرہ نے خیانت کر کے میرے پاس رکھوائی تھی۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ کو بلایا اور فرمایا کہ سنو یہ شخص کیا کہہ رہا ہے انہوں نے سن کر عرض کیا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے' یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ تو دو لاکھ تھے۔ فرمایا یہ حرکت کیوں کی۔ انہوں نے عرض کیا کنبہ کے خرچ اور ضرورت نے مجبور کیا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نمائندہ قوم سے خطاب کیا کہ بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو (دو لاکھ سن کر اس کے ہوش وحواس ٹھکانے آچکے تھے) کہنے لگا: خدا کی قسم ایسا نہیں! (اب) میں آپ سے ضرور سچ کہوں گا اللہ آپ کا بھلا کرے۔ خدا کی قسم مغیرہ نے

میرے پاس نہ قلیل رقم رکھوائی نہ کثیر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ سے فرمایا تم نے اس دہقان کی نسبت کیا ارادہ کیا تھا؟ مغیرہ نے کہا اس خبیث نے مجھ پر جھوٹ باندھا تھا۔ میں نے بھی پسند کیا کہ (اسی سے حقیقت ظاہر کراؤں اور) اس کو رسوا کر دوں۔ (ایسے واقعات میں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ایک اصحابی جھوٹ بول رہے ہیں۔ احکام مقصد کے تابع ہوتے ہیں۔ اُن کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس دہقان سے ان کو دو لاکھ درہم وصول کرنا تھے۔ بلکہ سچائی کو سطح پر لانے کے لیے محض ایک حیلہ کیا تھا جو نہ عقلاً مذموم ہے اور نہ شرعاً۔

(۴۵) صبیح الکونی سے منقول ہے کہ ایک عورت کے پاس مغیرہ بن شعبہ اور ایک عرب نو جوان نے شادی کے لیے پیغام بھیجا اور نو جوان خوبصورت اور عنفوان شباب میں تھا۔ جواب میں دونوں کے پاس اس عورت نے یہ پیغام بھیجا کہ تم دونوں نے میرے پاس رشتہ بھیجا ہے اور میں تم دونوں میں سے کسی کا رشتہ اس وقت تک منظور نہ کروں گی جب تک اس کو دیکھ نہ لوں اور اس کی گفتگو نہ سن لوں۔ تو اگر تم چاہو تو یہاں آ جاؤ تو دونوں پہنچ گئے۔ اس عورت نے ان کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ ان کو دیکھ سکے اور ان کی گفتگو بھی سن سکے۔ جب مغیرہ نے اس جوان کو دیکھا اور اس کے جمال اور شباب اور وضع پر نظر کی تو اس عورت کی طرف سے مایوس ہو گئے اور خیال کیا کہ وہ ان کو اس جوان پر ترجیح نہ دے گی۔ پھر اس جوان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ تم خوبصورت اور صاحب حسن ہو۔ خوب بات کرتے ہو کیا تم میں کچھ اور اوصاف بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں اور اپنے محاسن شمار کرانے کے بعد خاموش ہو گیا۔ اس سے مغیرہ نے کہا کہ تمہارا حساب کیسا ہے اس نے کہا حساب میں مجھ سے کبھی چوک نہیں ہو سکتی اور میں رائی کے دانہ سے بھی باریک فرق کو پکڑ لیتا ہوں۔ مغیرہ نے کہا لیکن میرا حال تو یہ ہے کہ میں گھر کے کونہ میں تھیلی رکھ دیتا ہوں۔ گھر والے جہاں چاہتے ہیں خرچ کرتے رہتے ہیں مجھے خرچ کی خبر اسی وقت ہوتی ہے جب وہ دوسری تھیلی طلب کرتے ہیں۔ عورت نے کہا واللہ یہ شیخ جو مجھ سے کسی چیز کا محاسبہ نہ کرے اس شخص سے بہتر ہے جو رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔ اس نے مغیرہ سے نکاح کر لیا۔

(۴۶) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق ابن الکلبی کہتے ہیں فتح قیساریہ کے لیے جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے چڑھائی کی تو غزہ پر پڑاؤ کیا۔ قیساریہ کے حاکم نے (یہ ایک رومی بادشاہ تھا جس نے

ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ قیساریہ میں قیام کیا تھا جو مسلمانوں کے لشکر سے کئی گنا زائد تھے) ایلچی بھیجا کہ اپنی طرف سے یہاں ایک سفیر بھیجو ہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ عمرو بن العاص نے سوچا کہ میرے سوا اس کی ٹکر کا کوئی شخص موجود نہیں ہے اس لیے خود ہی سفیر بن کر اس کے پاس جا پہنچے اور گفتگو شروع کر دی۔ اس نے ایسی پرشوکت اور وزن دار گفتگو سنی کہ اس سے پہلے کبھی نہ سنی تھی تو اس نے کہا کیا آپ جیسا آپ کے ساتھیوں میں کوئی اور بھی ہے۔ آپ نے جواب دیا میری قدر و منزلت کے بارے میں جو وہاں ہے کچھ نہ پوچھئے۔ انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا اور مجھے پیش کرنے میں جو مصلحت ہے وہ ہے (دراصل بڑوں کو) یہ اندازہ نہیں ہوا کہ آپ کا برتاؤ میرے ساتھ کیا ہو گا (مدعا یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں ایک کم مرتبہ کا شخص ہوا بھی جو بڑے سردار ہیں وہ اس لیے نہیں ملے کہ انہیں آپ کے معاملات کا اندازہ نہیں ہے۔ میرے ساتھ اگر شریفانہ برتاؤ ہو گا تو وہ بھی ملاقات کر سکیں گے) اس نے ان کو انعام اور جوڑے دینے کا حکم کیا اور (خفیہ طور پر) دروازہ شہر کے دربان کے دربار کے پاس حکم بھیج دیا کہ جب یہ شخص دروازہ سے گذرے تو اس کی گردن ماردی جائے اور جو سامان اس کے ساتھ ہے وہ لے لے۔ جب آپ (اس حاکم کے پاس سے رخصت ہو کر) چلے تو آپ کو غسان کا ایک عیسائی ملا۔ آپ کو اس نے پہچان لیا اور کہا: اے عمر① جس خوبی کے ساتھ داخل ہوئے ہو اسی خوبی کے ساتھ نکل بھی جانا۔ یہ سن کر پھر واپس اس بادشاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیسے واپس آئے۔ آپ نے کہا میں نے ان عطیات پر غور کیا جو آپ نے مجھے عطا فرمائے۔ میں نے ان میں اتنی گنجائش نہیں پائی جو میرے چچا کے بیٹوں کے لیے کافی ہو سکے۔ اس لیے میں نے یہ ارادہ کیا کہ (یہ عطیات یہاں چھوڑ کر) ان میں سے دس کو اپنے ساتھ لے کر آ جاؤں تو آپ اسی کو دس پر تقسیم کر دیں۔ اس صورت میں آپ کا احسان دس پر ہو گا اور یہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ صرف ایک شخص پر ہو۔ اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے' ان کو جلد لے آیئے اور دربان کے پاس خفیہ پیغام بھیج دیا کہ اب اس سے تعرض نہ کیا جائے اور جانے دیا جائے تو عمر شہر سے نکل آئے اور بہت چوکنے رہے جب خطرہ سے باہر ہو گئے تو کہنے لگے اب کبھی اس طرح نہ پھنسوں گا۔ جب اس سردار سے صلح ہو گئی اور وہ (امیر لشکر سے) ملاقات کے لیے آیا تو (دیکھا کہ یہ تو وہی شخص ہیں) کہنے لگا آپ وہی ہیں۔ آپ نے کہا ہاں آپ میرے ہی ساتھ غداری کر رہے تھے۔

(۴۷) خزیمہ بن ثابت کے متعلق زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ آپ اس کو ساتھ لے کر چلے تا کہ اس کی قیمت اس کو ادا کر دیں۔ آپ کی رفتار تیز تھی اور اعرابی آہستہ چل رہا تھا (اس لیے آپ اس سے کچھ دور آگے ہو گئے تھے) لوگوں نے (یہ دیکھ کر کہ ایک بکاؤ گھوڑا ہے) اس اعرابی کو روک کر اس سے قیمت طے کرنا شروع کر دی اُن کو یہ خبر نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس سے خرید چکے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اس قیمت سے جو حضورؐ سے طے ہو چکی تھی زیادہ قیمت لگا دی تو اس اعرابی نے حضور ﷺ کو آواز دی اور کہا اگر تمہارا اس کو خریدنے کا ارادہ ہے تو خرید لو۔ نہیں تو میں اس کو بیچتا ہوں۔ یہ سن کر آپ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کیا یہ میں تجھ سے خرید نہیں چکا ہوں۔ اس نے کہا نہیں۔ اب لوگ نبی ﷺ اور اعرابی کے گرد جمع ہو گئے جبکہ دونوں ایک دوسرے سے سوال و جواب کر رہے تھے۔ اب اعرابی نے یہ کہنا شروع کیا کہ کوئی گواہ لاؤ جو یہ شہادت دے کہ میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ بیچ دیا ہے اور مسلمانوں میں سے جو شخص بھی آتا رہا وہ اعرابی سے کہتا رہا کہ کمبخت اللہ کے رسولؐ ہمیشہ سچ ہی فرماتے ہیں یہاں تک کہ خزیمہ آ گئے۔ انہوں نے نبی ﷺ اور اعرابی کے ایک دوسرے سے سوال و جواب سنے۔ اس اعرابی نے پھر یہی کہنا شروع کیا کہ کوئی گواہ لاؤ جو گواہی دے کہ میں بیچ چکا ہوں۔ خزیمہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو بیچ چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خزیمہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تم کس بنا پر گواہی دے رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے صادق ہونے کی بنا پر اے رسولؐ اللہ۔ اس وقت سے نبی ﷺ نے تنہا خزیمہ کی شہادت دو مردوں کے برابر قرار دی اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خزیمہ سے فرمایا تم کیسے گواہی دیتے ہو تم کیسے گواہی دیتے ہو تم تو ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جب آپ ﷺ آسمان کی خبریں دیتے ہیں (صرف آپ ﷺ سے سن کر ہی) تو ہم آپ ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں تو اس قول کی تصدیق کیوں نہ کریں (اسی ذہانت کے مشاہدہ پر آپ ﷺ نے خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی برابر قرار دیا)۔

(۴۸) حجاج بن علاط کے متعلق انسؓ بن مالک سے منقول ہے جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا تو حجاج بن علاط نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ مکہ میں میرا مال ہے اور وہیں میرے گھر والے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کو یہاں لے آؤں۔ آپ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کبھی مکہ جاتا ہوا دیکھ کر

کوئی گرفتار کرلے (اور مجھ کو مشتبہ سمجھا جائے) اور اس کی بھی کہ جو بات بنانا چاہوں وہ بنادوں۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی کہ جو چاہو کہہ دو۔ اجازت لینے کے بعد یہ مکہ پہنچے اور اپنی بیوی سے مل کر یہ کہا کہ جو کچھ مال تیرے پاس ہے وہ سب سمیٹ کر مجھے دیدے۔ میں چاہتا ہوں کہ (حضرت) محمدؐ اور مسلمانوں کے لوٹ کا مال خرید لوں۔ کیونکہ مسلمانوں کو مباح قرار دیدیا گیا (یعنی ان کا قتل عام ہورہا ہے) اور ان کے اموال پر مصیبت پڑگئی (کوڑیوں کے مول فروخت ہورہا ہے) یہ خبر مکہ میں پھیل گئی جس نے مسلمانوں کے دل توڑ دیئے اور مشرکین خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب یہ خبر حضرت عباس بن عبدالمطلب کو پہنچی تو ان کے گھٹنے ڈھیلے ہوگئے اور کھڑے ہونے پر قادر نہ رہے۔ معمر سے روایت ہے کہ حضرت عباسؓ کا ایک لڑکا تھا جس کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی شباہت تھی۔ انہوں نے اس بے چینی کے عالم میں سیدھے لیٹ کر اس لڑکے کو سینہ پر بٹھالیا اور (دل بہلانے کے لیے) یہ کلمات شروع کر دیئے: حِبّی قُثَم ذِی الانفِ الاَشَمُ (میرا پیارا قثم[۱] ہے، بڑی ناک والا ہے) پھر آپ نے حجاج کے پاس اپنے غلام کو بھیجا۔ جس نے ان کی طرف سے کہا کہ کم بخت تو کیا خبر لایا ہے اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے خدا اس کو سچا نہ کرے۔ حجاج ابن علاط نے کہا ابوالفضل سے میرا اسلام کہہ دے (ابوالفضل حضرت عباسؓ کی کنیت ہے) اور یہ کہہ دینا کہ میں خود آرہا ہوں۔ مجھ سے تنہائی میں بات کرنے کے لیے تخلیہ کی جگہ تیار رکھیں اور (مختصر بات یہ ہے) کہ خبر سن کر وہ خوش ہوجائیں گے۔ غلام نے واپس آکر حضرت عباسؓ کو دروازہ سے پکار دیا کہ بشارت ہو آپ کو اے ابوالفضل! تو عباس نے خوشی سے اپنی جگہ سے کود کر غلام کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ غلام نے حجاج کی گفتگو بیان کردی۔ عباس نے خوش ہوکر اس غلام کو آزاد کردیا۔

پھر ان سے حجاج آکر ملے اور انہوں نے یہ خبر سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کرلیا ہے اور وہاں کے اموال آپ کے پاس غنیمت میں آئے ہیں اور خیبر کے اموال اللہ کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق متعین ہوچکے ہیں اور صفیہ بنت حیی کو آپ ﷺ نے پسند کیا اور اپنی

---

[۱] قثم ان کے صاحبزادے کا نام تھا۔ حضرت معاویہ کے زمانے میں ۵۶ھ میں خراسان میں جنگ ہوئی تھی۔ جس میں سعید بن عثمان بن عفان کے ساتھ قثم بن عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ فتح سمرقند کے موقع پر قتال ہوا، جس میں قثم شہید ہوگئے۔ (اشتیاق احمد عفی عنہ)

ذات کے لیے خاص کیا اوران کو آزاد کر کے اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو اپنے رشتہ داروں میں چلی جائیں یا مجھ سے نکاح کر لیں۔ انہوں نے آزاد ہو کر آپ سے نکاح کرنے کو پسند کر لیا۔ لیکن میں تو یہاں سے صرف اپنا مال نکال لیجانے کیلئے آیا ہوں جو یہاں موجود ہے چاہتا ہوں کہ یہ سمیٹ کر لے جاؤں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی تھی۔ آپ ﷺ نے اجازت عطا فرما دی کہ میں جو چاہوں کہہ دوں۔ جو خبر میں نے آپ کو سنائی ہے اس کو تین دن تک کسی سے بیان نہ کیجئے اس کے بعد سنا دیجئے۔

حجاج کی بیوی نے جو کچھ اس کے پاس زیور اور پونجی تھی سب کو جمع کر کے ان کے حوالہ کر دی۔ یہ اس کو لے کر چل دیئے۔ جب تین دن گذر گئے تو عباس رضی اللہ عنہ حجاج کی بیوی سے ملے اور اس سے پوچھا کہ تیرے شوہر نے کیا کیا؟ اس نے بتایا کہ وہ فلاں دن روانہ ہو گئے اور یہ بھی کہا کہ اے ابوالفضل! اللہ آپ کو غمگین نہ کرے جو خبر رنج آمیز آپ کو پہنچی اس سے ہمیں دکھ پہنچا۔ آپ نے فرمایا ''ہاں اللہ مجھے غمگین نہیں کرے گا اور خدا کا شکر ہے وہی واقع ہوا جو ہم کو پسند تھا۔ اپنے رسول ؐ کے ہاتھ سے اللہ نے خیبر کو فتح کرایا اور اللہ کے مقرر کردہ حصے بھی خیبر کے اموال میں لگ گئے اور رسول اللہ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی کر لیا۔'' اگر تو چاہے تو اپنے شوہر کے پاس چلی جا۔ اس نے کہا واللہ! میں آپ کو سچا سمجھتی ہوں۔ انہوں نے کہا واللہ میں تجھ سے سچ ہی کہہ رہا ہوں۔ حقیقت وہی ہے جو میں نے تجھ سے بیان کی ہے۔

اس کے بعد عباس قریش کی مجالس کی طرف پہنچے۔ جب بھی آپ کا گذر کسی جماعت کی طرف ہوتا تھا تو لوگ کہتے تھے اے ابوالفضل ہماری دعا ہے کہ آپ کو خوشی اور خیر نصیب ہو۔ آپ جواب میں کہتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے پاس خیر ہی پہنچائی ہے۔ مجھے حجاج بن علاط نے اطلاع دی ہے کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو خیبر فتح کرا دیا ہے اور مال غنیمت اللہ کے مقرر کردہ سہام کے مطابق طے ہو چکا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ذات کے لیے خاص کر لیا ہے۔ حجاج نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس خبر کو تین دن چھپاؤں۔ وہ صرف اس لیے یہاں آیا تھا کہ اپنا سامان اور اشیاء یہاں سے لے جائے۔ اب تو جو روحانی اذیت مسلمانوں پر تھی وہ مشرکین پر پلٹ گئی اور مسلمان جو اپنے گھروں میں پریشان پڑے ہوئے تھے وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے یہاں آ گئے تھے۔ جب وہ اپنے مکان پر واپس آئے تو سب کو

مفصل خبر سنائی تو سب مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اللہ تعالیٰ نے رنج اور غم وغصہ کو مشرکین پر لوٹا دیا۔

(۴۹) نعیم بن مسعود کے متعلق ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ یوم احزاب کے موقع پر جب لوگوں پر خوف چھا رہا تھا۔ نعیم بن مسعود نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور میری قوم میں سے کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ آپ مجھے کوئی خدمت سپرد کیجئے۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہاں ہم میں سے تم تنہا ہی ہو۔ ہماری نسبت جو مناسب سمجھو کہہ دو' لڑائی تو دھوکہ ہی ہوتا ہے۔ نعیم یہاں سے رخصت ہو کر بنی قریظہ کے پاس پہنچے اور بزمانہ جاہلیت یہ ان کے دوست تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے بنی قریظہ میں تمہارا دوست ہوں اور تم اس سے واقف ہو۔ انہوں نے تصدیق کی۔ پھر انہوں نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ محمدؐ کے نزدیک تم اور قریش اور غطفان ایک ہی درجہ میں ہو اور یہ شہر تمہارا ہے جہاں تمہارے اموال اور تمہاری عورتیں اور بچے ہیں اور قریش اور غطفان کے شہر دوسرے ہیں اور یہ لوگ صرف اس لیے یہاں تمہارے پاس آئے کہ تمہیں اپنے ساتھ ملالیں اور موقع دیکھیں تو اس سے فائدہ اٹھائیں اور اگر اپنے خلاف دیکھیں تو اپنے شہروں میں اپنے اموال اور اپنی عورتوں اور بچوں کی طرف لوٹ جائیں اور تمہیں اور اس شخص کو چھوڑ جائیں جس سے مقابلہ کرنا تمہاری قوت سے باہر ہے۔ اگر یہ لوگ تمہیں شریک جنگ کرنا چاہیں تو تم کو ان کے ساتھ مل کر قتال نہیں کرنا چاہیے۔ جب تک ان کے چند معزز لوگوں کو ضمانت میں اپنے یہاں رہن نہ رکھ لو جن کو باندھ کر رکھو اور ان کو نہ چھوڑو۔ جب تک وہ محمدؐ سے قتال نہ شروع کر دیں۔ ان لوگوں نے کہا بیشک تمہاری رائے وقیع ہے اور خیر خواہی کی بات ہے پھر نعیم قریش کے پاس پہنچے اور ابوسفیان اور اشراف قریش سے ملے اور ان سے اس طرح گفتگو کی۔ اے جماعت قریش جو محبت اور تعلق میرا تم سے ہے اس سے تم اچھی طرح واقف ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ محمدؐ اور اس کے دین سے میں الگ ہوں میں تمہارے پاس ایک خیر خواہانہ نصیحت لے کر آیا ہوں جو آپ کو راز میں رکھنا ہوگی۔ انہوں نے اقرار کیا اور کہا کہ تم ہمارے نزدیک غیر مشتبہ ہو (ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں) نعیم نے کہا تم جانتے ہو کہ بنی قریظہ یہود میں سے ہیں اور وہ شرمندہ ہیں۔ ان حرکات پر جو اُن کے اور محمدؐ کے درمیان ان سے ہوتی رہی ہیں۔ اب انہوں نے محمدؐ کے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ کیا اس شرط پر آپ ﷺ

ہم سے راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم قریش کے اشراف کو رہن کے نام سے اپنے قبضہ میں لیکر تمہارے سپرد کر دیں اور تم ان کی گردنیں اڑا دو۔ پھر ہم تمہارے ساتھ مل کر قریش اور ان کے ساتھیوں کو اپنے شہروں سے نکال دیں۔ محمدؐ نے اس کو مان لیا تو اگر بنو قریظہ کسی پیغام میں تم سے یہ سوال کریں کہ تم اپنے کچھ معزز لوگوں کو یہاں بھیج دو تو تم ان کو ایک شخص بھی نہ دینا اور ان سے بچ کر رہنا۔ پھر نعیم قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ اے جماعت غطفان تم جانتے ہو کہ میں تم ہی کا ایک شخص ہوں۔ انہوں نے تصدیق کی پھر ان سے بھی وہی گفتگو کی جو قریش سے کی تھی۔

جب اگلا دن ہوا تو بنی قریظہ کے پاس ابوسفیان نے اپنی طرف سے عکرمہ بن ابی جہل کو مع قریش کے چند لوگوں کے یہ پیغام دیکر بھیجا کہ "اے جماعت یہود ابوسفیان تم سے کہتا ہے کہ (محمدؐ کے فتنہ سے) چھوٹے اور بڑے سب ہلاک ہو جائیں گے اور ان شہروں میں ہم قیام کرنے نہیں آئے۔ تم محمدؐ سے قتال کرنے کے لیے ہمارے ساتھ مل جاؤ اور نکلو" انہوں نے یہ پیغام بھیجا آج بار کا دن ہے جس میں ہم کوئی کام نہیں کرتے اور ہم آپ کے ساتھ مل کر قتال کے حق میں نہیں ہیں جب تک تم رہن کے طور پر اپنے کچھ لوگ ہمارے قبضہ میں نہ دے دو۔ جن کو ہم باندھ کر رکھیں تا کہ یہ اندیشہ باقی نہ رہے کہ تم قتال کے لیے نہ جاؤ اور ہمیں اور محمدؐ کو قتال کے لیے چھوڑ کر چل دو۔ ابوسفیان نے کہا واللہ ہم کو نعیم نے ٹھیک خبردار کیا تھا۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہلا بھیجا کہ ہم تمہیں ایک آدمی بھی نہ دیں گے اگر تم چاہو تو نکلو اور ہمارے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرو اور چاہو تو بیٹھے رہو۔ یہود نے کہا واللہ وہی بات ہے جو ہم سے نعیم نے کہی تھی کہ واللہ ان لوگوں نے صرف یہ ارادہ کیا ہے کہ محمد سے قتال اس طرح کریں گے کہ موقع مل جائے تو حملہ کر دیں ورنہ اپنے شہروں کو بھاگ جائیں اور ہمارے اور اس شخص (یعنی محمدؐ) کے لیے میدان خالی چھوڑ جائیں (کہ ہمیں تنہا کو کاٹ کر رکھ دے) انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہماری وہی شرط ہے کہ تم اپنے کچھ لوگ بطور رہن ہمارے پاس رکھو بغیر اس کے ہم تمہارے ساتھ مل کر قتال کے لیے تیار نہیں ہیں۔ قریش نے اس سے پھر صاف انکار کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان اور اسکے اصحاب اور غطفان والوں پر آندھی کو مسلط کیا اور ان کو اللہ عزوجل نے ذلیل وخوار کیا۔

(۵۰) اشعث بن قیس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ امیر المؤمنین علی

کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کا پیغام ام عمران سے بھیجا جو سعید ابن قیس ہمدانی کی بیٹی تھیں۔ سعید نے کہا کہ میرے اوپر ایک اور امیر ذی اختیار ہے یعنی اس کی والدہ۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جایئے اس سے مشورہ کر لیجئے۔ سعید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے اٹھ کر چلے تو دروازہ پر ہی اُن سے اشعث بن قیس مل گئے۔ سعید نے اشعث کو پوری بات سنا دی۔ انہوں نے کہا کیا تم نے حسنؓ سے کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حسنؓ اس لڑکی پر اپنی بڑائی جتائیں گے اور اس کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کر سکتے ہیں۔ وہ لڑکی سے اچھا برتاؤ نہ کریں گے۔ ان کو یہ ناز ہوگا کہ وہ رسول اللہ کے بیٹے ہیں۔ امیر المؤمنین کے بیٹے ہیں۔ لیکن تم کو کچھ اپنے بھتیجے کا بھی خیال ہے یہ اُس کی ہے اور وہ اس کا (یعنی دونوں ایک دوسرے کی طرف راغب ہیں) راوی کہتے ہیں کہ اسی گفتگو کے پیش نظر محمد بن الاشعث نے یہ کہا تھا کہ میں نے اس کی شادی کر دی (یہ گفتگو آگے ذکر کی جا رہی ہے) پھر محمد بن الاشعث امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ نے حسنؓ کا پیغام سعید کی بیٹی سے دیا۔ آپؓ نے فرمایا ہاں، انہوں نے کہا کیا آپؓ اس سے زیادہ شریف گھر کی لڑکی پسند کریں گے جو سعید کی بیٹی سے زیادہ اچھی ہو۔ حسب کے اعتبار سے اور اس سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ مالدار بھی ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کون ہے انہوں نے کہا جعدہ بن الاشعث بن قیس (یعنی ان کی بہن) آپؓ نے فرمایا کہ ایک شخص سے ہم پیغام دے چکے ہیں (اب مجبوری ہے) انہوں نے کہا کہ اب اس شخص سے جس کو آپ نے پیغام دیا ہے قبول کرنے کا سوال باقی نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ میرے پاس سے اُٹھ کر لڑکی کی والدہ سے مشورہ کرنے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا اس نے اس کا نکاح محمد بن الاشعث سے کر دیا۔ آپ نے پوچھا کب۔ انہوں نے کہا ابھی دروازہ پر۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسنؓ کا نکاح جعدہ کے ساتھ کر دیا۔ پھر جب سعید محمد بن الاشعث سے ملے تو انہوں نے سخت الفاظ کہہ کر ان پر دھوکہ دینے کا الزام لگایا۔ انہوں نے سعید کو برا کہا اور کہا کہ تو نے مجھ سے ابن رسول اللہ کے بارے میں مشورہ کیا اس سے زیادہ حماقت کیا ہو سکتی ہے۔

پھر اشعث حسنؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اے ابو محمد اپنی دلہن کے دیکھنے کے لیے نہیں چلتے؟ جب انہوں نے چلنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا ایسے چلنا نہیں ہوگا۔ واللہ میری قوم کی چادروں پر آپ چلیں گے۔ تو ان کے استقبال کے لیے بنی کندہ راستہ کے دونوں طرف صفیں

باندھ کر آئے اور انہوں نے یہاں سے باب الاشعث تک چادریں بچھا دیں (ان پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لے جایا گیا)

(۵۱) وحشی بن حرب کے متعلق جعفر بن عمرو الضمری کہتے ہیں کہ میں عبید اللہ ابن عدی بن الخیار کے ساتھ (شام کے لیے) نکلا مجھ سے عبید اللہ نے وحشی سے ملاقات کی تحریک کی۔ چنانچہ ہم جا کر اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ہم نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا اور عبید اللہ نے عمامہ کو اپنے منہ پر اتنا لپیٹ لیا تھا کہ وحشی ان کی صرف آنکھیں ہی دیکھ سکتا تھا اور دونوں پاؤں عبید اللہ نے کہا اے وحشی تم مجھے پہچانتے ہو؟ تو اس نے نظر ڈالی پھر کہا نہیں۔ واللہ اس سے زیادہ نہیں کہ مجھے علم ہے کی عدی بن الخیار نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا۔ اس کے عدی سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا اس کے لیے عدی نے دودھ پلانے والی کا انتظام کیا۔ میں اس لڑکے کو گود میں لے کر اس کی ماں کے ساتھ چلا اور اس کو دودھ پلانے والی کے پاس پہنچا دیا تھا اس وقت میں گویا اس لڑکے کے پاؤں کو دیکھ رہا ہوں (عبید اللہ بن عدی اسی لڑکے کا نام تھا جو اب جوان ہو کر اس کے سامنے آئے تھے)۔

باب: ⑨

خلفاء کی حکایات اور ذہانت کے واقعات

مؤلفِ کتاب کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق اور عمر اور علی اور حسن اور حسین اور معاویہ اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کے کچھ واقعات ذکاوت تحریر کر چکے ہیں اب ہم اُن خلفاء کے ایسے واقعات تحریر کرتے ہیں جو ان کے بعد ہوئے ہیں اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔

(۵۲) عبد الملک بن مروان کے متعلق اصمعی سے منقول ہے کہ عبد الملک بن مروان نے عامر شعبی کو شاہ روم کے پاس کسی وجہ سے قاصد بنا کر بھیجا۔ شعبی شاندار طریقہ پر پہنچے۔ شاہ روم نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شاہی خاندان سے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ جب شعبی نے واپسی کا ارادہ کیا تو شاہ نے ان کو ایک مختصر رقعہ دیا اور کہا جب آپ واپس جا کر خلیفہ سے ملیں اور ہمارے نواح کے متعلق تمام مناسب کلام سے فارغ ہو چکیں تو اُن کو یہ رقعہ سپرد کر دینا۔ جب شعبی

عبدالملک کے پاس واپس پہنچے، تو جو کچھ ضروری گفتگو تھی اس سے فارغ ہو کر اٹھے اور جانے لگے رقعہ یاد آیا تو پھر واپس آئے اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میں ایک رقعہ پیش کرنا بھول گیا تھا جو باہر نکل کر مجھے یاد آیا اور اس کو آخر میں ہی پیش کرنا تھا۔ وہ رقعہ خلیفہ کی خدمت میں پیش کر دیا اور رخصت ہو گئے۔ خلیفہ نے کھولنے کا حکم دیا اس کو پڑھ کر خلیفہ نے شعبی کو واپس بلانے کا حکم دیا پھر اُن سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ پھر سنایا کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ "میں قوم عرب کی طرف سے تعجب کرتا ہوں کہ اس شخص کے علاوہ دوسرے شخص کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا۔" پھر عبدالملک نے سوال کیا کہ تم سمجھے کہ اس نے ایسا کیوں لکھا؟ انہوں نے انکار کیا تو کہا کہ وہ مجھ میں تمہاری طرف سے حسد پیدا کرنا چاہتا ہے اور مجھے تمہارے قتل پر ابھار رہا ہے۔ شعبی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اگر وہ آپ کو دیکھ لیتا تو مجھے شاندار نہ سمجھتا۔ یہ گفتگو اس بادشاہ تک پہنچ گئی۔ تو وہ عبدالملک کی نکتہ رسی پر متعجب ہو کر کہنے لگا۔ واللہ میں نے اسی مصلحت سے وہ کلمات لکھے تھے۔

(۵۳) ہشام بن عبدالملک کے متعلق منقول ہے کہ ہشام نے اپنے بیٹے کے اتالیق کو ہدایت کی تھی کہ جب تم کسی مجلس میں اس کی زبان سے کوئی نامناسب کلمہ سنو تو اس کو مجمع میں ٹوک کر شرمندہ نہ کرنا۔ اس صورت میں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی خطا کو موزوں و مناسب ثابت کرنے لگے اور یہ دوسری خطا پہلی خطا سے بھی بری ہو گی۔ تم کو چاہیے کہ اسے یاد رکھو اور جب تخلیہ ہو تو اس کو بیان کر کے اصلاح کرو۔

(۵۴) سفاح کے متعلق ایک ایسے شخص سے منقول ہے جو کہ سفاح کی مجلس میں حاضر تھا اور سفاح بنی ہاشم میں سے بہت حسد کرنے والا شخص ہوا ہے اور شیعوں کا اور وجیہ لوگوں کا دشمن تھا اس کے پاس (امام حسنؓ کے پوتے) عبداللہ ابن حسین بن حسن پہنچے اور وہ قرآن مجید لیے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین ہم کو ہمارا حق ادا کرو جس کو اللہ نے اس قرآن میں متعین فرما دیا ہے۔ اس سے لوگوں میں خوف پیدا ہو گیا کہ مبادا سفاح ان کے حق میں کسی سخت معاملہ میں جلدی کر جائے (کیونکہ یہ شخص نہایت خونخوار ظالم تھا) اور عام لوگ ان بزرگ کے حق میں جو بنی ہاشم کے شیخ تھے اس امر کو پسند نہیں کرتے تھے اور نہ اس امر کو کہ یہ سفاح کو جواب دینے سے عاجز ہو جائیں ان کا مطالبہ سن کر سفاح نے سنجیدگی سے بغیر غصہ کیے اور بغیر ناگواری کے ان

سے خطاب کیا اور کہا کہ تمہارے دادا علی رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ بہتر اور زیادہ انصاف کرنے والے تھے۔ وہ ذی اختیار بنے یعنی خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے تمہارے دادا حسنؓ اور حسینؓ کو دیا اور یہ دونوں تم سے بہتر تھے اور اب مجھ پر واجب ہوا کہ میں بھی تم کو اتنا ہی دوں تو اگر میں تم کو اتنا ہی دیتا تو تمہارے ساتھ انصاف کرتا اور اگر میں نے اس پر اضافہ کر دیا تو کیا میرے لیے تمہاری طرف سے یہی جزا ہے۔ عبداللہ اس کو جواب نہ دے سکے اور واپس ہو گئے اور لوگ سفاح کے جواب پر تعجب کرتے تھے۔

(۵۵) ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ پہلا خطبہ جو سفاح [1] نے دیا وہ اس قریہ میں دیا جس کا نام عباسیہ تھا۔ جب خطبہ میں شہادت کا موقع آیا (یعنی اشھدان لا الٰہ الاّ اللہ‘ ......) تو آلِ ابی طالب میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جس کے گلے میں قرآن تھا اس نے کہا کہ میں تجھے اس خدا کو یاد دلا کر کہتا ہوں جس کا تو نے ذکر کیا کہ میرے دشمن کے مقابلہ پر مجھ سے انصاف کرو اور میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دو۔ اس حکم کے مطابق جو اس قرآن میں ہے۔ سفاح نے کہا کہ تجھ پر کس نے ظلم کیا۔ اس نے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جس نے فاطمہ کو باغ فدک نہ دیا۔ سفاح نے کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی اور بھی ہوا۔ اس نے کہا ہاں۔ پوچھا کون؟ اس نے کہا عمر رضی اللہ عنہ سفاح نے کہا اور وہ اس ظلم پر جو تم پر ہوا قائم رہے اس نے کہا ''ہاں'' سفاح نے کہا کہ پھر ان کے بعد کوئی اور ہوا اس نے کہا ''ہاں'' پوچھا کون؟ اس نے جواب دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ۔ سفاح نے کہا کہ وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے؟ اس نے جواب دیا ''ہاں'' سفاح نے کہا اس کے بعد کوئی اور ہوا اس نے کہا ''ہاں'' پوچھا کون اس نے کہا ''علی رضی اللہ عنہ''۔ سفاح نے پوچھا ''اور وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے۔'' اب وہ شخص چپ ہو گیا اور اس نے اپنی رہائی کا راستہ نکالنے کے لیے پیچھے کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سفاح نے کہا اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر یہ پہلا مقام نہ ہوتا جہاں میں کھڑا ہوں پھر میں تجھ سے گفتگو کی ابتدا نہ کر چکا ہوتا تو جس میں تیری دونوں آنکھیں لگی ہوئی ہیں اس کو تن سے جدا کر دیتا بیٹھ اور خطبہ سن۔

(۵۶) منصور [2] کے متعلق اسماعیل بن محمد سے منقول ہے کہ ابن ہرمہ شاعر نے ابو جعفر

---

[1] ابو العباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس یہ دولتِ عباسیہ کا پہلا خلیفہ ہوا ہے۔

[2] یہ سفاح کا بھائی تھا۔ سفاح کے انتقال کے بعد خلیفہ ہوا۔

(منصور) کو ایک قصیدہ سنایا۔ منصور نے کہا اپنی حاجت مانگو۔ اس نے کہا آپ اپنے مدینہ کے عامل کو یہ لکھ دیجئے کہ جب وہ مجھے نشہ میں پائے تو مجھ پر حد جاری نہ کرے۔ تو منصور نے کہا یہ تو ایک حد ہے (جو اللہ کا بنایا ہوا قانون ہے) اس کو باطل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ ابن ہرمہ نے کہا کہ میری حاجت اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ منصور نے کہا اچھا ہم اپنے مدینہ کے عامل کو یہ لکھے دیتے ہیں کہ جو کوئی ابن ہرمہ کو پکڑ کر لائے اور وہ نشہ میں ہو تو ابن ہرمہ کو اسّی درے مارو اور جو اس کو پکڑ کر لائے اس کو سو۔ راوی کہتا ہے کہ شرطی (یعنی پولیس والے) ابن ہرمہ کو جب وہ نشہ میں ہوتا تھا دیکھتے ہوئے گذر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اسّی کوڑوں کے بدلے سو کوڑے کون خریدے۔ وہ گذر جاتے اور اس کو چھوڑ جاتے تھے۔

(۵۷) منقول ہے کہ منصور اپنے شہر کے ایک قبہ میں بیٹھے تھے وہاں سے انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو نہایت غمگین پریشان محسوس ہوا جو سڑکوں پر گھومتا پھر رہا تھا تو خادم کو حکم دیا کہ اس کو لے کر آئے۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس سے حال دریافت کیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے تجارت کے لیے سفر کیا اور مالی فائدہ حاصل کیا اور مال لے کر گھر پہنچا اور اپنی بیوی کے سپرد کر دیا۔ اب اس کی بیوی نے یہ بیان کیا کہ گھر میں سے سب مال چوری ہو گیا اور گھر میں نہ نقب دیکھی اور نہ چھت اکھڑنے کا کوئی نشان۔ منصور نے اس سے پوچھا کہ اس عورت سے نکاح کیے ہوئے کتنا عرصہ گذرا؟ اس نے کہا ایک سال۔ پھر پوچھا کہ کیا وہ کنواری تھی؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر دریافت کیا کہ کیا دوسرے شوہر سے اس کے کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ وہ جوان ہے یا سن رسید؟ اس نے کہا نو عمر ہے۔ پھر منصور نے ایک عطر کی شیشی منگائی۔ یہ عطر عجیب وغریب تیز خوشبو تھا جو صرف منصور ہی کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔ یہ شیشی اس کو دے کر فرمایا کہ اسے استعمال کرو اس کے اثر سے تمہارا غم جاتا رہے گا۔ جب یہ شخص منصور کے پاس سے رخصت ہو گیا تو اپنے چار معتمد ملازموں کو بلا کر وہ عطر سنگھایا اور حکم دیا کہ تم میں ہر ایک شہر کے ایک ایک دروازہ پر جا کر گشت کرتا رہے اور جو آنے جانے والا تمہارے قریب سے گذرے اور اس میں سے تم یہ خوشبو محسوس کرو اس کو میرے پاس لے آؤ۔

وہ پریشان آدمی خلیفہ سے عطر کی شیشی لے کر اپنے گھر پہنچا اور وہ بیوی کو دی اور اس کو بتایا کہ یہ مجھ کو امیر المؤمنین نے عطا فرمائی۔ اس نے سونگھ کر اپنے آشنا کو بلا بھیجا اور اسی کو مال بھی دیا

تھااوراس سے کہا کہ یہ خوشبولگاؤ۔ یہ امیرالمؤمنین نے میرے شوہر کودی اس نے استعمال کی اور شہر کے ایک دروازہ سے گذرا۔ تو جو شخص اس دروازے کے پہرے پر تھااس نے خوشبو کومحسوس کرلیااوراس کو پکڑ کر خلیفہ منصور کے پاس لے آیا۔ منصور نے اس شخص سے پوچھا کہ ایسی عجیب و غریب خوشبو تیرے پاس کہاں سے آئی اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کو خریدا تھا۔ منصور نے کہا کس سے خریدا؟ اب وہ شخص گھبرا گیااور فضول باتیں کرنے لگا۔ تو منصور نے پولیس افسر کو طلب کیااوراس سے کہا کہ اس کو پکڑ کر اپنے پاس لے جاؤ۔ اگر یہ وہ چرائے ہوئے دینار جو اس قدر ہیں واپس کردے تو اس کو چھوڑ دینا تاکہ یہ چلا جائے جہاں اس کی مرضی ہواوراگر نہ دے تو اس کے بغیر ہم سے پوچھے ایک ہزار کوڑے مارے جائیں جب دونوں چلے گئے تو پھرافسر کو بلا کر سمجھایا کہ اس کو ڈراؤ اور تنہا رکھواور جب تک ہم سے حکم نہ لے لو کوڑے مت مارنا۔ چنانچہ وہ پولیس افسراس کو پکڑ لایااوراس نے سب سے الگ اس کو جیل خانہ میں بند کردیا تو اُس نے دینار واپس کرنے کا اقرار کرلیااوران کو بجنسہٖ حاضر کردیا تو منصور کواس کی اطلاع دی گئی تو اس مالک کوطلب کیا گیااوراس سے کہا کہ بولو کہ اگر ہم وہ سب دینار تم کو دیدیں تو تم اپنی بیوی کے بارے میں ہم کو اختیار دیدو گے۔ اس نے عرض کیا: ضرور۔ منصور نے کہا: اچھا یہ اپنے دینار سنبھالو اور میں تمہاری بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ اس کی اس کو اطلاع دے دو۔

(۵۸) یعقوب بن جعفر کا بیان ہے کہ منصور کے کمال ذکاء کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ مدینہ پہنچے تو ربیع (حاجب) کو حکم دیا کہ ایک ایسے شخص کو تلاش کرلاؤ جو ہم کو لوگوں کے مکان شناخت کراسکے (یعنی جس مکان کے بارے میں ہم پوچھیں کہ یہ کس کا ہے تو وہ صحیح جواب دے سکے) میں اس کو پہچاننا چاہتا ہوں۔ ربیع نے ایسا شخص لاکر پیش کردیا جس کو یہ ہدایت کردی گئی کہ وہ جس مکان کے بارے میں منصور سوال کریں اسی کو بتائے۔ اپنی طرف سے سلسلہ نہ شروع کردے۔ جب ربیع چلا گیا تو خلیفہ منصور نے حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار درہم دیئے جائیں۔ اس شخص نے اس مقدار کا مطالبہ ربیع سے کیا۔ ربیع نے کہا کہ مجھے تو خلیہ نے کوئی حکم نہیں دیا۔ میں اپنی طرف سے تجھے ایک ہزار درہم دیئے دیتا ہوں اور عنقریب خلیفہ سوار ہونے والے ہیں۔ تم ان کو یاد دلا دینا۔ یہ شخص خلیفہ کے ساتھ سوار ہوکر مکانوں کا حال بتاتا رہااوراس کو دوسری گفتگو کا موقع ہی نہ مل سکا۔ پھر جب منصور نے اس سے جدا ہونا چاہا تو اس نے یہ شعر عرض کیا ؎

و اراك تفعل ما تقول و بعضهم ☆ مذق اللسان يقول ما لا يفعل

(ترجمہ) میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اس کو ضرور ایفا کرتے ہیں اور بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ناقابل اعتبار زبان والے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کرتے نہیں۔

پھر اس نے جانے کا ارادہ کیا تو منصور ہنسے اور حکم دیا کہ اے ربیع اس کو ایک ہزار وہ درہم دے دو جن کا میں نے اس سے وعدہ کیا تھا اور ایک ہزار اور دے دو۔

(۵۹) ابو عبید اللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابو جعفر نے (یہ خلیفہ منصور کی کنیت ہے) یزید بن ابی اسید سے تخلیہ کیا اور کہا کہ اے یزید ابو مسلم کے قتل کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ یزید نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کو ضرور قتل کر دیں اور پھر شکرانہ میں ایک اونٹ ذبح کریں۔ خدا کی قسم خالص آپ کی حکومت قائم نہیں ہو سکتی اور آپ پر مسرت زندگی نہیں بسر کر سکتے جب تک یہ شخص باقی ہے۔ یزید بن ابی اُسید کہتے ہیں کہ یہ سن کر اس قدر تیور بدل لیے کہ میں نے خیال کیا کہ یہ ابھی مجھ پر حملہ کر ڈالے گا۔ پھر بولے کہ خدا تیری زبان کاٹ دے اور تجھ پر تیرے دشمن کو مسلط کرے تو مجھے ایسے شخص کے قتل کا مشورہ دیتا ہے جس نے سب سے زیادہ ہماری امداد کی ہے اور ہمارے دشمنوں پر سب سے زیادہ بھاری ہے۔ خدا کی قسم اگر تیری سابقہ خدمات کا خیال نہ ہوتا اور نیز یہ کہ میں اس بات کو تیری خوش گپیاں سمجھ رہا ہوں تو تیری گردن جدا کر دیتا۔ کھڑا ہو جا۔ تجھے خدا کھڑا ہونے کے قابل نہ رکھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں اٹھ گیا اور میری آنکھوں پر اندھیرا چھا گیا اس وقت میری تمنا تھی کہ زمین پھٹ جائے اور اس میں سما جاؤں۔ پھر جب منصور ابو مسلم کے قتل سے فارغ ہو چکے تو اس وقت مجھ سے کہا کہ اے یزید تم کو وہ دن یاد ہے کہ میں نے تم سے مشورہ کیا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگے کہ واللہ وہ تمہاری رائے صائب رائے تھی جس کے صحیح ہونے میں مجھے بالکل شک نہیں تھا۔ لیکن مجھے ڈر ہوا کہ اگر تم نے یہ راز افشا کر دیا تو میری سب تدابیر رائیگاں جائیں گی (اس لیے میں نے تمہارے ساتھ وہ انداز اختیار کیا تھا) (ابو مسلم خراسانی ایک بہت سفاک شخص تھا جس نے حجاج بن یوسف کی طرح ہزاروں انسانوں کا خون کیا تھا۔ خلافت عباسیہ کی بنیاد مضبوط کرنے میں اس کا بڑا دخل تھا۔ لیکن اس کی اپنی بڑی مضبوط جماعت تھی اور اس کے فکر میں لگا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے قتل میں کامیاب ہو گیا اور اس کی جماعت کو دولت برسا کر مطیع کر لیا)۔

(۶۰) خلیفہ مہدی کے متعلق علی بن صالح کہتے ہیں کہ میں مہدی کے پاس موجود تھا جب کہ شریک بن عبداللہ قاضی خلیفہ سے ملنے آ گئے تو مہدی نے چاہا کہ خوشبو جلائی جائے۔ قاضی صاحب کے لیے تو خادم کو جو پیچھے کھڑا تھا حکم دیا کہ قاضی صاحب کے لیے ''عود'' لاؤ (عود اس خوشبودار مرکب کو کہتے ہیں جس کے جلنے سے خوشبودار دھواں بتدریج اُٹھتا رہتا ہے اور عود ایک باجے کا نام بھی ہے جو سارنگی جیسا ہوتا ہے) خادم جا کر عود باجہ اٹھا لایا اور اس نے لا کر قاضی شریک صاحب کی گود میں رکھ دیا۔ شریک نے کہا اے امیر المؤمنین یہ کیا ہے؟ مہدی نے جواب دیا کہ آج صبح اس باجہ کو افسر پولیس نے برآمد کیا تھا ہم نے چاہا کہ یہ قاضی صاحب کے ہاتھ سے ٹوٹے قاضی صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جزاک اللہ خیراً یا امیر المؤمنین کہا اور اس کو توڑ دیا۔ پھر دوسری باتوں میں لگ گئے اور وہ واقعہ فراموش ہو گیا۔ پھر مہدی نے شریک سے سوال کیا کہ اس صورت میں آپ کیا حکم دیتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے وکیل کو ایک شے معین کے لانے کا حکم دیا مگر وہ دوسری لے آیا اور یہ دوسری چیز تلف ہو گئی۔ تو قاضی صاحب نے کہا اے امیر المؤمنین اس پر ضمان ہے (یعنی اس کی مثل چیز مہیا کرے یا قیمت ادا کرے) تو (قاضی صاحب کے جانے کے بعد) منصور نے خادم سے کہا کہ اس حرکت سے جو چیز تلف ہوئی اس کا ضمان ادا کرو (یہ دوسری ذکاوت ہے۔ کیسے لطیف طور پر دوسرا باجہ مہیا کرنے کا خادم کو ایما کیا)۔

(۶۱) محمد بن الفضل نے کہا کہ مجھ سے ایک ادیب نے حسن الوصیف کی روایت سے بیان کیا کہ مہدی دربار عام میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک جوتہ تھا جو ایک رومال میں لپٹا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین یہ رسول اللہ ﷺ کا جوتہ ہے جو میں آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا ہوں۔ فرمایا لاؤ۔ اس نے پیش کر دیا تو اس کے اندر کے حصہ کو بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور حکم دیا کہ اس شخص کو دس ہزار درہم دیئے جائیں جب وہ درہم لے کر چلا گیا تو ہم نشینوں سے کہا کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں یہ سمجھا نہیں ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا بھی نہیں چہ جائیکہ آپ ﷺ نے اس کو پہنا ہو (ہمارے اس طرز عمل میں یہ مصلحت تھی کہ) اگر ہم اس کی تکذیب کرتے تو وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرتا کہ میں نے امیر المؤمنین کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا جوتہ پیش کیا اور امیر المؤمنین نے اس کو مجھ پر پھینک دیا اور اس کی اطلاع کو رد کرنے والوں کی نسبت تصدیق کرنے والے بہت لوگ ہوتے۔ کیونکہ عام لوگوں کا

حال یہ ہے کہ وہ صرف ظاہری سطح کو دیکھتے ہیں اور ہر کمزور کی حمایت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ طاقتور کے مقابلہ پر چاہے وہ کمزور ظالم ہی کیوں نہ ہو (اور طاقتور حق وانصاف پر ہو) تو ہم نے (دس ہزار درہم میں درحقیقت) اس کی زبان خریدی ہے اور (بظاہر) اس کا ہدیہ قبول کیا اور اس کے قول کی تصدیق کر دی۔ جو کچھ ہم نے کیا یہی ہماری رائے میں مناسب معلوم ہوا۔

(٦٢) خلیفہ مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مبرد کہتے ہیں کہ مجھ سے عمارہ بن عقیل نے ذکر کیا کہ مجھ سے ابن ابی حفصہ شاعر نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ امیر المؤمنین یعنی مامون الرشید شعر میں بصیرت نہیں رکھتے میں نے کہا کہ اُن سے زیادہ شعر میں صاحب فراست کون ہوگا۔ ان کا حال یہ ہے کہ ہم شعر کا پہلا حصہ پڑھتے ہیں تو وہ بقیہ حصہ سننے سے پہلے ہی آخر تک پورا شعر پڑھ دیتے ہیں۔ ابن ابی حفصہ نے کہا کہ میں نے ان کے سامنے (ان کی مدح میں) ایک شعر پڑھا جس میں اعلیٰ مضمون تھا مگر ان میں اس کو سن کر کچھ بھی تحریک نہ ہوئی اور وہ بیت یہ ہے اس کو سنو:

اضحی امام الهدی المامون مشتغلاً ☆ بالدين والناس بالدنيا مشاغيل

(ترجمہ) ہدایت کے امام مامون الرشید برابر دین میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں کہ سب لوگ دنیا میں مستغرق ہوتے ہیں۔

میں نے کہا اس شعر میں آپ نے ان کی مدح کی ہی کیا ہے (جس پر وہ جھوم جاتے) بجز اس کے کہ آپ نے ان کو ایسی بڑھیا کے درجہ میں ڈال دیا جو ہاتھ میں تسبیح لیے ہوئے محراب میں بیٹھی رہتی ہو تو جب امیر المؤمنین دنیاوی امور سے کنارہ کش ہوں گے تو ان کا نظم کون انجام دے گا حالانکہ وہ اسی کے ذمہ دار ہیں (اس شعر پر بالکل ساکت رہنا تو ان کی بصیرت کی سب سے بڑی دلیل ہے) تم نے اس طرح کیوں نہ کہا جیسا کہ تمہارے چچا جریر نے عبدالعزیز بن الولید کی مدح میں کہا تھا:

فلا هو فی الدنيا مضيعٌ نصيبَهٗ ☆ ولا عرض الدنيا عن الدين شاغلهٗ

(ترجمہ) وہ نہ دنیا کے بارے میں (یعنی دربار نظم مملکت) اپنے حصہ کو ضائع کرنے والا ہے اور نہ دنیاوی متاع اس کو دین سے بے پروا کر سکتی ہے۔

(٦٣) مؤلفِ کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو یہ حکایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ حسن لُولوی مامون الرشید کو کوئی قصہ سنا رہے تھے اور مامون اس وقت امیر المؤمنین بن چکے تھے۔ مامون کو اونگھ آ گئی۔

حسن لولوی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ سو گئے؟ تو مامون نے بیدار ہو کر کہا بازاری شخص ہے واللہ! اے غلام اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر کر دے! مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ایسا اس لیے کہا کہ سلاطین کا مقصد ہی سوتے وقت کوئی قصہ سننے سے یہ ہوتا ہے کہ نیند آ جائے تو اس کا آواز دے کر جگانا مقصد سے بڑی غفلت کے علاوہ بے ادبی بھی تھا (مامون نے بازاری شخص کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا)

(٦٤) خلیفہ معتضد باللہ کے متعلق (ان کے مصاحب خاص) ابو عبداللہ محمد ابن حمدون نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ معتضد باللہ نے رات کے وقت جب رات کا کھانا حاضر کیا جا چکا تھا مجھے حکم دیا کہ ہم کو کھانا کھلاؤ اور دستر خوان پر جوان مرغ مسلّم اور تیتر بھونے ہوئے چنے گئے تھے۔ تو میں نے مرغ کے سینہ سے گوشت نکال کر پیش کیا تو اس نے انکار کیا اور کہا ران کا گوشت لاؤ۔ چند لقمے کھانے کے بعد تیتروں کا گوشت اتارنے کا ایما کیا۔ تو میں نے ان کی ران سے گوشت نکال کر پیش کیا تو فرمایا کیا ہو گیا آج تو میرے ساتھ عجیب حرکات کر رہا ہے ان کے سینہ کا گوشت نکال۔ میں نے کہا اے میرے آقا آج تو میں نے عقل کو پاؤں کے نیچے دبا رکھا ہے (کہ بعید از عقل حرکات مجھ سے سرزد ہو رہی ہیں) یہ سن کر ہنسنے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو کتنا ہنساتا ہوں مگر آپ مجھے نہیں ہنساتے۔ فرمایا اس رومال کو اٹھاؤ اور جو اس کے نیچے سے ملے وہ لے لو۔ میں نے جب اس کو اٹھایا تو نیچے سے ایک دینار نکلا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس کو لے لوں؟ فرمایا ہاں! میں نے کہا اس وقت میرے ساتھ عجیب بات آپ کر رہے ہیں ایک خلیفہ اپنے ندیم کو عطا کر رہے ہیں صرف ایک دینار! فرمایا افسوس ہے بیت المال میں تیرا کوئی حق اس سے زیادہ نہیں اور میرا نفس اپنے ذاتی مال میں سے دینا پسند نہیں کر رہا ہے لیکن اچھا میں ایک ایسا حیلہ کروں گا جس سے تجھ کو پانچ ہزار دینار مل جائیں میں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ کہنے لگے کہ کل جب میرے پاس قاسم یعنی ابن عبید اللہ (وزیر) آئیں گے اور میری نظر اُن پر پڑے گی تو میں تجھ سے دیر تک (مصنوعی) سرگوشی کروں گا اور تیرے ساتھ اس طرح التفات کروں گا جیسا کہ کوئی غصہ کی حالت میں ہو اور تو اس سرگوشی کے دوران میں وزیر کی طرف کڑی نظر سے دیکھتے رہنا جس طرح حمد کا ارادہ کرنے والے دیکھتے ہیں۔ جب یہ سرگوشی ختم کر دوں تو چلے جانا تو جب تک وزیر باہر نہ جائے دہلیز کو مت چھوڑنا (اس کے آس پاس لگے رہنا) جب

وزیر تجھ سے ملے گا تو تجھ سے بہت عمدہ طور سے مخاطب ہوگا اور تیری زبردستی دعوت کرے گا تجھ سے حال پوچھے گا تو اس سے اپنے افلاس کا حال بیان کرنا اور میری خدمت خاص کا اور میرے کم دینے کا ذکر کرنا اور بیان کر دینا کہ قرض اور عیال کے بوجھ نے کمر دوہری کر دی ہے اور وہ جو کچھ تجھے دے وہ لے لینا اور جس قیمتی چیز پر تیری نظر پڑ جائے وہ اس سے طلب کر لینا وہ تجھے ضرور دے گا۔ یہاں تک کہ تو پانچ ہزار دینار کا حساب پورا کرے۔ پھر جب تو یہ سب لے لے گا تو وہ تجھ سے پوچھے گا کہ وہ خاص باتیں کیا ہو رہی تھیں تو پوری بات سچ سچ بیان کر دینا۔ خبردار جھوٹ مت بولنا اور بتا دینا کہ میں نے یہ ایک حیلہ کیا تھا اور ساری بات سنا دینا مگر یہ سب گفتگو اس وقت کرنا جب اس کا اصرار بڑھ جائے اور تو اس کو راز میں رکھنے کے لیے اس سے قسم مغلظہ (طلاق اور عتاق کی) لے چکے اور یہ گفتگو اس وقت کرنا جب کہ وہ تمام مال اپنے گھر میں پہنچا چکے۔ پھر جب کل کا دن آیا اور قاسم (وزیر) حاضر ہوئے تو خلیفہ نے (اس کو دیکھ کر) اس سے سرگوشی شروع کر دی اور سارا قصہ طے شدہ اسکیم کے مطابق پیش آیا۔ جب میں نکلا تو وزیر قاسم صاحب دروازہ پر موجود تھے میرا انتظار کر رہے تھے۔ کہنے لگے کہ اے ابو محمد! تم ہم کو کیوں ستایا کرتے ہو تم ہمارے پاس کبھی آتے ہی نہیں۔ کبھی ملاقات نہیں کرتے۔ نہ کبھی ہم سے اپنی کوئی حاجت بیان کرتے ہو۔ میں نے اُن سے عذر کیا کہ خلیفہ کی خدمت میں مسلسل کمر بستہ رہنا پڑتا ہے۔ کہنے لگے آج تو تم کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا اور کچھ وقت مسرت کے ساتھ گذارنا ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں تو وزیر صاحب کا خادم ہوں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر سواری میں بٹھا لیا اور مجھ سے میرا حال پوچھنا شروع کر دیا اور میں نے شکایت شروع کر دی کہ میں خلیفہ کا رازدار مصاحب ہوں اور تنگی معاش اور قرض میں مبتلا ہوں اور بیٹیوں کی شادی کی فکر ہے۔ خلیفہ کی لاپرواہی اور بخل کا بھی ذکر کیا تو بڑی ہمدردی سے کہنے لگے کہ جو کچھ ہماری وسعت میں ہے ہم اس سے ہرگز دریغ نہ کریں گے۔ اگر تم ہم سے پہلے ذکر کر دیتے تو ہم تمہاری مدد کرتے اور یہ تکلیفیں نہ پہنچنے دیتے۔ میں نے شکریہ ادا کیا پھر ہم مکان پر پہنچ گئے تو کسی طرف توجہ کیے بغیر اوپر چڑھ گئے اور ملازمین خاص سے کہا کہ آج کا دن ہم نے ابو محمد کے ساتھ مسرت سے گذارنے کا ارادہ کیا ہے کوئی مخل نہ ہو! اور اپنے محررین کو بھی چھٹی دیدی اور خلوت گاہ کو بالکل خالی کر لیا اور مجھ سے باتیں شروع کر دیں میرے لیے دسترخوان بچھایا گیا اور میرے لیے میوے لائے گئے اور اپنے دست خاص سے

اٹھا اٹھا کر دیتے رہے اور کھانا آیا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب شراب کا شغل شروع ہوا تو میرے لیے تین ہزار دینار کا حکم ہوا جن کو میں نے فوراً سنگوا لیا اور کپڑے، خوشبوئیں اور سواریاں دی گئیں میں یہ سب وصول کرتا رہا اور میرے سامنے چاندی کی صینی تھی جس میں چاندی کی سیاپچی تھی اور بلوریں ظروف شراب تھے گلاس اور پیالے بیش قیمت بلور کے تھے۔ ان سب کے بارہ میں حکم دیا گیا کہ میری سواری میں رکھ دیئے جائیں۔ میں نے بھی جس قیمتی چیز پر نظر پڑی وہ مانگ لی۔ ایک نفیس فرش مجھے دیا گیا کہ یہ بیٹیوں کے لیے ہے۔ پھر جب اہل مجلس رخصت ہوئے تو مجھے تنہائی میں کہا کہ اے ابومحمد میرے والد کے حقوق جو تم پر ہیں تم خود جانتے ہو اور میری دوستی کا بھی حق ہے میں نے کہا میں تو وزیر صاحب کا خادم ہوں کہنے لگے کہ میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں مگر قسم کھاؤ کہ تم بالکل سچی بات بیان کرو گے۔ میں نے کہا بسر و چشم پھر مجھے سچ بولنے پر اللہ کی قسم کھلائی اور سچائی پر بیوی پر طلاق اور آزاد ہو جانے کی شرط بھی قبول کرائی۔ پھر سوال کیا کہ میرے بارے میں کسی معاملہ پر تم اور خلیفہ آج سرگوشی کر رہے تھے (اور یہ خلیفہ کی ہدایت کے مطابق وہ اموال غنیمت اپنے دولت کدہ پر پہنچا چکے ہوں گے) تو میں نے سچائی کے ساتھ تمام ماجرا حرف بحرف سنا دیا۔ کہنے لگے تم نے مجھے بہت ہلکا کر دیا اور چونکہ خلیفہ کی نیت نیک ہے تو مجھے اس سے کوئی گرانی نہیں ہوئی میں وزیر صاحب کا شکریہ ادا کر کے اپنے گھر واپس آ گیا۔ اگلے دن علی الصباح میں معتضد باللہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا کہنے لگے اپنی سرگزشت سناؤ۔ تو میں نے تمام داستان عرض کر دی کہنے لگے کہ دیناروں کو حفاظت سے رکھنا اور ایسا خیال کر لینا کہ میں جلد ہی ایسا حیلہ پھر کر دوں گا۔

(۶۵) ابوبکر بن محمد سے منقول ہے کہ ایک دن معتضد باللہ ایک مکان میں جوان کے لیے تعمیر کیا جا رہا تھا بیٹھے ہوئے کاریگروں کو دیکھ رہے تھے ان میں ایک سیاہ رنگ بدصورت نوجوان کو دیکھا جو بہت مسخرہ تھا۔ سیڑھیوں پر دو دو درجے پھلانگ رہا تھا اور دوسرے مزدوروں سے دوگنا بوجھ بھی اٹھاتا تھا۔ اس کو دیکھ کر خلیفہ کے دل میں شبہ پیدا ہوا اس کو بلایا گیا اور اس کا سبب دریافت کیا تو اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ خلیفہ نے ابن حمدون سے کہا جو وہاں موجود تھے اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے کہا کہ یہ کون ہے یعنی ایک بے حقیقت شخص ہے کہ آپ ایسے شخص کی سوچ میں پڑ گئے۔ شاید ایسا ہو کہ یہ کنبہ نہ رکھتا ہو اور مصارف کے فکر سے

اس کا دل خالی ہو۔ خلیفہ نے کہا افسوس ہے (تو کچھ نہ سمجھا) میں نے اس کے بارہ میں جو اندازہ کیا ہے۔ میں اس کو غلط نہیں سمجھتا۔ یا تو کہیں سے بغیر محنت اس کو کچھ دینار ہاتھ آ گئے اور یا یہ چور ہے اور مٹی گارے کے کام سے اپنا راز پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ ابن حمدون نے خلیفہ سے اس باب میں اختلاف کیا خلیفہ نے کہا کہ اس سیاہ شخص کو ہمارے سامنے لاؤ تو وہ حاضر کیا گیا اور کوڑے مارنے والے کو بلایا گیا اور حکم دیا کہ اس کے کوڑے لگائے جائیں جب اس کے تقریباً ایک سو کوڑے لگ چکے اور خلیفہ نے قسم کھائی کہ اگر اس نے سچ نہ بیان کیا تو اس کی گردن ماری دی جائے گی اور تلوار اور چمڑے کا فرش بھی منگا لیا گیا تو اس وقت وہ سیاہ رنگ شخص بولا کہ مجھے امن دے دیجئے (تو میں سچی بات کہہ دوں گا) خلیفہ نے کہا امان دی جاتی ہے بجز اس صورت کے جس میں حد واجب ہو۔ آخری الفاظ کو وہ سمجھا نہیں اور اس نے خیال کیا کہ اب میں محفوظ ہو چکا تو اس نے اپنا حال بیان کیا کہ میں برسوں سے اینٹوں کے بھٹہ پر کام کرتا تھا۔ چند مہینے گذرے کہ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص میرے پاس سے گذرا جس کی کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہوئی تھی۔ میں اس کے پیچھے لگ گیا اس نے ایک بھٹی کے قریب بیٹھ کر ہمیانی کھولی اور اس میں سے ایک دینار نکالا۔ اس کو میرے پیچھے کھڑے ہونے کی کچھ خبر نہ تھی۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دیناروں ہی سے بھری ہوئی ہے تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے ہاتھ جکڑ ڈالے اور اس کا منہ بند کر دیا اور ہمیانی چھین لی اور اس کو کندھے پر اٹھا کر لے گیا اور بھٹہ کے ایک گڑھے میں ڈال کر مٹی سے بھر دیا۔ چند دنوں کے بعد اس کی ہڈیاں نکال کر دریائے دجلہ میں پھینک آیا۔ دینار میرے پاس موجود ہیں جن سے میرے دل کو تقویت پہنچتی ہے۔ معتضد نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کے مکان سے دینار نکال لائے (چنانچہ مع ہمیانی لائے گئے) ہمیانی پر اس مقتول مالک کا نام مع ولدیت لکھا ہوا مل گیا۔ تو شہر میں اس نام کی منادی کرائی گئی تو ایک عورت حاضر ہوئی (جس کے ساتھ ایک بچہ تھا) اس نے کہا کہ یہ میرے شوہر کا نام ہے اور یہی اسی کا بچہ ہے جو مجھ سے پیدا ہوا تھا۔ فلاں وقت وہ گھر سے نکلا تھا اور اس کے ساتھ ایک ہمیانی تھی جس میں ایک ہزار دینار تھے وہ اب تک غائب ہے تو خلیفہ نے وہ سب دینار اس کے سپرد کر دیئے اور اس کی عدت گذارنے کا حکم دیا اور اس کالے شخص کی گردن ماری دی گئی اور حکم دیا کہ اس کی لاش کو بھٹی میں ڈال دیا جائے۔

(٦٦) محسن کہتے ہیں کہ ایک رات معتضد باللہ اپنی کسی ضرورت سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک امرد (بغیر داڑھی والا) لڑکا ایک دوسرے لڑکے کی پشت سے اتر کر چاروں ہاتھ پاؤں سے سرکتا ہوا دوسرے لڑکوں میں شامل ہو گیا۔ معتضد نے آ کر یکے بعد دیگرے ہر ایک لڑکے کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ جب اس مجرم لڑکے کا نمبر آیا اور اس کے سینہ پر ہاتھ رکھا تو اس کو سخت خفقان شروع ہو گیا (خوف سے اس کے دل کی حرکت بڑھی ہوئی تھی۔ ہاتھ رکھتے ہی اور بڑھ گئی) معتضد نے اس کے لات ماری اور بیٹھ گئے اور کوڑے وغیرہ منگائے تو اس نے اپنے فعل شنیع کا اقبال کر لیا تو اس کو قتل کر دیا۔

(٦٧) محسن ایک اور واقعہ معتضد باللہ کا بیان کرتے ہیں کہ اُن کے خدام میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں خلیفہ کے محل پر دریائے دجلہ کے کنارہ کھڑا تھا۔ میں نے ایک شکاری کو دیکھا جس نے دریا میں اپنا جال ڈالا تھا جب وہ بھاری محسوس ہوا تو اس کو کھینچا جب اس کو لے کر اس کا منہ کھولا تو اس میں اینٹیں بھری ہوئی تھیں جن کے بیچ میں ایک ہاتھ رکھا ہوا تھا جو مہندی سے رنگا ہوا تھا۔ معتضد باللہ کے حکم سے وہ تھیلا مع اینٹوں اور ہاتھ کے حاضر کیا گیا۔ خلیفہ پر اس کا سخت اثر ہوا۔ فرمایا کہ شکاری سے کہو کہ وہ اس موقع کے آگے پیچھے مختلف مقامات پر دوبارہ جال ڈالے۔ شکاری نے ایسا کیا تو ایک اور تھیلا نکلا جس میں سے ٹانگ برآمد ہوئی پھر تلاش کیا گیا تو کوئی چیز نہ ملی۔ اس واقعہ سے معتضد باللہ پر سخت رنج وغم طاری ہو گیا کہ میری موجودگی میں اس شہر میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو انسان کو قتل کر کے اس کے اعضاء کاٹ ڈالتے ہیں اور میں گرفتار نہ کر سکوں۔ یہ کیا سیاست ہے کہتے ہیں کہ تمام دن کھانا نہیں کھایا (اسی پر غور کرتے رہے) جب اگلا دن ہوا تو اپنے ایک معتمد کو بلا کر ایک خالی تھیلا دیا اور حکم دیا کہ یہ تھیلا لے کر بغداد کے تھیلا بنانے والے کاریگروں میں گھومو۔ اگر ان میں کوئی شخص اس کو پہچان لے کہ یہ اس کا بنا ہوا ہے تو اس سے پوچھو کہ یہ تم نے کس کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ اس سے خریدار کا حال معلوم کر کے اس سے مل کر معلوم کرو کہ اس نے کس کو بیچا اور کسی کو اس تفتیش کی وجہ مت بتانا۔ وہ شخص تین دن تک غائب رہا پھر اس نے آ کر بیان کیا کہ وہ برابر اس کی جستجو میں چمڑے والوں میں پھرتا رہا یہاں تک کہ اس کے بنانے والے نے اس کو پہچان لیا اور اس سے میں نے پوچھا کہ تم نے یہ کس کو فروخت کیا تھا اس نے کہا کہ میں نے ایک عطر فروش کے ہاتھ بیچا

تھا جو سوق یحییٰ (بازار) میں ہے۔ پھر عطر فروش سے مل کر اس کو تھیلا دکھایا اس نے دیکھ کر کہا ''ارے یہ تھیلا تمہارے ہاتھ کہاں سے آ گیا'' میں نے کہا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو اس نے کہا ہاں تین مہینہ ہوئے مجھ سے دس تھیلے فلاں ہاشمی نے خریدے تھے میں نہیں جانتا کہ کس غرض سے اس نے لیے تھے۔ یہ تھیلا ان ہی میں کا ہے۔ میں نے کہا وہ ہاشمی کون ہے اس نے کہا کہ وہ علی بن ریط کے بیٹوں میں سے ہے جو مہدی کی اولاد میں سے تھا۔ اس کا یہ نام ہے بڑا معزز شخص ہے مگر بدترین انسان اور سب سے زیادہ ظالم اور معزز مسلمان عورتوں کے لیے ایک فساد عظیم ہے اور ان پر فریب کاری میں اس سے زیادہ مکار کوئی نہ ہوگا اور دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کی ایذا رسانی اور حکومت میں اس کے رسوخ اور مال و دولت کے خوف کی وجہ سے معتضد کو اس کے مظالم سے خبردار کر سکے اور وہ ہمیشہ مجھ سے باتیں کیا کرتا ہے اور میں اس کی گندی داستانیں سنا کرتا ہوں یہاں تک کہ ایک دن اس نے بیان کیا کہ وہ فلاں مغنیہ پر جو فلاں مغنیہ کی باندی ہے کئی برس سے عاشق ہے اور وہ ایسی حسینہ ہے گویا سونے کی منقش اشرفی ہے اور چودھویں رات کے چاند جیسی۔ اعلیٰ درجہ کی گانے والی ہے۔ اس نے اس کی مالکہ سے سودا کرنا چاہا مگر بن نہیں سکا۔ جب چند ایام گذر گئے تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کی مالکہ اس کو ایک گاہک کو بیچ دینا چاہتی ہے وہ آ گیا ہے اس نے اس پر ہزاروں دینار لگا دیئے ہیں۔ یہ سن کر اس نے مالکہ کو اپنی طاقت کے زور سے اس پر مجبور کیا کہ اس کو صرف تین دن کے لیے اس کے سپرد کر دے۔ تو اس نے ڈر کر اس کو بھیج دیا پھر جب تین دن گذر گئے تو اس کو غصب کر گیا اور اس کو ایسا غائب کیا کہ کچھ پتہ نہیں ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ وہ گھر سے بھاگ گئی ہے اور اس کے ہمسایہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی مالکہ نے ماتم برپا کر رکھا ہے۔ آتی ہے اور دروازہ پر چلاتی ہے اور منہ سیاہ کر لیا۔ مگر کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا۔ جب معتضد نے یہ واقعہ سنا تو اس انکشاف پر اللہ کا سجدۂ شکر ادا کیا اور کچھ لوگوں کو بھیجا جو اس ہاشمی کو جکڑ کر لے آئیں اور مغنیہ حاضر کی گئی اور وہ ہاتھ پاؤں نکال کر ہاشمی کو دکھائے جب اس نے دیکھا تو چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کو اپنے ہلاک ہونے کا یقین ہو گیا اور اقرار کر لیا۔ معتضد نے حکم دیا کہ مالکہ کو بیت المال سے جاریہ کی قیمت دی جائے اس کو بعد ادائیگی واپس کر دیا گیا اور ہاشمی کو قید کر دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے قتل کرا دیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ قید میں مر گیا۔

(۶۸) عبداللہ بن محمد بن حمدون نے بیان کیا کہ میں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ میں جوئے کے مال سے کوئی جائیداد نہ خریدوں گا اور میرے ہاتھ اس سلسلہ سے جو رقم آئے گی اس سے موم بتیاں خریدوں گا جو جل کر ختم ہونے والی چیز ہے یا پینے کے لیے نبیذ خرید لی جائے گی یا کسی مغنیہ کو گانے کا انعام اس میں سے دیا جائے گا۔ ایک دن میں معتضد باللہ کے ساتھ کھیل رہا تھا میں نے ان سے ستّر ہزار درہم جیتے۔ معتضد باللہ (ادائیگی کیے بغیر) اٹھ کر قبل عصر کی سنتیں پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ میں بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا اور اپنے اس عہد پر پچھتا رہا تھا اور دل میں کہہ رہا تھا کہ ستّر ہزار درہم سے کہاں تک بتیاں خریدوں گا اور شراب خریدوں گا اور کتنا انعام دوں گا۔ میں نے قسم کھا جانے میں بہت جلدی کی۔ اگر میں قسم نہ کھاتا تو اب اس رقم سے اچھی جائیداد کر لیتا اور قسم طلاق اور عتاق کی۔ (یعنی اگر میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی پر طلاق اور میرے غلام آزاد) اور بادشاہ کی مصاحبت سے برطرفی کی تھی جب معتضد نے سلام پھیرا تو مجھ سے پوچھا کہ تم کیا سوچ رہے ہو۔ میں نے ٹالنا چاہا تو انہوں نے کہا میری زندگی کی قسم تمہیں سچا جواب دینا چاہیے۔ تو میں نے سب خیالات کہہ دیئے۔ انہوں نے کہا اور تمہارا خیال یہ ہے کہ میں قمار میں ستّر ہزار درہم تمہیں دے دوں گا۔ میں نے کہا تو کیا ان کو آپ ساقط کر دیں گے۔ انہوں نے کہا ہاں ہم نے ساقط کر دیئے۔ اٹھو اور ان تخلیات کو چھوڑ و اس کے بعد فرض رکعات میں مشغول ہو گئے اب مجھے پہلے سے بھی زیادہ غم لاحق ہو گیا اور مال کے ضائع ہونے پر رنجیدہ تھا اور اپنے نفس کو سچ بولنے پر ملامت کر رہا تھا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے کہنے لگے اے ابو عبداللہ تم کو میری زندگی کی قسم سچ بتاؤ اب دوسری مرتبہ کیا سوچ رہے ہو۔ پھر میں نے سچی بات کہہ دی۔ کہنے لگے قمار کا معاملہ تو ہم ختم کر چکے اور کہہ چکے کہ ہم نے اس رقم کو ساقط کر دیا۔ لیکن ہم تم کو ستّر ہزار درہم اپنے مال سے ہبہ کے طور پر دیتے ہیں۔ اس دینے پر نہ ہم کو کچھ گناہ ہو گا اور نہ تم کو اس کے لینے میں کچھ گناہ ہو گا اور جو کچھ جائیداد اس سے تم خریدو گے وہ بھی حلال ہو گی اور نہ قسم ٹوٹنے کا کوئی سوال پیدا ہو گا۔ میں نے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور مال لیکر اس سے جائیداد خریدی، واللہ اعلم۔

باب نمبر ۱۰

وزراء کے عقل وذہانت کے واقعات

(۶۹) ابن الموصلی کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں یحییٰ بن مالک بن برمک وزیر کے پاس آیا اور ان سے اپنی تنگدستی کی شکایت کی انہوں نے کہا افسوس ہے ہم تمہاری کیا امداد کریں ہمارے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے لیکن اس وقت ایک تدبیر ہم تم کو بتاتے ہیں تم اس میں جلدی کرو۔ میرے پاس نائب السلطنت مصر آیا تھا اور اجازت چاہتا تھا کہ والی مصر کی طرف سے میں کوئی ہدیہ قبول کرلوں مگر میں نے انکار کیا تو اس نے بہت خوشامد کی اور مجھے معلوم ہوا کہ تمہاری فلاں جاریہ (باندی) کے چند ہزار دینار تم کو دیئے جاتے تھے تو تم اسے اس کے پاس لے جاؤ اور اس کو یہ بتادو کہ وہ مجھے پسند ہے اور خبردار تیس ہزار دینار سے کم قبول نہ کرنا اور دیکھو کیا ہوتا ہے۔ واللہ یہ سن کر مجھے جلد پہنچ جانے کے سوا اور کچھ نہ سوجھا۔ جہاں اس نے ایما کیا تھا۔ اب اس نائب حکومت مصر سے جاریہ کی قیمت پر گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا میں تیس ہزار سے کم نہ لوں گا۔ وہ گھٹانے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ بیس ہزار دینار پر آ گیا۔ جب میں نے بیس ہزار سنا تو مجھ میں استقامت نہ رہی اور اس کو رد نہ کرسکا اور میں نے اس کو فروخت کردیا اور بیس ہزار لے لیے۔ پھر میں یحییٰ بن خالد کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا کہ جاریہ کی فروخت کے سلسلہ میں تم نے کیا کیا۔ میں نے ان کو مطلع کیا کہ واللہ میری ہمت نے جواب دے دیا تھا کہ میں نے بیس ہزار دینار سن کر ان کو قبول ہی کرلیا اور ان کو سن کر رد نہ کرسکا۔ انہوں نے کہا تو پست خیال شخص ہے اور یہ نائب شاہ مصر ہے۔ وہ اسی سلسلہ میں آیا تھا۔ یہ اپنی جاریہ لے جاؤ۔ اب اگر وہ پھر اس کا سودا کرے تو پچاس ہزار دینار سے کم پر رضامند نہ ہونا۔ وہ لازمی طور پر تجھ سے خریدے گا۔ چنانچہ وہ پھر مجھ سے ملا اور اس کی قیمت پر گفتگو شروع ہوگئی۔ میں نے پچاس ہزار دینار طلب کیے وہ کم کرتا رہا یہاں تک کہ تیس ہزار دینار اس نے مجھے دے دیئے۔ پھر میرے دل میں وہی کمزوری آ گئی اور میں واپس نہ کرسکا اور پچاس ہزار پر قائم نہ رہ سکا اور اسی معاملہ کو قبول کر لیا۔ پھر میں یحییٰ بن خالد سے ملا۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا تجھے دوسری بار بھی ہوش نہ آیا۔ میں نے کہا واللہ میں غیر متوقع دولت ملتی دیکھ کر انکار پر قادر نہ رہا۔ کہا یہ تمہاری

جاریہ موجود ہے اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں نے کہا یہ ایسی جاریہ ہے جس کے وجود سے مجھے پچاس ہزار دینار کا فائدہ پہنچ چکا ہے۔ پھر بھی اسی کا مالک بنا رہوں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ آزاد ہے اور میں اس سے نکاح کرتا ہوں۔

(۷۰) یحییٰ بن خالد کا قول ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جوان کے بھیجنے والے کی عقل کا اندازہ ظاہر کر دیتی ہیں ہدیہ، مکتوب اور ایلچی۔

(۷۱) ہم کو معلوم ہوا کہ منصور یحییٰ بن خالد کے اوصاف پر تعجب کیا کرتا تھا اور اس کی تیزی عقل کو بڑا درجہ دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ سب باپوں کے یہاں بیٹے پیدا ہوتے ہیں مگر خالد بن برمک کے یہاں باپ پیدا ہوتے ہیں (یعنی فہم فراست میں ان کا ہر بیٹا باپ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے)

(۷۲) یحییٰ اپنے بیٹے جعفر کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ بیٹا ادب کی کوئی قسم حاصل کیے بغیر نہ چھوڑو۔ کیونکہ جو شخص کسی شے سے ناواقف ہوتا ہے وہ اس کا دشمن بھی بن سکتا ہے اور مجھے یہ گوارا نہیں کہ تم کبھی کسی ادبی نوع کے دشمن بنو۔

(۷۳) یحییٰ کا یہ مقولہ بھی ہے کہ جو شخص کسی مرتبہ پر پہنچ کر مغرور ہو گیا وہ خبر دے رہا ہے کہ اس کا اصلی مقام اس سے کمتر ہے۔ کسی شخص نے یحییٰ کی مدح کرتے ہوئے کہا کہ آپ احنف سے بھی زیادہ بردبار ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس شخص کا اپنے قریب ہونا بھی پسند نہیں کرتا جو مجھے میرے اصلی مقام سے زیادہ ظاہر کرے۔

(۷۴) ہم کو معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے اپنے محل میں بید کا ایک گٹھہ دیکھا تو اپنے وزیر فضل بن الربیع سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین عروق الرماح یعنی وہ شاخیں جن سے نیزہ بنتا ہے (بید کو عربی میں خیزران کہتے ہیں) جواب میں اس نے الخیز ران نہیں کہا کیونکہ ہارون رشید کی ماں کا نام خیزران تھا۔

(۷۵) فضل بن ربیع کا مقولہ ہے کہ بادشاہوں سے ایسی گفتگو کرو جو جواب کی مقتضی نہ ہو اگر (اس وقت ان کی طبیعت کا میلان کلام کی جانب نہ ہوگا اور) انہوں نے جواب دیا تو ان پر بوجھ ہوگا اور اگر جواب نہ دیا تو تم پر شاق ہوگا۔

(۷۶) ثعلب کہتے ہیں کہ حسن بن سہل پریشان ہو جانے کے باوجود لوگوں کو کثرت کے ساتھ دیتے تھے اس پر میں نے، ان سے کہا: لیس فی السرف خیر (اسراف یعنی زیادہ خرچ کرنے

میں بھلائی نہیں) انہوں نے جواب دیا بَل لیسَ فی الخیر سرفٌ (بلکہ بھلائی میں اسراف ہوتا ہی نہیں) اُن ہی الفاظ کو ترتیب بدل کر لوٹا دیا جس سے معنے سے بھرپور جملہ بن گیا۔

(۷۷) فتح بن خاقان نے خلیفہ متوکل باللہ کی داڑھی میں کوئی چیز دیکھی تو نہ اس کو ہاتھ لگایا اور نہ اُن سے کچھ کہا بلکہ غلام کو آواز دی کہ امیر المؤمنین کا آئینہ لاؤ جب وہ لایا گیا تو اس سے کہا کہ امیر المؤمنین کے سامنے کرو۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے اس شے کو نکال دیا۔

(۷۸) ابوعلی بن مقلہ کہتے ہیں کہ میں ابوالحسن بن الفرات کا کاتب (یعنی پیشکار) تھا اُن کے سامنے کام کرتا تھا۔ ابتدا میں مجھے دس دینار ماہوار ملتے تھے' اس زمانہ میں حسن ابن الفرات دیوان خانہ میں اپنے بھائی کی ماتحتی کام کرتے تھے۔ جب ان کی ترقی ہوگئی تو انہوں نے میری ترقی تیس دینار ماہوار کردی میں اس تنخواہ پر انکی پیش کرتا رہا یہاں تک کہ اب وہ خود وزارتِ عظمیٰ پر فائز ہو گئے اب مجھے پانچ سو دینار ماہوار ملنے لگا۔ ایک مرتبہ انہوں نے حکم دیا کہ ان تمام مخالفین کا اثاث البیت ضبط کیا جائے جنہوں نے معتز باللہ کے بیٹے سے بیعت کی تھی۔ اس کی تعمیل میں مخالفین کا مال ومتاع پیش کیا جارہا تھا وہ اس کو ملاحظہ کر کے خلیفہ مقتدر باللہ کے خزانہ میں بھیجتے رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک مرتبہ اُن کے پاس دو صندوق لائے گئے اور یہ کہا گیا کہ یہ دونوں معتز باللہ کے بیٹے کے مکان سے برآمد کیے گئے ہیں ابوالحسن وزیر نے دریافت کیا کہ تم نے دیکھ لیا کہ ان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ان میں رجسٹر ہیں جن میں ان لوگوں کے اسماء اور نسب درج ہیں جنہوں نے معتز کے بیٹے سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ان کو مت کھولو پھر غلاموں کو حکم دیا کہ آگ لاؤ اور فراش کوئلہ لائے تو بہت سی آگ دہکانے کی ہدایت کی اور میری اور دیگر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ واللہ اگر میں ان دونوں صندوقوں میں کا ایک کاغذ بھی دیکھ لیتا تو ہر وہ شخص جس کا نام اس میں موجود ہے یہ گمان کر لیتا کہ شاید میں اس کو پہچان چکا ہوں اس طرح سب ہی کی نیتوں میں فساد پیدا ہوا جاتا میری طرف سے بھی اور خلیفہ (مقتدر باللہ) کی طرف سے بھی اور یہ عقل کی بات نہیں۔ ان دونوں صندوقوں کو پھونک دو! ان دونوں صندوقوں کو مقفل حالت میں ہی آگ میں ڈال دیا گیا جب وہ ان کی موجودگی میں جل چکے تو میری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے ابوعلی اب ہر اس شخص کو جس سے لغزش ہو گئی تھی اور اس نے معتز کے بیٹے سے بیعت کر لی تھی اور خلیفہ بھی ان سب کے حق میں معافی اور امن کا حکم دے

چکے ہیں میں نے مطمئن کر دیا۔اب لوگوں کے نام میری طرف سے امن کی تحریر لکھتے رہو تمہارے پاس جو شخص بھی امن کی درخواست لے کر آئے وہ کوئی بھی ہو امن کا حکم لکھ کر میرے پاس لے آؤ تا کہ میں اس پر دستخط کر دوں میں تم کو یہ حکم لکھنے کا اختیار دیتا ہوں۔ پھر حاضرین سے کہا کہ جو کچھ میں نے ان کو حکم دیا ہے اس کی لوگوں میں اشاعت کر دو تا کہ جو لوگ چھپے پھرتے ہیں وہ ابوعلی کے پاس خوشی سے امن کی درخواستیں لے کر آ جائیں۔ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پوری جماعت نے ان کے لیے دعا کی اور خبر شائع ہوگئی اور امان کے احکامات لکھے گئے۔اس سلسلہ میں تقریباً ایک لاکھ احکامات لکھے گئے۔(یہ ابوعلی بن مقلہ فن خوشنویسی کے ائمہ میں سے ہیں۔اشتیاق احمد)

(۷۹) ابوعلی بن مقلہ کے بیٹے ابوالقاسم حسن کہتے ہیں کہ ایک دن ابوعلی بن مقلہ کھانا کھا رہے تھے جب دسترخوان بڑھایا گیا اور انہوں نے اپنے ہاتھ دھوئے تو انہوں نے اپنے کپڑے پر ایک زرد نقطہ دیکھا جو اس حلوے کا لگ گیا تھا جو کھا رہے تھے تو وہ دوات کھول کر اس زرد نشان پر قلم سے ایک نقطہ اِس طرح بنا دیا کہ وہ نشان چھپ گیا اور کہنے لگے کہ وہ نشان خواہش نفس کا تھا اور یہ نشان میری صنعت کا ہے اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

انما الزعفرانُ عطرَ العُذارٰی ☆ و مداد الدواة عطر الرجالِ

(ترجمہ) زعفران صرف عورتوں کا عطر ہے اور دوات کی سیاہی مردوں کا عطر ہے۔

(۸۰) ابوبکر صولی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے خلیفہ مکتفی باللہ کے حضور میں کچھ اشعار پڑھے تو انہوں نے کہا کہ تم فلاں شاعر سے بڑھے ہوئے ہو۔میں نے کہا چونکہ آپ کا کرم مجھ پر زیادہ ہے۔اس لیے آپ نے یہ خیال فرمایا ورنہ فلاں شاعر تو مجھ سے بڑھا ہوا ہے۔جب ہم مجلس سے باہر آئے تو مجھ سے قاسم بن عبیداللہ نے کہا تم نے (یہ کیا حرکت کی کہ) امیر المؤمنین کی بات کو رد کیا۔انہوں نے ایک بات فرمائی تم نے اس کی نفی کی۔میں نے کہا کہ میری سمجھ اتنی کہاں ہے۔(اس حکایت میں قاسم کی ذکاوت کے اظہار کے علاوہ بزرگوں کے ادب کی تعلیم بھی مقصود ہے)۔

(۸۱) حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کے راز اکثر اس کے دشمن پر ظاہر ہو جاتے تھے اور وہ اس کے مقابلہ کے لیے جو تدابیر کرتا تھا وہ بیکار ہو جاتی تھیں اس سے اس کو تشویش رہتی تھی۔بادشاہ نے

اپنے ایک مخلص سے یہ شکایت بیان کی اور کہا کہ ایک جماعت ہے جو میرے اسرار پر مطلع ہوتی ہے اوران پران کا اظہار کیے بغیر چارہ بھی نہیں مجھے اس کا علم نہیں ہوسکا کہ ان میں سے کون شخص ظاہر کرتا ہے اور مجھے یہ بھی گراں ہے کہ میری جانب سے کسی متدین شخص کے ساتھ ایسا معاملہ ہو جو خائن کے ساتھ ہی مناسب ہونا چاہیے۔ اس شخص نے ایک کتاب منگائی اور اس میں امور مملکت کے متعلق کچھ خبریں (الگ الگ) تحریر کیں جو سب کی سب جھوٹی تجویز کی تھیں اور وہ کتاب بادشاہ کو دیکر کہا کہ جتنے لوگ ایسے ہیں کہ ان پر آپ کے اسرار ہمیشہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو تخلیہ میں بلا کر اس پر ان میں سے ایک بات ظاہر کر دیجئے اور اس کو تاکید کر دیجئے کہ کسی شخص کے سامنے زبان پر نہ لائے اور اس بات پر ان کا نام بھی لکھ دیجئے پھر دوسرے شخص کو دوسری بات بتا کر یہی تاکید کر دیجئے کہ کسی سے نہ کہے اور اس پر اس کا نام تحریر کر دیجئے۔ اس طرح ہر ایک کو جدا جدا ایک ایک خبر بتائی گئی اور نام لکھ دیئے گئے۔ اس پر تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ جو جو خبریں مشہور ہوئیں ان سے خیانت کرنے والوں کا پتہ چل گیا اور جو حقیقتاً خیر خواہ تھے ان سے بیان کی ہوئی باتیں چھپی رہیں۔ اس تدبیر سے بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ دیانت دار کون ہیں اور اسرار کو فاش کرنے والے کون لوگ ہیں جن سے آئندہ احتیاط رکھی۔

(۸۲) منقول ہے کہ وزیر فخر الممالک کے سامنے ایک شخص کی رپورٹ پیش کی گئی جس میں ایک دوسرے شخص کی چغلی کھائی گئی تھی۔ جس پر فخر الممالک نے یہ تحریر کیا کہ سعایت یعنی چغلی کھانا بدترین عیب ہے اگر چہ خیر خواہی سے ہو۔ کیونکہ اگر تم نے خیر خواہی سے بھی کیا تو اس میں تمہارا نقصان تمہارے نفع سے بڑھا ہوا ہے اور میں کسی ممنوع فعل میں مبتلا نہیں ہوتا اور نہ کسی ذلیل شخص کی بات سنتا ہوں جو کسی ایسے شخص سے متعلق ہو کہ اس کو کچھ خبر نہیں۔ اگر تم بڑھاپے کی حمایت میں نہ ہوتے تو تمہارے جرم کے مقابلہ پر جو سزا مناسب ہوسکتی ہے میں اس کے لیے تیار ہو جاتا جو تم جیسے لوگوں کو پھر اس جیسی حرکت سے روک دیتی۔ اب تم کو چاہیے کہ اس عیب سے اپنے نفس کو صاف کرو اور عالم الغیب سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر نیک اور بد کے اعمال کو اس مقام سے دیکھ رہا ہے کہ وہ اس کو نہیں دیکھ سکتے۔

(۸۳) وزیر ابو منصور بن جہیر نے ایک دن ابو نصر بن الصناع کے بیٹے کو نصیحت کی۔ استعمل باْداب والا کنت صناعًا بغراب۔ آداب سے بلند مرتبہ (جو انسانیت کا حق ہے) حاصل کر

ورنہ پھر تو مثل کوے کے ہوگا (جو سدھایا نہیں جاسکتا) آداب سے اپنا مقام بلند کرو ورنہ غراب (یعنی کوے) کے مرتبہ میں رہو گے۔ اس میں لفظ صناعاً نے ایک حسن پیدا کر دیا کہ وہ صناع کی اولاد میں سے تھا۔

باب: ⑪

بادشاہ' اُمراء' درباری اور پولیس کے عمال کی حکایات

(۸۴) مؤلف کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ ایک (خراسانی) شخص بغداد میں آیا جو حج کے لیے جا رہا تھا اس کے پاس ایک دوست کا موتیوں کا ہار تھا جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی اس نے اس کو فروخت کرنے کی کوشش کی مگر نہ بک سکا تو وہ ایک عطار کے پاس آیا جس کی اچھی شہرت تھی اس کے پاس اس کو امانت رکھ دیا اور حج کو چلا گیا۔ پھر واپس آیا اور اس کے لیے ہدیہ لے کر اس سے ملا اس سے عطار نے کہا آپ کون ہیں اور یہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں وہی شخص ہوں جس نے تمہارے پاس ہار امانت رکھا تھا تو اس نے اس سے بات ہی نہ کی اور دھکے دے کر دُکان سے نیچے پھینک دیا اور کہنے لگا تو مجھ پر ایسے دعوے کر رہا ہے۔ لوگ جمع ہو گئے اور حاجی سے کہنے لگے کہ جس شخص پر تو یہ دعویٰ کر رہا ہے نہایت نیک شخص ہے۔ حاجی حیرت میں تھا اور بار بار اپنی بات لوگوں کو سناتا تھا مگر بجز گالیوں اور مار کے اس کو کچھ نہ ملا۔ کسی نے اس سے کہہ دیا کہ عضد الدولہ کے پاس جاؤ ان کو ایسے امور میں بڑی فراست ہے تو اس نے اپنا پورا واقعہ لکھ کر کسی مقرب کی معرفت عضد الدولہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس کو آواز دی گئی تو یہ حاضر ہوا اس سے پورا واقعہ معلوم کر کے فرمایا کہ کل صبح جا کر اس عطار کی دُکان پر بیٹھ جاؤ اگر وہ نہ بیٹھنے دے تو اس کے سامنے کی کسی دُکان پر بیٹھ جاؤ اور مغرب تک بیٹھے رہو اور اس سے بات نہ کرو۔ اسی طرح تین دن کرو۔ چوتھے دن ہم ادھر سے گذریں گے اور کھڑے ہو کر تم سے سلام علیک کریں گے تم کھڑے نہ ہو اور نہ وعلیکم السلام سے آگے کوئی اور لفظ بولنا جو کچھ میں تم سے سوال کروں صرف اسی سوال کا جواب دینا اور کچھ نہ کہنا پھر ہماری واپسی کے بعد تم اس عطار سے ہار کا ذکر چھیڑ دینا۔ پھر جو کچھ جواب وہ تم کو دے اس کی مجھ کو اطلاع دینا۔ اگر وہ تم کو ہار واپس کر

دے تو اس کو لے کر ہمارے پاس آ جانا۔ اس ہدایت کے مطابق یہ شخص عطار کی دُکان پر بیٹھنے کے لیے پہنچا مگر اس نے نہ بیٹھنے دیا تو وہ سامنے کی دُکان پر بیٹھ گیا اور تین دن تک بیٹھتا رہا۔ جب چوتھا دن ہوا تو عضد الدولہ ایک شاندار جلوس کے ساتھ ادھر آئے اور جب اس خراسانی کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور السلام علیکم کہا۔ اس نے اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہی وعلیکم السلام کہا عضد الدولہ نے کہا بھائی صاحب! آپ یہاں تشریف لائے ہیں مگر ہم سے نہیں ملتے نہ کوئی خدمت ہمارے سپرد کرتے ہیں۔ اس نے جواب میں جیسا کہ طے ہوا تھا لمبی گفتگو سے بچتے ہوئے معمولی ہاں ہوں کی۔ مگر عضد الدولہ اس سے اصرار کرتے رہے اور کھڑے رہے اور ان کی وجہ سے پورا لشکر کھڑا رہا (اس سے لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ شخص عضد الدولہ کا بڑا محترم دوست ہے) اور اس عطار پر تو خوف سے غشی طاری ہونے لگی۔ جب عضد الدولہ رخصت ہو گئے تو عطار نے حاجی سے کہا کہ میاں یہ افسوس ہے کہ تم نے یہ نہ بتایا کہ تم نے ہمارے پاس وہ ہار کس زمانہ سے رکھا تھا اور وہ کس چیز میں لپٹا ہوا تھا تم مجھے یاد دلاؤ شاید یاد آ جائے۔ اس نے اس کو سب کچھ بتایا اب وہ ڈھونڈنے کے لیے کھڑا ہوا ادھر ادھر ہاتھ مارنے کے بعد ایک تھیلا اُلٹا جس میں سے ہار گرا۔ تو کہنے لگا میں درحقیقت بالکل بھول گیا تھا اگر تم پورا حال نہ بتاتے تو اب بھی یاد نہ آتا۔ اس نے ہار لے لیا۔ اب حاجی نے اپنے دل میں کہا کہ اب عضد الدولہ کو بتانے سے کیا فائدہ ہو گا۔ پھر اس کو یہ خیال آیا کہ شاید عضد الدولہ ہی خرید لے تو انکی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ عضد الدولہ نے اس کے ساتھ اپنے حاجب کو وہ ہار دے کر عطار کی دُکان پر بھیجا جس نے عطار کو پکڑ کر وہ ہار اس کے گلے میں ڈال دیا اور اس کو دُکان کے دروازے پر ہی پھانسی دیکر لٹکا دیا اور منادی کر دی گئی کہ یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جس کے سپرد ایک امانت کی گئی مگر وہ منکر ہو گیا۔ جب دن گذر گیا تو حاجب نے اس کی گردن سے ہار نکال کر حاجی کے سپرد کر دیا اور جانے کی اجازت دے دی۔

(۸۵) ہم کو یہ حکایت پہنچی کی عضد الدولہ کے امراء میں سے ایک ترک نوجوان تھا۔ اُس نے یہ حرکت شروع کی کہ ایک مکان کے دیوار کی سوراخ سے اس میں رہنے والی ایک عورت کو جھانکتا رہتا تھا۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ ترکی روزانہ بہت دیر تک اس روزن سے جھانکتا رہتا ہے اس نے مجھ پر آرام حرام کر دیا ہے یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ ہر دیکھنے والا یہی سمجھے گا

کہ میں اس سے باتیں کیا کرتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ اس کے شوہر نے کہا کہ تو اس کے نام ایک پرچہ لکھ جس کا یہ مضمون ہو کہ روزانہ کھڑا ہونا بیکار بات ہے۔ جب عشاء کے بعد اچھی طرح اندھیرا ہو چکے اور لوگ غافل ہو جائیں تو تم گھر میں آ جانا۔ میں دروازے کے پیچھے ہوں گی۔ اس کے بعد اس نے دروازے کے پیچھے ایک گہرا گڑھا کھودا اور اس کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔ جب وہ ترکی آیا تو اس نے دروازہ کھولا۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے فوراً ہی اس کو دھکا دے کر گڑھے میں ڈال دیا اور اس پر مٹی بھر دی اس واقعہ کو کئی دن گذر گئے کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ ایک دن عضد الدولہ نے دریافت کیا کہ فلاں شخص کہاں ہے تو ان کو بتایا گیا کہ اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ اس پر عضد الدولہ غور کرتے رہے یہاں تک (کہ اس کی تحقیق کے لیے انہوں نے یہ صورت نکالی) کہ ایک ملازم کو اس مؤذن کو بلانے کے لیے بھیجا جو اس مکان کے قریب والی مسجد کا تھا۔ اس نے مؤذن کو بظاہر بہت سخت پکڑا (اور عضد الدولہ کے سامنے حاضر کر دیا پھر عضد الدولہ نے) آہستہ سے اس سے کہا کہ یہ ایک سو دینار لو اور جو کچھ ہم تم کو حکم دیتے ہیں اس کی تعمیل کرو۔ جب تم اپنی مسجد میں جاؤ تو عشاء کی اذان زیادہ رات گئے دے کر مسجد میں بیٹھ جانا۔ پھر سب سے پہلے جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سے میرا حکم گرفتاری نافذ ہونے کی تحقیق کرے تو اس کی مجھے اطلاع دے دینا۔ اس نے کہا بہت اچھا اور ویسا ہی کیا تو جو شخص سب سے پہلے آیا وہ وہی شیخ تھا (جس نے ترکی کو مارا تھا) اس نے مؤذن سے کہا کہ میرا دل تیری ہی طرف لگا ہوا تھا اور تمہیں اس طرح گرفتار کر کے بلوانے سے عضد الدولہ کی تم سے کیا غرض تھی۔ مؤذن نے کہا کہ الحمدللہ خیریت ہے کوئی خاص بات نہیں تھی۔ جب صبح ہوئی تو مؤذن نے عضد الدولہ کو جا کر حال سنایا۔ انہوں نے شیخ کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ یہ حاضر کیا گیا۔ اس سے پوچھا کہ ترکی کا کیا معاملہ ہے بیان کرو! اس نے کہا کہ میں آپ سے بالکل سچی بات عرض کرتا ہوں۔ میری بیوی بہت پردہ دار اور پاکدامن ہے یہ شخص اس کی گھات میں لگا رہتا تھا اور ایک موری کے نیچے کھڑا رہتا تھا وہ بدنامی کے خوف سے اس شخص کے کھڑے رہنے سے پریشان ہو گئی تو میں نے اس کے ساتھ ایسا ایسا معاملہ کیا (سب تفصیل بیان کر دی) عضد الدولہ نے کہا جاؤ سپرد خدا۔ نہ کسی نے کچھ سنا اور نہ ہم نے کہا۔

(۸٦) محمد بن عبد الملک ہمدانی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ عضد الدولہ سے ڈاکوؤں کے

ایک گروہ کی شکایت کی گئی جو کُرد قوم کے تھے۔ یہ لوگ لوٹ کھسوٹ کرتے تھے اور پہاڑی گھاٹیوں میں چھپ جاتے تھے (اس لیے ان پر قابو پانا مشکل ہو گیا) تو عضد الدولہ نے ایک تاجر کو بلایا اور اس کو ایک خچر دیا جس پر دو صندوق لدے ہوئے تھے۔ ان صندوقوں میں زہر ملا کر حلوا بند کیا گیا تھا جس میں نفیس خوشبو ملا دی گئی تھی اور اس حلوے کو بہت خوبصورت برتنوں میں رکھا گیا تھا اور اسکو کچھ دینار عطا کیے اور اس کو حکم دیا کہ قافلہ کے ساتھ روانہ ہو جائے اور یہ ظاہر کرے کہ ان میں ان اطراف کے بعض حکام کی عورتوں کے لیے بطور ہدیہ یہ شاہی حلوا بھیجا جا رہا ہے۔ تاجر نے تعمیل کی اور قافلہ کے آگے آگے روانہ ہو گیا (جب قافلہ راہزنوں کی زد میں پہنچ گیا) تو ڈاکو لوگ آپڑے اور انہوں نے قافلہ کا سب مال و متاع قبضہ میں کیا اور ان میں سے ایک شخص نے خچر پر قبضہ کیا اور جماعت کے ساتھ اس کو بھی پہاڑ پر چڑھا لے گیا اور غریب مسافر ننگے کھڑے رہ گئے۔ پھر خچر والے ڈاکو نے جب صندوق کھولا تو اس میں حلوا ملا جس کی خوشبو پھیل گئی اور بہت نفیس خوشبو تھی وہ اس سے ڈرا کہ اس کو صرف اپنے پاس چھپایا نہیں جا سکتا تو اس نے تمام ساتھیوں کو آواز دی ان سب نے آ کر ایسی نفیس چیز دیکھی جو اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی یہ سب بھوکے تھے اس پر سب کے سب ٹوٹ پڑے اور خوب کھایا۔ بس کھا کر لوٹے ہی تھے کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ پھر تو سب قافلہ والوں نے دوڑ کر ان کے اموال و متاع پر قبضہ کر لیا اور ان کے ہتھیار بھی لے لیے اور جس قدر لوٹا ہوا مال تھا سب کا سب وصول کر لیا۔ اس سے زیادہ عجیب ترکیب ہمارے سننے میں نہیں آئی جس سے ظالم اور مفسدوں کی قطعاً بیخ کنی ہو گئی اور مفسدین کے کانٹے ہمیشہ کے لیے کاٹ دیئے گئے ہوں۔

(۸۷) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ ایک تاجر خراسان سے حج کے لیے چلا (اور بغداد آ کر) حج کی تیاری کرنے لگا اس کے پاس ضرورت سے زائد ایک ہزار دینار باقی رہ گئے اس نے سوچا کہ ان کا ساتھ رکھنا خطرے سے خالی نہیں اور کسی کے پاس امانتاً رکھوانے میں اس کے مکر جانے کا اندیشہ ہے اس لیے اس نے جنگل میں جا کر ایک ارنڈ کے درخت کے نیچے گڑھا کھود کر ان کو دبا دیا اور کسی نے اس کو نہیں دیکھا تھا پھر وہ حج کے لیے روانہ ہو گیا جب حج سے فارغ ہو کر آیا تو اسی درخت کے نیچے پہنچ کر وہ موقع کھودا مگر وہاں سے کچھ نہ ملا اب تو اس نے رونا اور اپنا منہ پیٹنا شروع کر دیا جب اس سے لوگوں نے حال پوچھا تو اس نے کہا زمین نے

میرا مال چرالیا۔ جب اس کی بری حالت ہوگئی تو اس سے کہا گیا کہ تو عضدالدولہ کے پاس جا اُن کی بہت دُوررس سمجھ ہے اس نے کہا کیا وہ غیب دان ہیں تو اس کو سمجھایا گیا کہ جانے میں تیرا حرج بھی تو نہیں ہے چنانچہ وہ گیا اور ان کو اپنا تمام قصہ سنایا یہ سن کر عضدالدولہ نے اطباء کو جمع کرلیا اور ان سے سوال کیا کہ کیا تم نے اس سال میں کسی کا ارنڈ کی کونپلوں سے کوئی علاج کیا ہے؟ ان میں سے ایک نے بتایا کہ میں نے آپ کے فلاں خواص کا علاج کیا ہے۔ پھر اس کو بلا کر پوچھا کہ کیا تم نے اس سال ارنڈ کی کونپلیں استعمال کی ہیں اس نے اقرار کیا۔ پھر پوچھا کہ کس نے تم کو لا کر دی تھی اس نے کہا فلاں فراش نے۔ حکم دیا گیا کہ اس کو حاضر کرو جب وہ آیا تو اس سے دریافت کیا کہ تم نے ارنڈ کے کس درخت سے کونپلیں توڑی تھیں۔ اس نے درخت کا موقع بیان کیا تو حکم دیا کہ اس شخص کو اپنے ساتھ لے جا کر وہ جگہ دکھاؤ جہاں سے تم نے کونپلیں توڑی تھیں۔ تو یہ شخص اس صاحب مال کو اس درخت کے پاس لے گیا اور کہا کہ اس درخت سے لی تھی۔ اس شخص نے کہا واللہ اسی جگہ میں نے اپنا مال چھوڑا تھا۔ اس نے واپس آ کر عضدالدولہ کو خبر دی۔ عضدالدولہ نے فراش کو حکم دیا کہ مال حاضر کرو اس نے کچھ تامل کیا۔ مگر جب عضدالدولہ نے ڈانٹا تو اس نے مال حاضر کر دیا۔

(۸۸) سلامی شاعر کہتے ہیں کہ میں نے عضدالدولہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا تو مجھے بہت بڑا صلہ عطا کیا۔ بیش قیمت کپڑے اور دینار مرحمت فرمائے اور ان کے سامنے شاہ فارس کی تلوار رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ میں اُسے گوشہ چشم سے دیکھ رہا ہوں تو اس کو میری طرف پھینک دیا اور کہا کہ اس کو لے لو تو میں نے کہا: و کل عندنا من عندهٗ (جو خیر یعنی مال ہمارے پاس ہے وہ اس ہی کا عطیہ ہے) تو عضدالدولہ نے (غصہ سے) کہا کہ وہ تیرا باپ ہے میں یہ سن کر حیرت زدہ رہ گیا۔ میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا تو اپنے استاد کے پاس پہنچا اور ان سے حال بیان کیا۔ انہوں نے کہا افسوس ہے تجھ سے بہت بڑی خطا ہوگئی کیونکہ یہ کلمات ابونواس کے ہیں جو اس نے ایک کتے کی تعریف میں کہے تھے۔ اس نے کہا:

اتعبَ کلبا اھلُہٗ فی کدہٖ ☆ قد سعدت جدودھم بجدہٖ

و کل خیر عندھم من عندہٗ

(ترجمہ) کتے کو اس کے مالک نے اس پر سختی ڈال کر مصیبت میں پھانس رکھا ہے ان کی تمام کوششیں اسی کی

کوشش سے کامیاب ہوتی ہیں اور جو خیر بھی اُن کے پاس ہے وہ اُسی کتے کا عطیہ ہے۔
یہ سن کر میں (بہت متوحش واپس آیا) ایک کپڑا اوڑھے ہوئے بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ عضد الدولہ نے کہا تجھے کیا ہوا میں نے کہا ابھی بخار چڑھ گیا۔ انہوں نے کہا بخار کا سبب معلوم ہے؟ میں نے کہا میں نے ابونواس کا دیوان دیکھ لیا۔ تو فرمایا اس بخار سے تم کو کوئی خطرہ نہیں ہے (مطلب یہ ہے کہ ہم معاف کرتے ہیں) میں اُن کے سامنے جھک گیا اور واپس آ گیا۔

(۸۹) ابوالحسن بن ملال نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک تاجر نے بیان کیا کہ میں چھاؤنی میں تھا اس لیے (مجھے اس واقعہ کا علم ہے) ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ سلطان جلال الدولہ اپنی عادت کے مطابق شکار کو نکلے تو اُن کو ایک دیہاتی روتا ہوا ملا۔ سلطان نے پوچھا کیا ہوا تجھے۔ تو اس نے بیان کیا کہ تین لڑکوں نے میرے تربوزوں کا بوجھ جو میرے ساتھ تھا مجھ سے چھین لیا اور میری کل پونجی وہی تھا۔ سلطان نے اس کو کہا کہ تو لشکر میں چلا جا وہاں ایک سرخ رنگ کا قبہ ہے اس کے پاس بیٹھ جا اور شام تک بیٹھے رہنا میں واپس آ کر تجھے بے فکر کر دوں گا۔ جب سلطان شکار سے واپس ہوئے تو اپنے بعض ملازمین سے کہا کہ مجھے تربوز کی خواہش ہے۔ لشکر میں اور خیموں میں تفتیش کرو اگر کچھ مل جائے اس نے تعمیل کی اور تربوز لے کر آیا۔ سلطان نے پوچھا کہ یہ تم نے کس کے پاس دیکھا تو بتایا گیا کہ فلاں حاجب کے خیمہ میں تھا تو حکم دیا کہ اس کو حاضر کرو (وہ حاضر کیا گیا) سلطان نے اس سے کہا کہ یہ تربوز کہاں سے آیا تو اس نے عرض کیا کہ کچھ لڑکے لائے تھے۔ سلطان نے حکم دیا کہ فوراً ان کو حاضر کرو۔ وہ حاجب گیا اور اس نے محسوس کر لیا کہ سخت بات ہے تو میں نے لڑکوں کو قتل کے خوف سے بھگا دیا اور واپس آ کر سلطان سے کہا کہ کسی طرح لڑکوں کو سلطان کی طلبی کا علم ہو گیا تو وہ بھاگ گئے۔ سلطان نے حکم دیا کہ دیہاتی کو حاضر کرو۔ وہ حاضر کیا گیا۔ سلطان نے اس سے کہا کہ کیا یہ وہی تربوز ہے جو تجھ سے چھینا گیا تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ تو حکم دیا کہ اس کو لے لے اور یہ حاجب ہمارا غلام ہے اور ہم اس کو تیرے سپرد کرتے ہیں اور تجھے بخشتے ہیں جبکہ اس نے ان لڑکوں کو حاضر نہیں کیا جنہوں نے تیرے تربوز چھینے تھے اور خدا کی قسم اگر تو نے اس کو چھوڑ دیا تو میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ تو دیہاتی اس حاجب کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا۔ اب حاجب نے اپنی ذات کو آزاد کرنے پر اس سے تین سو دینار پر معاملہ کر لیا۔ پھر وہ دیہاتی سلطان کی خدمت میں آیا اور کہا اے سلطان جو

غلام آپ نے مجھے ہبہ کیا تھا میں نے اس کو تین سو دینار میں بیچ دیا۔ سلطان نے پوچھا کہ تو اس سودے پر خوش بھی ہے۔ اس نے اقرار کیا تو فرمایا اچھا قیمت اپنے قبضہ میں لے کر سلامتی سے رخصت ہو جاؤ۔

(۹۰) ابوالحسن بن ہلال نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے جو شخص دوسرے ترکمانی کا ہاتھ پکڑ کر لایا اور کہا اس کو میں نے اپنی بیٹی سے جماع کرتے ہوئے دیکھا اور میں چاہتا ہوں کہ اس کو آپ سے حکم حاصل کر کے قتل کر دوں۔ سلطان نے کہا نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس کا نکاح کر دے اور مہر ہم اپنے خزانے سے ادا کر دیں گے اس نے کہا کہ میں تو قتل کے سوا اور کوئی صورت قبول نہیں کرتا۔ سلطان نے حکم دیا کہ تلوار لاؤ تو تلوار حاضر کی گئی۔ تو اس کو میان سے نکالا اور باپ سے کہا کہ آگے آؤ تو اس کو تلوار دی اور اپنے ہاتھ میں میان سنبھال لیا اور اس سے کہا اس تلوار کو میان میں دیدو تو جب بھی وہ میان کے منہ پر لا کر تلوار اس میں داخل کرنا چاہتا تھا۔ سلطان اس میان کا منہ ہٹا دیتے تھے جس سے وہ تلوار کو نہ داخل کر سکا۔ اس نے کہا حضور آپ چھوڑتے ہی نہیں کہ میں اس میں داخل کروں۔ سلطان نے فرمایا کہ یہی معاملہ اپنی بیٹی کا سمجھ اگر وہ نہ چاہتی تو یہ اس کے ساتھ کیسے کرتا۔ اس لیے اگر اس فعل کی سزا میں تو قتل ہی چاہتا ہے تو دونوں کو قتل کر (اسکی سمجھ میں آ گیا) پھر نکاح پڑھنے والے کو بلا کر نکاح کرا دیا اور مہر اپنے خزانے سے ادا کر دیا۔

(۹۱) اصمعی سے روایت ہے کہ ہلال بن ابی بردہ کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیجا گیا اور وہ شہر میں تھے۔ اُس نے آ کر مسجد کا ایک کونہ سنبھال لیا اور وہاں خوب خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دی اور عمر بن عبدالعزیز اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔ عمر نے علاء بن المغیرہ سے کہا اور یہ اُن کے مقرب خاص تھے۔ اگر اس شخص کا باطن بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ظاہر تو یہ اہل عراق کی سیرت کے مطابق ہے جس کو بڑائی کے تحفظ کا ذریعہ (یعنی ریا کاری) نہیں سمجھا جائے گا۔ علاء بن المغیرہ نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس کا پتہ لگا کر آپ کو بتاتا ہوں۔ اب علاء اس کے پاس پہنچے اور یہ شخص مغرب اور عشاء کے درمیان نفلوں میں مشغول تھا۔ انہوں نے اس سے کہا دو رکعت پر سلام پھیر دیجئے مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب اس نے سلام پھیر دیا تو علاء نے کہا کہ تم کو معلوم ہوگا کہ میری رسائی اور تقرب امیر المؤمنین کی بارگاہ میں کس قدر ہے۔ میں نے امیر المؤمنین کو اشارہ کیا ہے کہ تم کو عراق کا حاکم بنا دیں۔ بولو ایسا کرا دینے پر مجھے کیا (رشوت)

دو گے اس نے (رشوت دینے پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے) کہا ایک سال کی پوری تنخواہ اور اس کی مقدار ایک لاکھ بیس ہزار درہم ہوتی تھی۔ علاء نے کہا اس معاہدہ کو تحریر کر دیجئے۔ اس شخص نے فوراً اٹھ کر تحریر کر دیا۔ علاء اس تحریر کو لے کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے۔ انہوں نے پڑھ کر عبدالحمید ابن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب کو لکھا یہ اس وقت کوفے کے گورنر تھے" بلال نے اللہ (کی عبادت کی ملمع سازی) سے ہم کو دھوکہ دینا چاہا قریب تھا کہ ہم دھوکہ کھا جائیں۔ پھر ہم نے اس کو پرکھا تو اس کو سب کا سب محض کھوٹ پایا۔"

(۹۲) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ایک امیر کے سامنے وعظ کہا تو امیر نے اس کے پاس اپنی طرف سے مال بھیجا۔ جب قاصد لوٹا تو امیر نے کہا ہم سب شکاری ہیں لیکن جال مختلف ہیں۔

(۹۳) کہا گیا ہے کہ جس دن سفاح سے بیعت کی گئی (یہ پہلا خلیفہ عباسی ہے) اُس نے خطبہ دینا شروع کیا اس کے دوران میں اس کے ہاتھ سے عصا چھوٹ کر گر گیا۔ اس نے اس کو فال بد محسوس کیا۔ اس کے اصحاب میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر اُسے اٹھایا اور صاف کر کے دے دیا اور یہ شعر پڑھا:

فالقت عصاها واستقربها النوٰی   کما قرّ عیناً باالایاب المسافر

(ترجمہ) تو اس نے اپنا عصا ڈال دیا (یعنی سفر ختم کیا) اور وہیں قیام کر لیا۔ جس طرح ایک مسافر کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں واپس آ کر۔

سفاح اس شعر کے مضمون اور اس کے پڑھنے والے سے خوش ہو گیا۔

(۹۴) حکایت: ایک امیر ایک قریہ میں وارد ہوا اس کو بال بنانے والے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اس کے بال ٹھیک کر دے وہ امیر خود تنہا اس کے پاس آیا اور کہا کہ میں اس کا حاجب ہوں جو اس تمہاری بستی میں آئے ہیں۔ میرے بال ٹھیک کرو۔ اگر تم اچھے ثابت ہوئے تو ان کے بال بنوائے جائیں گے اور اس امیر نے ایسا اس لیے کیا کہ موتراش یہ نہ سمجھ سکے کہ امیر وہی ہے اور مرعوب ہو کر گھبرا جائے اور زخمی کر دے۔

(۹۵) عمر بن عثمان سے منقول ہے کہ خلیفہ منصور ایک (قصر) محل میں داخل ہوئے اس کی ایک دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا پایا ؎

وما لی لاابکی بعین خزینۃٍ ○ و قد قربت للظاعنین حمول

ترجمہ: میں کیوں غمگین آنکھوں سے روؤں حالانکہ رخصت ہونے والوں کی سواریاں ان کے قریب آ چکی ہیں۔
اور شعر کے نیچے اِیہ اِیہ لکھا ہوا تھا ابوعمر نے کہا ۵۱ ھ تو دیکھا جاتا ہے پھر منصور نے کہا: اِیہ اِیہ کیا چیز ہے۔ ربیع نے عرض کیا اور وہ اس وقت خصیب حاجت کا ماتحت تھا کہ اے امیر جب اس نے یہ بیت لکھا تو اس نے یہ چاہا کہ پڑھنے والے کو اپنی حالت سے بھی مطلع کر دے کہ وہ لکھتے وقت رو رہا ہے۔ منصور نے کہا یہ شخص کس قدر سمجھ دار ہے یہ پہلا موقع ہے جس سے ربیع کا درجہ بلند ہونا شروع ہوا۔

(۹۶) مؤلف کہتے ہیں کہ یہ حکایت میں نے ابوالوفا بن عقیل کی تحریر سے نقل کی ہے کہ ایک ہاشمی منصور کی خدمت میں آیا۔ منصور نے اس کو اپنے قریب لانا چاہا اور اس کو خاصہ شاہی میں شریک کرنا چاہا اور فرمایا کہ قریب آ جاؤ۔ اس نے کہا کہ میں کھا چکا ہوں۔ اس پر منصور نے اس سے اعراض کر لیا جب وہ شخص باہر نکلا تو ربیع نے اس کو گدی سے دھکا دیا تو دوسرے حاجبوں نے بھی ربیع کو دیکھ کر اس کو دھکے دیئے۔ اس واقعہ کی شکایت لے کر اس کے رشتہ دار منصور کے پاس آئے۔ ربیع نے کہا کہ یہ جوان دُور سے سلام کر کے واپس ہو جاتا تھا۔ اب امیر المؤمنین نے اس کو قریب بلایا اور بٹھانا چاہا پھر ارشاد فرمایا کہ کھانے میں شرکت کرے تو یہ اس اکرام کا جواب یہ دیتا ہے کہ میں کھانا کھا چکا گویا امیر المؤمنین کے ساتھ تناول صرف پیٹ بھرنے کے لیے ہے اور ایسے لوگوں کی تادیب بجائے قول کے فعل سے ہی ہو سکتی ہے۔

(۹۷) غیاث بن ابراہیم سے منقول ہے کہ معن بن زائدہ امیر المؤمنین ابوجعفر (خلیفہ منصور) کے پاس پہنچے۔ ان کے قدم سے قدم ملا کر چلنا شروع کیا خلیفہ نے کہا اے معن اب آپ کی عمر بڑی ہو گئی۔ معن نے کہا آپ کی اطاعت میں اے امیر المؤمنین۔ پھر خلیفہ نے کہا مگر آپ (بڑی عمر کے باوجود) سخت ہیں معن نے کہا آپ کے دشمنوں پر۔ خلیفہ نے پھر کہا آپ میں (قوت) باقی ہے معن نے کہا وہ بھی آپ کے لیے ہے۔

(۹۸) ابوالفضل الربعی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ مامون الرشید نے عبداللہ بن طاہر سے پوچھا ہماری نشست گاہ اچھی ہے یا آپ کی۔ عبداللہ نے کہا میں آپ کے برابر کیسے ہو سکتا ہوں اے امیر المؤمنین۔ خلیفہ نے کہا میرا روئے سخن صرف عیش و لذت کی طرف ہے۔

عبداللہ بن طاہر نے کہا پھر تو میری منزل زیادہ اچھی ہے۔ خلیفہ نے کہا کس اعتبار سے؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ میں یہاں مالک ہوتا ہوں اور وہاں مملوک۔

(۹۹) محمد بن عبدالملک ہمدانی کہتے ہیں کہ احمد بن طولون ایک دن اپنی آرام گاہ میں کھانا تناول کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک سائل کو پرانے کپڑوں میں دیکھا فوراً کچھ روٹیاں اُٹھا کر اُن پر بھنی ہوئی مرغی اور بھنا ہوا چوزہ اور بھنے ہوئے گوشت کا پارچہ اور ایک فالودہ کا ٹکڑا رکھا اور غلام کو حکم دیا کہ اس کو دے آئے۔ غلام نے واپس آ کر عرض کیا کہ اس نے (لینا) پسند نہیں کیا۔ ابن طولون نے حکم دیا کہ اس کو یہاں لے آئے تو اس کو لا کر پیش کیا گیا۔ ابن طولون نے اس سے گفتگو کی تو اس نے بہت اچھا جواب دیا اور امیر کے رعب کا کچھ اثر قبول نہیں کیا۔ ابن طولون نے اس سے کہا کہ جو کچھ تحریرات تمہارے ساتھ ہیں وہ سب پیش کرو اور سچ بتاؤ تم کو کس نے بھیجا ہے۔ کیونکہ مجھے یہ بالکل یقین ہو چکا ہے کہ تم جاسوس ہو اور کوڑے مارنے والے کو طلب کیا۔ اب اس نے مخبر ہونے کا اقرار کر لیا۔ بعض حاضرین نے کہا واللہ یہ تو جادو ہے۔ احمد نے کہا جادو نہیں۔ لیکن صحیح قیاس ہے۔ میں نے اس کی بدحالی کو دیکھا تو اس کے پاس ایسا اچھا کھانا بھیجا جس کو پیٹ بھرے ہوئے آدمی بھی خوشی سے کھانے کے لیے تیار ہو جائیں۔ مگر نہ یہ خوش ہوا اور نہ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پھر میں نے بلایا تو بڑی قوت سے ملا۔ جب میں نے اسکی بدحالی اور قوت قلبی دیکھی تو اندازہ کر لیا کہ یہ جاسوس ہے۔

(۱۰۰) ابن طولون نے ایک دن ایک حمال کو دیکھا جو صندوق سر پر اٹھائے جا رہا تھا مگر اس کے نیچے اس میں بے چینی محسوس ہوتی تھی۔ ابن طولون نے کہا اگر یہ بے چینی بوجھ کے بھاری ہونے کی وجہ سے ہوتی تو اس حمال کی گردن پھولتی اور میں گردن کو اصل حالت میں دیکھ رہا ہوں تو اس اضطراب کی وجہ صرف اس خبر کا خوف ہو سکتا ہے جو یہ اٹھائے ہوئے ہے۔ یہ سوچ کر صندوق کھولنے کا حکم دیا تو اس میں ایک لڑکی کی لاش ملی جس کو قتل کر کے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے امیر نے مزدور کو دھمکایا کہ تمام حال سچ سچ بیان کر اس نے بیان کیا کہ چار آدمی فلاں مکان میں ہیں انہوں نے مجھے یہ دینار دیئے اور اس لاش کو لے جانے کے لیے کہا۔ اس پر اس حمال کے (اخفاء جرم کی سزا میں) دو سو ڈنڈے مارے گئے اور ان چاروں کو قتل کر دیا گیا۔

(۱۰۱) ابن طولون علی الصباح اُٹھ کر ائمۂ مساجد کی قراءت سنا کرتے تھے ایک دن انہوں نے

ایک اپنے مصاحب کو بلا کر فرمایا کہ فلاں مسجد میں جا کر اس کے امام کو یہ دینار دے آؤ۔ یہ مصاحب کہتا ہے کہ میں گیا اور امام کے پاس بیٹھ کر سلسلہ گفتگو میں اس کو بے تکلف کر لیا یہاں تک کہ اس نے اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا کہ اس کی بیوی کو پیدائش کے درد کی تکلیف ہے اور اسکے ضروری سامان کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اسی لیے آج نماز میں بھی کئی مرتبہ قراءت میں غلطی ہوگئی۔ پھر میں (اس کو دینار دے کر) ابن طولون کے پاس واپس آیا اور حال بیان کیا انہوں نے کہا اس نے سچ کہا۔ میں نے آج کھڑا ہو کر سنا تو میں نے دیکھا کہ بہت غلط پڑھ رہا ہے۔ اسی سے میں سمجھا کہ اسکا دل کسی اور چیز میں مشغول ہے۔

(۱۰۲) سہل بن محمد سجستانی نے بیان کیا کہ اہل کوفہ میں سے ایک عامل ہمارے یہاں وارد ہوئے۔ میں نے عمال سلطانی میں سے بصرہ میں کوئی عامل اس سے زیادہ فائق اور برتر نہیں دیکھا۔ میں اُن سے ملنے گیا اور سلام علیک کی مجھ سے پوچھا کہ اے سجستانی بصرہ میں سب سے بڑے عالم کون ہیں؟ میں نے کہا زیادی سب سے زیادہ اصمعی کا علم رکھتے ہیں (یعنی علم ادب اور شعراء زمانہ جاہلیت کا کلام اور حالات وغیرہ) اور ابوعثمانی مازنی ہم میں علم نحو کے سب سے بڑے عالم ہیں اور ہلال الرای ہم میں سب سے بڑے فقیہ ہیں اور شاذکوفی حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں اور اللہ آپ کو خوش رکھے میں علم قرآن یعنی تجوید وقراءت کی طرف منسوب کیا جاتا ہوں اور ابن الکلبی شروط کی تحریر میں (یعنی قبالہ نویسی میں) سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے اپنے کاتب سے کہا کہ ان سب حضرات کو کل یہاں جمع کر لینا۔ چنانچہ ہم سب کو جمع کر لیا گیا۔ عامل نے کہا تم میں مازنی کون صاحب ہیں؟ ابوعثمان نے کہا میں ہوں جناب! انہوں نے سوال کیا کہ کیا ظہار کے فدیہ میں غلام آزاد کرنا کافی ہوسکتا ہے جو کانا ہو (ظہار اس صورت کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے: انتِ علّی کظھر امّی یعنی تو میرے لیے ماں کی پشت کی برابر ہے۔ اگر وہ اس سے رجوع کرنا چاہے تو ایک غلام آزاد کرے تفصیلات فقہ کی کتابوں میں دیکھو) مازنی نے کہا میں صاحب فقہ نہیں ہوں میں عربیت یعنی نحو کا عالم ہوں۔ پھر زیادی سے کہا کہ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان ایک تہائی مہر کی ادائیگی پر خلع کا معاملہ طے ہو گیا ہو تو اس کو کس طرح لکھا جائے گا؟ زیادی نے کہا کہ یہ ہلال الرای کا علم ہے میرا نہیں۔ پھر ہلال سے پوچھا کہ ابن عون کی حسن سے کتنی سندیں ہیں؟ ہلال نے کہا یہ میرا علم نہیں

ہے۔شادکوفی کاعلم ہے پھرشادکوفی سے کہا کہ اے شادکوفی الا انهم یثنون صدورهم کس کی قراءت ہے؟ انہوں نے کہا یہ میرا علم نہیں ہے یہ ابوحاتم کا علم ہے۔ پھر (مجھ سے) کہا اے ابوحاتم اگر اہل بصرہ کی تنگدستی اور جو کچھ اُن کے پھلوں کونقصان پہنچا ہے پیش کرنے کے بعد بصرے پر نظر لطف کرنے کی امیر المؤمنین سے درخواست کرنا ہوتو کیونکر کی جائے۔ابوحاتم نے کہا خدا آپ پر اپنی رحمت کرے میں تو قراءت کا عالم ہوں۔اختراعات اور کتابت کا عالم نہیں ہوں۔کہنے لگے یہ کیسے برے لوگ ہیں۔پچاس برس سے علم کے درس وتدریس میں مشغول ہیں مگرکوئی بھی ایک فن کے سوا دوسرے فن کو نہیں پہچانتا یہاں تک کہ اگر دوسرے فن کی بات ان سے پوچھی جائے تو اس میں چل ہی نہیں سکتے لیکن کوفہ میں ہمارا عالم کسائی ہے اس تنہا سے اگر یہ تمام سوالات کیے جاتے تو وہ ان سب کا جواب دے دیتا۔

(۱۰۳) ایک عامل نے اپنے دفتر میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی ایک خفیہ بات پر کان لگائے ہوئے تھا۔اس نے اس کو مارنے اور قید کرنے کا حکم دیا۔محرر قید خانہ نے سوال کیا کہ رجسٹر جیل میں اس کا جرم کیا درج کیا جائے؟ عامل نے کہا لکھو: اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ۔

(۱۰۴) ایک اندھا ایک اندھی کے ساتھ پکڑا گیا۔محرر نے دریافت کیا کہ ان دونوں کا قصہ کس طرح لکھنا چاہیے؟ داروغہ جیل نے کہا لکھو : ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔

(۱۰۵) احمد بن یحییٰ واثقی کے متعلق اُن کے پوتے حسین بن الحسن کہتے ہیں کہ میرے دادا احمد بن یحییٰ مکتفی باللہ کے زمانہ میں بغداد کے پولیس افسر تھے۔ایک مرتبہ اُن کے زمانہ میں چوروں نے بڑا اودھم مچا دیا تھا۔تمام تاجر جمع ہو کر خلیفہ مکتفی باللہ کے حضور میں فریاد لے گئے۔خلیفہ نے احمد بن یحییٰ کے لیے حکم دیا کہ تمام چوروں کو گرفتار کر کے حاضر کریں ورنہ لوگوں کے تمام مال کا تاوان اُن سے وصول کیا جائے گا۔اس حکم سے وہ بہت پریشان ہو گئے اور رات میں اور دن میں تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر پھرتے رہتے تھے۔یہاں تک کہ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت ان کا گذر ایسی سڑک پر ہوا جو بغداد کی بیرونی بستی میں تھی جو لوگوں سے خالی تھی وہ اس پر چل پڑے اور اس میں زیادہ گندگی دیکھی کچھ دور جا کر ایک کوچہ سربستہ نظر آیا تو اس میں داخل ہو گئے اس گلی میں جو مکانات واقع تھے اس کے دروازے کے سامنے اُنہوں نے مچھلی کے بڑے بڑے کانٹے اور پشت کی بڑی ہڈی پڑی ہوئی دیکھی۔کانٹوں اور ہڈی کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوا کہ اس

مچھلی کا وزن ایک سو بیس رطل یعنی ڈیڑھ من سے کم نہ ہوگا۔انہوں نے اپنے ایک چابک والے کو دکھا کر کہا کہ جس مچھلی کے یہ کانٹے ہیں اس کی قیمت کا کیا تخمینہ ہے اس نے کہا ایک دینار۔ انہوں نے کہا کہ اس گلی کے رہنے والوں کی حیثیت اس قیمت کی مچھلی کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ ایک ایسی سڑک ہے جس کی خاص دیکھ بھال نہیں صحرا کی جانب واقع ہے۔ یہاں کوئی ایسا شخص آ کر رہا ہے جو اس جیسے اخراجات کو برداشت کر رہا ہے۔اس الجھن سے پردہ ہٹانا ضروری ہے۔ اس شخص نے اس کو مستبعد سمجھا اور کہا یہ ایک بعید سی بات ہے۔انہوں نے جس مکان پر کانٹے دیکھے تھے اس کے برابر والے مکان کی عورت کو بلانے کی ہدایت کی کہ اس سے بات چیت کریں گے اس کا دروازہ کھٹکھٹا کر پانی مانگا۔اس میں سے ایک بڑھیا ضعیفہ نکلی۔ یہ برابر اس سے بات کا سلسلہ دیر تک جاری رکھنے کے لیے پانی مانگتے رہے اور وہ دیتی رہی اور احمد بن یحیٰی افسر پولیس اس سے وہاں کے گھروں اور ان کے رہنے والوں کے حالات پوچھتے رہے اور وہ بغیر نتیجہ کا اندازہ کیے بتاتی رہی۔ آخر میں انہوں نے پوچھا کہ اس گھر میں جس پر مچھلی کے کانٹے پڑے تھے کون رہتا ہے۔تو اس نے کہا واللہ ہم نہیں جانتے کہ درحقیقت اس کے رہنے والے کون لوگ ہیں۔ اتنا معلوم ہے کہ تقریباً ایک مہینہ سے اس میں پانچ گرانڈیل جوان آ کر رہے ہیں جو سوداگر معلوم ہوتے ہیں ہم ان کو دن میں آتے جاتے نہیں دیکھتے۔کبھی طویل مدت میں کوئی نظر آ جاتا ہے ان میں سے کسی ایک کو ہم دیکھتے ہیں کہ کسی ضرورت کے لیے کہیں جاتا ہے تو جلدی سے واپس آ جاتا ہے اور وہ تمام دن جمع رہتے ہیں اور کھاتے پیتے اور شطرنج اور نرد' کھیلتے رہتے ہیں اور ان کے پاس ایک لڑکا ہے جو ان کی خدمت کرتا ہے اور جب رات ہو جاتی ہے تو وہ اپنے گھر چلے جاتے ہیں جو کرخ میں ہے (کرخ بغداد کا ایک محلّہ ہے) اور لڑکے کو مکان کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ جاتے ہیں۔ پھر صبح کو کچھ رات باقی رہے اندھیرے میں ایسے وقت آ جاتے ہیں کہ ہم سوتے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم ان کے واپس آنے کا بالکل ٹھیک وقت نہیں پہچان سکے۔ اب احمد بن یحیٰی نے پانی پینے کا سلسلہ بند کر دیا اور بڑھیا بھی واپس ہوگئی۔ انہوں نے اس شخص سے (جو ساتھ میں تھا) کہا کہ یہ سب چوروں کی صفات ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا بیشک! انہوں نے کہا کہ اب تم اس مکان کے گردو پیش کا پہرہ دو اور مجھے دروازہ پر چھوڑ دو اور فوراً دس آدمی بلوا کر اُن کو پڑوس کے مکانوں کی چھتوں پر متعین کر دیا اور انہوں نے خود دروازہ کھٹکھٹایا

تو لڑکے نے آ کر دروازہ کھول دیا اور یہ کافی جمعیت کے ساتھ مکان میں پہنچ گئے اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑا اور سب کو گرفتار کر کے پولیس کی تحقیقاتی مجلس کے حوالہ کر دیا جس نے ان سے اقرار کرا لیا کہ یہ سب چوری کرنے والے تھے اور انہوں نے ہی اپنے باقی ساتھیوں کا حال بتا دیا۔ پھر واثقی نے ان سب کا تعاقب کیا۔ احمد بن یحیٰ واثقی اس قصہ پر فخر کرتے ہیں۔

(۱۰۶) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو ایک والی مصر کا قصہ پہنچا کہ وہ کبوتر بازی کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں اُن کے ایک خادم سے اُن کا مقابلہ ہو گیا (کبوتروں کی دوڑ میں) خادم کا کبوتر بازی لے گیا۔ اس نے اپنے وزیر کے پاس کسی کو بھیجا کہ حال معلوم کرے (کبوتروں کی دوڑ کے وزیر صاحب نگران تھے) وزیر کو یہ لکھنا گراں گذرا کہ آپ ہار گئے اور یہ سمجھ میں نہ آیا کہ کس طرح کنایہ کیا جائے جس سے واقعہ معلوم ہو جائے۔ وہاں ایک کاتب تھا اس نے کہا اگر آپ چاہیں تو یہ شعر لکھ کر بھیج دیجئے۔

یاایّہا المَلِکُ الّذی جدّہٗ ☆ لکل جدٍّ قاھِرٌ غالبٌ

اے بادشاہ جس کی خوش قسمتی ہر دوسرے شخص کی قسمت کو دبانے والی اور غالب رہتی ہے

طائِرکَ السابقُ لکِنّہٗ ☆ اتٰی وفی خدمتہٖ حاجبٌ

آپ ہی کا پرندہ جیتا ہوا رہا لیکن وہ اس طرح آیا کہ اس کی خدمت میں (آگے چلنے والا) ایک حاجب بھی تھا۔

وزیر نے اس کو پسند کیا اور انعام بھی دیا اور یہی لکھ بھیجا۔

(۱۰۷) ابو محمد عبداللہ بن علی المقری کہتے ہیں کہ باب ابن النسوی کا حاجب بہت ہوشیار تھا ایک مرتبہ اس نے سردی کی رات میں (ایک قریب کے کمرہ میں سے) برادہ کی آواز سنی (برادہ اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں پانی بھر کر دوسرے بڑے ظرف میں جس میں برف یا شورہ وغیرہ کا پانی ہوتا ہے ڈال کر گھماتے رہتے ہیں تا کہ اس چھوٹے ظرف کا پانی ٹھنڈا ہو جائے) اس نے دروازے کو سختی سے کھولنے کا حکم دیا تو اس میں سے ایک مرد اور ایک عورت نکلے (وہ آواز ان ہی کے شنیع فعل کی تھی) لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم کیسے سمجھے تو اس نے کہا کہ (برادہ کی آواز سن کر) میں نے خیال کیا کہ یہ سردی کا زمانہ پانی ٹھنڈا کرنے کا نہیں اس لیے یہ آواز ان ہی دونوں میں سے آ رہی ہے۔

(۱۰۸) ابن النسوی کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے سامنے دو آدمی لائے گئے جن پر

چوری کا اتہام تھا انہوں نے ان کو اپنے سامنے کھڑا کیا پھر ملازموں سے پینے کے لیے پانی مانگا۔ جب پانی آ گیا تو اس کو پینا شروع کیا پھر قصداً اپنے ہاتھ سے گلاس چھوڑ دیا جو گر کر ٹوٹ گیا ان میں کا ایک شخص اس کے اچانک گرنے اور ٹوٹنے سے گھبرا گیا اور دوسرا اسی طرح کھڑا رہا۔ اس گھبرا جانے والے شخص کو کہہ دیا گیا کہ چلا جائے اور دوسرے کو حکم دیا کہ مسروقہ مال واپس کر۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا کہ یہ چور ہے تو انہوں نے کہا کہ چور کا دل مضبوط ہوتا ہے وہ نہیں گھبراتا اور یہ گھبرانے والا اس لیے بری ہوا کہ اگر گھر میں ایک چوہا بھی حرکت کرتا تو یہ گھبرا کر بھاگ جاتا اور یہ خفیف سی حرکت بھی اس کو چوری سے روک دیتی۔

(۱۰۹) ان ہی کا ایک واقعہ ہم نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ ایک شخص ابن النسوی کا ہمسایہ تھا وہ مسجد کا امام تھا۔ یہ شخص کسی سفارش کے لیے ابن النسوی کے پاس آیا۔ ان کے سامنے ایک رکابی تھی جس میں شکر پارے تھے۔ ابن النسوی نے کہا کھائیے! انہوں نے تامل کیا۔ ابن النسوی نے کہا میں آپ کے دل کی بات سمجھ رہا ہوں۔ تم اپنے دل میں کہہ رہے ہو کہ ابن النسوی کے پاس حلال چیز کہاں ہوسکتی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کھاؤ اس سے زیادہ حلال آپ نے کبھی کھایا ہی نہ ہوگا۔ انہوں نے مزاح کے درجہ میں کہا آپ کے پاس ایسی چیز کہاں سے آ گئی جس میں شبہ بالکل نہ ہو کہنے لگے اگر میں نے بتا دیا تو کھاؤ گے؟ امام صاحب نے اقرار کیا۔ ابن النسوی نے کہا اچھو سنو چند راتیں گذریں کہ اسی وقت مکان میں موجود تھا کہ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ باندی نے کہا کون ہے جواب آیا کہ ایک عورت اندر آنا چاہتی ہے۔ اس کو اجازت دیدی گئی۔ وہ آتے ہی میرے قدموں پر گر پڑی اور ان کو چومنے لگی۔ میں نے پوچھا کہ تو کیا حاجت رکھتی ہے اس نے کہا میرا شوہر ہے جس سے دو لڑکیاں ہیں ایک کی عمر بارہ سال اور دوسری کی چودہ سال ہے اور اس نے ایک اور نکاح کر لیا ہے اور میرے پاس بھی نہیں آتا اور بچے اپنے باپ کو بلاتے ہیں تو ان کی وجہ سے میرا دل تڑپنے لگتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ ایک رات میرے لیے خاص کرے اور ایک رات دوسری کے لیے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا کام کرتا ہے اس نے کہا روٹیاں پکاتا ہے۔ میں نے کہا اس کی دُکان کہاں ہے۔ اس نے کہا کرخ میں اور اس کا نام بتایا۔ میں نے کہا تو کس کی بیٹی ہے۔ اس نے بتایا کہ فلاں کی۔ میں نے کہا تیرے بیٹیوں کے کیا نام ہے اس نے ان کے نام لیے۔ میں نے کہا ان شاء اللہ میں اس کو تیرے پاس بھیج دوں

گا۔ پھر اُس نے کہا کہ یہ ایک پگڑی ہے جس کا سوت میں نے اور میری بیٹیوں نے کاتا اس کا استعمال آپ کے لیے حلال ہے۔ میں نے کہا یہ لیجاؤ اور اب چلی جاؤ وہ چلی گئی۔ میں نے اس کے شوہر کے پاس دو سپاہی بھیجے کہ اس کو لیکر آئیں مگر گھبرا نہ دیں وہ اس کو لے آئے مگر اس کی عقل اڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا تم ڈرو نہیں میں نے تم کو صرف اس لیے بلایا ہے کہ تم کو دو من آٹا اور اس کی اُجرت دے دوں تا کہ تم سفر کے لیے روٹیاں پکا دو۔ اب اس کا دل ٹھہر گیا۔ اس نے کہا میں اس کام کی اُجرت نہیں لینا چاہتا۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ نقصان پہنچانے والا دوست کھلا دشمن ہوتا ہے تم تو ہمارے خاص ہو اور مجھ سے ایک خاص تعلق ہے تمہاری فلاں زوجہ ہمارے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی لڑکیاں کیسی ہیں جن کے یہ نام ہیں اُس نے کہا سب خیریت سے ہیں۔ میں نے کہا اللہ اللہ یہ کہنے کی تو مجھے ضرورت نہیں کہ اس کی دلداری کا تمہیں پورا خیال رکھنا چاہیے اس نے میرے ہاتھ چومے میں نے کہا اب تم اپنی دکان پر جاؤ۔ جب تمہیں کوئی حاجت پیش آئے تو ہم سے بلا روک ٹوک مل سکتے ہو وہ واپس چلا گیا۔ آج کی رات وہ عورت آ کر مکان میں داخل ہوئی اور یہ طباق ساتھ لائی اور مجھ کو خدا کی قسم دی کہ اسے واپس نہ کرنا اور بیان کیا کہ میں اور میری اولاد اب بالکل دلجمعی کے ساتھ ہیں اور یہ کھانا خدا کی قسم میرے کاتے ہوئے سوت کی قیمت سے بنایا گیا ہے تو میں نے اُسے قبول کر لیا۔ (امام صاحب اب کہیے) تو کیا یہ حلال ہے؟ امام نے کہا واللہ دنیا میں اس سے زیادہ حلال کوئی کھانا نہ ہوگا۔ کہا تو بس کھائیے تو انہوں نے بھی کھایا۔

(۱۱۰) احمد بن خصیب کا اس کے اموال تجارت پر ایک وکیل تھا جس پر اس نے خیانت کا الزام لگایا اور اس کو پکڑنے اور نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تو وہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد احمد نے اس کے پاس یہ اشعار لکھ کر بھیجے تا کہ اس کو مانوس کرے اور اس کو حلفیہ یقین دلائے کہ جو اطلاع اس کو ملی وہ غلط تھی اور اپنے کام پر واپس آنے پر آمادہ کرے:

ابالک عبد سامع و مطیعٌ ☆ و انی لما تہوی الیہ سریعٌ
ولکن لی کفًّا اعیش بفضلہا ☆ فما اشتری الابہا وابیعُ
اجعلہا تحت الرحا ثم ابتغی ☆ خلاصًا لہا انی اذًا الرقیعُ

میں تیرا ایک غلام ہوں جو تیرے احکام کو سننے اور اطاعت کرنے والا ہے اور جس چیز کی تجھے خواہش ہو میرا کام

اس کو جلد پورا کرنا ہے۔ میرے پاس ایک ایسی ہتھیلی ہے جس کی فضیلت سے میں عیش کرتا ہوں۔ میری ہر خرید وفروخت اسی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ کیا میں اسی کو چکی کے نیچے دے دوں گا اور پھر اس کے چھوڑانے کی راہ تلاش کروں گا۔ اگر ایسا ہوا تو میں بڑا بے حیا ہوں گا۔

(۱۱۱) ابو سہل بن زیاد نے ہم سے بیان کیا کہ ایک شاعر تھا جس کی ایک چھوٹی سی جائیداد تھی اس پر جو عامل تھا اس نے اس کی ہجو میں کچھ اشعار کہے۔ وہ (سن کر) خاموش رہا۔ جب غلہ کی تقسیم کا وقت آیا تو عامل سوار ہو کر غلہ کے ڈھیر پر (تقسیم کے لیے) پہنچ گیا اور سب شرکا پر تقسیم کر دیا اور شاعر کا حصہ بالکل ختم ہی کر دیا۔ یہ معلوم کر کے شاعر اس کے پاس شکایت لے کر آیا۔ اُس نے کہا سن رے اب ہمارا کوئی مطالبہ ایک دوسرے پر نہیں۔ تو نے ہماری ہجو کی شعر سے ہم نے تیری ہجو کی شعیر سے اب ہم دونوں برابر ہو گئے (شعیر جو کو کہتے ہیں)

(۱۱۲) ابن شبیب نے ہم سے ذکر کیا کہ وہ ایک مرتبہ خلیفہ مستنجد باللہ سے ملے ان سے خلیفہ نے کہا: "این شتیت؟" (شتیت کہاں ہے؟) انہوں نے جواب میں کہا "عندك یا امیر المؤمنین" (تمہارے پاس اے امیر المؤمنین) خلیفہ نے لفظ ابن شبیب کی تصحیف این شتیت کی تھی انہوں نے جواب میں عبدك (آپ کا خادم) کی تصحیف عندك سے کر دی (تصحیف ایک صنعت ہے جس میں کسی حرف کی صورت کو باقی رکھتے ہوئے نقطے وغیرہ کا معمولی تصرف کر کے دوسرا لفظ بنا دیا جاتا ہے جیسے شک کا سگ یا توشہ کا بوسہ کر دیا جائے)۔

(۱۱۳) ایک عامل امیر کے سامنے کھڑے ہوئے تھے کہ ان کو پیشاب نے مجبور کیا تو یہ باہر آ گئے۔ پھر (فارغ) ہو کر واپس آئے تو امیر نے پوچھا کہاں گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "رائے ٹھیک کرنے کے لیے" انہوں نے اس مقولہ مشہور کی طرف اشارہ کیا: لا رأی لحاقنٍ (پیشاب روکنے والے شخص کی رائے قابلِ اعتبار نہیں)۔

(۱۱۴) بعض شیوخ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص کے پانچ سو دینار چوری ہو گئے۔ وہ سب مشتبہ لوگوں کو حاکم کے پاس لے گیا۔ حاکم نے کہا کہ میں تم میں سے کسی کو مار پیٹ نہ کروں گا بلکہ میرے پاس ایک لمبی ڈور ہے جو ایک اندھیرے کمرے میں پھیلی ہوئی ہے۔ تم سب اس میں جاؤ اور ہر ایک شخص اس کو ہاتھ میں لے کر ڈورے کو شروع سے آخر تک ہاتھ لگائے چلا جائے اور ہاتھ کو آستین میں چھپا کر باہر آتا رہے۔ یہ ڈور چور کے ہاتھ پر لپٹ جائے گی اور اس نے ڈور کو

پسے ہوئے کوئلہ سے کالا کر دیا تھا۔ تو ہر شخص نے ڈور پر اندھیرے میں اپنے ہاتھ کو کھینچا۔ مگر اُن میں سے ایک شخص نے (اس کو ہاتھ نہیں لگایا) جب سب لوگ باہر آ گئے تو ان کے ہاتھوں کو دیکھا۔ سب کے سیاہ تھے سوائے ایک شخص کے اسی کو پکڑ لیا گیا جو اقراری ہو گیا۔

بَابُ: ۱۲

قاضیوں کے احوالِ ذکاوت

(۱۱۵) شعبی سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک ایسے شخص کی شکایت پیش کرتی ہوں جو دنیا کا بہترین شخص ہے۔ بجز اس شخص کے جو اعمال خیر میں اس سے سبقت لے گیا ہو یا اس ہی جیسے اعمال پر کاربند ہو۔ وہ شخص تمام رات صبح تک نفلیں پڑھتا ہے اور تمام دن روزے سے رہتا ہے (اتنا عرض کرنے کے بعد) پھر اس پر حیا کا غلبہ ہو گیا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میں اپنی شکایت واپس لینا چاہتی ہوں آپ نے فرمایا اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تو نے بہت اچھی ثنا اور تعریف کی اور فرمایا بہت اچھا۔ جب وہ چلی گئی تو کعب[۱] بن اسود نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! اس عورت نے بلیغ طور پر اپنی شکایت آپ کے سامنے پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے کیا شکایت کی ہے۔ کعب نے عرض کیا کہ اپنے شوہر کی شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت اور اسکے شوہر دونوں کو حاضر کیے جانے کا حکم دیا تو دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے کعب سے فرمایا کہ تم ان کا فیصلہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کی موجودگی میں فیصلہ کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی فطانت سے وہ بات سمجھ گئے جو میں نہیں سمجھ سکا تھا (اس لیے اب فیصلہ بھی تم ہی کرو) کعب نے فیصلہ کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ﴾ (انہوں نے شوہر کو حکم دیا کہ) تین دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور اس (بیوی) کے ساتھ رہو اور تین رات نوافل کے لیے کھڑے رہا کرو اور ایک رات اس کے ساتھ رہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: واللہ! یہ فیصلہ میرے لیے پہلی نکتہ رسی سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ اس واقعہ کے بعد ہی آپؓ نے ان کو بصرہ کا قاضی بنایا اور ان کے لیے سواری کا انتظام کر کے ان کو روانہ کر دیا۔

---

[۱] اس وقت کعب بن اسود کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔ مترجم

(۱۱۶) مجالد بن سعید کہتے ہیں میں نے شعبی سے پوچھا کہ یہ بات ضرب المثل ہوگئی کہ شریح لومڑی سے بھی زیادہ چالاک اور حیلہ باز ہے۔اس کی کیا اصل ہے۔انہوں نے مجھ سے اس کی وجہ بیان کی کہ شریح (قاضی) طاعون کے زمانہ میں نجف کی طرف چلے گئے تھے اور جب یہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو ایک لومڑی آ کر اُن کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور ان کا دھیان بٹاتی اور اُن کے سامنے مضحکہ خیز حرکات کیا کرتی جس سے نماز میں ان کا دھیان بٹتا۔ جب اس پر عرصہ گذر گیا تو انہوں نے (یہ ترکیب کی کہ) ایک بانس کا ڈھانچ بنا کر اس کو اپنی قمیص پہنائی اور آستینیں باہر کو کر دیں اور اپنی ٹوپی اوڑھا کر عمامہ اس پر باندھ دیا۔اب لومڑی اپنی عادت کے مطابق آ کر کھڑی ہوگئی تو شریح نے پیچھے سے آ کر دفعتہً اس کو پکڑ لیا۔اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ شریح لومڑی سے زیادہ چالاک اور حیلہ ساز ہیں۔

(۱۱۷) مجالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ میں شریح کے پاس موجود تھا کہ ایک عورت ایک مرد سے جھگڑتی ہوئی آئی اس کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے وہ رونے لگی میں نے کہا اے ابوامیہ (یہ شریح کی کنیت ہے) میرے خیال میں یہ غمزدہ مظلومہ ہے انہوں نے جواب دیا اے شعبی !یوسف کے بھائی بھی تورات کو اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تھے۔

(۱۱۸) قریش میں کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ شریح اپنی ایک اونٹنی فروخت کرنا چاہتے تھے خریدار نے کہا: اے ابوامیہ اس کا دودھ کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس برتن میں چاہو دوھ لو (اس سے کنایتہً یہ وصف مراد ہوسکتا ہے کہ بہت دودھ ہے جس سے بڑے سے بڑا برتن بھی بھر جائے گا) اُس نے پوچھا کہ رفتار کیسی ہے؟ جواب دیا کہ بستر بچھا کر سو جاؤ (یہاں بھی کنایتہً یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بہت سبک سیر ہے مگر حقیقی معنے اور ہی ہیں) پھر اس نے پوچھا: خصلت کیسی ہے؟ تو جواب دیا کہ جب تم اس کو اونٹوں میں دیکھو گے تو اس کی جگہ پہچان لو گے اپنا کوڑا لٹکاؤ اور روانہ ہو جاؤ۔اس نے کہا اس کی طاقت کا کیا حال ہے؟ تو جواب دیا دیوار پر جتنا بوجھ چاہو لاد سکتے ہو۔اس نے خرید لیا لیکن اُن کی بیان کی ہوئی کوئی صفت بھی اُن میں نہ پائی تو اس نے شریح کے پاس آ کر کہا کہ میں نے اس میں ایسی کوئی صفت بھی نہیں پائی جو آپ نے ظاہر کی تھی۔شریح نے کہا میں نے تو تجھ سے جھوٹ نہیں بولا (تیری سمجھ کا قصور ہے) پھر اس نے اقالہ

کی خواہش کی جس کو انہوں نے منظور کر لیا (اقالہ کے معنی فسخ بیع کے ہیں کہ بائع اپنی خوشی سے معاملہ طے شدہ کو مشتری کے کہنے سے دستبردار ہو جائے۔)

(۱۱۹) بہت سے لوگوں سے مروی ہے کہ جب (امیر) زیادہ بیمار تھے تو شریح جب اُن کے پاس سے (بعد مزاج پرسی) واپس آئے تو مسروق الاجدع نے ایک قاصد کی معرفت اُن سے پوچھا کہ آپ نے امیر کا کیا حال دیکھا انہوں نے یہ جواب دیا کہ ان کو امر و نہی کرتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ مسروق نے کہا ان کی مراد "امر" سے وصیتیں تھیں اور نہی سے یہ کہ عورتیں نوحہ کرنے سے باز رہیں (صاف صاف مایوسی کا اظہار خلاف مصلحت تھا اس لیے ایسے الفاظ بولے جن کا ظاہری مفہوم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سب خیریت ہے۔)

(۱۲۰) مروی ہے کہ عدی بن ارطاۃ شریح کے پاس آئے جب وہ مجلس قضا میں بیٹھے تھے۔ آ کر کہنے لگے کہ آپ کہاں ہیں۔ شریح نے جواب دیا تمہارے اور دیوار کے درمیان۔ انہوں نے کہا اچھا میری بات سنو۔ شریح نے کہا اس مجلس میں اسی لیے بیٹھا ہوں۔ عدی نے کہا میں اہل شام میں سے ہوں شریح نے کہا ہمارے دوست ہمارے قریب۔ انہوں نے کہا میں نے اپنی قوم میں ایک عورت سے شادی کی۔ شریح نے کہا خدا برکت دے آپ کو اتفاق سے رکھے اور بیٹے دے۔ انہوں نے کہا اور میں نے بیوی کے رشتہ داروں سے یہ شرط منظور کی تھی کہ میں اس کو اس کے میکے سے نہیں نکالوں گا۔ شریح نے کہا شرط کی پابندی بہت ضروری ہوتی ہے۔ عدی نے کہا اور میں اس کو وہاں سے نکال لانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا خدا حافظ۔ عدی نے کہا آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ شریح نے کہا کر چکا ہوں (ایسی صورت میں شرط توڑنے کا گناہ ہوتا ہے جس پر معافی یا سزا کا تعلق خدا سے ہے "فی حفظ اللہ" سے یہی مراد تھی مگر نکاح باقی رہتا ہے وہ فسخ نہیں ہوتا۔)

(۱۲۱) مروی ہے کہ ایاس بن معاویہ کے پاس تین عورتیں آئیں انہوں نے (ان کو دیکھ کر) کہا کہ ان میں سے ایک بچے کو دودھ پلانے والی ہے اور دوسری کنواری ہے اور تیسری بیوہ ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ انہوں نے کہا دودھ پلانے والی جب بیٹھی تو اس نے اپنے ہاتھ سے پستان کو سنبھالا اور جب کنواری بیٹھی تو اس نے کسی کی طرف التفات نہیں کیا اور بیوہ جب آئی تو وہ داہنے بائیں اپنی نگاہ پھراتی رہی۔

(۱۲۲) ابوالحسن قیسی سے معلوم ہوا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس جو عام لوگوں میں سے تھا کچھ مال امانت رکھا اور یہ شخص ایسا امانت دار مشہور تھا جس کے بارہ میں کسی کو شبہ نہ تھا۔ پھر امانت رکھنے والا شخص مکہ چلا گیا۔ جب یہ واپس آیا تو اپنا مال طلب کیا تو یہ شخص مکر گیا تو مدعی ایاس کے پاس پہنچا اور پورا واقعہ سنایا۔ ایاس نے کہا کیا میرے پاس تمہارے آنے کی اس کو خبر ہو گئی اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ تم کسی شخص کی موجودگی میں اس سے جھگڑے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں کسی کو اس کی خبر نہیں ہوئی۔ ایاس نے کہا تو لوٹ جاؤ اور کسی کے سامنے اس کا ذکر بھی نہ کرو اور دو دن کے بعد مجھ سے ملو وہ شخص چلا گیا۔ اب ایاس نے اس امانت رکھنے والے کو بلا کر کہا کہ کثیر مقدار میں ہمارے مال آ گیا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ وہ تمہارے سپرد کر دیں کیا آپ کا مکان محفوظ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ ایاس نے کہا تو مال رکھنے کے لیے مناسب جگہ ٹھیک کر لیجئے اور مزدوروں کا انتظام بھی ہو جانا چاہیے جو اسے اٹھا کر لے جائیں اب (دو دن کے بعد) وہ شخص آیا تو اس سے ایاس نے کہا اب تم جا کر اس سے اپنا مال مانگو اگر وہ دیدے تو فہوالمراد اور اگر انکار کرے تو اس سے کہنا کہ میں قاضی کو خبر کرتا ہوں۔ چنانچہ یہ شخص اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرا مال دیدے ورنہ میں قاضی صاحب کے پاس جا کر شکایت کر دوں گا اور تمام ماجرا ان سے بیان کر دوں گا۔ اس نے اس کا مال اس کو واپس دیدیا اس شخص نے ایاس کے پاس جا کر اطلاع دی کہ اس نے مال واپس دیدیا پھر وہ امین ایاس کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کو پٹوا کر نکلوا دیا اور کہا کہ اے خائن خبردار کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کرنا۔

(۱۲۳) جاحظ نے ذکر کیا کہ ایاس بن معاویہ نے زمین میں ایک شگاف کو دیکھ کر کہا کہ اس میں کوئی جانور ہے لوگوں نے غور سے دیکھا تو اس میں سانپ تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیسے سمجھے تو انہوں نے کہا کہ اس شگاف میں ہر دو اینٹ کے درمیان کچھ تراوٹ دیکھ کر میں سمجھا کہ نیچے کوئی سانس لینے والی شے ہے۔

(۱۲۴) جاحظ سے مروی ہے کہ ایاس سفر حج میں تھے کہ ایک کتے کے بھونکنے کی آواز سن کر کہنے لگے کہ یہ کتا بندھا ہوا ہے پھر اس کے بھونکنے کی آواز آئی تو بولے کہ اب کھول دیا گیا۔ جب لوگ پانی تک پہنچ گئے (جہاں آبادی تھی) تو وہاں کے لوگوں سے پوچھا تو ایاس کی بات ٹھیک نکلی، ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیسے سمجھے تو انہوں نے کہا جب کتا بندھا ہوا تھا تو اس کی آواز ایک ہی

جگہ سے سنائی دے رہی تھی۔ پھر میں نے سنا کہ وہ آواز کبھی قریب ہو جاتی تھی کبھی بعید۔

(۱۲۵) اور ایک مرتبہ ایاس کا گذر (اسی سفر میں) ایک پانی پر ہوا۔ (جہاں بستی تھی) تو کہنے لگے ایسے کتے کی آواز سن رہا ہوں جو اس بستی سے باہر کا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے کیسے پہچانا تو کہا کہ ایک آواز دبی ہوئی ہے اور دوسری آوازیں سخت ہیں جب وہاں کے لوگوں سے پوچھا تو ایسا ہی ثابت ہوا کہ ایک اوپرے کتے پر دوسرے کتے بھونک رہے تھے۔

(۱۲۶) ابوسہل نے ہم سے بیان کیا کہ عہدہ قضا کبھی دو کے درمیان مشترک نہیں بنایا گیا مگر عبیداللہ بن الحسن العنبری اور عمر بن عامر کے درمیان یہ دونوں مشترک طور پر بصرہ کے قاضی تھے۔ ہر مجلس میں دونوں جمع رہتے تھے اور لوگوں کو جب دیکھتے ایک ساتھ دیکھتے۔ کہتے ہیں کہ دونوں کے پاس ایک قوم ایک باندی کا معاملہ لے کر آئی جو کپڑا نہیں پہنتی تھی (اس لیے جو خریدار تھا وہ اس کو عیب قرار دے کر اپنے لیے خیار عیب کے حق کا مدعی تھا اور اس کو بیچنے والا اس کو عیب نہیں مانتا تھا اسی کے فیصلہ کے لیے عدالت کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا تھا) تو ان کے بارہ میں عمر بن عامر نے کہا کہ یہ ناقص الخلقت ہے اور عبیداللہ بن الحسن نے کہا کہ جو چیز ایسی ہو جو خلقت اور طبیعت عامہ کے خلاف ہو وہ عیب ہے (تو دونوں کے جملوں کو ملا کر یہ فیصلہ بنا کہ باندی معیوب ہے۔ اس میں تجویز کی تکمیل کسی ایک قاضی کے فیصلہ سے نہیں ہو سکی جب تک دونوں کو بطور صغریٰ و کبریٰ ملایا نہیں گیا اور غالباً اس حکایت کے اظہار سے یہی مقصد ہے کہ اشتراک کی حیثیت کو اس طرح یہ دونوں حضرات باقی رکھتے تھے)۔

(۱۲۷) یزید بن ہارون سے مروی ہے کہ واسط میں ایک ایسے شخص کو قاضی بنایا گیا جو ثقہ اور بہت احادیث کے حافظ تھے (ان کے سامنے ایک شخص نے اپنا مقدمہ پیش کیا جس کی روداد یہ ہے کہ) اس شخص نے ایک شاہد (گواہ) کو ایک سر بمہر تھیلی امانت رکھنے کے لیے دی (زمانہ اسلام میں یہ ایک خاص اعزازی عہدہ تھا کہ جو لوگ دیانت وتقویٰ رکھتے تھے اُن سے عام لوگ اپنے تحریری معاہدات پر دستخط کراتے تھے اور حکومت ان کی شہادت کو تسلیم کرتی تھی) اور ذکر کر دیا کہ اس میں ایک ہزار دینار ہیں۔ جب یہ امانت رکھنے والا عرصہ دراز تک غائب رہا اور تھیلی اس شاہد کے قبضہ میں تھی تو اس نے یہ تصور کر لیا کہ وہ شخص مر چکا ہے۔ اب اس مال کو اپنے تصرف میں لانے کی نیت ہوگئی پھر سوچ کر یہ کیا کہ تھیلی کو نیچے کی طرف سے اُدھیڑا (تاکہ مہر علیٰ

حالہ باقی رہے) اور اس میں سے دینار نکال کر ان کے بجائے درہم بھر دیئے اور سی کر حسب سابق کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مالک واپس آیا اور اس نے شاہد سے اپنی امانت واپس مانگی۔ اس نے سربمہر تھیلی واپس کر دی۔ جب اُس نے اپنے گھر پہنچ کر مہر کو توڑا تو اس میں سے درہم نکلے۔ پھر وہ شاہد کے پاس واپس آیا اور اس سے کہا کہ اللہ تجھے معاف کرے میرا مال واپس کر میں نے تو اس میں دینار رکھے تھے اور اس میں سے درہم برآمد ہوئے تو وہ انکاری ہو گیا۔ یہ مقدمہ جب قاضی صاحب کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ تھیلی کب امانت رکھی گئی تھی؟ تو بیان کیا گیا پندرہ سال پہلے۔ اب قاضی صاحب نے ان درہموں کو لے کر ان کے چھاپ کو پڑھنا شروع کیا تو (سنوں کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ) ان میں سے بعض درہم دو سال پہلے کے بنے ہوئے تھے اور بعض تین سال پہلے کے۔ سب اسی کے قریب کے تھے۔ قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مدعی کو دینار واپس کیے جائیں جو شاہد نے واپس کیے۔ قاضی صاحب نے اس کو خائن کہہ کر پکارا اور شہر میں منادی کرائی کہ فلاں بن فلاں قاضی نے فلاں بن فلاں قاضی کو شہادت سے ساقط قرار دیا ہے۔ سب لوگ اس کو جان لیں اور آج کے دن کے بعد اس کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ اس شاہد نے واسط میں اس کی جس قدر جائیداد تھی سب بیچ دی اور واسط سے بھاگ گیا اور کسی ایسی جگہ چلا گیا کہ پھر اس کا کسی کو پتہ نہ چل سکا۔

(۱۲۸) ابو محمد قرشی نے ہم سے بیان کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس کچھ مال امانت رکھا۔ پھر جب اس سے طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا اس نے اپنا معاملہ ایاس بن معاویہ کے سامنے پیش کیا مدعی نے بیان کیا کہ میں نے اس کو مال دیا۔ قاضی ایاس نے سوال کیا کہ کس کے سامنے دیا تھا اُس نے کہا کہ میں نے ایسی جگہ دیا تھا اور وہاں کوئی موجود نہ تھا قاضی نے کہا کہ اس جگہ کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا کہ ایک درخت ہے۔ قاضی نے کہا اچھا اب تم اسی جگہ جاؤ اور درخت کو دیکھو شاید اللہ تعالیٰ وہاں جانے سے ایسی بات واضح کر دیں جس سے تمہارا حق ظاہر ہو جائے ہو سکتا ہے کہ تم نے درخت کے قریب اپنا مال دفن کیا ہو اور وہاں جا کر یاد آ جائے۔ جب تم درخت کو دیکھو۔ یہ شخص چلا گیا قاضی صاحب نے مدعا علیہ کو مدعی کی واپسی تک بیٹھا رہنے کا حکم دیا وہ بیٹھ گیا اور ایاس قضا کے متعلق کام کرتے رہے اور ایک ساعت اس کی طرف دیکھنے کے بعد انہوں نے پوچھا کہ اے شخص کیا وہ تیرا ساتھی اس درخت تک پہنچ گیا ہو گا جس جگہ کا وہ ذکر کر

رہا تھا۔اس نے کہا نہیں (اس نفی سے ثابت ہو گیا کہ یہ اس جگہ سے بخوبی واقف ہے) ایاس نے کہا ''مردود تو یقیناً خائن ہے۔اس نے کہا خدا آپ کے ساتھ آسانی کرے آپ میرے ساتھ آسانی کر دیجئے انہوں نے اس پر ایک نگہبان مقرر کر دیا جو اس کی حفاظت کرے (اور جانے نہ دے) یہاں تک کہ وہ شخص واپس آ گیا۔اس سے ایاس نے کہا یہ تمہارے حق کا اقرار کر چکا ہے اس کو پکڑلو۔

(۱۲۹) ابن السماک نے ذکر کیا کہ ایک دن قاضی القضاۃ شامی کے سامنے دو شخصوں نے اپنا جھگڑا پیش کیا جب کہ یہ جامع منصور میں بیٹھے ہوئے تھے اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں نے دس دینار اس کو امانۃً دیئے تھے دوسرا کہتا تھا کہ اس نے مجھے کچھ نہیں دیا آپ نے مطالبہ کرنے والے سے کہا کہ تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے اس نے کہا کہ نہیں۔قاضی صاحب نے کہا اور نہ کسی کی آنکھوں کے سامنے دیئے اس نے کہا کہ نہیں وہاں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں تھا قاضی صاحب نے کہا کہ کس جگہ سپرد کیے تھے اس نے کہا کرخ کی ایک مسجد میں (کرخ بغداد کا ایک بڑا محلّہ ہے جس میں بہت مساجد ہیں) پھر جس سے مطالبہ کیا جا رہا تھا اس سے انہوں نے پوچھا کہ کیا تم حلف کرو گے؟ اس نے کہا ہاں۔تو آپ نے مدعی سے کہا کہ جس مسجد میں تم نے ان کو وہ دینار سپرد کیے تھے وہاں جاؤ اور وہاں سے میرے پاس قرآن کا ایک ورق اٹھا کر لاؤ تا کہ میں اسی سے اس کو حلف دوں۔وہ شخص چلا گیا اور قاضی صاحب نے اس متہم کو روک لیا۔جب ایک گھڑی گذر گئی تو اس کی طرف التفات کیا اور پوچھا تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ شخص مسجد میں پہنچ گیا ہو گا۔اس نے کہا نہیں ابھی نہیں پہنچا۔یہ جواب اقرار کے مانند ہو گیا تو اس پر سونے کی ادائیگی لازم قرار دی پھر اس نے اقرار کر لیا۔

(۱۳۰) ابوالعینا (نابینا) کا بیان ہے کہ دنیا میں ابن ابی دواد سے زیادہ میں نے ادب پر کسی کی استقامت نہیں دیکھی۔میں جب بھی ان کے یہاں سے (ملاقات کے بعد) نکلا ہوں کبھی اس طرح نہیں کہا کہ: **یا غلامُ خُذ بیدہٖ** (اے غلام اس کا ہاتھ پکڑ لے) بلکہ یہ کہا کرتے تھے: **یا غلامُ اخرُجْ مَعَہٗ** (اے غلام ان کے ساتھ جاؤ) مجھے اُن کے اس جملہ کا انتظار رہا کرتا تھا اس کو ترک نہیں کیا اور نہ میں نے کسی دوسرے سے یہ جملہ سنا۔

(۱۳۱) مروی ہے کہ یحییٰ بن اکثم جب قاضی بصرہ بنائے گئے تو ان کی عمر تقریباً بیس سال تھی ان

کو اہل بصرہ نے کم درجہ خیال کیا ان میں سے ایک نے پوچھا کہ قاضی صاحب کتنے برس کے ہیں ؟ وہ سمجھ گئے کہ وہ چھوٹا سمجھ رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ میری عمر عتاب بن اُسید سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فتح مکہ کے دن اہل مکہ پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر معاذ بن جبل سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اہل یمن پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر کعب بن سور سے زیادہ ہے جن کو عمر بن الخطاب ؓ نے اہل بصرہ پر قاضی بنایا تھا۔

(۱۳۲) ابن اللیث سے مروی ہے کہ اہل خراسان میں سے ایک شخص نے مرزبان مجوسی کے ہاتھ جو وزیر جعفر کی والدہ کا کارندہ تھا تیس ہزار درہم میں کچھ اونٹ فروخت کیے وہ ادائیگی قیمت میں ٹال مٹول کرتا رہا اور نہیں دی وہ عرصہ تک پڑا رہا (پریشان ہو کر) اس نے (قاضی) حفص بن غیاث کے بعض مصاحبوں سے مل کر مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ اس سے جا کر یہ کہو کہ آپ فی الوقت مجھے ایک ہزار درہم دے دیجئے باقی قیمت کے لیے میں ایک دوسرے شخص کے حق میں حوالہ لکھ دوں گا آپ، اس کو جب چاہیں دے دیں پھر میں خراسان چلا جاؤں گا۔ ایسا کر لینے کے بعد پھر مجھ سے ملو تا کہ پھر مشورہ دوں۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا وہ مرزبان سے ملا اور اس نے ایک ہزار درہم دے دیئے اس شخص نے واپس آ کر اس مشورہ دینے والے کو خبر دی اس نے کہا اب اس کے پاس واپس جا کر یہ کہو کہ جب کل آپ سوار ہو کر جائیں تو راستہ میں قاضی صاحب کی طرف ہوتے جائیں میں وہاں حاضر ہوں گا اور کسی شخص کو اپنی طرف سے مال کی وصولی پر اپنا وکیل بنا دوں گا اور پھر چلا جاؤں گا جب مرزبان قاضی صاحب کے پاس آ کر بیٹھے تو فوراً قاضی صاحب کے سامنے بقیہ رقم کا دعویٰ پیش کر دینا (اس ترکیب سے فوراً ہی فیصلہ ہو جائے گا اور مرزبان کو یہ موقع نہ مل سکے گا کہ وہ اپنے اعلیٰ اثر و رسوخ کا استعمال کر کے قاضی صاحب کو فیصلہ روکنے پر مجبور کرے) اس شخص نے ایسا ہی کیا قاضی صاحب نے فوراً اس کو محبوس کر لیا۔ ام جعفر کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے خلیفہ ہارون الرشید سے کہا کہ تمہارے قاضی نے میرے وکیل کو محبوس کیا ہے اس کو حکم دے دیجئے کہ وہ فیصلہ ملتوی کر دے (اور مرزبان کو رہا کر دے) ہارون نے حکم دے دیا کہ ایسا لکھ دیا جائے۔ قاضی حفص کو بھی اس کی خبر ہو گئی انہوں نے مدعی سے کہا کہ فوراً گواہ حاضر کرو تا کہ امیر المؤمنین کے مکتوبات کے آنے سے پہلے میں مجوسی کے مقابلہ پر تیرے حق میں لکھ دوں (اس نے گواہ حاضر کر دیئے اور قاضی صاحب نے فیصلہ لکھنا شروع کر

دیا) تو (امیر المؤمنین کا مکتوب لے کر ایک شخص حاضر ہو گیا۔ قاضی صاحب نے اس شخص سے کہا ٹھہر و فیصلہ لکھنے سے فارغ ہو کر مکتوب وصول کر کے پڑھا اور اس خادم سے کہا کہ امیر المؤمنین سے سلام عرض کر و اور خبر دے دو کہ آپ کا مکتوب اس وقت وارد ہوا جب حکم نافذ ہو چکا تھا۔

(۱۳۳۳) بدائنی نے بیان کیا کہ مطلب بن محمد الحنظی مکہ کے قاضی تھے اور ان کی زوجیت میں ایک ایسی عورت تھی جس کے چار شوہر مر چکے تھے جب قاضی صاحب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو وہ اُن کے سرہانے بیٹھ کر روئی اور کہنے لگی مجھے کس کے پاس زندگی بسر کرنے کی وصیت کرتے ہو تو قاضی صاحب نے جواب دیا چھٹے بدنصیب کے پاس۔

(۱۳۴۴) ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ابو حازم کے پاس آ کر کہا کہ شیطان میرے پاس آ کر مجھ سے کہتا ہے کہ تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے وہ مجھ کو اس وسوسہ میں مبتلا کرتا رہتا ہے انہوں نے کہا (اور حقیقت کیا ہے) کیا تو نے اس کو طلاق نہیں دی؟ اس نے کہا نہیں! انہوں نے کہا کیا تو نے کل میرے پاس آ کر میرے نزدیک اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں تو آج ہی آپ کے پاس آیا ہوں اور میں نے کسی صورت سے بھی اسے طلاق نہیں دی! انہوں نے کہا جب شیطان تیرے پاس آئے بس اس وقت بھی اسی طرح قسم کھا لینا اور آرام سے رہنا۔

(۱۳۵) یحیٰی بن محمد سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے ایک قابل اعتماد شخص نے بیان کیا کہ ایک قاضی پر ان کی بیوی نے تقاضا کیا کہ مجھے ایک باندی خرید دیجئے۔ وہ اس سلسلہ میں بردہ فروشوں میں گئے۔ جنہوں نے ان کے سامنے چند لڑکیاں پیش کیں۔ ان میں سے ایک کو انہوں نے پسند کر لیا اور اپنی بیوی کو لا کر دکھایا کہ میں اپنے مال سے اس کو تمہارے لیے خرید کر لاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے آپ کے مال کی حاجت نہیں۔ یہ دینار لیجئے اور اس کو میرے واسطے خرید لائیے اور ان کو ایک سو دینار دے دیئے (بڑی سمجھ دار عورت تھی کہ ان کے الفاظ اپنے مال سے سن کر ان کی نیت کو تاڑ گئی) یہ دینار قاضی صاحب نے لے لیے ان کو گھر میں (کسی تھیلی میں سر بمہر کر کے) الگ رکھ دیا اور جا کر اپنے لیے خرید لائے اور اپنے مال سے ہی قیمت ادا کی اور بیعنامہ بھی اپنے ہی نام لکھایا اور لڑکی کو آہستہ سے بتا دیا اور اس کو پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کر دی۔ اب ان کی بیوی اس سے خدمت لیتی رہتی تھی۔ جب قاضی صاحب کو تنہائی میسر آ جاتی تھی تو یہ اس سے ہم

بستر ہوتے ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایسے وقت میں سر پر آ پہنچی۔ اس نے کہا اے بدکردار شیخ زانی یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ کیا تو ہی مسلمانوں کا قاضی ہے۔ قاضی نے کہا کہ شیخ بدکردار نہیں ہے۔ رہا زنا سو خدا کی پناہ اور اپنے نام کا بیعنامہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا اور اس کو حیلہ سے آگاہ کر دیا اور سر بمہر دینار نکال کر اس کے آگے ڈال دیئے اس وقت وہ سمجھی کہ قاضی صاحب نے حرام فعل نہیں کیا اور برابر خوشامدیں کرتی رہی یہاں تک کہ قاضی صاحب نے اس کو فروخت کر دیا۔

(۱۳۶) تنوخی سے مروی ہے کہ قاضی القضاۃ ابوالسائب نے بیان کیا کہ ہمارے شہر ہمدان میں ایک شخص تھا جس کا حال چھپا ہوا تھا قاضی صاحب نے اس کو مقبول القول بنانا چاہا اور اس سے اس بارے میں پوچھا بھی تو اس کو پوشیدہ اور ظاہر حالات کے اعتبار سے اہل سمجھا۔ پھر اس سے کچہری میں آنے کے لیے مراسلت بھی کی (اس زمانہ کی وکالت کی طرح پہلے شاہد بھی ایک عہدہ تھا جس پر متقی اور صادق لوگوں کو منتخب کیا جاتا تھا۔ اقرار ناموں اور فیصلوں کو ان کے دستخط سے موثق کیا جاتا تھا) تاکہ اس کے اقوال کو قبول کرے اور یہ بھی حکم دے دیا کہ اس کے دستخط کا نمونہ رجسٹروں میں محفوظ کر لیا جائے جن پر بوقت حاضری اس کی شہادت قلم بند ہوا کرے جب قاضی صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور یہ شخص مع دوسرے شاہدوں کے آیا مگر جب اس نے اپنی شہادت ثبت کرنا چاہی تو قاضی صاحب نے قبول نہ کیا۔ قاضی صاحب سے کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا مجھ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ ریاکار (یعنی اپنے کو بنانے والا ہے) تو مجھے مناسب معلوم نہ ہوا کہ اس کے قول کو قبول کروں۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ یہ کس طرح سمجھے؟ انہوں نے کہا یہ میرے پاس روزانہ آتا تھا جب میری نظر اس پر پڑتی تھی تو گھر کے دروازے سے مجلس تک اس کے جتنے قدم پڑتے تھے میں شمار کر لیتا تھا لیکن جب آج میں نے اس کو شہادت کے لیے بلایا اور یہ آیا تو میں نے اسی مقام سے اس کے قدم شمار کیے تو دو یا تین قدم بڑھے ہوئے پائے (کیونکہ مصنوعی وقار کے لیے معمول سے چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے تشریف لائے تھے) میں سمجھ گیا کہ یہ شخص ریاکار ہے اسی لیے قبول نہیں کیا۔

(۱۳۷) ابوالعیناء سے مروی ہے کہ افشین ابودلف سے حسد کرتا تھا اور اس کی دانائی اور شجاعت کی وجہ سے اس کا دشمن تھا۔ افشین نے اس کے پھنسانے کے لیے ایک حیلہ کیا (یعنی اس کے

خلاف ایک جھوٹا دعویٰ اپنے یہاں دائر کرایا) یہاں تک کہ ابودلف کے خلاف خیانت اور قتل کی شہادتیں بھی گذر گئیں اور سیاف (قتل کرنے والا) بھی حاضر کرلیا گیا ایسے وقت اس واقعہ ابن ابی دواد کو علم ہوگیا تو یہ فوراً سوار ہوکر چل پڑا اور اپنے ساتھ اور چند ایسے لوگوں کو لے لیا جو افشین کے دشمن تھے یہ اس کے پاس پہنچ گئے اور اس سے کہا کہ میں تمہارے پاس امیر المؤمنین کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور امیر المؤمنین نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ قاسم بن عیسیٰ (یعنی ابودلف) کے ساتھ کوئی حرکت نہ کی جائے اور اس کو سلامتی کے ساتھ ہمارے پاس بھیج دیا جائے۔ پھر شاہدوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ گواہ رہو کہ میں نے امیر المؤمنین کا پیغام اس کو پہنچا دیا ہے۔ اس کے بعد افشین کوئی گزند ابودلف کو نہ پہنچا سکا۔ پھر ابن ابی دواد خلیفہ معتصم باللہ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میں آپ کی طرف سے ایک ایسا پیغام پہنچا کر آیا ہوں جس کا آپ نے مجھے حکم نہیں دیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس سے بڑا کوئی نیک کام نہیں کیا اور میں اُسی کی بنا پر آپ کے لیے بھی خدا سے جنت کا امیدوار ہوں۔ پھر پورا واقعہ ان کو سنایا تو خلیفہ نے ان کی رائے اور تدبیر کو پسند کیا (اب افشین کا فرستادہ شخص ابودلف کو لے کر امیر المؤمنین کی بارگاہ میں پہنچا) اور اس شخص کی طرف توجہ کی جو قاسم (ابودلف) کو لے کر حاضر ہوا تھا حکم دیا کہ ان کو رہا کیا جائے اور افشین کی اس حرکت سے اس پر عتاب ہوا۔

(۱۳۸) ابن قتیبہ نے کہا کہ ایک قاضی کے یہاں ایک مرتبہ فرزوق نے شہادت دی تو قاضی نے کہا ابوفراس کی شہادت کو ہم نے جائز رکھا ہے مگر مزید شہادتیں لاؤ (ابوفراس فرزوق کی کنیت ہے) جب فرزوق واپس ہوئے تو ان سے کہا گیا واللہ تمہاری شہادت کو معتبر نہیں مانا گیا (فرزوق مشہور شاعر تھا)۔

(۱۳۹) دو آدمی قاضی ضمضم کے پاس آئے ان میں سے ایک کا دوسرے پر یہ دعویٰ تھا کہ یہ میرا طنبورا نہیں دیتا۔ مدعیٰ علیہ انکاری تھا۔ مدعی نے کہا میں شہادتیں پیش کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس نے دو گواہ پیش کیے جنہوں نے مدعی کے سچا ہونے کی گواہی دی۔ مدعیٰ علیہ نے کہا قاضی صاحب ان گواہوں سے ان کا پیشہ دریافت کیجئے (پوچھا گیا) تو ایک نے بتایا کہ وہ نبیذ بیچنے والا ہے اور دوسرے نے بیان کیا کہ وہ جانور ہنکانے والا ہے تو قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ طنبورے کے دعوے پر تیرے نزدیک ان سے بڑھیا گواہوں کی ضرورت ہے (جیسا دعویٰ ہے

ویسے ہی گواہ ہیں) اُٹھ اس کو وہ طنبورہ واپس دے۔
(۱۳۹) دو آدمی ایک بکری کے بارے میں جھگڑ رہے تھے ہر ایک نے اس کا ایک ایک کان پکڑ رکھا تھا۔ اس دوران میں ایک شخص آ گیا۔ دونوں نے اس سے کہا جو فیصلہ تم کر دو گے وہ ہمیں منظور ہو گا۔ اس نے کہا اگر تم میرے فیصلہ پر راضی ہو تو ہر ایک یہ حلف کرے کہ اگر وہ میرا فیصلہ نہ مانے گا تو اس کی بیوی پر طلاق ہے۔ تو دونوں نے ایسا حلف کر لیا پھر اُس نے کہا اب اس کے کان چھوڑ دو تو دونوں نے چھوڑ دیئے اب اس نے اس کا کان پکڑا اور لے کر چلتا بنا (کہ اس کا فیصلہ یہی تھا) دونوں دیکھتے رہ گئے اس سے بات کرنے پر قادر بھی نہ رہے (کہ اگر ناراضی کا اظہار کرتے ہیں تو بکری کے ساتھ بیوی بھی جائے گی)
(۱۴۰) ہم کو قاضی ابی عمر کا قصہ معلوم ہوا کہ ایک بار انہوں نے ایک معزز شخص کو عہدۂ قضا سپرد کیا۔ پھر اس کے بارے میں ان سے ایسی باتیں ذکر کی گئیں جو عہدۂ قضا کی شان کے خلاف تھیں تو انہوں نے اس عہدہ کو واپس لینے کا ارادہ کیا اس پر بعض لوگوں نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ الزامات جو ان پر لگائے گئے ہیں صحیح ثابت ہو گئے تو ان کو معزول کر دیں انہوں نے جواب دیا کہ وہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں اس کے باوجود الگ کرنا ضروری سمجھ رہا ہوں۔ پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ؟ انہوں نے کہا کیا ان کی آبرو بن ایسے الزامات کا احتمال پیدا نہیں ہو گیا (یعنی ان کی شخصیت ایسے الزامات سے بالاتر نہیں ہے) اور یہ صورت اس صورت کے مشابہ بن گئی کہ کسی شخص پر جب اس نوع کے اتہام لگائے جائیں تو (اس کی برائیوں کے پیش نظر) شک کرنے میں جلدی کی جاتی ہے اور عہدۂ قضا اس سے بھی نازک تر ہے۔ بالآخر اس سے یہ عہدہ واپس لے لیا۔
(۱۴۱) احمد بن ابی دواد خلیفہ واثق باللہ سے ملنے کے لیے گئے۔ خلیفہ نے اُن سے کہا کہ میرے پاس ابھی محمد بن عبدالملک الزیات بیٹھا ہوا تھا اس نے تمہارا تذکرہ بہت برائی کے ساتھ کیا ابن ابی دواد نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے اس شخص کو اس امر کا محتاج بنایا کہ وہ سچ کو چھوڑ کر جھوٹ کو اختیار کرے اور مجھے اس خصلت سے متنفر بنایا۔
(۱۴۲) ایک شخص ایک قاضی کے پاس ایک معاہدۂ مہر کے بارے میں شہادت دینے کے لیے آیا۔ قاضی صاحب نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا: مسیّب قاضی نے کہا آج

نہیں (مسیّب کے لفظی معنی ہیں کسی کو بھٹکتا ہوا چھوڑ دینے والا۔ اسی کے پیش نظر قاضی نے کہا کہ آج نہ کر بیٹھے)۔

بَاب: ⑬

اُمت کے علماء اور فقہاء کے واقعاتِ ذہانت

(۱۴۳) شعبیؒ کے بارے میں منقول ہے مجاہدؒ سے کہ شعبی حمام میں داخل ہوئے تو داؤد ازدی کو بغیر پاجامہ کے دیکھا تو اپنی دونوں آنکھیں میچ لیں۔ داؤد نے کہا اے ابوعمرو کب سے اندھے ہو گئے ہو۔ شعبی نے جواب دیا کہ جب سے خدا نے تیرا پردہ چاک کر دیا۔

(۱۴۴) شعبیؒ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں لقمہ دینے شروع کر دیئے اور کہنے لگے کہ شعبیؒ تیری حدیثیں مجھے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ مرغوب ہیں۔ پھر کہا: **کم عطاك** (تمہارا وظیفہ کتنا ہے؟) میں نے کہا: **الفی درھم** (دو ہزار درہم) تو اہل شام سے سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگے عراقی نے جواب میں نحوی غلطی کی پھر خلیفہ نے سوال کیا **کم عطائوك** (سوال کے دہرانے سے) منشا یہ تھا کہ میں وہی الفاظ پھر کہوں تو میری غلطی ظاہر کریں۔ میں نے جواب دیا **الفا درھم** تو کہنے لگے کہ تم نے **الفي درھم** کیوں نہیں کہا۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے بھی (**کم عطاك** کہہ کر) نحوی غلطی کی تھی تو میں نے جواب میں (عمداً) غلطی کر دی کیونکہ مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ آپ تو پیدل چلیں اور میں سوار ہو کر چلوں تو کہنے لگے آپ نے ٹھیک کہا اور شرمندہ ہوئے۔

(۱۴۵) ابراہیم نخعی کے بارے میں مغیرہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعیؒ کو جب کوئی ایسا شخص تلاش کرتا جس سے وہ ملنا نہ چاہتے تو خادمہ باہر آ کر یہ کہہ دیتی کہ مسجد میں دیکھو (یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں)۔

(۱۴۶) مروی ہے کہ ایک شخص نے آ کر ابراہیم نخعی سے کہا کہ میں نے ایک شخص کا برے کلمات سے ذکر کیا۔ اس کو بھی میری گفتگو کی اطلاع ہو گئی (اب میں دفعِ مضرت کے لیے اس کے دل سے اثر زائل کرنا چاہتا ہوں) تو کس عنوان کے ساتھ اس سے معذرت کروں؟ کہنے لگے یوں

کہہ دیجیو: واللہ و اللہ ان اللہ لیعلم ما قلتُ من ذالك من شئ (لفظ ما نافیہ بھی ہوسکتا ہے اور موصولہ بھی معذرت کرنے والا موصولہ کا مفہوم اپنی مراد قرار دے گا تو یہ معنی ہوں گے۔ خدا کی قسم بے شک اللہ کو بخوبی علم ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں کہا تھا۔ جو کچھ مگر اتنے تاکیدی اور حلفیہ بیان سے مخاطب کا ذہن نافیہ کی طرف منتقل ہوگا۔ نافیہ کی صورت میں یہ معنے ہوں گے خدا کی قسم بے شک اللہ بخوبی جانتا ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا) مترجم۔

(۱۴۷) علی بن ہاشم نے ایک شخص سے روایت کیا جس کا نام بھی لیا تھا کہ جب ہم ابراہیم نخعی کے پاس سے آیا کرتے تو ہم سے کہا کرتے تھے کہ اگر میرے بارے میں تم سے پوچھا جائے تو کہہ دینا کہ ہمیں خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے (اس میں جھوٹ لازم نہیں آئے گا) کیونکہ جب تم میرے پاس سے چلے گئے تو پھر تم کو کیا خبر ہوسکتی ہے کہ میں کہاں ہوتا ہوں (نماز کی جگہ' کھانے کی جگہ' آرام کی جگہ' بیت الخلاء گھر میں بہت سی جگہیں ہوتی ہیں اس لیے ایسا کہہ دینا غلط نہیں ہو سکتا)۔

(۱۴۸) اعمش کے بارے میں جریر بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن اعمش سے ملنے کے لیے چلے تو ہم نے ان کو ایک خلیج کے کنارے پر بیٹھے دیکھا جو بارش کے پانی سے ہوگئی تھی ہم اس کے دوسرے کنارے پر بیٹھ گئے کہ ایک کالے حلیہ کا شخص آیا۔ جب اس نے اعمش کو دیکھا اور ان کے بدن پر ایک پرانا اُونی جبہ خراب سا تھا تو (ان کو حقیر سمجھ کر بیگار لینے کے ارادہ سے) کہا! اٹھ مجھے اس خلیج سے پار کردے اور ان کا ہاتھ کھینچ کر کھڑا کرلیا اور ان پر سوار ہوگیا اور یہ کلمات بھی پڑھے (جو گھوڑے وغیرہ سواری کے وقت مسنون ہیں): سبحٰن الذی سخرلنا هذا وما کنا لهٗ مقرنین۔ اعمش اس کو لادے ہوئے چل دیئے یہاں تک کہ جب خلیج کے بیچ میں پہنچ گئے تو اسے وہاں پھینک مارا اور کہنے لگے اب یہ پڑھ: رب انزلنی منزلا مبٰرکا و انت خیر المنزلین (یہ دعا منزل مقصود پر پہنچ کر پڑھنا مسنون ہے) پھر نکل آئے اس کالئے کو پانی میں ہاتھ پاؤں مارتا چھوڑ کر چلے آئے۔

(۱۴۹) ابوبکر بن عیاش سے مروی ہے کہ جب اعمش نماز فجر سے فارغ ہوجاتے تھے تو اُن کے پاس قراء آ کر قراءتِ قرآن سیکھتے تھے۔ اس مسجد کی امامت ابو حصین کرتا تھا ایک دن اعمش نے (اپنے کسی شاگرد سے) کہا کہ ابو حصین ہم سے قراءت اس طرح سیکھتا ہے کہ روزانہ وہیں

اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور تعلیم کے ختم تک رہتا ہے اور اس طرح سیکھ لینا چاہتا ہے کہ شکر بھی نہ ادا کرنا پڑے پھر قاریوں میں سے ایک شاگرد سے کہا کہ ابوحصین فجر کی نماز میں زیادہ تر سورۂ صافات پڑھتا ہے۔ کل تم مجھے سورۃ صافات ہی سنانا جب آیت: ﴿فالتقمه الحوت﴾ پر پہنچو تو ہمزہ کر دینا (یعنی واؤ پر آواز کو ذرا دبا دیا جائے تا کہ ہمزہ کے قریب پہنچ جائے) چنانچہ اگلے دن شاگرد نے ایسا ہی کیا اور اعمش نے اس پر گرفت نہ کی۔ اس کے دو تین روز بعد ابوحصین نے نمازِ فجر میں پھر سورۂ صافات پڑھی اور جب لفظ حوت پر پہنچا تو ہمزہ کیا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے اور اعمش اپنی مجلس میں آ بیٹھے تو ابوحصین کا کوئی رشتہ دار آ گیا تو اس سے اعمش نے کہا اے فلاں اگر تم ہمارے ساتھ آج نمازِ فجر پڑھتے تو تم کو معلوم ہوتا کہ اس محراب میں حوت کی کیسی گت بن رہی تھی پھر ابوحصین کو معلوم ہو گیا کہ اصل بات کیا تھی تو (بجائے اس کے کہ اپنے نخوت اور تکبر آمیز طرزِ عمل پر متنبہ ہو کر معذرت کرتا اور اس عظیم الشان شیخ کامل سے استفادہ کرتا مشتعل ہو کر) بعض لوگوں کو اکسایا اور ان کو کھینچ کر مسجد سے نکال دیا اور یہ ابوحصین اپنی قوم بنی اسد میں سر برآوردہ شخص تھا۔

(۱۵۰) ابوالحسن مدائنی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے اعمش سے کہا کہ اے ابومحمد میں نصف درہم میں ایک گدھا کرایہ کر کے تمہارے پاس آیا ہوں تا کہ فلاں فلاں حدیث کے بارے میں تم سے کچھ سوال کروں (اس شخص نے علم حدیث کو ایسی سستی چیز بتایا کہ اس پر نصف درہم کے خرچ کو اہمیت کے ساتھ اس نے ذکر کیا اس لیے اس کے ساتھ اس کے مناسب معاملہ ضروری سمجھ کر) اعمش نے کہا کہ بقیہ نصف درہم پر پھر گدھا کرایہ پر لے کر لوٹ جاؤ۔

(۱۵۱) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ مکہ کے راستہ میں میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جبکہ لوگوں نے ایک جوان تیار اونٹ کا گوشت بھون لیا تھا اور چاہتے تھے کہ سرکہ کے ساتھ کھائیں مگر ایسا کوئی برتن موجود نہ تھا۔ جس میں سرکہ ڈال کر دسترخوان پر رکھ لیا جائے اس کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی تو انہوں نے ریت کو کھود کر ایک گڑھا بنایا اور اس پر (چمڑے کا) دسترخوان بچھایا اور (گڑھے پر دسترخوان کو دبا کر پیالہ نما جگہ بنا لی) اس موقع پر سرکہ الٹ دیا۔ سب نے اطمینان کے ساتھ اپنی خواہش پوری کر لی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہر ایک کام میں حسن پیدا کرتے ہیں تو فرمانے لگے کہ تمہیں اللہ کا شکر کرنا

چاہیے اس نے تو تم پر یہ فضل کیا کہ میرے دل میں اس تدبیر کا القا کر دیا (یہ ہوتی ہیں اللہ کے خاص بندوں کی باتیں)۔

(۱۵۲) محمد بن حسن سے مروی ہے کہ ایک شخص کے گھر میں چوروں نے داخل ہو کر اس کو تین طلاق کا حلف لینے پر مجبور کیا (یعنی یہ کہلوایا کہ اگر میں نے شور مچایا یا کسی کو بتایا کہ مال لینے والے کون لوگ ہیں تو میری بیوی پر تین طلاق) کہ کسی کو نہیں بتائے گا (اور اس کا سب مال واسباب لے گئے) صبح کو وہ شخص چوروں کو دیکھتا رہا کہ وہ اس کا سامان فروخت کر رہے ہیں۔ مگر اس حلف کی وجہ سے بولنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے آ کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا، کہ میرے پاس اپنے محلّہ کی مسجد کے امام اور موذن کو لاؤ اور اہل محلّہ میں سے جو صاحب جاہ اشخاص ہیں ان کو بھی۔ یہ شخص ان سب کو لے گیا۔ ان سے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اس کا مال واسباب اللہ اس کو واپس کر دے سب نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پاس تمام بدچلن اور تمام متہم لوگوں کو جمع کر لو اور ان کو کسی گھر میں سے ایک ایک شخص کو باہر کرتے جاؤ اور اس سے پوچھتے رہو کہ کیا یہ ہے تمہارا چور؟ اگر وہ چور نہ ہو تو یہ "نہیں" کہتا رہے اور اگر چور ہو تو چپ ہو جائے۔ جب یہ چپ کر جائے تو تم اس پر قبضہ کر لو۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس تدبیر پر لوگوں نے عمل کیا تو اللہ نے اس کا تمام مال مسروقہ واپس دلوا دیا۔

(۱۵۳) حسین الاشقر کہتے ہیں کہ کوفہ میں طالبین میں سے ایک نیک شخص تھا اس کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف گذر ہوا آپ نے اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ کی طرف آپ نے اس سے فرمایا کہ وہاں سے واپسی پر مجھ سے ملو تو بہت اچھا ہو اور لوگ ابن ابی لیلیٰ کی دعاؤں سے فیض یاب ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ شخص ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں تین دن ٹھہر کر جب واپس ہوا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے گذرا۔ آپ نے اس کو آواز دی اور سلام علیک کی پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ تم تین دن کے لیے ابن ابی لیلیٰ کے پاس کس غرض سے گئے تھے۔ اس نے کہا کہ ایسی بات ہے جسے میں لوگوں سے چھپاتا ہوں۔ میں نے یہ امید کی تھی کہ وہاں جا کر اس کا کوئی حل نکل آئے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں ایک صاحب وسعت شخص ہوں اور دنیا میں ایک بیٹے کے

سوا اور میرا کوئی وارث نہیں ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ جب میں کسی عورت سے اس کا نکاح کرتا ہوں تو وہ اسے طلاق دیتا ہے۔ میں نے اس کو ایک باندی خرید کر دے دی تو اس کو بھی آزاد کر دیا۔ آپ نے پوچھا کہ پھر ابن ابی لیلیٰ نے اس کے بارے میں کیا کہا اس نے کہا کہ انہوں نے یہ جواب دیا کہ میرے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پاس بیٹھو ہم تمہیں اس مشکل سے نکال دیں گے۔ پھر کھانا آ گیا اس کو اس میں شریک کیا جب کھانے سے فراغت ہو گئی تو اس سے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر بازار جاؤ پھر جو باندی اس کو پسند آ جائے اور اس کی قیمت کا معاملہ بھی تمہارے حسبِ منشا ہو جائے تو اس کو اپنی ذات کے لیے خرید لو اس کے لیے نہ خریدنا پھر اس باندی کے ساتھ اس کا نکاح کر دو۔ پھر اگر اس نے طلاق دیدی تو وہ تمہارے پاس لوٹ آئے گی اور اگر اس نے آزاد کر دیا تو یہ عتق جائز نہ ہوگا (کہ وہ تمہاری مملوکہ ہوگی) اگر اس سے اولاد ہو گئی تو تمہارا نسب ثابت رہے گا (اور اس شخص کو فقدان نسب ہی کا غم تھا) اس نے کہا کیا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا بالکل جائز ہے پھر یہ شخص ابن ابی لیلیٰ کے پاس گیا اور ان سے اس تدبیر کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھیک رائے دی ہے۔

(۱۵۴) امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا تو آپ تشریف لے گئے ربیع نے جو منصور کا حاجب تھا اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دشمن کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دادا (حضرت عبداللہ بن عباسؓ) کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ تھا کہ کسی معاملہ پر حلف کرنے والا اگر اس سے ایک یا دو دن کے بعد استثناء کر دے یعنی ان شاء اللہ کہہ دے تو یہ اس کے لیے جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ حلف کے ساتھ متصلاً ہی جائز ہے (بعد میں معتبر نہ ہوگا) ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے امیر المؤمنین ربیع چاہتا ہے کہ آپ کے لشکر کی گردن کو آپ کی بیعت سے آزادی دلا دے۔ منصور نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ لوگ آپ کے سامنے تو حلف کر جائیں گے پھر اپنے گھروں پر جا کر استثنا کر دیا کریں گے تو جو حلفیہ عہد اطاعت لیا جاتا رہے گا وہ باطل بھی ہوتا رہے گا۔ منصور ہنسنے لگا اور اس نے کہا اے ربیع ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی نہ چھیڑنا (ورنہ اسی طرح منہ کی کھایا کرے گا) جب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ باہر آ گئے تو ربیع نے ان سے کہا کہ آج تو آپ نے

مروانے ہی کا کام کر دیا۔ آپ نے فرمایا وہ کام تو نے کیا تھا میں نے اپنے لیے اور تیرے لیے خلاصی کی راہ نکالی۔

(۱۵۵) عبدالواحد بن غیاث سے مروی ہے کہ ابوالعباس طوسی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق برے خیالات رکھتا تھا اور اس کا علم ان کو بھی تھا ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ منصور کے پاس گئے اور وہاں اس وقت کثیر مجمع تھا۔ طوسی نے کہا آج مجھے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خبر لینا ہے۔ چنانچہ سامنے آیا اور کہا کہ اے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین ہم میں سے کسی شخص کو بلا کر یہ حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی گردن کاٹ دی جائے اور جس کو حکم دیا جاتا ہے اس کو یہ خبر نہیں کہ گردن کاٹنے کے حکم کے لیے خلیفہ نے کیسے گنجائش نکالی (ایسی حالت میں گردن کاٹنا جائز ہوگا یا نہیں) ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے ابوالعباس (اس کا جواب دو کہ) امیر المؤمنین کے احکام حق پر مبنی ہوتے ہیں یا باطل پر؟ اس نے کہا حق پر۔ آپ نے فرمایا بس تو حق کا نفاذ کرتا رہ جس صورت سے بھی (تجھے حکم دیا جارہا) ہو اور تیرے لیے اس کی تحقیق ضروری نہیں۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو لوگ ان کے پاس بیٹھے تھے ان سے فرمایا کہ یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا تھا مگر میں نے اسے جکڑ دیا۔

(۱۵۶) علی بن عاصم کہتے ہیں کہ میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا دیکھا کہ ان کے پاس حجام ان کے بال بنا رہا ہے آپ نے اس سے فرمایا کہ تو جس مقام پر سفید بال ہوتے ہیں ہمیشہ اسی جگہ کو لپٹا رہتا ہے تو ان میں کیوں اضافہ کر رہا ہے اس نے کہا اضافہ کس طرح جب کہ (میں سفید بال کاٹتا رہتا ہوں آپ کی گفتگو ظرافت پر مبنی تھی) آپ نے فرمایا کہ (جتنا تو ان کا پیچھا کرتا ہے) ان میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے اب تو سیاہ بالوں کو لپٹا کرتا کہ ان میں اضافہ ہو۔

(۱۵۷) یحییٰ بن جعفر کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے (ایک ان کا واقعہ) سنا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ بیابان میں مجھے پانی کی بڑی ضرورت لاحق ہوئی۔ میرے پاس ایک اعرابی آیا اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا میں نے اس سے پانی مانگا اس نے انکار کیا اور کہا کہ پانچ درہم میں دے دوں گا۔ میں نے پانچ درہم دے کر وہ مشکیزہ لے لیا پھر میں نے کہا اے اعرابی ستو کی طرف کچھ رغبت ہے؟ اس نے کہا لاؤ میں نے اسکو ستو دے دیا جو روغن زیتون سے چرب کیا گیا تھا۔ وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا۔ اب اسکو پیاس لگی تو اس نے کہا کہ ایک پیالہ پانی دے

دیجئے۔ میں نے کہا پانچ درہم میں ملے گا اس سے کم نہیں کیا جائے گا (ایسا ہی وہ حاجت مند تھا اس حیلہ سے) میں نے اس سے اپنے پانچوں درہم واپس لے لئے اور میرے پاس پانی بھی رہ گیا۔

(۱۵۸) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی ذہانت کا ذکر تھا اس پر عبدالحسن بن علی نے بیان کیا کہ کوفہ میں حجاج میں سے ایک حاجی نے ایک شخص کے پاس کچھ مال امانت رکھا اور حج کو چلا گیا پھر واپس آ کر اپنی امانت طلب کی تو وہ شخص منکر ہو گیا اور اس نے جھوٹی قسمیں کھانا شروع کر دیں یہ صاحب مال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشورے کے لیے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے انکار کرنے کا کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا اور یہ منکر شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آتا جاتا رہتا تھا آپ نے اس سے تخلیہ میں کہا کہ ان لوگوں نے (یعنی صاحبان حکومت نے) مجھ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے جس میں قاضی ہونے کی صلاحیت ہو۔ کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ آپ کا نام بھیج دیا جائے تو اس نے کچھ بناوٹی انکار شروع کیا اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو رغبت دلانا شروع کی تو وہ اس عہدے کے لالچ کے ساتھ آپ کے پاس سے رخصت ہوا۔ پھر وہ حاجی صاحب مال آپ کے پاس آیا تو اس سے آپ نے فرمایا کہ اب اس کے پاس جاؤ اور یہ کہو کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم بھول گئے ہو اس لیے میں تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ میں نے فلاں وقت تمہارے پاس امانت رکھی تھی اور یہ اس کی علامت ہے۔ یہ شخص گیا اور اسی طرح گفتگو کی اب اس نے فوراً وہ امانت واپس کر دی (اور امام صاحب کو بھی مطلع کر دیا) پھر جب وہ امین صاحب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس معاملہ پر غور کیا تو سوچا کہ مجھے آپ کا مرتبہ بلند کرنا چاہیے۔ یہ تو یوں ہی ایک کم درجہ کا عہدہ ہے میں اس پر آپ کا نام نہ بھیجوں یہاں تک کہ کوئی اس سے اونچے درجہ کی جگہ سامنے آئے۔

(۱۵۹) ابن الولید نے ہم سے بیان کیا کہ ایک نوجوان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی تھا جو بکثرت ان کی مجلس میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ اس نے ایک دن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اہل کوفہ میں سے فلاں شخص کے یہاں میں نکاح کرنا چاہتا ہوں اور میں نے وہاں پیغام بھی بھیج دیا ہے لیکن وہ مجھ سے اتنا بڑا مہر طلب کرتے ہیں جو میری وسعت اور طاقت سے باہر ہے اور نکاح کا خیال بھی دل پر غالب ہو رہا ہے اب کیا تدبیر کروں آپ نے فرمایا اللہ سے استخارہ کر لو اور جو کچھ

وہ طلب کرتے ہیں ان کو دیدو۔ اس مشورے کے بعد اس نے ان لوگوں کے پاس اس مطالبہ کی منظوری کی اطلاع بھیج دی۔ پھر جب نکاح ہو گیا تو اس نے امام صاحب سے عرض کیا کہ میں نے ان سے یہ درخواست کی کہ مہر مقررہ کا کچھ حصہ اب لے لیں سر دست کُل کی ادائیگی میری وسعت سے باہر ہے مگر وہ نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اس کو بغیر پورا دین مہر ادا کیے نہ بھیجیں گے آپ نے فرمایا حیلہ کرلو۔ اس وقت قرض لے کر ادا کر دو کہ تم اپنی زوجہ تک پہنچ جاؤ۔ مجھے امید ہے ان لوگوں کی سخت مزاجی کی وجہ سے تمہارا کام آسان ہو جائے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا کہ چند لوگوں سے قرض لے کر وہ رقم پوری کی ان میں سے ایک ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ پھر جب یہ اپنی بیوی کے پاس داخل ہو گیا اور وہ اس کے پاس پہنچا دی گئی تو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ اگر تم یہ ظاہر کر دو کہ اس شہر سے تمہارا کسی دور دراز ملک میں جانے کا ارادہ ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر جاؤ تو تم سے کسی کو مواخذہ کا حق نہیں ہے تو (اس تجویز کے مطابق) یہ شخص دو اونٹ کرایہ کر کے لے آیا اور ظاہر کر دیا کہ وہ بطلبِ معاش خراسان کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا ارادہ بیوی کو بھی ہمراہ لے جانے کا ہے۔ یہ بات اس کے کنبہ والوں پر بہت شاق ہوئی اور وہ لوگ حکم شرعی معلوم کرنے اور مدد لینے کے لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو شرعاً اختیار ہے جہاں چاہے لے جائے۔ انہوں نے امام صاحب سے کہا کہ ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اپنی بیٹی کو بھی نکل جانے دیں۔ ان سے آپ نے کہا تو پھر اس کو راضی کر لو جس کی یہ صورت ہے کہ جو کچھ تم نے اس سے لیا ہے وہ اس کو واپس کر دو۔ انہوں نے اس بات کو منظور کر لیا تو اس جوان کو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بلا کر اس سے فرمایا کہ وہ لوگ جھک کر اس پر راضی ہو گئے ہیں کہ جو کچھ مہر تم سے لیا ہے واپس کر دیں اور اس سے بری الذمہ قرار دیدیں (اب اس شخص کے دماغ پر فتح کا نشہ چڑھ گیا) اس نے کہا میں تو اس رقم سے اوپر مزید وصول کرنا چاہتا ہوں (مگر امام صاحب کی تنبیہ سے سب نشہ ہرن ہو گیا) آپ نے فرمایا کہ تمہارے لیے جو رقم خرچ کرنے پر وہ راضی ہو گئے ہیں تمہیں اس کو منظور کر لینا چاہیے ورنہ اگر عورت نے کسی شخص کے حق میں اپنے ذمہ قرض ہونے کا اقرار کر لیا تو پھر تا انقضائے دین تم اسے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے اس نے (گھبرا کر) کہا اللہ اللہ پھر تو میں ان سے کچھ بھی نہیں وصول کر سکوں گا۔ کہیں اس ترکیب سے وہ مطلع نہ ہو جائیں بس وہ فوراً ٹھہر جانے پر آمادہ ہو گیا

اور جو کچھ رقم مہر وہ دے رہے تھے اسی کو واپس لینے پر اکتفا کر لیا۔

(۱۶۰) احمد بن الدقاق سے مروی ہے کہ اصحاب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں سے ایک شخص نے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ عورت کے متعلقین نے کہا کہ ہم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کریں گے (اس نے اس کی اطلاع آپ کو دی) آپ نے اس سے کہا کہ جب تم میرے پاس آؤ تو اپنا ہاتھ اپنے ذکر پر رکھ کر آنا اس نے ایسا ہی کیا۔ جب ان لوگوں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ان سے کہہ دیا کہ میں نے اس کے ہاتھ میں ایسی شے دیکھی ہے جس کی قیمت دس ہزار درہم ہے (اس طرح وہ مائل ہو گئے)۔

(۱۶۱) ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اس نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا اب وہ موقع یاد نہیں آتا۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہی سوال نہیں ہے کہ جس کا میں کوئی حل نکالوں۔ اچھا ایسا کرو کہ جاؤ اور آج تمام رات نفلیں پڑھتے رہو صبح تک ان شاء اللہ تمہیں یاد آ جائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا ابھی چوتھائی رات سے بھی کچھ کم ہی گذرا تھا کہ اس کو وہ جگہ یاد آ گئی (تو اس نے نوافل کو ختم کر دیا) پھر اس نے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ شیطان تجھے نوافل نہیں پڑھنے دے گا اور تجھے یاد دلا دے گا کیونکہ تو نے اللہ عز و جل کے شکرانہ کے لیے بقیہ رات نفل پڑھنے میں گذاری۔

(۱۶۲) ابن عون کے بارے میں ابن مثنیٰ سے مروی ہے کہ وہ لشکر میں تھے۔ جب مشرکین کے لشکر میں سے ایک شخص نے نکل کر مبارز طلب کیا (کہ جس کا دل چاہے میرے مقابلہ کے لیے آئے) تو اس کے مقابلہ کے لیے ابن عون نکلے اور وہ ڈھاٹا باندھے ہوئے تھے اس کو قتل کر آئے۔ پھر واپس آ کر لوگوں میں رل مل گئے۔ حاکم نے کوشش کی کہ یہ پتہ لگا سکے کہ یہ کس کا کارنامہ ہے مگر معلوم نہ کر سکا پھر اس کے منادی نے آوازیں لگائیں کہ جس شخص نے اس مشرک کو قتل کیا ہے وہ مجھ سے آ کر ملے۔ تب ابن عون اس کے پاس گئے اور اس سے یہ کہا کہ ایک مجاہد کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں نے اسے قتل کیا (امیر جہاد سے مل کر اس کے حکم کی تعمیل بھی کر دی اور پھر بھی اظہارِ عمل سے بچے رہے)۔

(۱۶۳) یحییٰ بن یزید سے مروی ہے کہ ایک سپاہی ایک ایسے شخص کی تلاش میں آیا جو ابن عون کی مجلس میں تھا اس نے کہا اے ابن عون کیا آپ نے فلاں کو دیکھا ہے آپ نے یہ جواب دیا کہ

وہ ہر دن ہمارے یہاں نہیں آتا بس وہ چلا گیا اور اس کو چھوڑ گیا۔

(۱۶۴) ہشام بن الکلبی کے بارے میں محمد بن ابی السری کہتے ہیں کہ مجھ سے ہشام بن الکلبی نے کہا کہ میں نے حفظ بھی ایسا کیا کہ کسی نے ایسا نہ کیا ہوگا اور مجھ سے بھول بھی ایسی ہوئی جو کسی سے نہ ہوئی ہوگی میرے چچا ایسے تھے کہ مجھ پر حفظ قرآن سے خفا ہوتے تھے تو میں ایک گھر میں داخل ہوا اور قسم کھالی کہ جب تک پورا قرآن حفظ نہ کرلوں گا گھر سے نہ نکلوں گا۔ تو میں نے قرآن کو تین دن میں حفظ کرلیا (نسیان کا یہ واقعہ پیش آیا کہ) ایک دن میں نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی (چونکہ داڑھی زیادہ بڑھ گئی تھی) میں نے اس کو مٹھی میں پکڑا تا کہ باہر بڑھے ہوئے بالوں کو مٹھی کے نیچے سے کاٹ دوں لیکن مٹھی سے اوپر کا حصہ کاٹ دیا۔

(۱۶۵) عمارہ بن حمزہ کے متعلق منقول ہے کہ وہ منصور کے دربار میں پہنچے اور اپنے مقررہ مقام پر جو بلحاظ مرتبہ متعین تھا جا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المؤمنین میں مظلوم ہوں۔ منصور نے کہا کہ کس نے تجھ پر ظلم کیا۔ اس نے کہا عمارہ نے میری جائیداد غصب کرلی۔ منصور نے کہا اے عمارہ اٹھو اور اپنے حریف کے برابر جا کر بیٹھو۔ عمارہ نے کہا کہ یہ میرا حریف نہیں ہے۔ منصور نے کہا یہ کس طرح جب کہ وہ تم پر دعویٰ کر رہا ہے۔ عمارہ نے کہا کہ اگر وہ جائیداد اسی کی ہے تو میں اس سے نزاع نہیں کرنا چاہتا (کہ اپنی ثابت کروں) اور اگر میری ہے تو میں اس کے حق میں اس سے دستبردار ہوتا ہوں اور میں اس مجلس سے اٹھ کر جس پر امیر المؤمنین نے مجھے مشرف کیا جائیداد کی وجہ سے ادنیٰ درجہ میں آنا گوارا نہیں کرتا۔

(۱۶۶) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے متعلق ابن حمید سے منقول ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن المبارکؒ کے پاس بیٹھے ہوئے چھینک لی اور الحمدللہ نہ کہا۔ ان سے آپ نے کہا جب چھینک آئے تو چھینکنے والا کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا الحمدللہ۔ آپ نے فرمایا یرحمک اللہ۔

(۱۶۷) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک کنیز ہارون الرشید کی کنیزوں میں سے اس کے پاس موجود تھی اور ہارون الرشید کے سامنے ایک جواہرات کی مالا رکھی ہوئی تھی۔ ہارون الرشید اس کو اُٹھا کر الٹنے پلٹنے کا مشغلہ کرنے لگے۔ پھر وہ مالا گم ہوگئی۔ ہارون نے اس کنیز کو متہم کیا کہ یہ اس کی حرکت ہوگی۔ جب اس سے دریافت کیا تو اس نے انکار کیا۔ ہارون الرشید نے قسم کھالی کہ میں نے اگر اس سے چوری کا اقرار نہ کرالیا تو میری بیوی پر طلاق اور

میرے سب مملوک آزاد اور مجھ پر حج لازم۔ وہ کنیز برابر انکار پر قائم رہی اور وہ اس کو متہم کرتے رہے اب ہارون الرشید کو قسم ٹوٹنے کا اندیشہ لاحق ہو گیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر پورا قصہ سنایا انہوں نے کہا کہ اس کنیز سے مجھے بات کرنے کا موقع عنایت فرما دیجئے اور ہمارے ساتھ ایک خادم ہوگا تاکہ میں آپ کو اس قسم سے باہر کرسکوں۔ ہارون الرشید نے اس کا انتظام کر دیا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مل کر کہا کہ جب امیر المؤمنین تجھ سے ہار کے بارے میں سوال کریں تو تو اس سے انکار کر دینا پھر جب دوبارہ سوال کریں تو کہہ دینا کہ میں نے لیا ہے۔ پھر جب تیسری مرتبہ سوال کریں تو کہہ دینا کہ میں نے نہیں لیا۔ یہ سمجھا کر واپس تشریف لاتے وقت خادم کو یہ ہدایت کر دی کہ اس گفتگو کی امیر المؤمنین کو اطلاع نہ دینا اور ہارون الرشید سے آپ نے کہا اے امیر المؤمنین آپ اس کنیز سے ہار کے بارے میں تین مرتبہ پے در پے سوال کیجئے وہ آپ کی تصدیق کرے گی۔ خلیفہ نے جا کر اس سے سوال کیا اس نے پہلی مرتبہ انکار کیا پھر دوسری مرتبہ سوال کیا تو اس نے کہا ہاں میں نے لیا ہے۔ خلیفہ نے کہا تو کیا کہہ رہی ہے۔ اس نے کہا واللہ میں نے نہیں لیا۔ لیکن مجھے ابو یوسف نے ایسا سمجھایا تھا۔ پھر خلیفہ نے امام ابو یوسف سے کہا یہ کیا معاملہ ہے آپ نے فرمایا اے امیر المؤمنین آپ کی قسم پوری ہو چکی ہے کیونکہ اس نے آپ کو خبر دی کہ اس نے ہار لیا اور پھر خبر دی کہ نہیں لیا تو دونوں میں سے ایک جواب میں وہ سچی ہے اور اب آپ اپنے حلف کی قید سے نکل چکے ہیں۔ ہارون بہت خوش ہوئے اور ان کو انعام دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ ہار بھی مل گیا۔

(۱۶۸) ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف سے پوچھا کہ فالودہ اور لوزینہ کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے دونوں میں سے کونسا اعلیٰ ہے؟ آپ نے کہا اے امیر المؤمنین فریقین جب تک حاضر نہ ہوں میں فیصلہ نہیں کیا کرتا۔ ہارون الرشید نے دونوں چیزیں منگا دیں۔ اب ابو یوسف نے لقمہ پر لقمہ مارنا شروع کر دیا۔ کبھی فالودہ میں سے کھاتے تھے اور کبھی لوزینہ میں سے جب دونوں پیالے آدھے کر دیئے تو بولے اے امیر المؤمنین میں نے اب تک کوئی دو حریف ان سے زیادہ لڑنے والے نہیں دیکھے جب بھی میں نے ایک کے حق میں فیصلہ دینے کا ارادہ کیا تو فوراً دوسرے نے اپنی دلیل پیش کر دی۔

(۱۶۹) یزید بن ہارون کے بارے میں احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ یزید بن

ہارون نے مجھ سے کہا کہ تو مجھ پر گیہوں کے آدھے گلے والے چکی کے پاٹ سے بھی زیادہ بھاری ہے میں نے کہا اے ابوخالد پورے گلے کا پاٹ کیوں نہیں کہہ دیا۔ کہنے لگے کہ جب گلا پورا ہو جاتا ہے تو وہ آسانی کے ساتھ گھومتا ہے اور آدھے گلے کا پاٹ زیادہ زور لگانے سے گھومتا ہے۔

(۱۷۰) امام شافعیؒ کے بارے میں حسن بن الصباح سے مروی ہے کہ جب امام شافعی بغداد آئے تو رشید نے امین اور مامون کے مابین جو عہد کرایا تھا اس سے اتفاق کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ صبح کے وقت عام لوگ مبارکباد دینے کے لیے ہارون الرشید کے یہاں پہنچے اور دارالعامہ میں بیٹھ کر اجازت کا انتظار کرنے لگے۔ اب لوگوں نے باہم گفتگو کی کہ ہم کو دونوں شاہزادوں کے لیے کس عنوان سے دعا کرنی چاہیے۔ کیونکہ جب ہم ان کے لیے (مسند آرائے خلافت ہونے کی) دعا کریں گے تو وہ خلیفہ کے حق میں بددعا ہوگی اور اگر ہم ان کے حق میں دعا ہی نہ کریں تو یہ بھی ایک تقصیر ہوگی۔ اتنے میں امام شافعیؒ آ کر بیٹھ گئے یہ اشکال ان کے سامنے بھی پیش کیا گیا تو آپ نے کہا اللہ توفیق دینے والا ہے۔ جب خلیفہ کے پاس سے اجازت آ گئی تو سب لوگ اندر پہنچ گئے تو سب سے پہلے بولنے والے امام شافعی تھے آپ نے کہا:

لا قصّرا عنها ولا بلّغتَها ☆ حتّٰی یطول علی یَدَیْكَ طوالها

''نہ کوتاہی کریں یہ دونوں اس (خلافت) سے یعنی یہ دونوں اُس کے اہل رہیں اور نہ تو اس کو دے تاکہ خلافت کی لانبی رسّی تیرے ہاتھوں پر دراز رہے۔''

(۱۷۱) ربیع سے منقول ہے کہ امام شافعی بیمار ہوئے تو میں ان کے پاس عیادت کے لیے گیا اور کہا اے ابوعبداللہ (قوی اللّٰہ ضعفك) (لفظی ترجمہ) قوی کردے اللہ آپ کے ضعف کو آپ نے فرمایا کہ اے ابومحمد اگر اللہ نے میرے ضعف کو میری قوت سے قوی کر دیا تو گویا مجھے ہلاک کر دیا۔ میں نے کہا اے ابوعبداللہ میں نے تو ان کلمات سے صرف خیر ہی کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر تم میرے لیے بددعا بھی کرتے ہوئے ہوتے تو (پھر بھی مجھے تمہاری نسبت بدگمانی نہ ہوتی) میں یہی سمجھتا کہ تمہاری نیت صرف خیر ہی کی ہے (مقولہ مؤلف) امام شافعی کے اصول میں سے ہے کہ وہ ظاہر الفاظ کو اخذ کرتے ہیں اسی بنا پر انہوں نے خیال کیا کہ جب ضعف قوی ہو جائے گا تو تکلیف بڑھے گی حالانکہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا تعلیم کی اور پڑھنے کا حکم دیا قوّ فی رضاك ضعفی (اے اللہ قوی کردے اپنی رضا

میں میرے ضعف کو) ظاہر ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ بجائے ضعف کے قوت عطا فرمائے اور اس میں ایک حد تک مجازی معنے ملحوظ کیے گئے ہیں ربیع نے بھی یہی مجاز استعمال کیا تھا۔ مگر شافعی نے حقیقت کا قصد کیا۔

(۱۷۲) ربیع کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص امام شافعی کی خدمت میں ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ کیا تو صنعا کا رہنے والا ہے؟ اس نے اقرار کیا۔ پھر آپ نے کہا: شاید تو لوہار ہے؟ اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔

(۱۷۳) حرملہ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میرے سامنے امام شافعیؒ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ میری بیوی کے پاس ایک کھجور تھی میں نے اس کو یہ کہہ دیا کہ اگر تو نے یہ کھجور کھالی تو تجھ پر طلاق اور اس کو پھینک دیا تب بھی طلاق اب کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آدھی کھالے اور آدھی پھینک دے (مقولہ مؤلف) ایک روایت میں یہ واقعہ جو بیان کیا گیا ہے۔ امام شافعی سے امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا اور ہمارے اصحاب نے اس جنس کے بہت سے مسائل ذکر کیے ہیں جن کے جواب پر کوئی بہت ذہین مفتی ہی آگاہ ہوسکتا ہے۔ ہم ان میں سے چند مسائل کا یہاں ذکر کرتے ہیں کیونکہ ایسی چیزیں ایک سمجھدار کے لیے بہت مفید ہیں۔

(۱۷۴) ان میں سے ایک یہ ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا جو پانی میں کھڑی تھی اگر تو اس پانی میں ٹھہرے تو تجھ پر طلاق اور نکلی تب طلاق تو ہم دیکھیں گے کہ اگر پانی جاری تھا اور اس شخص نے کوئی خاص نیت نہیں کی تھی تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی چاہے وہ نکل آئے یا کھڑی رہے اور اگر پانی کھڑا تھا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اسے فوراً کوئی دوسرا زبردستی اٹھا کر باہر لے آئے۔

(۱۷۵) اگر ایسی صورت واقع ہو کہ عورت سیڑھی پر ہے اور اس سے شوہر نے کہا کہ اگر تو اس سیڑھی پر چڑھی یا اس سے نیچے اتری یا تو نے اپنے آپ کو نیچے گرایا یا کسی نے نیچے اتارا تو تجھ پر طلاق ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ وہ دوسری سیڑھی پر منتقل ہو جائے (جو اس سیڑھی کے برابر رکھ دی جائے)۔

(۱۷۶) اگر (گھر والوں نے) بہت سی کھجوریں کھائیں اور پھر شوہر نے یہ کہہ دیا کہ اگر تو نے میرے سامنے اس تعداد کا ذکر نہ کیا جو میں نے کھالی ہے (تو تجھ پر طلاق) تو اس سے رہائی کی یہ صورت ہے کہ جس قدر کھجوریں کھانے کا زیادہ سے زیادہ احتمال ہو ایک سے لے کر اس عدد تک گنتی چلی جائے (اس گنتی میں صحیح عدد بھی اس کے سامنے مذکور ہو ہی جائے گا)۔

(۱۷۷) اگر (شوہر اور بیوی دونوں نے) کھجوریں کھائیں اور (دونوں کی گٹھلیاں ایک جگہ مخلوط پڑی ہیں) شوہر نے کہا اگر میری کھائی ہوئی کھجوروں کی گٹھلیوں کو اپنی کھائی ہوئی کھجور کی گٹھلیوں سے الگ نہ کردیگی تو تجھ پر طلاق۔ تو عورت کو چاہیے کہ ہر ایک گٹھلی کو الگ الگ کردے۔

(۱۷۸) اگر کسی نے بیوی سے کہا کہ تجھ پر طلاق ہے اگر تو تصدیق نہ کردے گی۔ اس امر کی کہ تو نے میری چیز چوری کی یا نہیں؟ تو اگر اس نے یہ کہہ دیا کہ میں نے چرایا جو کچھ چرایا تو طلاق نہ پڑے گی (اگرچہ چوری بھی ثابت نہ ہوگی)

(۱۷۹) اگر کسی کے تین بیویاں ہیں اور وہ ان کے لیے بازار سے دو دو پٹے خرید کر لایا ان پر ہر ایک جھگڑنے لگی اس پر شوہر نے کہا تم سب پر طلاق اگر اس مہینہ میں تم میں سے ہر ایک بیس بیس دن نہ اوڑھے۔ تو اس کی یہ صورت ہے کہ ایک دوپٹہ بڑی کو اور ایک درمیانی کو اوڑھنے کے لیے دے دیا جائے اور دس دن کے بعد بڑی بیوی یہ دوپٹہ سب سے چھوٹی کو دے دے اور درمیانی عمر والی سے مسلسل بیس دن پورے کرنے کے بعد بڑی بیوی اسے لے کر اوڑھ لے آخر ماہ تک۔

(۱۸۰) مَسْئَلَہ: (تین بیویوں والے شخص نے) تین کوس کا سفر کیا اور اس کے ساتھ دو خچر ہیں۔ تینوں سوار ہونے کے لیے جھگڑنے لگیں۔ اس شوہر نے طلاق کا حلف کیا کہ تم میں سے ہر ایک کو دو کوس سوار ہو کر چلنا ہوگا۔ تو ایسا کیا جائے کہ سب سے بڑی اور درمیانی کو سوار کردیا جائے۔ پھر ایک کوس چل کر درمیان والی اتر جائے اور اس کے خچر پر بڑی بیٹھ جائے اور چھوٹی سوار ہو جائے۔ درمیان والی کے خچر پر اور آخر مسافت تک بیٹھی رہے اور درمیانی عمر والی بڑی کی جگہ دو فرسخ کے ختم تک بیٹھی رہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۸۱) مَسْئَلَہ: ایک شخص اپنے گھر میں تیس بوتلیں لایا (جن میں سے) دس بھری ہوئی اور دس آدھی اور دس خالی تھیں (اس کے تین بیویاں ہیں) پھر کہا تم سب پر طلاق ہے اگر میں ان کو تم پر میں اس طرح برابر نہ تقسیم کرسکوں کہ اس تقسیم پر نہ ترازو سے کام لوں اور نہ پیمانے سے۔ اس کو چاہیے کہ وہ پانچ آدھی آدھی بوتلیں لے کر دوسری پانچ آدھی آدھی بوتلوں میں بھر دے (اس طرح پانچ پوری بوتلیں بن جائیں گی اور دس پوری بوتلیں تو موجود ہی تھیں اب کُل پندرہ بوتلیں بھری ہوئی ہو جائیں گی اور پانچ خالی بوتلوں کا اضافہ دس خالی بوتلوں میں ہو کر کُل پندرہ خالی بوتلیں ہو جائیں گی) اب ہر ایک بیوی کو پانچ بوتلیں بھری ہوئی اور پانچ خالی دے

دے۔

(۱۸۲) ایک شخص نے اپنی بیوی کے پاس ایک برتن دیکھا۔ جس میں پانی بھرا ہوا تھا اس نے بیوی سے کہا یہ مجھے پلا دے اس نے انکار کر دیا تو اس نے حلف بالطلاق کیا کہ نہ تو اس پانی کو پی سکتی ہے اور نہ گرا سکتی ہے اور نہ برتن میں باقی چھوڑ سکتی ہے اور نہ کوئی ایسی ہی صورت اختیار کر سکتی ہے (مثلاً یہ کہ کسی دوسرے کو پلا دے) تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ برتن میں کوئی ایسا کپڑا ڈالا جائے جو پانی پی جائے پھر اس کو دھوپ میں سکھا لیا جائے۔

(۱۸۳) ایک شخص نے قسم کھائی (اور بیان کیا کہ) اس کی بیوی نے یہ پیام بھیجا ہے کہ میں تجھ پر حرام ہو چکی اور میں نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے اور میں تیرے لیے ضروری قرار دیتی ہوں کہ تو میرے لیے میرا خرچ بھیج اور میرے شوہر کا خرچ بھیج (یہ قسم اس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ) یہ ایک ایسی عورت ہے جس کو اس کے باپ نے اپنے غلام کے نکاح میں دے دیا تھا پھر اس غلام کو اموال تجارت دے کر کہیں بھیجا اس کے بعد اس (باپ) کا انتقال ہو گیا اب اس شخص کے تمام ترکہ کی وارث اس کی بیٹی ہوئی اور غلام سے (چونکہ وہ اب اس کا مملوک ہو گیا) نکاح فسخ ہو گیا اور اس نے عدت پوری کی اور دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اب وہ یہ پیام بھیجتی ہے کہ مال میرے لیے یہاں بھیجو کہ اس کی اب میں مالکہ ہوں (اور مالک کو حق ہے کہ اپنے مال کے بارے میں کسی کو بھی حوالہ کرنے کا حکم نافذ کرے اس لیے نئے شوہر کو بھی دلواتی ہے)

(۱۸۴) کسی کے دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک بالا خانہ میں ہے اور دوسری نیچے گھر میں ہے شوہر نے سیڑھی چڑھنا شروع کیا تو دونوں بیویوں نے اپنے اپنے پاس آنے پر اصرار شروع کر دیا۔ اس شخص نے قسم کھائی کہ نہ میں اوپر چڑھ کر تیرے پاس آؤں گا اور نہ نیچے اتر کر تیرے پاس آؤں گا اور نہ اس جگہ اس ساعت میں ٹھہروں گا تو چاہیے کہ نیچے کے گھر والی اوپر چڑھ آئے اور اوپر والی اتر کر اس کے پاس آ جائے اب اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہے چلا جائے۔

(۱۸۵) اگر اپنی زوجہ سے حلف کیا کہ میں تیرے گھر میں بوریہ نہیں لاؤں گا اور تجھ سے جماع بوریہ پر ہی کروں گا پھر اس نے گھر میں جماع بھی کر لیا اور قسم بھی نہ ٹوٹی۔ اسکی صورت یہ ہے کہ بوریہ کا سامان گھر میں لے آئے اور کاریگر کو بلا کر گھر میں ہی بوریہ بنوا لے اور اس پر جماع کرے۔

(۱۸۶) اگر کسی نے حلف کیا کہ میں اپنی زوجہ سے روزِ روشن میں جماع کروں گا اور باوجود پانی پر استعمال کی قدرت ہونے کے دن میں غسل بھی نہ کروں گا اور امام کے ساتھ جماعت کی نماز بھی فوت نہ ہونے دوں گا تو اس کو چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ فجر کی اور ظہر کی اور عصر کی نماز پڑھ لے اور بعد عصر جماع کرے جب سورج غروب ہو جائے تو فوراً غسل کرے اور امام کے ساتھ نماز مغرب پڑھ لے۔

(۱۸۷) ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں نے ایک ایسے (روزہ دار) شخص کو دیکھا جو (ایک مسجد میں) دو مقتدیوں کا امام بن کر نماز ادا کر رہا تھا (نماز کے دوران میں) اس نے اپنے داھنی طرف توجہ کی تو ایک قوم کو دیکھا جو آپس میں باتیں کر رہے تھے (ان کی باتیں بھی سنیں) تو اس پر اس کی بیوی حرام ہو گئی اور اس کا روزہ باطل ہو گیا اور دونوں مقتدیوں کے کوڑے مارنے واجب ہو گئے اور مسجد کو ڈھا دینا پڑا۔ یہ ایسا شخص تھا جس نے ایک ایسی عورت سے نکاح کر لیا جس کا شوہر غائب تھا اور ان دونوں مقتدیوں نے شہادت دی تھی کہ وہ مر گیا اور اس نے ہمارے سامنے یہ وصیت کی تھی کہ اس کے گھر کو مسجد بنا دیا جائے اور یہ شخص مقیم اور روزہ سے تھا۔ جب اس نے داہنی طرف التفات کیا تو دیکھا کہ وہ غائب شخص جو اس کی بیوی کا شوہر تھا آ گیا اور یہ لوگ گفتگو کر رہے تھے کہ عید کا چاند ثابت ہو چکا ہے۔ اِس لیے آج یوم عید ہے اس کو اس کی اطلاع نہیں تھی کہ شوال کا ہلال دیکھا جا چکا (اس لیے روزے سے تھا) اور اس نے اپنی ایک جانب میں پانی اور کپڑے پر ناپاکی کا نشان بھی دیکھ لیا تو عورت حرام ہو گئی خاوند کے آ جانے سے اور روزہ باطل ہوا یوم عید کے ثبوت سے اور نماز باطل ہوئی کپڑے پر ناپاکی کے مشاہدہ سے اور ان دونوں آدمیوں کو اس لیے کوڑے مارے جائیں گے کہ انہوں نے جھوٹی شہادت دی تھی اور مسجد کا توڑنا اس لیے ضروری ہو گیا کہ وصیت غلط ہو گئی اور مالک کو اس کا گھر ملے گا۔

(۱۸۸) ایک شخص کے پاس چھوارے، انجیر اور کشمش تھی جن کا مجموعی وزن بیس رطل تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ اس نے چھوارے فی رطل نصف درہم اور انجیر فی رطل دو درہم اور کشمش فی رطل تین درہم کے بھاؤ سے فروخت کیے اس شخص کو کُل کی قیمت بیس درہم وصول ہوئی تو (اس کی قسم سچی ہونے کی یہ صورت، ہے کہ) اس کے پاس چھوارے چودہ رطل اور انجیر پانچ رطل اور کشمش ایک رطل تھا۔

(۱۸۹) ابو محمد یحییٰ بن المبارک یزیدی کے بارے میں مبرد سے مروی ہے کہ خلیفہ مامون الرشید نے ان سے کچھ پوچھا تو انہوں نے کہا: لا و جعلنی اللہ فداك یا امیر المؤمنین ۔ یعنی نہیں اور مجھے اللہ مجھے آپ کے قربان کرے، اے امیر المؤمنین ۔ تو مامون پھڑک اٹھا اور بولا کہ اللہ نے کیسی عقل رسا تم کو عطا فرمائی کوئی ''واؤ'' کسی دوسرے موقع پر اس قدر احسن نہیں ہوگا جس قدر اس موقع پر زیب دے رہا ہے اور ان کو انعام اور خلعت عطا کیا گیا (اگر لا کے بعد بغیر واؤ کے جعلنی اللہ' [الخ] ہوتا تو بالکل اُلٹے معنے ہوتے تھے)۔

(۱۹۰) ابو العینا کے بارے میں محمد بن یحییٰ نے بیان کیا کہ ہم سے ابو العینا نے ذکر کیا کہ مجھ سے خلیفہ متوکل علی اللہ نے کہا کہ میں تم کو اپنا مصاحب بنانا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں اور میں یہ اس بنا پر نہیں عرض کر رہا ہوں کہ مجھے اس شرف کا علم نہیں جو خلیفۃ المسلمین کی مجلس کی رکنیت سے مجھے حاصل ہوگا لیکن میں نے ایسا اس لیے عرض کیا کہ مجھ پر تو پردہ پڑا ہوا ہے (کہ میں اندھا ہونے کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتا) اور ایسے شخص کے اشارات بے محل ہوں گے اور ایما شاہی اس سے مختلف ہوگا ہو سکتا ہے کہ اس کا کلام غیظ و غضب کے موقع کے مناسب ہو اور آپ اس وقت خندہ پیشانی ہوں یا اسکا کلام مسرت و رضا کے موقع کا ہو اور آپ چیں بجبیں ہوں اور جب ان دونوں حالتوں میں مجھ کو امتیاز نہ ہوا تو ہلاک ہو سکتا ہوں متوکل نے کہا تم نے ٹھیک کہا مگر (ہماری خوشی بہر حال یہی ہے، تم اپنے اوپر ہماری مصاحبت لازم ہی کرلو۔ میں نے عرض کیا (بسر و چشم) ایسا لزوم جیسا فرض اور واجب کا ہوتا ہے تو مجھ کو دس ہزار درہم صلہ عطا فرمایا گیا۔

(۱۹۱) اور ایک روایت یہ ہے کہ متوکل علی اللہ نے (اپنی مجلس میں) کہا ہماری خواہش ہے کہ ہم ابو العیناء کو اپنا ندیم بنائیں کاش یہ نابینا نہ ہوتا (اس کی وجہ سے رکاوٹ ہوتی ہے) ابو العینا نے سن کر کہا اگر امیر المؤمنین مجھے رؤیت ہلال اور مہروں کے نقوش دیکھنے سے معاف رکھیں تو مجھ میں مصاحبت کی صلاحیت ہے۔

(۱۹۲) ابو العینا کا ایک واقعہ ہم کو معلوم ہوا کہ انہوں نے عبداللہ ابن سلیمان سے اپنے وظیفہ مقررہ کی دیر سے ملنے کی شکایت کی انہوں نے کہا کیا ہم نے فلاں (صیغہ دار مال) کو آپ کے کام کے لیے لکھ نہیں دیا تھا۔ ابو العینا نے کہا اس شخص نے مجھے ٹال مٹول کر کے کانٹوں میں کھینچ رکھا ہے انہوں نے کہا تم نے ہی تو اس کو انتخاب کیا تھا۔ ابو العینا نے کہا مجھ پر اس کا بار نہیں ڈالا جا

سکتا۔ موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستّر آدمیوں کا انتخاب کیا تھا ان میں سے ایک بھی صاحب سعادت نہ نکلا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو زلزلہ نے آ پکڑا اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابن ابی سرح کو کاتب منتخب کیا تھا وہ مرتد ہو کر کفار سے جاملا اور علی رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو منتخب کیا تھا۔ ابو موسیٰ نے علی رضی اللہ عنہ ہی کے خلاف فیصلہ دیا۔

(۱۹۳) ایک وزیر نے کثرت کار کی شکایت کی تو ابو العینا نے کہا خدا مجھے وہ دن نہ دکھائے کہ آپ فارغ ہوں۔

(۱۹۴) ابو العینا سے کہا گیا: بقی من یُلقٰی؟ (یعنی کوئی ایسا شخص باقی رہ گیا ہے جس سے ملاقات کی جائے؟) مطلب یہ تھا کہ ابو العیناء نے اپنے زمانہ میں کوئی صاحب کمال نہیں چھوڑا تھا جس سے ملاقات نہ کی ہو تو ایک سائل نے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص باقی تو نہیں رہ گیا اُس نے لفظ یُلقٰی لَقِی یلقی سے لیا تھا مگر اِلقاء (باب افعال سے بمعنے گرادینا) کا مجہول بھی یُلقی ہی آئے گا اور اسی کا قصد کر کے) ابو العینا نے جواب دیا نعم فی البیر۔ یعنی ہاں کنویں میں۔

(۱۹۵) ابو العیناء سے پوچھا گیا کہ حماد بن زید بن درہم اور حماد بن سلمہ بن دینار میں کیا فرق ہے (یعنی دونوں میں کون افضل ہے) تو ابو العینا نے جواب دیا کہ دونوں کے مرتبہ میں وہی فرق ہے جو ان دونوں کے دادا کے ناموں میں باعتبارِ قیمت سکہ فرق ہے (یعنی جو فرق درہم اور دینار میں ہے)۔

(۱۹۶) ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کے بارے میں ابن المزوق بغدادی کے غلام نے بیان کیا کہ میرا آقا میری بہت عزت کرتا تھا اس نے ایک کنیز خریدی اور اس سے میرا نکاح کر دیا۔ مجھے اس سے بہت محبت ہو گئی مگر اس کنیز کو مجھ سے اسی درجہ شدید بغض ہو گیا اور وہ مجھ سے ہمیشہ بدکتی تھی اور اس حد تک معاملہ پہنچا کہ ایک دن اس نے مجھے سختی سے جھڑکا میں نے غصہ سے یہ کہہ دیا کہ تجھ پر تین طلاق اگر تو نے جیسے الفاظ سے مجھے مخاطب کیا میں بھی اسی قسم کے الفاظ سے تجھے مخاطب نہ کروں میرے تحمل نے تیرا مزاج بگاڑ دیا (وہ عورت بڑی چالاک اور ذہین تھی اس نے اپنی خلاصی کی راہ نکال لی) اس پر اس نے فوراً کہا تجھ پر جدا کرنے والی تین طلاق (اب اگر وہ یہی کلمات کہتا ہے تو ان کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائے گی اور نہیں کہتا ہے تو اس حلف کی وجہ سے طلاق ہو جاتی ہے) یہ کہتا ہے کہ میں دنگ رہ گیا اور نہیں سمجھ سکا کہ اسے کیا جواب دوں اس

اندیشہ ہے کہ اگر میں نے اس کو وہی کہ دیا جو اس نے کہا تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ تو میں ہدایت حاصل کرنے کے لیے ابو جعفر طبری کے پاس پہنچا اور ان کو سب قصہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سے یہ الفاظ کہہ دے کہ تجھ پر تین طلاق اگر میں تجھے طلاق دیدوں تو ان ہی کلمات سے اس کو بھی خطاب ہو جائے گا اور تیری قسم پوری ہو جائے گی اور اس پر طلاق نہیں پڑے گی اور ایسی قسموں کو اب مت لوٹانا۔

(۱۹۷) علی بن عیسیٰ الربعی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کنارۂ دجلہ پر پیدل جارہے تھے کہ انہوں نے رضی اور مرتضیٰ کو کشتی میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور ان دونوں کے ساتھ عثمان بن جنی بھی تھے تو انہوں نے ان سے کہا دونوں شریفوں کا یہ معاملہ تعجب خیز ہے کہ عثمان تو ان کے درمیان بیٹھا ہو اور علی اُن سے دور کنارے پر پیدل جارہا ہو۔

(۱۹۸) ابوالوفا ابن عقیلؒ کے بارے میں ازہر بن عبدالوہاب سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ابن عقیل سے آ کر کہا کہ میں جب بھی نہر میں خواہ دوغوطے لگاؤں یا تین مجھے یہ یقین نہیں ہوتا کہ پانی میرے سر سے اوپر ہو گیا ہے اور میں پاک ہو گیا ہوں اب میں کیا کروں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نماز پڑھنا چھوڑ دے آپ سے پوچھا گیا کہ یہ آپ نے کیسے فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین سے کوئی باز پرس نہیں ہے۔ بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے اور سونے والے سے جب تک جاگ نہ جائے اور مجنون سے جب تک ہوش میں نہ آ جائے اور جو شخص نہر میں غوطہ لگائے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ اور پھر بھی وہ یہی خیال کرے کہ اس کا غسل نہیں ہوا تو وہ مجنون ہی ہو سکتا ہے۔

(۱۹۹) ابراہیم بن دینار کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عقیل نے بیان کیا کہ مجھے اطلاع پہنچی کہ سلطان محمد بن علی بغداد پہنچنے والے ہیں۔ میں ملاقات کے لیے جبہ پہن کر نکلا اور ایک ٹیلہ پر جو اُن کے راستہ پر تھا بیٹھ گیا جب وہ پہنچ گئے تو میرے بارے میں مقربین سے پوچھا کہا گیا کہ یہ ابن عقیل ہیں تو سواری کو پیچھے ہٹا کر اترے اور میرے ساتھ بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ آپ سے ملاقات کو میرا دل چاہتا تھا اور طہارت کے بعض مسائل مجھ سے دریافت کیے پھر اپنے خادم سے فرمایا کہ تمہارے ساتھ کیا ہے اس نے پچاس دینار نکالے تو مجھ سے کہا یہ قبول کر لیجئے میں نے کہا مجھے بالکل ضرورت نہیں کیونکہ امیر المؤمنین نے مجھے کسی کا حاجتمند نہیں رہنے دیا اس لیے میں کسی

کا عطیہ قبول نہیں کرتا۔ جب میں اپنے مکان پر واپس آ گیا تو دیکھتا ہوں کہ ایک خادم خلیفہ میرے پاس مال لے کر آیا خلیفہ کے پاس سے اور میرے اس فعل کا خلیفہ کی طرف سے شکریہ ادا کیا اور میں سلطان محمد علی سے انکار کے وقت جانتا تھا کہ وہاں وہ شخص موجود ہے جو جملہ حالات سے خلیفہ کو باخبر کرنے کی خدمت پر متعین ہے۔

(۲۰۰) اور ہم کو ابن عقیل کا ایک یہ قصہ پہنچا ہے کہ وہ ایک دن نماز جمعہ سے رہ گئے تو لوگ ان کے پاس بہت متفکر آئے تو کہا کہ میں نے صندوقوں کے پاس نماز پڑھی ہے اسی طرح پھر ایک مرتبہ جمعہ کی نماز سے رہ گئے تو جب لوگوں نے اس پر توحش کا اظہار کیا تو کہا کہ میں نے منارہ کے قریب نماز پڑھی اور (حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے گھر پر ظہر کی نماز پڑھی تھی) صندوقوں سے مراد اپنے گھر کے صندوق تھے اور منارہ سے مراد بھی گھر ہی کا منارہ تھا۔

(۲۰۱) بعض فقہاء کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ جب میں اپنے کپڑے اتار کر اور نہر میں داخل ہو کر غسل کروں تو قبلہ کی طرف توجہ کروں یا کسی دوسری طرف تو انہوں نے جواب دیا کہ اپنے کپڑوں کی طرف توجہ کرو جو تم نے اتارے (اور کنارے پر رکھے کہ کوئی ان کو لیکر نہ بھاگ جائے)

باب: ⑭

عابدوں اور زاہدوں کی حکایاتِ ذکاوت

(۲۰۲) حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ میں نے (اپنے شیخ) سری سقطی سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ طرطوس میں علت ذرب (دستوں کی بیماری) میں مبتلا ہو گیا تو قاری صاحبان میرے پاس عیادت کے لیے آئے اور ایسے بیٹھ گئے کہ جانے کا تصور ہی نہیں۔ مجھے ان لوگوں کے بیٹھنے سے تکلیف ہو رہی ہے۔ کہنے لگے کہ آپ اللہ سے دعا کیجئے۔ میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ ہمیں عیادت کا ادب سکھا دیجئے۔

(۲۰۳) یوسف بن الحسین نے بیان کیا کہ مجھ سے کہا گیا کہ ذوالنون اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے ہیں۔ میں نے (اس کے شوق سے) مصر پہنچ کر ایک سال ان کی خدمت میں گذارا پھر

ان سے عرض کیا کہ اے استاد میں نے آپ کی خدمت کی میرا حق خدمت آپ پر واجب ہے اور مجھ سے کہا گیا کہ آپ اللہ کا اسم اعظم جانتے ہیں اور آپ مجھے پہچان چکے ہیں کہ مجھ سے زیادہ کوئی اس کا اہل آپ نے نہ پایا ہو گا میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ مجھے تعلیم کر دیں۔ یہ سن کر ذوالنون خاموش ہو گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے ان کے سکوت سے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ مجھے بتا دیں گے اس کے بعد چھ ماہ گذر گئے تو ایک دن میرے، پاس گھر میں ایک طباق لے کر آئے اور اس پر سر پوش تھا اور وہ ایک رومال سے بندھا ہوا تھا اور ذوالنون جیزہ میں رہتے تھے کہنے لگے کہ تم ہمارے فلاں دوست کو جانتے ہو جو قسطاط میں رہتے ہیں میں نے کہا ہاں واقف ہوں فرمایا تو یہ میں ان کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں تم ان کو دے آؤ۔ میں نے وہ رومال سے بندھا ہوا طباق لے لیا اور میں اس کو لے کر طویل راستہ پر چلتا رہا اور سوچتا رہا کہ ذوالنون جیسا شخص فلاں شخص کے پاس ہدیہ بھیج رہا ہے۔ دیکھنا تو چاہیے کہ اس میں کیا ہے۔ میں صبر نہ کر سکا یہاں تک کہ پل پر پہنچ گیا وہاں بیٹھ کر رومال کھولا اور ڈھکنا اٹھایا تو اس میں ایک چوہا تھا جو طباق سے کود کر بھاگ گیا۔ میں اس واقعہ سے سخت غصہ میں بھر گیا اور میں نے کہا کہ ذوالنون میرے ساتھ مسخراپن کر رہا ہے اور مجھ جیسے شخص کے ہاتھ چوہا بھیجتا ہے اور اسی غصہ کی حالت میں واپس آ گیا۔ جب ذوالنون نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے سے سب کچھ سمجھ لیا پھر کہا اے احمق ہم نے تیرا تجربہ کیا تھا۔ ہم نے تیرے ہاتھ ایک چوہا امانت دیا تھا تو نے اس میں بھی ہمارے ساتھ خیانت کی تو تو کیا ایسے حال کے ہوتے ہوئے میں اللہ کا اسم اعظم تیری امانت میں دے دوں۔ میرے پاس سے چلا جا میں آئندہ تجھے دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔

باب: ⑮

عرب اور علماء عربیت کے واقعات وحکایات

(۲۰۴) ہم سے علی بن مغیرہ نے بیان کیا کہ جب نزار بن معد کی وفات کا وقت آیا تو اُس نے اپنے مال کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کر دیا اور وہ چار تھے۔ مضر اور ربیعہ اور ایاد اور انمار اور کہا بیٹو! یہ سرخ خیمہ جو چمڑے کا بنا ہوا تھا اور جو مال اس سے مشابہت رکھتا ہے وہ مضر کا ہے۔ اسی لیے مضر کو مضر

الحمراء کہا جاتا تھا اور یہ سیاہ خیمہ اور جو مال اس کے مشابہ ہے وہ ربیعہ کا ہے تو اس نے سیاہ رنگ کے گھوڑے لے لیے اسی لیے ربیعہ کو ربیعۃ الفرس کہا گیا اور یہ خادمہ اور جو مال اس کے مشابہ ہے وہ ایاد کا ہے اور اس خادمہ کا مخلوط رنگ تھا جس میں سیاہی اور سفیدی تھی تو ایاد نے ابلق گھوڑے لے لیے اور یہ تھیلی اور بیٹھک انمار کی ہے جس میں یہ اپنی نشست رکھے گا تو انمار نے اپنے حصہ کی چیز لے لی اور بیٹوں سے یہ بھی کہا اگر اشیاء موجودہ کی تقسیم کے بارے میں تم میں اختلاف واقع ہو جائے تو تم کو چاہیے کہ افعیٰ بن الافعیٰ جرہمی سے فیصلہ کرا لو۔ (مذکورہ بالا قبضہ ابن الافعیٰ جرہمی کے فیصلہ کے بعد عمل میں آیا تھا) جب نزار کا انتقال ہو گیا تو ان بھائیوں میں اختلاف واقع ہوا تو انہوں نے افعیٰ کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرنے کا ارادہ کیا اور افعیٰ نجران کا بادشاہ تھا۔ یہ سب روانہ ہو گئے۔ دورانِ سفر میں مضر کی نظر ایک قطعۂ زمین پر پڑی جس میں کسی جانور نے گھاس چری تھی تو کہا کہ جس اونٹ نے یہاں گھاس چری ہے وہ کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا اور وہ ٹیڑھا بھی ہے (یعنی ایک کروٹ پر جھک کر چلتا ہے) اور ایاد نے کہا کہ اس کی دم کٹی ہوئی ہے اور انمار نے کہا کہ وہ بدکا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے تھوڑا ہی راستہ قطع کیا تھا کہ اُن کو ایک شخص ملا جس کی سواری کا اونٹ کھویا گیا تھا۔ اس نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو مضر نے کہا کیا وہ کانا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ ربیعہ نے کہا کیا وہ ٹیڑھا بھی ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ ایاد نے کہا کیا ابتر یعنی بغیر دم کا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ انمار نے کہا کیا وہ بدکا ہوا ہے اس نے اس کی بھی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ واللہ یہ سب صفات میرے اونٹ کی ہیں مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے تو ان سب نے اس سے قسم کھا کر کہا کہ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ وہ ان کو لپٹ پڑا اور کہنے لگا کہ میں تمہیں کیسے سچا سمجھوں جب کہ تم نے میرے اونٹ کی تمام علامات بیان کر دیں اور ان کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ جب یہ نجران پہنچ گئے اور افعیٰ جرہمی کے یہاں جا کر اترے تو اس اونٹ والے بڈھے نے بادشاہ کو پکار کر کہا کہ ان لوگوں کے ہاتھ میرا اونٹ لگا کیونکہ انہوں نے مجھ سے اس کی تمام علامات بیان کی ہیں پھر کہتے ہیں کہ ہم نے اسے دیکھا بھی نہیں۔ افعیٰ نے ان سے کہا کہ جب تم نے اس کو دیکھا نہ تھا تو اس کی صفات کیسے بیان کیں۔ تو مضر نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ ایک سمت کی گھاس چرتا چلا گیا اور دوسری طرف کی گھاس کو نہیں چھیڑا میں نے اس سے سمجھا کہ وہ کانا تھا۔ ربیعہ نے کہا کہ زمین پر میں نے اس کے پاؤں کے ایک نشان کو پورا مکمل

نشان پایا اور دوسرا نشان خراب اس سے میں سمجھا کہ وہ اپنے ٹیڑھے پن کی وجہ سے ایک پاؤں زمین پر سخت ڈالتا ہے اور اس کو رگڑتا ہوا اٹھانے کی وجہ سے خراب کر دیتا ہے اور ایاد نے کہا کہ میں نے اس کی مینگنیوں کو مجتمع اور اکٹھا دیکھا۔ اس سے میں سمجھا کہ اس کی دُم کٹی ہوئی ہے اور اگر وہ دُم والا ہوتا تو اُس کے دُم ہلانے سے مینگنیاں متفرق ہو جاتیں اور انمار نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ زمین کا ایسا حصہ جہاں گھاس خوب گنجان ہے وہاں سے کچھ کھائی گئی پھر دوسری ایسی جگہ کی گھاس کھائی گئی جو اس سے خراب اور بدتر جگہ ہے جہاں کم گھاس ہے میں اس سے سمجھا کہ وہ بدکا ہوا ہے۔ (ورنہ اچھی جگہ سے کھاتا رہتا) افعیٰ نے ان لوگوں کا بیان سن کر بڈھے سے کہا کہ ان لوگوں سے تیرے اونٹ کا تعلق نہیں ہے کہیں اور جا کر تلاش کر۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم کون ہو تو ان لوگوں نے اپنا پورا قصہ بیان کیا اس نے ان کو مرحبا کہا پھر بولا کہ باوجود اس قدر فہم وذکاء کے جس کو میں دیکھ چکا ہوں پھر بھی تم کو میرے فیصلے کی کیسے احتیاج ہوئی؟ پھر ان کے لیے کھانا اور شراب منگائی گئی جب وہ طعام وشراب سے فارغ ہوئے تو مضر نے کہا کہ آج تک میں نے ایسی عمدہ شراب نہیں دیکھی اچھا ہوتا کہ یہ قبر پر لگے ہوئے انگور کی نہ ہوتی اور ربیعہ نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا اعلیٰ گوشت نہیں دیکھا کاش کہ وہ جس بکری کا ہے وہ کتیا کے دودھ سے نہ پرورش کی جاتی اور ایاد نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا صاحب مروت وشرافت نہیں دیکھا کاش وہ اسی باپ کا بیٹا ہوتا جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور انمار نے کہا میں نے آج تک ایسی روٹی نہیں دیکھی کیا اچھا ہوتا کہ اس کو حائضہ عورت نہ گوندھتی اور افعیٰ نے ایک شخص کو ان پر متعین کر دیا تھا جو ان کی باتوں پر کان لگائے رکھے اس شخص نے ان کی پوری گفتگو اس کو سنا دی بادشاہ نے اس کے بعد ناظم شراب خانہ کو طلب کر کے اس سے پوچھا کہ جو شراب تم نے اب مہیا کی تھی وہ کس طرح حاصل کی گئی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ اس انگور سے بنائی گئی ہے جو آپ کے والد صاحب کی قبر پر لگا ہوا ہے۔ ہمارے پاس اس وقت اس سے زیادہ نفیس شراب موجود نہ تھی اور بادشاہ نے بکری کے بارے میں چرواہے سے تحقیق کی تو اس نے اقرار کیا کہ ہم اس کو کتیا کا دودھ پلایا کرتے تھے اور بکریوں میں اس سے فربہ اور کوئی بکری نہ تھی اس لیے اسی کو ذبح کیا گیا۔ پھر اپنے محل میں جا کر بادشاہ نے اس کنیز سے سوال کیا جس نے آٹا گوندھا تھا اس نے بتایا کہ وہ حائضہ ہے۔ پھر اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اپنے باپ کے بارے میں اس سے تفتیش کی تو اس

نے بتا دیا کہ وہ ایسے بادشاہ کے ماتحت تھی جس کے اولاد نہیں ہوتی تھی اس لیے مجھے اس بات سے بڑی گرانی تھی کہ اس کے بعد حکومت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ تو میں نے اپنے نفس پر ایک ایسے شخص کو قدرت دے دی جو ہمارے یہاں مہمان ہوا تھا اس نے جماع کیا جس سے اس سلطنت کا وارث پیدا ہوا اس تحقیق کے بعد بادشاہ ان کی ذکاوت پر حیران ہو گیا اور پھر ان کے پیچھے اس شخص کو لگایا جس نے ان کی باتیں سنی تھیں کہ ان سے جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس کی وجہ دریافت کرے۔ چنانچہ اس شخص نے مل کر ان سے گفتگو کی تو مضر نے کہا کہ یہ شراب اس انگور سے بنائی گئی جو قبر پر لگا ہوا ہے مجھے ایسے معلوم ہوئی کہ شراب کا خاصہ ہے کہ جب پی جاتی ہے تو (سرور لاتی ہے) اور غم زائل ہو جاتا ہے اور اس کا اثر میں نے اس کے خلاف پایا جب اس کو پیا تو دل پر غم کا غلبہ ہو گیا۔ ربیعہ نے کہا کہ یہ بات کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو کتیا کے دودھ سے پالی گئی ہے مجھ کو اس وجہ سے معلوم ہوئی کہ بھیڑ بکری اور دوسرے اقسام حیوانات کا گوشت نیچے اور چربی اوپر ہوتی ہے بجز کتے کے کہ اس کا گوشت اوپر اور چربی نیچے ہوتی ہے تو میں نے اس میں کتے کی یہ خاصیت دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جس کو کتیا کا دودھ پلایا گیا ہے اور اس سے گوشت نے یہ خاصیت حاصل کی اور ایاد نے کہا کہ یہ بات کہ بادشاہ اپنے اس باپ کا بیٹا نہیں ہے جس کی طرف سے منسوب کیا جاتا ہے میں نے اس طرح معلوم کی کہ اس نے ہمارے لیے کھانا تیار کرایا مگر خود ہمارے ساتھ نہیں کھایا میں اس سے سمجھا کہ یہ اس کی طبعی حالت اس کے باپ جیسی نہیں ہے کیونکہ وہ ایسا نہیں کیا کرتا تھا اور انمار نے کہا کہ یہ بات کہ روٹی حائضہ کے گوندھے ہوئے آٹے کی ہے میں ایسے سمجھا کہ روٹی کو انگلیوں سے توڑنے سے اس کے باریک ریزے ہو جاتے ہیں مگر اس کے نہیں ہوتے تھے میں اس سے سمجھا کہ اس کو حائضہ نے گوندھا تھا (اس لیے چمڑیلی ہو گئی) اس شخص نے افعیٰ کو اس تمام گفتگو سے مطلع کیا اُس نے کہا یہ لوگ تو شیاطین ہیں (ان کو جلد رخصت کرنا چاہیے) پھر ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اپنی روداد سناؤ تو انہوں نے جو کچھ ان کے باپ نے وصیت کی تھی بیان کی اور جو کچھ باہم اختلاف واقع ہوا وہ بھی بیان کیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ جو مال سرخ خیمہ کے مشابہ ہے وہ مضر کا ہے ہے تو اس کے حصہ میں دینار اور سرخ رنگ کے اونٹ آئے اسی لیے مضر کو مضر الحمراء کہا گیا ہے۔ پھر کہا اور جو اموال سیاہ قبہ کے مشابہ ہیں خواہ چوپائے ہوں یا اور کچھ وہ ربیعہ کا حصہ ہے تو

اس کو سیاہ رنگ کے گھوڑے دیئے گئے اسی لیے اس کو ربیعۃ الفرس کہا گیا اور جو مال اس خادمہ کے مشابہ ہو جس کے رنگ میں سفیدی اور سیاہی ہے وہ ایاد کا ہے تو اس کے حصہ میں ابلق گھوڑے اور گائے بیل آئے اور انمار کے حق میں درہموں اور زمین کو تجویز کیا گیا اس کے بعد یہ لوگ واپس آ گئے۔

(۲۰۵)(مقولہ مؤلف) جاننا چاہیے کہ عرب بطور ضرب المثل صاحب ذکاوت کے لیے دہاء کا استعمال کرتے ہیں (دہاء کے معنی جودت رائے اور حذق کے ہیں) کہتے ہیں: ادھی من قیس بن زھیر یعنی قیس بن زہیر سے زیادہ بڑی سمجھ رکھتا ہے۔ یہ قیس بن زہیر بن عبس کا سردار تھا اور نہایت ذکی مانا جاتا تھا اس کا مقولہ ہے کہ چار ایسے ہیں جو جلد اُبل پڑتے ہیں۔ غلام مملوک جب خود مالک بن جائے اور کمینہ جب پیٹ بھرا ہوا بن جائے اور باندی جب وارث بن جائے اور بدشکل عورت جب اس کا نکاح ہو جائے۔

(۲۰۶) شعبی سے مروی ہے کہ عمرو بن معدیکرب ایک دن (مسلح اور سوار ہو کر) ایک قبیلہ میں پہنچے (جس سے عداوت تھی) تو انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے اور نیزہ زمین میں گڑا ہوا ہے اور اس کا مالک ایک گڑھے میں قضا حاجت میں مشغول ہے انہوں نے اس کو للکارا کہ اپنے ہتھیار سنبھال میں تجھے قتل کروں گا۔ اس نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں عمرو بن معدیکرب ہوں اس نے کہا اے ابوثور تو میرے ساتھ انصاف نہیں کر رہا ہے (یہ کہاں کی بہادری ہے) کہ تو گھوڑے کی پشت پر سوار ہے اور میں کنویں کے اندر ہوں (مردانگی یہ ہے کہ) تو مجھ سے یہ عہد کرے کہ مجھے تو اس وقت تک قتل نہیں کرے گا جب تک میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار نہ ہو جاؤں اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لوں۔ عمرو بن معدیکرب کہتے ہیں کہ میں نے اس کو یہ قول دے دیا کہ میں اس کو اس وقت تک قتل نہیں کروں گا جب تک گھوڑے پر سوار نہ ہو جائے اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لے تو وہ اس جگہ سے نکلا جس میں قضا حاجت کے لیے بیٹھا تھا اور اپنی تلوار کو نیام میں کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا بات ہے اس نے کہا کہ نہ میں گھوڑے پر سوار ہوں گا اور نہ تجھ سے قتال کروں گا۔ اگر تو عہد توڑنا چاہتا ہے تو تو جان (اور تمام عمر عہد شکنی کے داغ کو منہ پر لگائے پھرنا) اس کے بعد مجھے ایک شخص کو چھوڑنا اور واپس آنا پڑا۔ میں نے اس سے بڑا حیلہ باز نہیں دیکھا۔

(۲۰۷) ابو حاتم اصمعی کہتے ہیں کہ ہم سے بنی عنبر کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ بنوشیبان نے بنی العنبر کے ایک شخص کو قید کرلیا۔ اس نے ان سے کہا کہ میں اپنے خاندان والوں کے پاس قاصد بھیجنا چاہتا ہوں تا کہ وہ میرا فدیہ ادا کردیں۔ انہوں نے کہا بشرطیکہ قاصد سے جو گفتگو کرنا ہو وہ ہمارے سامنے کرو۔ پھر وہ قاصد کو لے آئے۔ اس نے قاصد سے کہا کہ میری قوم سے جا کر کہنا کہ: ان الشجر قد اورق یعنی درختوں پر پتے آ گئے۔ و ان النساء قد اشتکت یعنی اور عورتیں بیمار ہو گئیں (یہ وہ ترجمہ ہے جو سننے والے ظاہر معنے کے اعتبار سے سمجھیں گے) پھر اس قاصد سے پوچھا کہ تو سمجھتا ہے اس نے کہا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ یہ رات ہے۔ کہنے لگا مجھے اطمینان ہو گیا کہ تو سمجھتا ہے (دل کی بات یہ تھی کہ اب یہ اطمینان ہو گیا کہ بے وقوف ہے جو کلمات میں کہوں گا وہ میرے مقصد پر مطلع ہوئے بغیر ضرور پہنچا دے گا) اب تو روانہ ہو جا اور میرے متعلقین سے یہ کہہ دو کہ ''میرے بھورے اونٹ کی پشت سے بوجھ اتارلو (متبادر معنے یہ ہیں کہ اس کو فروخت کر کے میرے فدیہ کی رقم کا انتظام کرو) اور میری سرخ رنگ اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور حارثہ سے میرے معاملہ میں پوچھو۔ قاصد یہ پیغام لے کر قوم کے پاس پہنچ گیا۔ قوم نے حارثہ کو بلالیا (یہ وہاں کا ایک ذہین شخص تھا) اس کے سامنے قاصد نے پوری بات بیان کر دی حارثہ نے قوم سے تنہائی میں بیان کیا کہ: ''ان الشجر قد اورق'' سے اس کی مراد یہ ہے کہ قوم (بنوشیبان) مسلح ہو چکی ہے (جب کہ کوئی شخص مسلح ہو جائے تو کہا جاتا ہے اورق الرجل اور اس کا یہ کہنا کہ ان النساء قد اشتکت کا (یہاں اشتکت کے معنے بیمار ہو گئیں کی نہیں ہیں بلکہ) یہ مطلب ہے کہ انہوں نے جنگ کے لیے شکا فراہم کر لیے ہیں (شکا پانی کے چھوٹے مشکیزے کو کہتے ہیں) اور اس کے اس اشارے سے کہ یہ رات ہے یہ مراد ہے کہ یہ تم پر رات کی طرح یا رات کو چھا جائیں گے اور اس کا یہ کہنا کہ: عروا جملی اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سب صمان سے کوچ کر جاؤ (صمان اس گاؤں کا نام ہے) اور اس کا یہ کہنا کہ: ارکبوا ناقتی الحمراء: اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ تم جلد میدان کی طرف نکل جاؤ (جہاں کی سرخ گھاس ہے) جب یہ مطلب انہوں نے سمجھ لیا تو سب اپنے مکانوں سے نکل گئے پھر جب قوم نے حملہ کیا اور لوگ وہاں پہنچے تو وہاں ان کو ایک بھی نہ ملا۔

(۲۰۸) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ مجھے ابن الاعرابی سے یہ حکایت پہنچی کہ قبیلہ طے نے عرب کے ایک جوان کو قید کرلیا تھا تو اس کے باپ اور چچا پہنچے تاکہ فدیہ دے کر اُسے لے جائیں تو ان لوگوں نے ان دونوں سے رقم بڑھانے کے لیے جھگڑنا شروع کردیا وہ ان کو جو رقم دینا چاہتے تھے یہ لوگ اس پر راضی نہ ہوئے تو اس کے باپ نے (بیٹے کے سامنے) ان سے کہا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے فرقدین کو (دوستاروں کے نام جو اکٹھے رہتے ہیں) پیدا کیا جو صبح اور شام جبل طے پر طلوع رہتے ہیں جو کچھ میں دینا چاہتا ہوں اس پر کچھ بھی نہ بڑھاؤں گا'' پھر دونوں واپس آگئے اور پھر باپ نے چچا سے کہا کہ میں اپنے بیٹے کے کانوں میں ایسی بات ڈال آیا ہوں کہ اس میں سمجھ ہے تو نجات کی راہ نکال لے گا۔ اس پر زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ وہ ان سے آملا اور ایک حصہ انکے اونٹوں کا بھی ہنکالایا۔ باپ نے اسکو یہ بات سمجھائی تھی کہ سفر میں فرقدین کا خیال رکھنا کہ یہ دونوں ستارے آج کل اس پر طلوع ہو رہے ہیں اور اس سے غائب نہیں ہوتے۔

(۲۰۹) ابن الاعرابی نے ہمیں یہ حکایت سنائی جوان کو ان کے مشائخ سے معلوم ہوئی تھی کہ قبیلہ بنی تمیم میں کا ایک شخص تھا جس کے ایک خوبصورت بیٹی تھی اور یہ شخص غیر تمند تھا۔ اس نے اپنے مکان میں ایک کمرہ بنوا دیا جو بیٹی اور اس کے شوہر کے لیے خاص کردیا تھا۔ یہ شوہر اس کے خاندان میں کا تھا یعنی اس لڑکی کے چچا کی اولاد میں سے تھا۔ اب یہ حال پیش آیا کہ قبیلہ کنانہ کے ایک نوجوان کا اس کمرہ کی جانب گذر ہوا اس کی نظر اس لڑکی پر اور لڑکی کی نظر اس پر پڑی اور دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی شدید محبت پیدا ہوگئی اس نوجوان کا اس تک پہنچنا کسی طرح ممکن نہیں تھا تو اس نے (اظہار محبت اور پیغام کے لیے) یہ صورت نکالی کہ ایک شعر بنایا اور قبیلہ کے ایک بچے کو سکھایا اور اس کو یہ سمجھایا کہ کھیلنے کے حیلہ سے تو اس گھر میں چلا جا اور اس شعر کو اس طرح پڑھتے رہنا کہ نہ سر کو اوپر اٹھانا اور نہ کسی سے مخاطب ہو کر پڑھنا اور نہ کسی کی طرف اشارہ کرنا تو لڑکے کو جس طرح سمجھایا تھا اس نے اسی طرح کیا اور اس لڑکی کا شوہر ایک دو دن کے بعد ایک سفر کا عزم کیے ہوئے تھا لڑکے نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا:

لحی اللّٰہُ من یلحی علی الحب اھلہٗ　　و من یمنعُ النفسَ اللجُوجَ ھَواھا

(ترجمہ) (خدا برا کرے اس شخص کا جو محبت پر اہل محبت کو برا رکھتا ہے اور کون شخص ہے جو نفس حریص کو اس کی خواہش سے روک سکے)

لڑکی نے جب یہ شعر سنا تو سمجھ گئی اور یہ شعر کہا۔

الا انّما بین التفرّقِ لیْلةٌ و تُطعٰی نفوسُ العَاشقینَ مُناها

(ترجمہ) خبردار رہ! جدائی کی صرف ایک رات باقی ہے (کیونکہ شوہر سفر میں جانے والا ہے) اور عاشقوں کے نفوس کو ان کی تمنائیں دی جائیں گی۔

ماں نے سنا تو وہ سب کچھ سمجھ گئی اور اُس نے یہ شعر کہا:

الا انما تعنون ناقةَ رحِلکم فمن کانَ ذانوق لَدیه رعاها

(ترجمہ) ارے تم نے کوچ کرنے کے لیے ناقہ کی نیت کر رکھی ہے لیکن جو ناقہ کا مالک ہے وہ اس کے پاس ہی اس کی نگہداشت کرتا ہے۔

باپ نے بھی سنا اور سب کچھ سمجھ گیا۔ اس نے یہ شعر کہا:

فانّا سنرعاھا و نوثِق قیدھا و نطرد عنھا الوحش حین اَتاھا

(ترجمہ) ہم اس کو چرائیں گے اور اس کی نگہداشت کڑی کر دیں گے اور جو وحشی اس کے قریب آئے گا اس کو بھگا دیں گے۔

شوہر نے بھی یہ اشعار سن لیے اور سب واقعہ سمجھ گیا تو اس نے یہ شعر کہا:

سمعتُ الذی قُلتم فھا انا مُطلِقٌ فتاتیکم مھجورةً لبلاھا!

(ترجمہ) جو کچھ تم سب نے کہا وہ میں نے سن لیا میں اس کو آزاد کیے دیتا ہوں تا کہ وہ عورت چھوڑی ہوئی بن کر اپنے ابتلاء کے باعث تمہارے پاس آسکے۔

چنانچہ شوہر نے طلاق دے دی اور اس نوجوان نے اس کے پاس اپنا رشتہ بھیج دیا اور مہر پر راضی کر لیا پھر اس سے نکاح ہو گیا۔

(۲۱۰) عتبی نے ہم سے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ جب ہم بصرہ میں تھے تو شدید گرمی پڑی اور ہوا بند تھی تو ایک اعرابی سے کہا گیا کہ تمہاری ہواؤں کو کیا ہوا تو اس نے کہا رک گئی گویا کچھ لوگوں کی باتیں کان لگا کر سن رہی ہے۔

(۲۱۱) ہم سے ربیع نے بیان کیا کہ امام شافعی فرماتے تھے کہ ایک دیہاتی شخص نے ایک قوم کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی حاجت کا اظہار کیا اور کہا خدا تم پر رحم کرے میں مسافر ہوں اور سفر کی صعوبت میں گرفتار ہوں اللہ اس شخص پر رحمت کرے جس کو وسعت دی گئی اور اس نے کسی

حاجت مند کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کو ایک آدمی نے ایک درہم دیا تو اس نے اس سے کہا خدا تجھے اجر عطا کرے بغیر اس کے کہ (پہلے) تجھے کسی تکلیف میں ڈالے۔

(۲۱۲) ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ ایک عربی دیہاتی نے اپنے بھائی سے کہا کہ کیا تم دودھ کی چھاچھ بغیر کھنکارے ہوئے پی سکتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ دونوں نے اس شرط پر ایک رقم طے کر لی جب اس نے پیا تو گلے میں تکلیف ہوئی تو اُس نے (کھنکھارنے کی ترکیب نکالی اور) کہا: کبشٌ املح و نبتٌ اقبح و انا فیھا اسجح (ان کلمات سے معنے مقصود نہیں معنے یہ ہیں مینڈھا چت کبرا ہے اور گھاس خراب ہے اور میں اس میں نرمی اختیار کر رہا ہوں۔ مقصود کھنکھار کا بدل ح کو بنانا ہے) بھائی نے کہا تو کھنکھار رہا ہے تو اس نے کہا: من تنحنح فلا افلح (جو کھنکھارے گا وہ نفع میں نہ رہے گا۔ ایسے الفاظ سے جواب دیا کہ پھر کھنکھار پیدا ہوگئی)۔

(۲۱۳) ابراہیم بن المنذر الحزامی نے یہ قصہ سنایا کہ ایک دیہاتی صحرائی عرب کے باشندوں میں سے ایک شہری کے یہاں آیا اس نے اس کو اپنے یہاں بطور مہمان ٹھہرایا۔ اس کے پاس بہت مرغیاں تھیں اور اسکے گھر والوں میں ایک بیوی اور اس سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ یہ شہری میزبان بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا آج ناشتہ کے لیے مرغی بھون کر لے آنا۔ جب ناشتہ تیار ہو کر آ گیا تو میں اور میری بیوی اور دونوں بیٹے اور دونوں بیٹیاں اور وہ اعرابی سب ایک خوان پر بیٹھ گئے ہم نے وہ بھنی ہوئی مرغی اس کے سامنے کر دی اور کہا آپ ہمارے درمیان اسے تقسیم کر دیجئے ہم نے اس سے ہنسنے اور مذاق کے لیے ایسا کیا تھا۔ اس نے کہا تقسیم کرنے کا کوئی احسن طریق تو میں نہیں جانتا لیکن اگر تم میری تقسیم پر راضی ہو تو میں سب پر تقسیم کرنے کو تیار ہوں ہم نے کہا ہم سب راضی ہیں۔ اب اس نے مرغی کا سر پکڑ کر کاٹا اور وہ مجھے دیا اور کہا راس (یعنی سر) رئیس کے لیے پھر دونوں بازو کاٹے اور کہا دونوں بازو دونوں بیٹوں کے۔ پھر دونوں پنڈلیاں کاٹیں اور کہا اور کہا ساقین دونوں بیٹیوں کی پھر پیچھے سے دم کا حصہ کاٹا اور بولا کہ عجز (یعنی چوتڑ والا حصہ) عجوز (بڑھیا) کے لیے۔ پھر کہا زور (یعنی دھڑ کا پورا حصہ) زائر (مہمان) کا۔ اس طرح پوری مرغی پر قبضہ کیا۔ جب اگلا دن آیا تو میں نے بیوی سے کہا کہ آج پانچ مرغیاں بھون لینا۔ پھر جب صبح کا ناشتہ لایا گیا تو ہم نے کہا تقسیم کیجئے تو کہنے لگا میرا خیال یہ ہے کہ آپ صاحبان کو میری شام کی تقسیم قابل اعتراض ہوئی ہم نے کہا نہیں ایسا

نہیں ہوا آپ تقسیم کیجئے کہنے لگا جفت کا حساب رکھوں یا طاق کا؟ ہم نے کہا طاق کا۔ تو کہا بہتر تو یہ ہوگا تو اور تیری بیوی اور ایک مرغی پورے تین ہوگئے (یہ کہہ کر) ایک مرغی ہماری طرف پھینک دی پھر کہا اور تیرے دو بیٹے اور ایک مرغی پورے تین ہوگئے (یہ کہہ کر) دوسری مرغی ان کی طرف پھینک دی۔ پھر کہا اور تیری دو بیٹیاں اور ایک مرغی پورے تین ہوگئے (یہ کہہ کر) تیسری مرغی ان کی طرف پھینک دی۔ پھر کہا میں اور دو مرغیاں پورے تین ہوگئے اور خود دو مرغیاں لے کر بیٹھ گیا۔ پھر ہمیں یہ دیکھ کر کہ ہم اس کی دو مرغیوں کو دیکھ رہے ہیں بولا کہ تم لوگ کیا دیکھ رہے ہو؟ شاید تمہیں میری طاق والی تقسیم پسند نہیں آئی وہ تو اسی طرح صحیح آ سکتی ہے۔ ہم نے کہا اچھا تو جفت کے حساب سے تقسیم کیجئے۔ یہ سن کر پھر سب مرغیوں کو اکٹھا کر کے اپنے سامنے رکھ لیا اور بولے تو اور تیرے دونوں بیٹے اور ایک مرغی چار ہوگئے (یہ کہہ کر) میری طرف ایک مرغی پھینک دی اور بڑھیا اور اس کی دونوں بیٹیاں اور ایک مرغی ان کی طرف پھینک دی اور میں اور تین مرغیاں مل کر چار ہوگئے (یہ کہہ کر) تین مرغیاں اپنے آگے رکھ لیں پھر آپ نے اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ تیرا بڑا احسان تو نے ہی تو مجھے اس تقسیم کی سمجھ عطا فرمائی۔

(۲۱۴) ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ ایک اعرابی سے سوال کیا گیا تم نے کس حال میں صبح گذاری تو اس نے کہا کہ اس حال میں کہ ہر شے کو اپنے سے بھاگتا ہوا اور نحوست کو اپنی طرف سے آتا ہوا دیکھتا ہوں۔

(۲۱۵) مہدی بن سابق نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک اعرابی ایک شخص سے ملنے کے لیے آیا اس شخص کے سامنے ایک طباق میں انجیر رکھے ہوئے تھے اس نے اس اعرابی کو دیکھ کر ان کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا اعرابی نے بھی دیکھ لیا تھا وہ سامنے بیٹھ گیا اس شخص نے اعرابی سے کہا کہ قرآن کی کچھ آیات عمدگی سے سناؤ گے؟ اس نے کہا ہاں سنا سکتا ہوں۔ اس نے کہا تو سنائیے۔ اس نے پڑھنا شروع کیا: وَالزَّیْتُوْنِ وَ طُوْرِ سِیْنِیْنَ وہ شخص بولا کہ "تین" کہاں گیا (یعنی وَالتِّیْنِ کیوں نہیں پڑھا) اس نے جواب دیا کہ (اس کی ضرورت نہ تھی کیونکہ تِین تو چادر کے نیچے (موجود ہی) ہے (تین انجیر کو کہتے ہیں)۔

(۲۱۶) عیسیٰ بن عمر نے بیان کیا کہ ایک اعرابی کو بحرین کا والی (گورنر) بنا دیا گیا۔ اس نے وہاں کے سب یہودیوں کو جمع کر لیا اور کہا تم عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ ان لوگوں

نے کہا کہ ہم نے ان کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ یہ سن کر اس نے کہا پھر تو یہ ضروری بات ہے کہ تم نے اس کی دیت (خون بہا) ادا کی ہو گی؟ ان لوگوں نے جواب دیا ''نہیں'' اعرابی نے کہا تو واللہ تم یہاں سے جا نہیں سکتے جب تک اس کی دیت نہ دے دو گے۔ تو جب تک ان سے دیت نہ وصول کر لی جانے نہ دیا۔

(۲۱۷) ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ ابوالعاج حوالی بصرہ کا عامل (گورنر) تھا اس کے سامنے عیسائی شخص لایا گیا ابوالعاج نے اس سے نام پوچھا تو اس نے اپنا نام بندار شہر بندار بتایا عامل نے کہا پھر تو تم تین ہو اور ایک جزیہ دیتے ہو۔ نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس سے تین جزیئے وصول کیے۔

(۲۱۸) ان ہی سے مروی ہے کہ اس کو تبالہ کا حاکم بنایا گیا تو یہ منبر پر چڑھا اور بغیر خدا کی حمد وثناء کہے یہ کہنا شروع کیا کہ امیر المؤمنین نے تمہارے اس شہر پر مجھے حاکم بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی قسم میں نہیں پہچانوں گا کہ یہ موقع حق کا ہے یا نہیں۔ یہ میرا کواڑ ہے میرے پاس ظالم آئے یا مظلوم میں تو دونوں ہی کو ادھیڑ ڈالوں گا۔ تو لوگ حقوق کے سلسلہ میں آپس میں ہی لین دین کر کے جھگڑے نبٹا لیا کرتے تھے مگر کوئی مقدمہ اس کے پاس نہیں لاتے تھے۔

(۲۱۹) منقول ہے کہ ایک اعرابی نے عمرو بن عبید سے آ کر کہا کہ میری اونٹنی چوری ہو گئی آپ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ اس کو مجھے پھر دلوا دے انہوں نے دعا کی کہ ''اے اللہ اس فقیر کی اونٹنی چوری ہو گئی اور آپ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ وہ چوری جائے اے اللہ اس کو اس کے پاس واپس بھیج دیجئے'' اعرابی نے کہا اے شیخ بس اب میری ناقہ گئی۔ اب میں اس سے ناامید ہو چکا ہوں شیخ نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لیے کہ جب اللہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ چوری نہ جائے پھر بھی چوری ہو گئی تو مجھے یقین نہیں ہوتا کہ اب وہ میری اونٹنی کو واپس کرنے کا ارادہ کرے گا۔ اب وہ واپس نہ آئے گی اور یہ کہہ کر ان کے پاس سے چل دیا۔

(۲۲۰) حاجب بن زرارہ نے بارگاہ کسریٰ میں حاضری کی اجازت چاہی تو حاجب نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں عرب قوم کا ایک (معمولی) شخص ہوں تو اجازت مل گئی۔ جب کسریٰ کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے تو کسریٰ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو انہوں نے کہا میں ایک عرب سردار ہوں۔ کسریٰ نے کہا کیا تو نے ہی حاجب سے یہ نہیں کہا تھا

کہ میں ایک (معمولی) شخص قوم عرب کا ہوں۔ اس نے کہا بیشک میں نے کہا تھا لیکن میں اس وقت بادشاہ کے دروازہ پر کھڑا تھا اس حال میں ان ہی کی طرح عام آدمی تھا۔ لیکن جب بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا تو سردار بن گیا کسریٰ نے کہا ''زِہ'' (یہ ایک فارسی کلمہ ہے جس کے معنے ہیں ''خوب'' کسریٰ جب کسی سے خوش ہو کر ''زہ'' کہتا تھا تو اس کو انعام دیا جاتا تھا) اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا جائے۔

(۲۲۱) جاحظ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک اعرابی سے کہا کہ کیا تم اسرائیل کو ہمز کرتے ہو (ہمز کے معنے اصطلاحاً تو ہمزہ کے اظہار کے ہیں مگر لغت میں اس کے معنی سختی کے ساتھ گرانے یا جھٹکا دینے کے ہیں اور اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام ہے) اعرابی نے کہا اگر میں ایسا کروں گا تو بہت برا آدمی ہوں گا۔ پھر اس نے پوچھا کہ تم فلسطین کو جر دیتے ہو (جر کے اصطلاحی معنی زیر کے ہیں اور لغوی معنی ہیں کھینچنا) اعرابی نے کہا پھر تو میں بڑا طاقتور ہوں گا۔

(۲۲۲) جاحظ سے یہ بھی منقول ہے کہ ابوصاعد شاعر نے غنوی کو ایک رقعہ لکھا جس میں یہ اشعار تحریر کیے۔

رأيت فى النوم انى مالك فرسًا ☆ ولى نصيفٌ و فى كفى دنانيرٌ

(ترجمہ) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک گھوڑے کا مالک ہوں اور میرے پاس ایک شال ہے اور میرے ہاتھ میں بہت سے دینار ہیں۔

فقال قوم لهم علمٌ و معرفةٌ رأيت خيراً و للاحلامِ تفسير

(ترجمہ) تو اصحاب علم و معرفت نے کہا تیرا خواب بہت اچھا ہے اور خوابوں کی تعبیر ہوتی ہے۔

اقصُصْ منامك فى دار الامير تجد تحقيقَ ذاك و للقال التباشِير

(ترجمہ) تو اپنا خواب امیر کی بارگاہ میں بیان کر تو اس کی حقیقت تجھ کو مل جائے گی اور (یہ خواب اچھی فال ہے) اور فال سے اچھی بشارتیں وابستہ ہوتی ہیں۔

غنوی نے یہ رقعہ پڑھ کر اس کی پشت پر تحریر کر دیا اَضغاثُ اَحْلامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَاوِيْلِ الاَحْلامِ بِعٰلِمِين (یہ قرآن مجید کی آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ یہ پریشان خیالات ہیں اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے)۔

(۲۲۳) ایک شخص نے ابوعثمان مازنی کو اپنا ایک شعر سنایا اور پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ کیسا

ہے؟ مازنی نے کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو نے ایک عمل کیا ہے (عمل اصطلاح اطباء میں پیٹ سے مواد خبیثہ کو حقنہ وغیرہ کے ذریعہ سے نکالنے کی تدابیر کو کہتے ہیں) اپنے پیٹ سے اس کو نکالنے کے لیے اگر تو اسے چھوڑ دیتا تو مرض شک میں مبتلا ہو جاتا۔

(۲۲۴) منقول ہے کہ ایک اعرابی کشتی میں سوار ہوا۔ پھر اس کو پاخانے کی ضرورت ہوئی تو چلانے لگا۔ نماز۔ نماز۔ تو لوگوں نے کشتی کو کنارے کے قریب کر دیا۔ تو نکلا اور قضائے حاجت کی پھر واپس آ کر کہنے لگے (اپنی کشتی) لے جاؤ تم پر بھی اس کے بعد یہ وقت آئے گا۔

(۲۲۵) ایک اعرابی نے چند لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کے نام پوچھے ان میں سے ایک نے کہا میرا نام وثیق ہے (وثیق کے معنی ہیں باندھنے والا) دوسرے نے اپنا نام منیع بتایا (منیع کے معنی ہیں روکنے والا) تیسرے نے اپنا نام ثابت بتایا۔ چوتھے نے کہا میرا نام شدید ہے۔ اعرابی سن کر کہنے لگا کہ میں سمجھ گیا تالے تمہارے ہی ناموں سے بنائے جاتے ہیں۔

(۲۲۶) ہشام بن عبدالملک نے ایک دن اپنے مصاحبوں سے کہا کون شخص ہے جو مجھے ایسی گالی دے جس میں فحش لفظ نہ ہوں اس کے انعام میں یہ منقش چادر اس کو دی جائے گی۔ وہاں ایک اعرابی موجود تھا اس نے کہا "اسے ڈال دے او بھینگے" ہشام نے (اس کو دیتے ہوئے کہا "لے اے تجھے خدا سمجھے۔"

(۲۲۷) ابوالعیناء صاعد کے دروازے پر آ کر کھڑے ہوئے تو ان کو اطلاع دی گئی کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں تو واپس ہو گئے کچھ دیر کے بعد دوبارہ آئے پھر یہی کہا گیا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں ابوالعینا نے کہا ہر نئی چیز میں لذت ہوتی ہے (یعنی نئے نمازی معلوم ہوتے ہیں)۔

(۲۲۸) حسن سے پوچھا گیا کہ ایام بیض (ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ) کے روزے مستحب ہونے کی کیا وجہ ہے انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا تو ایک اعرابی جو اُن کے حلقہ میں بیٹھا تھا بولا "لیکن میں جانتا ہوں" آپ نے پوچھا کہ کیا وجہ جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ چاند گرہن ہمیشہ ان ہی میں سے کسی تاریخ میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ آسمان پر جب کوئی امر حادث ہو تو اسی زمانہ میں زمین میں اس کی خاص عبادت کی جائے۔

ایک اعرابی سلیمان بن عبدالملک کے دستر خوان پر شریک طعام ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھانا شروع کر دیئے۔ اس سے حاجب نے کہا کہ اپنے آگے سے کھاؤ۔ اس نے کہا

دوسروں پر عیب لگانے والا خود اس میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ بات سلیمان کو ناگوار گذری فرمایا کہ آئندہ اس شخص کو یہاں نہ آنے دیا جائے۔

(۲۲۹) ایک دوسرے اعرابی کو بھی سلیمان کے دستر خوان پر شرکت طعام کا موقع ملا اس نے بھی آگے ہاتھ بڑھائے تو حاجب نے اس سے کہا کہ اپنے قریب سے کھاؤ۔ اس نے کہا جو سبزہ زار میں داخل کر دیا گیا اس کو اختیار بھی دے دیا گیا سلیمان کو اس کا جواب پسند آیا اور اس کی حاجتیں پوری کر دیں۔

(۲۳۰) ابن المدبر سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ شکار کے تعاقب میں ہارون الرشید اور عیسیٰ جعفر بن منصور کا بیٹا اور فضل بن ربیع وزیر اپنے خدام کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ ان کی ایک فصیح زبان اعرابی سے ملاقات ہوئی۔ عیسیٰ اس سے لپٹ پڑا اس حد تک کہ اس کو یا ابن الزانیہ کہہ دیا یعنی اے زنا کار عورت کے بیٹے۔ اس نے کہا کہ تو نے کس قدر گندہ کلام کیا تجھ کو معافی مانگنا چاہیے ورنہ اس کا مالی معاوضہ دینا چاہیے۔ تجھے اس بات پر ان دونوں خوبصورت شخصوں کے فیصلہ پر رضا مند ہونا چاہیے جو یہ ہمارے مابین نافذ کریں عیسیٰ نے کہا مجھے منظور ہے۔ دونوں نے اعرابی سے کہا کہ اس گالی کے بدلے میں اس سے دو دانگ وصول کر لے۔ اس نے ان سے کہا کیا یہی فیصلہ ہے انہوں نے کہا ہاں۔ اعرابی نے کہا تو یہ لو ایک درہم اور (میں کہتا ہوں کہ) تم سب کی مائیں زنا کار ہیں (تم تینوں اس میں سے دو دو دانگ تقسیم کر لینا ایک درہم چھ دانگ کا ہوتا ہے) اور جو میرا تمہارے ذمہ واجب ہے وہ میں تمہیں بخشتا ہوں۔ اس کے بعد یہ سب ہنسی سے بے اختیار ہو گئے اور ان کے تمام دن کا تفریحی مشغلہ اس اعرابی کی باتیں بن گئیں اور اس اعرابی کو ہارون نے اپنے خواص میں شامل کر لیا۔

(۲۳۱) ایک اعرابی نے ایک شخص سے یہ حدیث سنی جو عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جس شخص نے حج کی نیت کی اور کسی مجبوری کی وجہ سے وہ حج نہ کر سکا تو اس کو حج کا ثواب دیا جائے گا تو اعرابی نے کہا اس سال کوئی مزدوری اس سے زیادہ سستی اور منفعت بخش نہیں رہی۔

(۲۳۲) ایک اعرابی نے رمضان میں چودھویں رات کا چاند دیکھ کر کہا تو خود تو موٹا ہو گیا اور مجھے دبلا کر دیا (اسی کی تجھے سزا ملی ہے کہ) خدا نے مجھے دکھا دیا کہ تو سل میں مبتلا ہو گیا (تیرے

سینہ میں اسی کے داغ ہیں)۔

(۲۳۳) ایک اعرابی نے عامل کو بددعا دی کہ خدا تجھ پر صادات ڈال دے (اسکی مراد صاد والے حروف ہیں) یعنی صفع (تھپڑ) اور صرف (یعنی صرف الدہر بمعنی گردش ایام) اور صلب (سولی)۔

(۲۳۴) ایک اعرابی نے دعا کی اے اللہ جس نے مجھ پر صرف ایک مرتبہ ظلم کیا تو اسے جزاء خیر دے (کہ دوبارہ نہ کیا) اور جس نے مجھ پر دو مرتبہ ظلم کیا تو مجھے بھی جزا دے اور اس کو بھی دے اور جو تین مرتبہ ظلم کرے تو صرف مجھے ہی جزا دیدے اسے نہ دیجئے۔

(۲۳۵) ایک اعرابی نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہاری ہنڈیا کس حد تک پہنچ گئی۔ عورت نے جواب دیا اسکا خطیب خطبہ دینے کیلئے کھڑا ہو چکا ہے۔ اس سے ہنڈیا کا جوش مراد لے رہی تھی۔

(۲۳۶) ایک مرتبہ خلیفہ مہدی نے ایک عرب بڑھیا کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا کہ تو کس قبیلہ کی ہے؟ اس نے کہا قبیلہ طے کی۔ یہ سن کر اس سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ قبیلہ طے میں حاتم جیسا شخص دوسرا نہیں ہوا اس نے بلا تامل جواب دیا وہی وجہ ہے جس کی بنا پر دنیا کے بادشاہوں میں تجھ جیسا نہیں ہوا۔ مہدی کو اس عورت کے ایسے فی البدیہ جواب سے حیرت ہوئی اس کو انعام عطا کیا گیا۔

(۲۳۷) اصمعی نے بیان کیا کہ ایک اعرابی عورت سے جس سے پہلے سے شناسائی تھی میں نے اس کے بیٹے کا حال پوچھا اس نے کہا انتقال ہو گیا اور خدا کی قسم اس کے گم ہو جانے سے اللہ نے مجھے مصائب سے مامون کر دیا پھر یہ شعر پڑھا:

وَ کنتُ اخافُ الدهر ما کان باقیاً فلمّا تَولّی مات خوف من الدهرِ

(ترجمہ) اور وہ جب تک زندہ تھا میں زمانہ سے ڈرا کرتی تھی اور جب اس نے پیٹھ پھیری زمانہ سے میرا خوف جاتا رہا۔

(۲۳۸) ابن الاعرابی نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا ''میں تمہارے سامنے علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ کا وسیلہ لاتا ہوں تو اس سے کہا کہ تو نے تو دو ساکن جمع کر دیئے (دو ساکن حرفوں کا جمع ہونا کلام کا عیب ہے)۔

باب: ۱۶

ایسے حیلوں کا بیان جو اہل ذکاوت نے اپنا کام نکالنے کیلئے استعمال کیے!

(۲۳۹) محمد بن سعد سے مروی ہے کہ ہرمزان اہل فارس میں سے تھا جب جلولا کا معاملہ ختم ہوا تو یزدجرد (شہنشاہ فارس) حلوان سے اصفہان کی طرف نکلا پھر اصطخر پہنچا اور ہرمزان کو تستر کی طرف روانہ کیا۔ ہرمزان نے تستر کا انتظام کیا اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا اور ان لوگوں کا ابو موسیٰ نے محاصرہ کر رکھا تھا بالآخر اہل قلعہ اس شرط پر باہر آ گئے کہ ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کو فیصلہ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اس لیے ابو موسیٰ نے ہرمزان اور اس کے ساتھی بارہ سرداروں کو اسیر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ روانہ کر دیا۔ ان لوگوں کے دیبا کے کپڑے تھے اور سونے کے پٹکے باندھے اور ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ ان کو سی ہیئت کے ساتھ مدینہ لایا گیا تو لوگوں نے ان کو دیکھ کر تعجب کرنا شروع کر دیا۔ پھر لوگ ان کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے تو وہ نہیں ملے۔ پھر آپ کو لوگوں نے تلاش کرنا شروع کیا۔ اس پر ہرمزان نے فارسی میں کہا کہ تمہارا بادشاہ کھویا گیا۔ پھر بتایا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں ہیں مسجد میں جا کر دیکھا کہ آپ سر کے نیچے چادر رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔ ہرمزان نے پوچھا کہ کیا تمہارے بادشاہ یہ ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے خلیفہ آپؓ ہی ہیں اس نے پوچھا کہ کیا ان کا کوئی حاجب اور نگہبان نہیں ہے لوگوں نے کہا ان کا نگہبان اللہ ہے۔ یہاں تک کہ ان کا وقت معین آ پہنچے۔ ہرمزان نے کہا مبارک بادشاہ ہیں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہو چکے تھے آپؓ نے ان کو دیکھ کر) کہا حمد و ستائش صرف اللہ کے لیے ہے جس نے اس کو اور اس کے متبعین کو اسلام کے مقابلہ پر ذلیل کیا (پھر آپؓ نے ان کو تبلیغ اسلام کی پھر ان کے انکار پر قتل کا فیصلہ کیا۔ ہرمزان نے کہا کیا آپ پانی پلا سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم پر قتل اور پیاس جمع نہیں کیے جائیں گے۔ پھر اس کے لیے پانی منگایا۔ ہرمزان نے پانی کا برتن ہاتھ میں لے لیا (مگر پینے میں توقف کیا کہ ایسی حالت میں کہ برہنہ شمشیر سامنے ہے کیا اطمینان ہو سکتا

ہے کہ یہ گھونٹ حلق سے اترنے کی نوبت آتی ہے یا نہیں۔ یہ دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پی لو اور تم کو کوئی اندیشہ نہیں میں تم کو قتل نہیں کروں گا جب تک تم یہ نہیں پی لو گے۔ یہ سن کر ہرمزان نے برتن ہاتھ سے پھینک دیا پھر عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ کیا تم مجھ کو امن نہیں دے چکے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کیسے؟ ہرمزان۔ نے کہا آپؓ نے مجھ سے کہا کہ تم کو کوئی اندیشہ نہیں (جب تک یہ نہیں پی لو گے قتل نہ کیے جاؤ گے اور اب اس پھینکے ہوئے پانی کا پینا ممکن نہیں ہے لہٰذا قتل بھی واقع نہ ہوگا) یہ سن کر زبیر اور انس اور ابوسعید نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو خدا سمجھے اس نے اس طرح امن حاصل کرلیا کہ میں مطلع نہ ہو سکا۔ اس کے بعد ہرمزان نے اسلام قبول کرلیا۔

(۲۴۰) عبدالملک سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مغیرہؓ بن شعبہ فرماتے تھے مجھے کوئی دھوکہ نہیں دے سکا بجز ایک لڑکے کے جو حرث بن کعب کے خاندان سے تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے خاندان کی ایک عورت کا ذکر کیا اور اس وقت میرے پاس بنی حارث کا ایک نوجوان موجود تھا اس نے کہا اے امیر آپ کے لیے اس میں کچھ خیر معلوم نہیں ہوتی میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو اس کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد میں نے توقف کیا کچھ روز کے بعد مجھے اطلاع پہنچی کہ اسی جوان نے اس سے نکاح کرلیا۔ میں نے اس کے پاس ایک شخص کی معرفت یہ کہہ کر بھیجا کہ کیا تو نے مجھے یہ نہیں جتلایا تھا کہ تو نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو اس کے بوسے لے رہا تھا (اور اب خود نکاح کرلیا) اس نے کہا ہاں بیشک میں نے اس کے باپ کو دیکھا تھا کہ وہ اس کو چوم رہا تھا اس کے بعد جب بھی مجھے وہ جوان اور اس کا دھوکا یاد آتا تھا مجھے رنج ہوتا تھا۔

(۲۴۱) ہشیم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کے پاس اپنا رشتہ بھیجا انہوں نے ذریعہ معاش دریافت کیا تو اس نے چوپاؤں کی تجارت بیان کیا تو انہوں نے نکاح کردیا۔ اس کے بعد جب اس سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بلیاں فروخت کیا کرتا ہے۔ اس پر جھگڑا ہوا اور یہ مقدمہ قاضی شریح کے سامنے پیش کیا گیا قاضی صاحب نے فیصلہ کیا کہ دواب (یعنی چوپایہ) کا اطلاق بلیوں پر بھی ہوسکتا ہے اور نکاح کو نافذ قرار دیا۔

(۲۴۲) اصمعی راوی ہے کہ محمدؒ بن حنفیہ نے مختار کے زمانہ میں کوفہ آنے کا ارادہ کیا۔ جب مختار

کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا کہ امام مہدی کی یہ علامت ہے کہ کوئی شخص بازار میں ان کے تلوار مارے گا تو ان پر اثر نہ ہوگا۔ جب اس گفتگو کی اطلاع محمد بن حنفیہ کو ہوئی تو (مختار کی بدنیتی سمجھ گئے اور اپنے مقام پر) ٹھہر گئے۔

(۲۴۳) داؤد بن الرشید کہتا ہے کہ میں نے ہیثم بن عدی سے پوچھا کہ کس چیز سے سعید بن عبدالرحمٰن کو یہ استحقاق حاصل ہوا کہ مہدی نے اس کو قاضی بنا دیا تھا اور ایسے شاندار منصب پر بٹھا دیا۔ ہیثم نے کہا کہ مہدی سے عبدالرحمٰن کا جوڑ لگنے کا دلچسپ قصہ ہے اگر تم پسند کرو گے تو میں مفصل بیان کر دوں گا۔ میں نے کہا واللہ مجھے شوق ہے سنایئے۔ ہیثم نے کہا تو سنو جب کہ خلافت مہدی کے پاس پہنچ گئی تو سعید بن عبدالرحمٰن ربیع حاجب کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں امیر المؤمنین سے ملنا چاہتا ہوں۔ ربیع نے کہا تم کون ہو اور تمہاری کیا ضرورت ہے؟ سعید نے کہا میں ایک شخص ہوں میں نے امیر المؤمنین کے متعلق ایک اچھا خواب دیکھا ہے جس کو میں ان سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ربیع نے کہا اے شخص بہت لوگ اپنی ذات کے بارے میں بہت سی باتیں خواب میں دیکھتے ہیں جو پوری نہیں اترتیں۔ پھر کسی دوسرے کے حق میں کوئی بات دیکھی جائے تو اس پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔ جاؤ کوئی اور حیلہ کرو جس میں اس سے زیادہ نفع ہو۔ سعید نے کہا کہ اگر تم امیر المؤمنین کو میرے آنے کی اطلاع نہ دو گے تو میں کسی دوسرے شخص سے جو امیر المؤمنین سے ملا سکے سوال کرنے پر اور خلیفہ سے یہ بات ظاہر کرنے پر مجبور ہوں گا کہ میں نے ملنے کی اجازت چاہی تھی مگر تم نے ان کو اطلاع نہ دی۔ پھر ربیع مہدی کے پاس گیا اور کہا اے امیر المؤمنین اپنی ذات کے بارے میں آپ نے لوگوں کو لالچی بنا دیا لوگ مختلف قسم کے حیلے بنا کر آپ کے پاس آتے ہیں۔ مہدی نے کہا بادشاہوں کا ایسا ہی طریقہ رہا ہے پھر کیا بات ہے۔ ربیع نے کہا کہ ایک شخص دروازے پر موجود ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے امیر المؤمنین کے حق میں ایک اچھا خواب دیکھا ہے اور امیر المؤمنین سے اس کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ اس سے مہدی نے کہا ارے ربیع خدا کی قسم میں بہت سی خوابیں خود اپنی ذات کے لیے دیکھتا ہوں جو صحیح نہیں اترتیں چہ جائیکہ کوئی دوسرا میرے بارے میں دیکھنے کا دعویٰ کرے۔ جس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ اس نے گھڑ لیا ہو۔ ربیع نے کہا واللہ میں نے اس سے ایسی ہی گفتگو کی تھی مگر وہ نہیں مانتا۔ مہدی نے کہا اچھا تو اس کو بلا لو۔ تو سعید کا داخلہ ہو گیا اور یہ سعید بن عبدالرحمٰن ایک بہت

وجیہ اور خوبصورت چہرہ رکھتا تھا اس کے اچھی لمبی داڑھی تھی اور تیز چلنے والی زبان تھی۔ اس سے مہدی نے کہا کہ خدا تم کو برکت دے بتاؤ تم نے کیا خواب دیکھا ہے۔ سعید بن عبدالرحمٰن نے کہا اے امیر المؤمنین میرے خواب میں ایک آنے والے نے آکر مجھ سے کہا کہ امیر المؤمنین مہدی کو اطلاع کر دو کہ وہ تیس برس اطمینان کے خلافت پر متمکن رہیں گے اور اس (خواب کی صداقت) کی نشانی یہ ہے کہ وہ اسی رات میں یہ خواب دیکھیں گے کہ گویا وہ یاقوت کے نگینے ہاتھ میں لیے ہوئے الٹ پلٹ رہے ہیں پھر ان کو شمار کریں گے تو پورے تیس یاقوت پائیں گے گویا وہ یاقوت ان کو ہبہ کیے گئے ہیں۔ مہدی نے کہا تم نے کیسا اچھا خواب دیکھا اور ہم کو تمہارے اس خواب کا اسی آنے والی رات میں امتحان بھی ہو جائے گا جیسا کہ تم نے خبر دی ہے۔ پھر اگر معاملہ تمہارے کہنے کے مطابق واقع ہوا تو ہم تم کو جو کچھ تم چاہو گے عطا کریں گے اور اگر بات اس کے خلاف نکلی تو ہم تم سے کوئی مواخذہ بھی نہ کریں گے کیونکہ ہم کو علم ہے کہ خواب کبھی ہو بہو واقع ہو جاتا ہے اور کبھی مختلف ہو جاتا ہے۔ سعید نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس وقت کیا کروں جب میں اپنے گھر والوں اور متعلقین سے ملوں گا اور ان کو اطلاع دوں گا کہ میں امیر المؤمنین کے حضور میں تھا اور خالی ہاتھ واپس ہوا (تو وہ سب کس قدر غمگین اور متحیر ہوں گے) مہدی نے کہا اب ہم کیا کریں سعید نے کہا کہ امیر المؤمنین ہماری ضرورت کی چیز کچھ تو ابھی عطا فرما دیں اور میں حلف بالطلاق کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے (کہ امیر المؤمنین کو خواب میں تیس یاقوت دیئے جائیں گے) وہ بالکل ٹھیک ہے تو مہدی نے حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دیئے جائیں اور یہ بھی حکم دیا کہ کل کی حاضری کے لیے ان میں سے کوئی کفیل (ضامن) لیا جائے جب مال ان کو دیدیا گیا اور انہوں نے قبضہ میں کر لیا اور کہا گیا کہ تمہارا کفیل کون ہے؟ تو سعید نے ایک خادم کوتا کا جو مہدی کے سرہانے کھڑا ہوا تھا۔ جو بہت خوبصورت تھا اور عمدہ لباس میں تھا۔ کہنے لگے کہ یہ میری کفالت کرے گا۔ مہدی نے اس سے پوچھا کہ تم ان کے کفیل بنتے ہو تو اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے (انکار سے) شرمندگی محسوس کرتے ہوئے کہا ہاں میں کفیل ہوتا ہوں سعید بن عبدالرحمٰن واپس آ گئے۔ جب وہ رات آ گئی تو جیسا کہ سعید نے کہا تھا مہدی نے قطعی حرف بحرف اسی طرح خواب دیکھا اور صبح ہوتے ہی سعید دروازے پر آموجود ہوئے اور حاضری کی اجازت طلب کی جو مل گئی۔ جب مہدی کی نظر سعید پر پڑی تو مہدی نے کہا

بولو تمہاری خواب کا مصداق کہاں ہے؟ سعید نے کہا کیا امیر المؤمنین نے خواب نہیں دیکھا اب مہدی نے جواب میں کچھ الفاظ چبانا شروع کر دیئے۔ سعید نے کہا کہ میری بیوی پر طلاق ہے اگر امیر المؤمنین نے خواب نہ دیکھا ہو۔ مہدی نے سعید سے کہا کیا ہو گیا تم حلف بالطلاق پر اس قدر جری کیسے ہو گئے۔ سعید نے کہا اس لیے کہ میں سچ پر حلف کر رہا ہوں۔ پھر مہدی نے اقرار کر لیا کہ واللہ میں نے وہ سب صاف صاف دیکھا ہے۔ سعید نے خوشی سے اللہ اکبر کہا اور یہ کہ اب وعدہ وفا کیجئے مہدی نے کہا خوشی اور عزت کے ساتھ۔ پھر مہدی نے حکم دیا کہ ان کو تین ہزار دینار دیئے جائیں اور دس بکس ہر قسم کے کپڑوں کے دیئے جائیں اور تین خاص اصطبل کے اچھی قسم کے گھوڑے مع زیور دیئے جائیں۔ سعید یہ عطیات لے کر واپس آ رہے تھے کہ وہ خادم ان سے آ کر ملا۔ جس نے ان کی کفالت کی تھی اور ان سے کہا کہ میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس خواب کا تم نے امیر المؤمنین سے ذکر کیا تھا کیا وہ واقعی دیکھا تھا۔ سعید نے اس سے کہا خدا کی قسم بالکل نہیں۔ پھر خادم نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے امیر المؤمنین نے جو کچھ تم نے کہا تھا اس کے مطابق خواب دیکھ لیا۔ سعید نے کہا یہ اتنے بڑے شعبدے کی بات ہے جس کے راز کو تم جیسے لوگوں پر کھولنا ٹھیک نہیں (یہ راز بھی سن لو) اس کی بنا یہ ہے کہ جب میں نے اپنے کلام کو پوری قوت سے امیر کے گوش گذار کر دیا تو اس کے دل میں اتر گیا اور اس کا نفس اس بات میں مشغول ہو گیا اور اس کا قلب اس پر غور و فکر سے لبریز ہو گیا اور قوت فکریہ پورے طور پر اس میں مشغول ہو گئی تو جب وہ سویا تو جس چیز میں اس کی قوت فکریہ مشغول تھی وہی چیز (نفس کے سامنے) سوتے وقت قوت متخیلہ نے سامنے کر دی پھر خادم نے سوال کیا کہ تم نے حلف بالطلاق کیا (ایک ظنی امر پر اس کی جرأت کیسے ہوئی) سعید نے کہا اس سے تو ایک ہی طلاق پڑتی (کیونکہ طلاق مغلظہ کا حلف نہیں کیا تھا) ابھی تو میرے پاس دو طلاق کا حق باقی تھا (اس کے بعد بیوی کی مستقل جدائی کا موقع آتا ہے) (اگر امیر المؤمنین وہ خواب نہ دیکھتے اور ایک طلاق واقع ہو جاتی) تو میں بیوی کے مہروں پر دس درہم اور اضافہ کر دیتا اور خلاصی حاصل کر لیتا جس کے ساتھ (اس قدر دولت) حاصل کر لی یعنی دس ہزار درہم تین ہزار دینا اور دس بکس مختلف اقسام کپڑوں کے اور تین گھوڑے۔ خادم مبہوت ہو کر سعید کا منہ تکنے لگا اور بہت متعجب ہوا تو سعید نے کہا کہ میں نے خدا کی قسم بالکل سچ کہا ہے چونکہ تم نے میری کفالت کی تھی اس لیے میں نے اس

کی مکافات میں تم سے بالکل سچ بات کہہ دی۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ اس راز کو پوشیدہ رکھنا اس نے بھی ایسا ہی کیا پھر مہدی نے سعید کو اپنی مصاحبت کے لیے طلب کر لیا تو وہ اس کے ندیم اور مقرب ہو گئے اور مہدی کے لشکر پر قاضی کا منصب بھی ان کو مل گیا اور مہدی کی وفات تک یہ اس پر قائم رہے۔ مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم سے یہ قصہ اس طرح روایت کیا گیا ہے اور مجھے اس کی صحت میں شک ہے۔ ایک ایسے ممتاز قاضی سے ایسا قصہ منسوب کیا جائے یہ بہت ہی مستبعد ہے (از مترجم عفا اللہ عنہ۔ شیخ کمال الدین دمیری مصنف حیوۃ الحیوان نے یہ پورا قصہ آخر تک امام ابن الجوزی کی اسی کتاب سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ''میں کہتا ہوں کہ امام احمدؒ سے ان ہی سعید بن عبدالرحمٰن کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان میں کوئی عیب نہ تھا اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ یہ ثقہ تھے اور ہیثم بن عدی نے (جس کی روایت سے یہ قصہ نقل کیا گیا ہے) ان پر یہ اتہام تراشا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ہیثم ثقہ نہیں تھا اور جھوٹ بولا کرتا تھا۔ علی بن المدینی کا قول ہے میں ہیثم کو کسی درجہ میں رکھنے سے خوش نہیں ہوں۔ ابوداؤد عجلی کا قول ہے کہ وہ کذاب تھا۔ ابراہیم بن یعقوب جرجانی کا قول ہے کہ ہیثم ساقط الاعتبار ہے اور اس نے خود ہی اپنا پردہ فاش کر دیا۔ ابوزرعہ نے کہا کہ وہ (روایت کے باب میں) کوئی چیز نہ تھا۔''

(۲۴۴) عاصم احول سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کا پیام دیا لڑکی والوں نے کہا ہم نکاح نہیں کریں گے جب تک تم طلاق نہ دے دو گے اس نے ان سے کہا کہ گواہ رہو میں تین طلاق دے چکا ہوں۔ اب اس سے نکاح کر دیا اور وہ اپنی پہلی بیوی کی زوجیت پر بدستور قائم رہا اس پر قوم نے طلاق کا دعویٰ کیا اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ میں نے کیا کہا تھا۔ انہوں نے کہا ہم نے کہا تھا ہم اس وقت تک نکاح نہ کریں گے جب تک تو تین طلاق نہیں دے دے گا۔ تو نے کہا گواہ رہو میں تین طلاق دے چکا ہوں اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ پہلے فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو طلاق دی تھی انہوں نے کہا معلوم ہے پھر اس نے کہا کہ یہ بھی معلوم ہے کہ فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی پھر میں نے اس کو طلاق دی تھی انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر اس نے کہا فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو بھی طلاق دی تھی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا اس نے کہا تو پھر میں تین طلاقیں دے چکا ہوں اور یہی میں نے

کہا تھا انہوں نے کہا کہ ہماری گفتگو اس بیوی کو طلاق دینے کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ یہ تنازعہ شفیق بن ثور کے سامنے لایا گیا جو عثمان کے پاس جا رہے تھے۔ جب شفیق واپس آئے تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس صورت کے بارے میں عثمان سے سوال کیا تھا انہوں نے اس کی نیت کو قابل اعتبار مانا ہے۔

(۲۴۵) عوف بن مسلم نحوی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن محمد صاحب السند اور ان کے اصحاب مشرکین کے شہروں میں پھرنے کے لیے نکلے۔ دشمن ان کے آنے پر مطلع ہو گیا تو یہ بھاگے (اس دوران میں) انہوں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جس کے ساتھ ایک غلام تھا اس سے عمر بن محمد نے کہا ہم کو اپنی قوم کا حال بتاؤ (کہ اس نے ہم کو گھیرنے کے لئے کس مقام پر گھات لگائی ہے) اور (اگر تم نے بتا دیا تو) تم کو امن ہے اس نے کہا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں نے تمہیں بتا دیا تو یہ غلام مجھے بادشاہ کے سامنے کھینچ لے جائے گا اور وہ مجھے (اس جرم میں) قتل کر دے گا میں اس لیے اس غلام کو قتل کیے دیتا ہوں تا کہ (پھر مطمئن ہو کر) تمہیں آگاہ کر سکوں اس کے بعد اس نے غلام کی گردن ماردی۔ اب اس شیخ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ اگر تمہیں بتانے سے میں نے انکار کر دیا تو یہ غلام سب کچھ بتا دے گا اب میں اس سے مطمئن ہو گیا۔ خدا کی قسم اگر وہ لوگ میرے پاؤں کے نیچے بھی ہوتے تو میں اس کو نہ اٹھاتا (اور قوم کے راز کو افشا نہ ہونے دیتا) تو انہوں نے اس کی گردن ماردی۔

(۲۴۶) حسن بن عمارہ سے مروی ہے کہ میں زہریؒ کے پاس آیا جب کہ وہ درس حدیث ترک کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا تو آپ مجھے حدیث سنائیے اور یا میں آپ کو سناؤں۔ فرمایا تم سناؤ میں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی حکم بن عتبہ نے انہوں نے روایت کیا یحیٰی بن الجزار سے انہوں نے کہا میں نے علی علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ جاہلوں سے یہ مواخذہ نہیں کرے گا کہ وہ نظم اختیار کرتے۔ مگر اہل علم سے مواخذہ کرے گا کہ وہ علم کی اشاعت کرتے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے چالیس حدیثیں سنائیں۔

(۲۴۷) حمیدی سے مروی ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کی خدمت میں بیٹھے تھے انہوں نے ہم سے زمزم والی حدیث بیان کی کہ وہ جس حاجت کی نیت سے پیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دے گا یہ سن کر ایک شخص مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اور پھر واپس آیا اور سفیان سے کہنے لگا کہ اے

ابومحمد کیا وہ حدیث جو زمزم کے بارے میں ہم سے روایت کی گئی صحیح نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ صحیح ہے اس نے کہا کہ میں اس نیت سے کہ آپ مجھے ایک سو احادیث سنا دیں زمزم کا ایک ڈول پی کر آیا ہوں۔ سفیان نے کہا بیٹھو اور پھر اس کو ایک سو احادیث سنائیں۔

(۲۴۸) ابن ابی زر سے مروی ہے کہ جب حجاج کی آمد ہوتی تھی تو سفیان بن عیینہ باب بنی ہاشم پر ایک بلند مقام پر آ کر بیٹھ جایا کرتے تھے تا کہ لوگوں کو دیکھتے رہیں۔ ایک دن وہاں آپ کے پاس طلبہ حدیث میں سے ایک شخص آ بیٹھا اور بولا کہ اے محمد کوئی حدیث سناؤ (اگرچہ یہ بے موقع سوال تھا کہ آپ کا وہاں بیٹھنا درس حدیث کے لیے نہ تھا مگر پھر بھی بتقاضاء اخلاق آپ نے اس کو بہت سی حدیثیں سنا دیں (مگر وہ بھی ایک چمیڑ شخص تھا) پھر اس نے کہا کہ اور سنائیے۔ آپ نے پھر اور احادیث سنائیں (جب آپ خاموش ہوئے) تو پھر اُس (بے ادب) نے کہا اور سنائیے تو آپ نے اور احادیث سنائیں اور اس کے بعد اس کو دھکا دے دیا (جس سے مقصد یہ تھا کہ اب دور ہو جائے) مگر وہ وادی کی طرف جا پڑا (یہ ایک عیارانہ چال تھی) اور اس کے گرنے کا حال لوگوں میں ایک دوسرے کے ذریعہ سے پھیل گیا اور بہت سے حجاج وہاں اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ سفیان بن عیینہ نے ایک حاجی کو قتل کر دیا۔ جب یہ شور وشغب بہت بڑھ گیا تو سفیان ڈر گئے اور اتر کر اس شخص کے پاس آئے اور اس کے سر کو اپنی گود میں رکھ کر کہنے لگے کہ کیا ہوا تیرے کس جگہ چوٹ لگی مگر وہ برابر اپنے پاؤں دے دے کر مار رہا تھا اور منہ سے جھاگ نکال رہا تھا کہ سفیان بن عیینہ نے ایک آدمی کو مار ڈالا۔ سفیان نے اس سے کہا کمبخت (کیوں مجھے بدنام کر رہا ہے) کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں تو اس نے آہستہ سے کہا کہ میں نہیں اٹھوں گا جب تک آپ مجھے ایک سو احادیث زہری اور عمرو بن دینار کی نہ سنا دیں گے۔ جب آپ نے سنا دیں تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

(۲۴۹) محسن بن علی التنوخی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اس نے بیان کیا کہ سنہ بیالیس میں جب حج کے لیے گیا تو میں نے مسجد حرام میں بہت سا نقد مال اور کپڑے بکھرے ہوئے دیکھے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو لوگوں نے بتایا کہ خراسان میں ایک نیک مرد بڑا دولت مند ہے۔ جس کو علی الزراد کہتے ہیں اس نے پچھلے سال اسی طرح بہت سا مال اور کپڑے ایک اپنے معتمد کے ساتھ بھیجے تھے اور اس کو یہ حکم دیا تھا کہ قریش کو عبرت دلائے جس کو

ان میں سے حافظ قرآن پائے اس کو اتنا مال اور اتنے کپڑے دے دے تو یہ شخص جب پہلے سال یہاں آیا تھا تو پورے خاندان قریش میں اس کو کوئی حافظ قرآن نہ ملا بجز بنی ہاشم میں کے ایک شخص کے تو اس کو حصہ مقررہ دے دیا اور اس نے لوگوں کو سب بات (یعنی قریش میں صرف ایک حافظ کا ملنا) بتائی اور باقی مال کو واپس لے جا کر مالک کو دے دیا۔ پھر جب یہ سال آیا پھر وہ مال اور کپڑے اس نے یہاں دوبارہ بھیجے تو قریش کی تمام شاخوں میں سے ایک خلق عظیم آموجود ہوئی جنہوں نے (پچھلے سال کے واقعہ سے عبرت حاصل کر کے) قرآن حفظ کرلیا تھا اور اس کی موجودگی میں ایک دوسرے سے حفظ میں مقابلہ بھی کر رہے تھے اور کپڑے اور دراہم حاصل کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ سب ختم ہو گئے اور ایسے لوگ باقی رہ گئے جن کو نہیں ملا اور وہ اس سے مطالبہ کر رہے تھے۔ میں نے سن کر کہا کہ اس شخص نے قریش کے فضائل کو پھر ان کی طرف واپس لانے کے لیے کیسی اچھی تدبیر کی جس کی بہتر جزا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو عطا فرمائے گا۔

(۲۵۰) ہم سے ابراہیم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ میں اپنی پھوپھی کے یہاں گیا۔ میں نے پھوپھی زاد بھائیوں کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ عبداللہ بن داؤد کے یہاں گئے ہیں۔ انہوں نے وہاں خاصی دیر کر دی پھر اس کو برا کہتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے اس کو مکان پر دیکھا تو وہاں نہ ملے اور لوگوں سے معلوم ہوا کہ اپنے باغیچہ میں گئے ہیں تو ہم وہاں پہنچے اور ان کو سلام کیا اور سوال کیا کہ ہم کو حدیث سنایئے انہوں نے کہا کہ میں اس وقت معذور ہوں اس کام میں لگا ہوا ہوں۔ یہ باغیچہ ہے جس سے میرا معاش وابستہ ہے اس کو پانی دینے کی ضرورت ہے اور ہمارے پاس کوئی پانی دینے والا موجود نہیں ہم نے کہا ہم رہٹ کو گھما کر اس کو پانی دیئے جاتے ہیں۔ کہنے لگے کہ اگر نیت صحیح (یعنی محض بوجہ اللہ ہو) موجود ہو تو ایسا کرلو۔ پھر ہم نے رہٹ گھمانا شروع کیا یہاں تک کہ سارے باغ کو سیراب کر دیا۔ پھر ہم نے ان سے کہا کہ اب حدیث سنا دیجئے بولے میرے دل میں رکاوٹ ہے میں حدیث سنانے کے لیے تصحیح نیت نہیں پاتا اور میرے کام کے لیے تمہاری نیت صحیح تھی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔

(۲۵۱) علی بن محسن سے مروی ہے کہ ان کے والد کہتے ہیں کہ ہمیں بغداد کے بہت سے اکابر سے معلوم ہوا کہ وہاں پل کے دوسری طرف دواندھے سائل پھرا کرتے ہیں ان میں سے ایک تو امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے نام کا واسطہ دے کر مانگا کرتا ہے اور دوسرا حضرت معاویہؓ کے نام کا

واسطہ دے کر مانگا کرتا ہے اور بہت سے لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں وہ اپنی بھیک کے ٹکڑوں کو جمع کرتے رہتے ہیں۔ جب لوٹتے ہیں تو ان ٹکڑوں کو برابر بانٹ لیتے ہیں اور اسی حیلہ سے لوگوں سے وصول کرتے رہتے ہیں۔

(۲۵۲) عبدالواحد بن محمد الموصلی کہتے ہیں کہ ہم سے موصل کے ایک نوجوان نے بیان کیا کہ جب ناصر الدولہ نے ابوبکر بن رایق موصلی کو قتل کیا تو لوگوں نے اس کے گھر کو جو موصل میں تھا لوٹا میں بھی لوٹنے کے لیے گھر میں پہنچا تو مجھے ایک تھیلی ہاتھ لگی جس میں ایک ہزار دینار سے زیادہ تھے میں نے اس کو اٹھالیا مگر اس بات سے خائف تھا کہ اگر اسی طرح اسے لے کر نکلا اور میرے پاس کسی فوجی نے اسے دیکھ لیا تو وہ اس کو مجھ سے چھین لے گا۔ اب میں نے گھر میں چکر لگانا شروع کیا تو میں مطبخ میں پہنچ گیا۔ وہاں سے میں نے ایک بڑا دیگچہ اٹھالیا جس میں سکباج تھا (یعنی شوربا جو گوشت کے ساتھ سرکہ شامل کر کے پکایا جاتا تھا) میں نے اس تھیلی کو اس میں ڈال دیا اور اسکو اپنے ہاتھ پر رکھ کر اٹھالیا تو جو شخص بھی میرے سامنے آیا اس نے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ میں کمزور ہوں اور بھوک نے مجھے اس پر مجبور کیا کہ میں یہ دیگچہ لیے جا رہا ہوں یہاں تک کہ سلامتی کے ساتھ اپنے گھر آ گیا۔

(۲۵۳) قاضی ابوالحسن بن عباس نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے ایک دوست کو بغداد کے ایک کشتیوں سے بنے ہوئے پل پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس دن تیز ہوا چل رہی تھی (جس کی وجہ سے پل حرکت کر رہا تھا) اور وہ ایک رقعہ لکھ رہے تھے میں نے کہا کیا ہو گیا ایسی جگہ اور ایسے وقت میں (آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں) کہنے لگے کہ میں ایک ایسے شخص کو دھوکہ دینا چاہتا ہوں جس میں رعشہ ہے اور میرے ہاتھ سے رعشہ والے ہاتھ کے سے حروف نہیں نکلتے تھے تو میں نے یہاں بیٹھنے کا ارادہ کیا تاکہ ہوا سے جو موجیں اٹھ کر کشتیوں کو ہلاتی ہیں اس سے میرے قلم سے بھی رعشہ والے ہاتھ سے لکھے ہوئے حروف نکلیں گے اور اس کے خط سے مشابہت ہو جائیگی۔

(۲۵۴) محسن نے کہا کہ مجھ سے ابوالطیب بن عبدالمؤمن نے بیان کیا کہ ایک بڑا دھوکے باز تجربہ کار شخص بغداد سے حمص آیا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنی بیوی سے کہا یہ احمقوں کی بستی ہے اور میں نے دھوکہ دینے کے لیے ایک سکیم بنائی ہے اس میں تجھے مدد کرنا ہوگی۔ اس نے کہا جو مرضی ہو۔ اس بدمعاش نے کہا تو فلاں جگہ بیٹھی رہا کر (اور میں

فلاں مسجد میں ٹھیا جماؤں گا) اور تو کبھی میرے پاس سے بھی نہ گذرنا اور روزانہ ایسا کرنا کہ میرے لیے دوتہائی رطل کشمش (ایک رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے) اور دوتہائی رطل بادام تازے لا کر اور کوٹ کر دونوں کو خوب گوندھ دینا اور دوپہر کے وقت اس کو ایک کوری اینٹ پر رکھ دینا تاکہ میں پہچان سکوں۔ یہ اینٹ فلاں بیت الخلا میں جو جامع مسجد کے قریب ہے رکھ دیا کرنا ان اشیاء میں کبھی اضافہ نہ کرنا اور کبھی میرے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اس نے کہا بہتر ہے۔ اب اس نے یہ بہروپ بھرا کہ ایک اونی جبہ پہنا جو ساتھ لایا تھا اور اونی پاجامہ پہنا اور رومال سر پر باندھا اور مسجد جامع کے ایسے ستون کے پاس جس کے قریب سے لوگوں کی آمدورفت زیادہ رہتی تھی تمام دن تمام رات نماز بغیر وقفہ پڑھنا شروع کر دی بجز ایسے اوقات کے جن میں نماز ممنوع ہے اور ان اوقات میں بھی جب بیٹھتا تھا تو تسبیح پڑھتا رہتا تھا اور کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہتا تھا اور اپنی جگہ بیدار رہتا تھا۔ عرصہ دراز تک اس کا یہ معمول جاری رہا لوگوں کی نظریں اس پر اٹھنا شروع ہوئیں اور مشہور ہو گیا کہ یہ صاحب کبھی نماز منقطع نہیں کرتے اور کھانا چکھتے بھی نہیں، تمام اہل شہر اس کے معاملہ میں حیران ہو گئے یہ مکار شخص کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلتا تھا بجز اس کے کہ ہر روز ایک دفعہ دوپہر کے وقت اس بیت الخلاء میں جا کر پیشاب کرتا تھا اور اس اینٹ کے پاس جا کر جس کو وہ پہچانتا تھا اس پر وہ کشمش بادام والا معجون رکھا ہوتا تھا اس کو چٹ کر جاتا یہ معجون اینٹ پر رکھا ہوا بہل کر پاخانہ دکھائی دیتا تھا جو شخص بھی یہاں آتا اور جاتا تھا اس کو اس کے پاخانہ ہونے میں کبھی شک نہیں ہوا۔ یہ اس کو کھا کر توانائی حاصل کر لیتا تھا اور واپس آ جاتا تھا جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا یا رات کے کسی حصہ میں جب موقع دیکھتا پانی بقدر ضرورت پی لیا کرتا تھا اور اہل حمص اس خوش فہمی میں رہے کہ یہ شاہ صاحب نہ کھانا کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں اور ان کی شان ان کی نگاہوں میں کافی بلند ہو گئی لوگ اس کی زیارت کے لیے آنے لگے اور بات کرتے تھے تو یہ جواب ہی نہیں دیتا تھا۔ لوگوں کا ایک ہجوم اس کے گرد رہنے لگا اور اس سے بات کرنے کی سب نے ہی کوشش کی مگر یہ بول کر نہ دیا تو اس کی جلالت شان اور بڑھ گئی یہاں تک کہ لوگوں نے اس کی نشست گاہ کی زمین کو برکتیں حاصل کرنے کے لیے چھونا شروع کر دیا اس جگہ کی مٹی لیجانے لگے۔ اس کے پاس بیماروں اور بچوں کو اٹھا کر لانے لگے۔ یہ ان پر اپنا ہاتھ پھیر دیا کرتا تھا۔ جب اس عیار نے اچھی طرح بھانپ لیا کہ اس کا مقام لوگوں کی نگاہوں میں کس درجہ

بلند ہو چکا ہے اور اس بہروپ پر ایک سال گذر چکا تھا تو بیت الخلا میں اپنی بیوی کے ساتھ (دوسری کانفرنس کی اور) مل کر اس کو سمجھایا کہ جمعہ کے دن جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو آ کر مجھے لپٹ پڑیئے اور میرے منہ پر تھپڑ مارنا اور کہنا کہ اے اللہ کے دشمن اے فاسق تو بغداد میں میرے بیٹے کو قتل کر کے بھاگ کر یہاں آ گیا اور عبادت گذار بن گیا۔ تیری عبادت تیرے منہ پر ماری جائے گی اور تو مجھے چمٹ کر چھوڑ یئے مت اور لوگوں سے اپنا ارادہ یہ ظاہر کرنا کہ اپنے بیٹے کے قصاص میں تو مجھے قتل کرانا چاہتی ہے لوگ جمع ہو کر تیری طرف بڑھیں گے اور میں ان کو اس سے روکتا رہوں گا کہ وہ تجھے تکلیف پہنچائیں اور میں لوگوں کے سامنے اعتراف کروں گا کہ بیشک میں نے اس کے بیٹے کو قتل کیا تھا اور توبہ کر کے یہاں آ گیا اللہ کی عبادت کر رہا ہوں اور جو فعل شنیع مجھ سے سرزد ہوا اس پر ندامت کے ساتھ اللہ سے توبہ کر رہا ہوں تو لوگوں سے قصاص کا مطالبہ کرنا کہ مجھے اس مجرم کو جو تمہارے سامنے اقرار بھی کر رہا ہے۔ کھینچ کر سلطان کے سامنے لے جانے دو۔ اب وہ تیرے سامنے دیت (یعنی خون بہا) پیش کریں گے مگر تو قبول مت کرنا یہاں تک کہ (بڑھتے بڑھتے) دس دیت تک پہنچ جائیں یا جو تو مناسب موقع سمجھے کہ اب وہ لوگ مجھے بچانے کی حرص میں اپنے عطیات بڑھانے سے رک گئے اور یہ یقین کر لے کہ اب اس پر اضافہ ممکن نہیں رہا پھر تو ان کے فدیہ کو قبول کر لینا اور مال جمع کر لینا اور لے کر اسی دن بغداد سے نکل جانا اور یہاں مت ٹھہرنا میں بھی موقع دیکھ کر بھاگ آؤں گا اور تجھ سے مل جاؤں گا (یہ اسکیم طے ہو گئی) اب جب کہ اگلا دن جمعہ کا آ گیا تو حسب تجویز عورت پہنچ گئی اور اس کو لپٹ پڑی اور جو کچھ اسکو سمجھایا گیا تھا وہ سب کچھ عمل میں لائی تو شہر والے کھڑے ہو گئے کہ وہ اسے قتل کر ڈالیں اور کہنے لگے کہ اے خدا کے دشمن یہ شخص تو ابدال میں سے ہے۔ یہ تو وہ ہستی ہے جس کی برکت سے دنیا قائم ہے۔ یہ قطب وقت ہے اس نے ان کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ اور اس عورت کو تکلیف نہ پہنچاؤ تو لوگ ٹھہر گئے اس نے نماز مختصر کی اور سلام پھیر کر دیر تک زمین پر لوٹا پھر کہا اے لوگو جب سے میں آیا ہوں تم نے کبھی کوئی لقمہ میری زبان سے سنا ہے؟ تو اس کا کلام سننے کے لیے ایک دوسرے بشارت دینے لگے تو ایک شور بلند ہو گیا کہ نہیں (ہم نے کبھی آپ کی زبان سے کوئی بات نہیں سنی) پھر بولا کہ میں تمہارے یہاں اس گناہ سے توبہ کر کے آیا ہوں جس کا یہ عورت ذکر کر رہی ہے اور یہ سچ ہے کہ میں بری حالت میں گرفتار اور خسارے میں مبتلا شخص تھا۔

بیشک مجھ سے اس کے بیٹے کا قتل سرزد ہوا اور اس گناہ سے توبہ کر کے یہاں آ گیا اور اپنی عمر عبادت میں گذار رہا ہوں اور میں برابر اپنے نفس کو اس پر آمادہ کرتا رہا ہوں کہ پھر واپس جا کر اپنے کو اس عورت کے سپرد کر دوں تا کہ یہ مجھے اپنے بیٹے کے قصاص میں قتل کر دے کیونکہ مجھے یہ کھٹکا لگا رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ نے میری توبہ قبول نہ کی ہو اور میں اللہ سے برابر دعا کرتا رہا ہوں کہ وہ میری توبہ قبول کر لے اور اس عورت کو مجھ پر مسلط کر دے۔ یہاں تک کہ میری دعا قبول ہو گئی کہ یہ میرے پاس آ گئی اور مجھ پر اس نے قصاص لینے کے لیے قابو پا لیا ہے تو اب تم اسے موقع دو کہ یہ مجھے قتل کر دے اور میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تو ایک شور مچ گیا اور رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہو گئیں اور وہ عالم شہر کی طرف جانے لگا تا کہ وہ اس کے بیٹے کے قصاص میں اسے قتل کر دے۔ اب سربرآوردہ لوگوں نے قوم سے کہا کہ تم بہک گئے ہو کہ اس مصیبت سے چھٹکارے کی راہ نہیں نکالتے ایسے بندۂ صالح کو اپنے شہر میں محفوظ رکھنے کی تدبیر نہیں کرتے تمہیں چاہیے کہ اس عورت کے ساتھ نرمی سے بات کرو اور اس سے درخواست کرو کہ وہ دیت قبول کر لے جس کو ہم سب مل کر ادا کر دیں۔ پھر لوگوں نے عورت پر گھیرا ڈالا اور اس سے دیت کا سوال کیا تو اُس نے انکار کر دیا لوگوں نے کہا دو دیت لے لے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کے ایک بال کے مقابلہ میں ایک ہزار دیت دو۔ لوگ اس پر اصرار کے ساتھ بڑھتے بڑھتے دس دیت تک پہنچ گئے اس نے کہا کہ تم میرے سامنے مال جمع کر کے رکھ دو اگر اس کو دیکھ کر میرا قلبی رجحان اس کے قبول کرنے کی طرف ہو گیا تو قبول کر لوں گی ورنہ میں تو قاتل کو قتل کرا کر رہوں گی۔ تو لوگوں نے ایک لاکھ درہم جمع کر کے اس سے کہا کہ یہ لے لے اس نے کہا نہیں جی میرے نفس میں یہی اثر ہے کہ میں اپنے بیٹے کے قاتل کو قتل ہی کراؤں اب لوگوں نے اس کے سامنے اپنے کپڑے اپنی چادریں اور اپنی انگوٹھیاں پھینکنا شروع کر دیں اور عورتوں نے اپنے زیور پھینکے اتنے سامان کے بعد اس نے بیٹے کے خون سے دستبردار ہو جانے کا اظہار کیا اور یہ سب سامان لے کر چلتی ہوئی اس شخص نے اس کے بعد جامع مسجد میں چند دن قیام کیا یہاں تک کہ اس نے اندازہ کر لیا کہ اب وہ بہت دور نکل چکی ہے۔ پھر ایک رات میں وہ بھی بھاگ نکلا بہت ڈھونڈا گیا مگر اس کا کچھ بھی پتہ نشان نہ ملا۔ یہاں تک کہ ایک طویل مدت کے بعد لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ تو روپیہ بٹورنے کے لیے محض ایک عیاری اور فریب تھا۔

(۲۵۵) منقول ہے کہ کوفہ میں ایک عورت تھی جس کے شوہر پر تنگی معاش واقع ہوگئی اس نے شوہر سے کہا اچھا ہوتا اگر تم گھر سے نکلتے اور شہروں میں سفر کر کے اللہ کا فضل تلاش کرتے تو یہ شخص شام پہنچ گیا اس نے تین سو درہم کمائے اور ان سے ایک اچھی خوبصورت اونٹنی خریدی مگر وہ بدخو اور ہٹی نکلی جس نے اس کو پریشان کر دیا اور غصہ سے بھر دیا اور (ساتھ ہی) بیوی کی طرف بھی اس کا غصہ رجوع ہو گیا کہ اسی نے سفر پر مجبور کیا تھا (نہ سفر کرتا نہ یہ مصیبت گلے پڑتی) تو اس نے حلف بالطلاق کیا کہ میں جس دن کوفہ میں جاؤں گا اس کو ایک درہم میں بیچ ڈالوں گا پھر (جب غصہ دفع ہو گیا تو) نادم ہوا اور (کوفہ پہنچ کر) بیوی کو قصہ سنایا اس نے ایک بلی پکڑ کر اونٹنی کی گردن میں لٹکا دی اور کہا کہ اس کو بازار لیجا اور یہ آواز لگا کہ '' لے لو بلی تین سو درہم میں اور اونٹنی ایک درہم میں اور دونوں ایک ساتھ فروخت ہوں گی'' اس نے ایسا ہی کیا تو ایک اعرابی آ کر ناقہ کو سب طرف سے دیکھتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا تو کیسی حسین ہے کیسی اچھی ہے اگر تیرے گلے میں بلی پڑی ہوئی نہ ہوتی۔

(۲۵۶) ہم کو ابودلامہ کا قصہ معلوم ہوا کہ وہ ایک مرتبہ مہدی کے پاس پہنچا اور ان کو ایک قصیدہ سنایا۔ مہدی نے اس سے کہا کہ جو حاجت ہو بیان کرو۔ ابودلامہ نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے ایک کتا عطا فرما دیجئے۔ مہدی کو غصہ آ گیا اور بولے کہ میں کہتا ہوں کہ اپنی حاجت بیان کر تو کہتا ہے کہ مجھے کتا دید یجئے ابودلامہ نے کہا اے امیر المؤمنین حاجت میری ہے یا آپ کی مہدی نے کہا تیری ہے ابودلامہ نے کہا بس تو میری یہی درخواست ہے کہ مجھے شکاری کتا عطا فرما دیا جائے مہدی نے حکم دے دیا کہ اسے کتا دے دیا جائے ابودلامہ نے پھر کہا اے امیر المؤمنین جب میں شکار کو جاؤں گا تو کیا اس کے ساتھ پیدل دوڑوں گا؟ تو مہدی نے حکم دیا کہ اس کو ایک گھوڑا بھی دے دیا جائے (جب گھوڑا بھی آ گیا تو) پھر کہنے لگا اے امیر المؤمنین اس کی خدمت کون کرے گا تو مہدی نے ایک غلام عطا کر دیا۔ تو پھر کہنے لگا اے امیر المؤمنین اس کا بھی تو انتظام کر دیجئے کہ جب میں کچھ شکار لے کر گھر آؤں گا تو اس کو کون پکائے گا۔ تو مہدی نے ایک کنیز بھی عطا کر دی۔ پھر بولا کہ اے امیر المؤمنین یہ سب کہاں رہیں گے تو ایک مکان کی منظوری بھی دیدی گئی پھر بولا کہ اے امیر المؤمنین میری گردن پر تو ایک عیال کا بوجھ آ پڑا یہ سب کہاں سے کھائیں گے مہدی نے کہا کہ امیر المؤمنین نے ایک ہزار جریب قطعہ زمین عامر (آباد سرسبز) اور ایک ہزار

جریب غامر عطا کیا۔ ابودلامہ نے کہا حضور! عامر کو میں سمجھتا ہوں مگر غامر کیا ہے۔ مہدی نے کہا ایسی خراب زمین جس میں کچھ نہ ہو۔ ابودلامہ نے کہا تو میں امیر المؤمنین کو ایک لاکھ جریب جنگل کی دیتا ہوں لیکن میں تو امیر المؤمنین سے دو ہزار جریب عامر مانگتا ہوں مہدی نے پوچھا کہاں سے ابودلامہ نے کہا بیت المال سے۔ مہدی نے کہا اچھا وہاں سے مال دوسری جگہ منتقل کر دو اور ایک جریب اس کو دے دو۔ ابودلامہ نے کہا اے امیر المؤمنین جب وہاں سے مال منتقل ہو گیا تو وہ غامر بن جائے گی اس پر مہدی ہنسنے لگے اور اس کو عطیات سے خوش کر دیا۔

(۲۵۷) ایک نصرانی ضحاک بن مزاحم کے پاس آتا جاتا تھا۔ انہوں نے اس سے ایک دن کہا کہ تو اسلام کیوں نہیں لاتا اس نے کہا اس کی یہ وجہ ہے کہ مجھے شراب بہت پسند ہے اور میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ انہوں نے کہا اسلام لے آ اور پیتا رہ۔ یہ اسلام لے آیا پھر اس سے ضحاک نے کہا اب تو مسلمان ہو چکا ہے اگر تو نے شراب پی تو ہم تجھ پر حد جاری کر دیں گے اور اگر اسلام سے پھرا تو تجھے قتل کر دیں گے۔

(۲۵۸) ضمرہ شوذب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص کی ایک باندی تھی اس نے اس سے (باندی سے) پوشیدہ طور پر ہم بستری کی پھر (جب خود غسل کرنا اور اس کنیز کو نہلانا چاہا) اپنی بیوی سے کہا کہ حضرت مریم اس رات میں غسل کیا کرتی تھیں تو سب غسل کر لو تو (اس حیلہ سے) خود بھی غسل کر لیا اور بیوی اور کنیز نے بھی غسل کر لیا۔

(۲۵۹) جاحظ نے بیان کیا کہ ایک شخص داڑھ کے درد کو جھاڑنے کے سلسلہ میں لوگوں کو دھوکہ دیا کرتا تھا تاکہ ان سے کچھ اینٹھ لے اور جس کو جھاڑا کرتا تھا اس سے یہ کہہ دیا کرتا تھا کہ خبردار آج کی رات تمہارے دل میں بندر کا خطرہ بھی نہ آنے پائے۔ اب وہ بیمار تمام رات درد میں گذارتا اور صبح کو اس کے پاس آتا تو یہ کہا کرتا تھا کہ غالباً تمہیں بندر کا دھیان آ گیا ہوگا وہ کہتا کہ ہاں آیا تھا تو یہ کہہ دیتا تھا کہ اس وجہ سے تو جھاڑنے نے نفع نہیں دیا۔

(۲۶۰) منقول ہے کہ عقبہ ازدی کو ایک لڑکی کے پاس لے جایا گیا جس پر اس رات میں جن کا اثر ظاہر ہوا جس میں اس کے متعلقین نے ارادہ کیا تھا کہ اس کے شوہر کو اس کے پاس بھیج دیں جب عقبہ وہاں گئے تو دیکھا کہ وہ پڑی ہوئی ہے تو اس کے متعلقین سے کہا کہ آپ (سب علیحدہ ہو جائیں اور) مجھے تنہائی کا موقع دیں تو وہ ہٹ گئے انہوں نے اس سے کہا کہ جو دل کی بات ہو

وہ مجھ سے بالکل سچ سچ بیان کر دے اور تیری مشکل کو حل کر دینا میرے ذمہ ہوگا اس نے کہا کہ جب میں اپنے متعلقین کے یہاں تھی تو میرا ایک شخص سے تعلق تھا اور اب ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ شوہر کو میرے پاس بھیجیں اور حقیقت یہ ہے کہ میں کنواری نہیں ہوں۔ اب مجھے رسوائی کا سخت خوف ہے تو کیا تمہارے پاس کوئی حیلہ ہے جو رسوائی سے بچا لے۔ عقبہ نے کہا ہاں پھر اس کے متعلقین (شوہر وغیرہ) سے ملے اور کہا کہ جن نے نکل جانے کو مان لیا ہے۔ اب تم پسند کر لو کہ اس کے بدن کے کس عضو سے اس کو نکلوانا چاہتے ہو اور یہ سمجھ لو کہ جس عضو سے اس جن کو باہر کیا جائے گا وہ لازمی طور پر بیکار ہو جائے گا۔ اگر آنکھوں سے نکلا تو یہ اندھی ہو جائے گی اور اگر کان سے نکلا تو بہری ہو جائے گی اور اگر منہ سے نکلا تو گونگی ہو جائے گی اور ہاتھ سے نکلا تو لنجی ہو جائے گی اور اگر پاؤں سے نکلا تو لنگڑی ہو جائے گی اور اگر فرج سے نکلا بکارت زائل ہو جائے گی۔ اس کے متعلقین نے کہا اس سے زیادہ ہلکی بات کوئی نہیں کہ اس کی بکارت زائل ہو جائے تو آپ اس شیطان کو فرج سے ہی نکال دیجئے۔ تو عقبہ نے (کچھ جھاڑ پھونک کا دکھاوا کر کے) اس کو یقین دلا دیا کہ اس نے ایسا کر دیا۔ پھر عورت شوہر کے پاس چلی گئی۔

(۲۶۱) ایک شخص نے احنف بن قیس کے تھپڑ مارا انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیوں مارا اس نے کہا کہ مجھ سے اس پر ایک رقم طے کی گئی ہے کہ میں سردار بنی تمیم کے مُنہ پر تھپڑ ماردوں۔ احنف نے کہا تو نے کچھ بھی نہ کیا۔ تجھے حارثہ بن قدامہ کے منہ پر مارنا چاہیے تھا۔ کیونکہ سردار بنی تمیم وہ ہے۔ وہ شخص چل دیا اور حارثہ کے منہ پر جا کر تھپڑ مار دیا۔ حارثہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور احنف نے یہی سوچا تھا۔

(۲۶۲) ابو محمد الخشاب نحوی سے مروی ہے کہ ایک جولاہے کا گذر ایک طبیب پر ہوا اس نے دیکھا کہ وہ کسی مریض کے لیے نقوع (جو کسی عراق یا پانی میں دوا کو بھگو کر اس کا زلال) تجویز کر رہا ہے اور کسی مریض کے لیے تمر ہندی (املی کے کٹارے) تجویز کر رہا ہے اس نے کہا کون ہے جو اس کام کو عمدگی سے نہ کر سکے وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا میرے لیے ایک بڑا عمامہ بنا دے اس نے کہا کہ کس چیز نے تجھے اتنا بلند پرواز کر دیا۔ وہ بولا میں تو اب حکیم بنوں گا۔ وہ بولی ایسا نہ کر بیٹھنا جب تو لوگوں کو جان سے مارے گا تو لوگ تجھے سنگوا دیں گے اس نے کہا یہ اٹل ارادہ ہے (آخر کار بڑا پگڑ باندھ کر مطب شروع کر دیا گیا) پہلے دن جا کر بیٹھے اور لوگوں کے

لیے دوائیں تجویز کرتے رہے اور کافی روپے کما لیے (اور کئی دن ایسے کرتا رہا) پھر آ کر بیوی سے کہا کہ میں روزانہ ایک گولی بنا لیتا ہوں (اور ہر بیمار کو وہی دیتا ہوں) دیکھ کتنا کما چکا ہوں۔ اس نے کہا یہ کام چھوڑ دے حکیم جی نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا (اس گفتگو سے) دوسرے دن ایسا ہوا کہ ایک باندی کا گذر حکیم جی (کے مطب) کی طرف ہوا اس نے دیکھ کر اپنی مالکہ سے کہا جو سخت بیمار تھی میرا جی چاہتا ہے کہ نیا طبیب تمہارا علاج کرے اس نے کہا اس کو بلا لے چنانچہ آپ تشریف لے آئے اور حال یہ تھا کہ اس بیمار کا مرض تو ختم ہو چکا تھا صرف کمزوری باقی تھی (مگر وہ یہ نہ سمجھی تھی) حکیم جی نے تجویز کیا کہ ایک مرغی بھون کر لاؤ وہ لائی گئی اور مریضہ نے خوب کھائی تو ضعف جاتا رہا اور وہ اٹھ بیٹھی (پھر تو خوب واہ واہ ہوئی) شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی اس نے اس کو بلا کر جس مرض میں وہ مبتلا تھا اس کا اظہار کیا۔ اتفاقیہ طور پر اس نے ایک ایسی دوا کہہ دی جو اس کو موافق آ گئی۔ اس کے بعد سلطان کے پاس ایسے لوگوں کی ایک جماعت پہنچی جو اس جولاہے کو پہچانتی تھی انہوں نے سلطان سے کہا کہ یہ شخص ایک جولاہا ہے یہ کچھ نہیں جانتا۔ سلطان نے کہا اس شخص کے ہاتھ سے مجھے صحت ہوئی اور فلاں عورت کو اسی کے علاج سے صحت ہوئی (یہ میرا تجربہ ہے اس کے خلاف) میں تمہاری بات تسلیم نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم تجربہ کرانے کے لیے اس کے سامنے چند مسائل رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ایسا کر لو اور انہوں نے کچھ سوالات تجویز کر کے اس سے کیے اس نے کہا کہ اگر میں ان مسائل کے جوابات تمہارے سامنے بیان کروں گا۔ تو تم جواب کو نہیں سمجھ سکو گے کیونکہ جوابات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو طبیب ہو لیکن (اگر تمہیں تجربہ ہی کرنا ہے تو اس طرح کر لو) کیا تمہارے یہاں بڑا شفاخانہ نہیں ہے لوگوں نے جواب دیا کہ ہے پھر اس نے کہا کیا اس میں ایسے بیمار نہیں ہیں جو مدت سے پڑے ہوئے ہوں لوگوں نے کہا ہیں۔ اس نے کہا بس میں ان کا علاج کیے دیتا ہوں تم دیکھو گے کہ سب کے سب عافیت کے ساتھ گھنٹہ بھر میں اٹھ کر کھڑے ہوں گے۔ کیا میری قابلیت کے اظہار کے لیے کوئی دلیل اس سے بڑی ہو سکتی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر یہ شفاخانے کے دروازے پر پہنچا اور لوگوں سے کہا تم سب یہاں بیٹھو۔ میرے ساتھ اندر کوئی نہ آئے اور تنہا داخل ہوا۔ اس کے ساتھ صرف افسر شفاخانہ تھا۔ اس نے افسر سے کہا کہ جو کچھ عمل میں کروں گا اگر تو نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کیا تو میں تجھے پھانسی دلا دوں گا اور اگر تو خاموش رہا تو مالا مال کر دوں گا۔

اس نے کہا میں نہیں بولوں گا۔ اس کو حلف بالطلاق دلایا پھر اس سے پوچھا کیا تیرے پاس اس شفاخانہ میں تیل موجود ہے اس نے کہا ہاں۔ کہا کہ لے آ اور وہ بہت سا تیل لے آیا۔ اس نے وہ ایک بڑی دیگ میں ڈالا اور اس کے نیچے آگ جلائی جب تیل خوب جوش مارنے لگا تو مریضوں کی جماعت کو آواز دی ان میں سے ایک مریض سے کہا کہ تیری بیماری صرف اسی سے دفع ہو سکتی ہے کہ اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ مریض اللہ کو یاد کرنے لگا۔ اے اللہ تو ہی مددگار ہے۔ حکیم جی نے کہا یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس مریض نے کہا مجھے تو شفا ہو چکی تھی بس معمولی سا درد تھا سر میں۔ حکیم جی نے کہا پھر شفاخانہ میں تو کیوں پڑا رہا۔ جب اچھا ہو چکا ہے۔ اس نے کہا بس یوں ہی کوئی خاص وجہ نہیں۔ حکیم جی نے کہا تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں تندرست ہو چکا۔ وہ وہاں سے نکل کر بھاگا اور لوگوں سے کہہ گیا کہ میں شفایاب ہو گیا ان حکیم صاحب کی آمد سے پھر دوسرے مریض کا نمبر آیا اس سے بھی وہی ارشاد ہوا کہ تیری بیماری صرف اسی طرح دفع ہو سکتی ہے کہ تو اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ اس نے کہا اللہ اللہ! جی میں تو تندرست ہو چکا ہوں حکیم جی نے کہا اس میں بیٹھنا ضروری ہے اس نے کہا میں تو آج ہی شام کو رخصت ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اب حکیم جی نے فرمایا اگر تجھے شفا ہو چکی ہے تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں اچھا ہو گیا ہوں وہ بھی نکل کر بھاگا (جان بچی لاکھوں پائے) اور لوگوں سے کہتا گیا کہ حکیم صاحب کی برکت سے مجھے صحت ہو چکی ہے یہی حال سب کا ہوا یہاں تک کہ سب حکیم صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت ہو گئے (بناداں آنچناں روزی رساند۔ کہ دانا اندراں حیراں بماند)۔

(۲۶۳) ایک عورت کا ایک آشنا تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ جب تک تو کوئی ایسا حیلہ نہیں کرے گی کہ میں تیرے شوہر کے روبرو تجھ سے جماع کروں میں تجھ سے بات نہ کروں گا۔ اس نے ایسا حیلہ کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس کا ایک دن مقرر ہو گیا اور ان کے گھر میں ایک بہت لمبا کھجور کا درخت تھا۔ اس عورت نے اپنے شوہر سے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ اس کھجور پر چڑھ کر کھجوریں اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھاؤں۔ اس نے کہا ایسا کر لے جب وہ بالکل چوٹی پر چڑھ گئی تو اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر بولی کہ ہائیں یہ تو غیر عورت کے ساتھ کیا کر رہا ہے بڑا افسوس ہے تجھے شرم نہیں آتی کہ میری موجودگی میں تو اس سے جماع میں مشغول ہے اور گالیاں دیتی اور چیختی رہی اور وہ قسم کھاتا رہا کہ میں تو یہاں اکیلا ہوں یہاں کوئی دوسرا موجود بھی نہیں۔ پھر اتر کر اس سے جھگڑتی

رہی اور وہ حلف بالطلاق کرتا رہا کہ وہ بالکل اکیلا تھا۔ پھر اس نے عورت سے کہا تو بیٹھ میں اوپر چڑھ کر دیکھتا ہوں۔ جب وہ درخت کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے آشنا کو بلا لیا اس نے اس سے منہ کالا کرنا شروع کر دیا۔ شوہر نے اوپر سے جب نیچے یہ معاملہ دیکھا تو اس نے بیوی سے کہا میں تیرے قربان اپنے دل میں اس بات کا کچھ رنج مت رکھ جو تو نے میرے بارے میں بیان کی تھی جو بھی اس درخت پر چڑھے گا وہ ایسا ہی دیکھے گا جیسا کہ تو نے دیکھا تھا (اور اب میں بھی تجھے اسی طرح دیکھ رہا ہوں)۔

(۲۶۴) ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن فرزوق ایک خوش رنگ منقش چادر اوڑھے ہوئے ایک عورت کے پاس سے (جو اپنے مکان کے قریب کھڑی تھی) گذرا پھر اس کو دیکھنے لگا (کہ کیسی خوبصورت ہے) اس کی باندی نے کہا کہ یہ چادر کیسی اچھی ہے۔ فرزوق نے کہا اگر تیری مالکہ مجھے بوسہ دینے کی اجازت دے دے تو اسے یہ چادر دے دوں۔ باندی نے مالکہ سے کہا کہ اس اعرابی کو بوسہ دینے میں کیا نقصان ہے جس کو یہاں کوئی پہچانتا بھی نہیں۔ اس عورت نے اجازت دے دی تو فروزق نے اس کا بوسہ لیا اور اس کو چادر دیدی۔ پھر اس کنیز سے پانی مانگا وہ ایک شیشہ کے گلاس میں پانی لائی جب اس لڑکی نے ہاتھ پر رکھا تو اس نے گلاس ہاتھ سے گرا دیا وہ گر کر ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد فرزوق دروازے پر بیٹھے ہی رہے تا آنکہ صاحب مکان آ گیا اس نے کہا اے ابوفراس کیا کوئی حاجت ہے؟ فرزوق نے کہا نہیں لیکن میں نے اس گھر سے تھوڑا پانی پینے کے لیے منگایا تھا جو کانچ کے گلاس میں لایا گیا وہ میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اس گھر والوں نے اس کے بدلہ میں میری چادر پر قبضہ کر لیا۔ اس شخص نے گھر جا کر بیوی کو سخت سست کہا اور کہا کہ فرزوق کو اس کی چادر واپس کر دو۔

بَاب: ⑰

ایسے حیلوں کا ذکر جن کا انجام مقصود کے خلاف نکلا

(۲۶۵) ابراہیم سے منقول ہے کہ جب امیر معاویہؓ بوڑھے ہو گئے تو ان کو بے خوابی کی شکایت ہو گئی اور جب ان کی آنکھ لگتی تھی تو ناقوسوں کی آوازیں جگا دیا کرتی تھیں۔ ایک دن جب صبح کے

وقت حضرت معاویہؓ کی مجلس میں لوگ جمع ہو گئے تو معاویہؓ نے کہا اے جماعت عرب تم میں کوئی ایسا (بہادر) ہے کہ میں اس کو جو حکم دوں وہ اس کی تعمیل کرے اور میں اس کو بقدر تین دیت مال پہلے دے دوں گا اور بقدر دو دیت مال اس وقت دیا جائے گا جب واپس آ جائے گا تو قبیلہ غسان کا ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور بولا کہ اے امیر المؤمنین میں تیار ہوں۔ معاویہؓ نے کہا یہ کام ہے کہ تم میرا یہ خط بادشاہ روم کے پاس لے جاؤ۔ جب تم اس کے فرش پر پہنچ جاؤ تو اذان دے دو اس نے پوچھا کہ پھر کیا کرنا ہے؟ معاویہؓ نے کہا بس اور کچھ نہیں۔ اس نے کہا کہ اتنی تھوڑی محنت کا آپ نے بڑا معاوضہ دیا۔ یہ شخص خط لے کر روانہ ہو گیا۔ جب قیصر روم کے فرش پر پہنچا تو اس نے اذان دیدی۔ امراء دربار اس حرکت پر حیران رہ گئے اور انہوں نے تلواریں سونت لیں تو فوراً بادشاہ روم دوڑ کر اس غسانی کے پاس آ گیا اور اس کو اپنی آڑ میں لے لیا اور ان لوگوں کو حضرت عیسیٰ کا واسطہ اور اپنے حقوق کا واسطہ دے کر قتل سے باز رکھا حتی کہ وہ لوگ رک گئے پھر اس کو اپنے ساتھ تخت تک لے گیا اور خود تخت پر بیٹھ گیا اور اس کو بائیں طرف بٹھایا۔ پھر کہا اے امراء دربار حقیقت یہ ہے کہ معاویہؓ بوڑھا ہو گیا ہے اور بڑھاپے میں بیخوابی کی بیماری ہو جاتی ہے۔ اس کو ناقوس کی آوازوں سے تکلیف پہنچی تو اس نے یہ چاہا کہ یہ شخص اذان کی بنا پر یہاں تمہارے ہاتھوں سے قتل کر دیا جائے تو (اس کو بہانہ بنا کر) جو اس کے شہر میں ناقوس پھونکنے والے ہیں ان کو وہ قتل کر ڈالے اور خدا کی قسم اس کی اُمید کے خلاف ہم اس کو اس کے پاس (صحیح سلامت) واپس بھیجیں گے بادشاہ روم نے اس شخص کو جوڑا اور سواری دے کر واپس کر دیا۔ جب یہ شخص لوٹ کر معاویہؓ کے پاس پہنچا تو معاویہؓ نے اس سے کہا کیا تو مجھ تک آ گیا صحیح سلامت اس نے کہا جی ہاں (صحیح سلامت آ گیا) مگر آپ کی عنایات سے نہیں اور کہا جاتا ہے کہ (ہر زمانہ میں) مسلمانوں میں جیسا خلیفہ ہوتا رہا اس کے بالمقابل روم میں ویسا ہی بادشاہ ہوتا رہا ہے۔ اگر یہاں محتاط ہوا تو وہاں بھی ویسا ہی محتاط اگر یہاں عاجز ہوا تو وہاں بھی عاجز چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو بادشاہ تھا (وہ بھی عمر رضی اللہ عنہ کی طرح بڑا مدبر تھا) اسی نے ان میں دفاتر کا نظم قائم کیا اور دشمنوں سے حفاظت کے سامان کیے اور جو بادشاہ معاویہؓ کے زمانہ میں تھا وہ احتیاط و عمل میں معاویہ کے مشابہ تھا۔

(۲۶۶) ایک فوج کے ملازم نے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں ملک شام کے سفر کے لیے روانہ ہوا

اس کی ایک بستی میں جانا چاہتا تھا۔ میں راستہ میں تھا اور چند کوس طے کر چکا تھا اور تھک گیا تھا میں ایک جانور پر سوار تھا اور اس پر ہی میرا زادِ راہ اور روپیہ تھا اور شام قریب آ چکی تھی۔ دفعتہً میری نظر ایک بڑے قلعہ پر پڑی اور اس میں ایک راہب کو دیکھا جو صومعہ میں تھا۔ وہ میری طرف آیا اور میرا استقبال کیا اور مجھ سے اپنے پاس رات گذارنے کی خواہش کی اور یہ کہ میں اس کی ضیافت قبول کروں میں اس پر تیار ہو گیا۔ جب میں اس کلیسا میں پہنچا تو اپنے سوا مجھے کوئی اور نظر نہیں آیا۔ اس نے میری سواری کو پکڑ کر باندھا اور اس کے آگے جو ڈالے اور میرے سامان کو ایک کمرے میں رکھا اور گرم پانی لے کر آیا۔ یہ زمانہ سخت سردی کا تھا اور برف گر رہی تھی اور میرے سامنے بہت سی آگ روشن کر دی اور بہت اچھا کھانا لا کر کھلایا۔ جب رات کا ایک حصہ گذر گیا اور میں نے سونے کا ارادہ کیا تو میں نے اس سے سونے کی جگہ اور بیت الخلاء کا راستہ معلوم کیا تو اس نے مجھے راستہ بتایا۔ بیت الخلاء بالا خانہ پر تھا جب میں قضا حاجت کے لیے اوپر گیا اور بیت الخلا کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا بوریہ ہے۔ پھر جب میرے دونوں پاؤں اس پر رکھے گئے تو میں نیچے آ گرا (کلیسا سے باہر) میدان میں پڑا تھا۔ وہ بوریہ چھت سے باہر کے حصہ پر اٹکایا ہوا تھا اور اس رات میں بہت برف گر رہا تھا۔ میں بہت چلّایا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا۔ میرا بدن زخمی تھا مگر اعضا سالم تھے میں برف سے بچنے کے لیے ایک محراب کی نیچے کھڑا ہو گیا جو اس قلعہ کے دروازہ میں تھی دفعتہً ایک اتنا بڑا پتھر آ کر پڑا کہ اگر وہ میرے سر پر لگتا تو اس کو پیس دیتا میں وہاں سے بھاگتا اور چلّاتا ہوا نکلا تو اس نے مجھے گالیاں دیں تو میں سمجھا کہ یہ سب اس کی شرارت ہے جو میرے سامان کو لوٹنے کے لیے کی ہے جب میں نکلا تو مجھ پر برف گرتا رہا جس سے میرے کپڑے بھیگ گئے اور میں نے اپنی حالت پر نظر کی کہ یہ میرا بدن اکڑا جا رہا ہے سردی اور برف سے تو میں نے یہ ترکیب سوچی کہ کہ تقریباً تیس رطل (پندرہ سیر) کا پتھر تلاش کر کے اپنے کندھے پر رکھا اور صحرا میں بھاگ کر ایک لمبا چکر لگایا اتنا کہ تھک گیا اور بدن گرم ہو گیا تو اس کو کندھے سے ڈال کر آرام کرنے بیٹھ گیا۔ پھر جب سکون ہو گیا اور مجھے سردی نے دبایا تو پھر میں نے وہی پتھر سنبھالا اور اسی طرح بھاگنا شروع کر دیا (رات بھر یہ عمل جاری رہا) طلوع آفتاب سے پہلے جب کہ میں اس قلعہ کی پشت پر تھا تو میں نے اس کلیسا کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور دفعتہً راہب پر نظر پڑی

کہ وہ نکلا اور اس موقع پر آیا۔ جہاں میں گرا تھا۔ جب اس نے مجھے نہ دیکھا تو اس نے کہا ''اے میری قوم اُس نے کیا کیا'' اور میں اس کے کلمات سن رہا تھا اور میرا خیال ہے کہ اس منحوس نے یہ سوچا کہ وہ قریب کی بستی میں یہ دیکھنے کے لیے جائے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اب اس نے چلنا شروع کیا تو میں دیر کے دروازے تک اس کے پیچھے پیچھے چھپتا ہوا پہنچ گیا اور قلعہ میں داخل ہو گیا اور وہ اس دیر کے گرد مجھے ڈھونڈنے کے لیے آگے بڑھ گیا اور دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میری کمر میں ایک خنجر تھا جس کی اس راہب کو خبر نہ تھی جب اس کو گھوم پھر کر میرا کوئی نشان نہ ملا تو وہ لوٹ کر آ گیا اور اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کیا اس وقت جب کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے دیکھا ہی چاہتا ہے میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو خنجر سے زخمی کر کے بچھاڑ دیا اور ذبح کر ڈالا اور قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور بالاخانہ پر چڑھ کر آگ روشن کی جو وہاں سلگی ہوئی موجود تھی اور اپنے اوپر سے وہ کپڑے اتار کر پھینکے اور اپنے اسباب کو کھول کر اس میں سے کپڑے نکال کر پہنے اور راہب کی چادر لے کر اس میں سو گیا مجھے (رات کی تکلیف سے) افاقہ عصر سے پہلے نہ ہو سکا۔ اب میں بیدار ہوا اور قلعہ میں گھوما یہاں تک میں کھانے کی چیزوں تک پہنچ گیا وہاں کھانا کھا کر سکون حاصل کیا اور مجھ کو اس قلعہ کے کمروں کی تالیاں بھی ہاتھ لگ گئی تھیں اب میں نے ایک ایک کمرے کو کھول کر دیکھا تو وہاں عظیم اموال جمع تھے سونا اور چاندی اور بیش قیمت اشیاء اور کپڑے اور قسم قسم کے آلات اور لوگوں کے کجاوے اور ان کا اسباب اور سامان بہت ہی کچھ تھا۔ کیونکہ اس راہب کی عادت تھی کہ وہ ہر اس شخص کے ساتھ جو ادھر سے تنہا گذرتا تھا وہی معاملہ کرتا تھا جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا اس کے اموال پر قابض ہو جاتا تھا میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مال کو کیسے لے جاؤں۔ میں نے یہ ترکیب کی کہ کپڑے راہب کے پہن کر کچھ روز تک جب کہ گذرنے والے اس مقام سے گذرتے تھے دور سے اپنے کو دکھاتا رہا تا کہ لوگ مجھے وہی راہب سمجھیں اور جب کچھ قریب ہوتے ان کی طرف پشت کر لیا کرتا اس طرح یہ معاملہ مخفی رہا پھر چند روز کے بعد میں نے وہ کپڑے اتار ڈالے اور میں نے اس دیر کے سامان میں سے دو گونیں نکال کر ان کو مال سے بھر لیا اور ان کو اپنے خچر پر لاد کر ایک قریب کی بستی میں لے گیا جہاں میں نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا اور برابر وہاں سے ایسی قیمتی چیزوں کو منتقل کرتا رہا جن کے جسم ٹھوس ہیں اور پھر ایسی اشیاء کو منتقل کیا جن کا ہلکا جسم تھا اور قیمت زیادہ تھی میں نے وہاں صرف وہی

اشیاء چھوڑیں جو زیادہ وزنی تھیں۔ پھر ایک روز بہت سے خچر اور گدھے اور مزدور کرایہ پر لیے اور جس قدر بھی قدرت ہوسکی وہ سب اشیاء لادلاد کر ایک بڑے قافلہ کے ساتھ چل پڑا اور یہ زبردست اموال غنیمت لے کر اپنے وطن میں آ گیا۔ مجھ کو وہاں سے دس ہزار درہم نقد اور بہت سے دینار اور قیمتی سامان دستیاب ہوا تھا۔ میں نے اس سامان کو زمین میں گاڑ کر رکھ چھوڑا کسی کو میرے حال کی قطعی خبر نہ ہوسکی (شیخ کمال الدین دمیری نے اس قصہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ''اس حکایت کو حافظ ابن شاکر نے بھی اپنے تاریخ میں ابو محمد البطال کی روایت سے ذکر کیا ہے اور قصہ کے بعض اجزاء میں کہیں کہیں اس سے تھوڑا سا اختلاف بھی کیا ہے۔'' مترجم)

(۲٦۷) علی بن الحسین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے نیشاپور کے لشکر والوں کی ایک جماعت نے یہ واقعہ نقل کیا جن میں چند کاتب اور تاجر وغیرہ بھی ہیں کہ سن تین سو چالیس سے کچھ اوپر ہوا ہوگا ان کے ساتھ ایک نوجوان نصرانی کاتب تھا جو اُبی الطیب القلانسی کا بیٹا تھا وہ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے دیہات کی طرف گیا اس کو کُردوں نے پکڑ کر ستانا شروع کر دیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی ذات کو ان سے خریدے (یعنی مطلوبہ رقم دے تو رہا کیا جاسکتا ہے) اس نے ایسا نہ کیا اور اپنے متعلقین کو لکھا کہ میرے پاس چار درہم (۱۴ ماشہ) افیون بھیج دو اور یاد رکھو کہ میں اس کو پیوں گا اور پھر مجھے سکتہ لاحق ہو جائے گا اور یہ کُرد لوگ مجھے مردہ سمجھنے میں شک نہ کریں گے اور مجھے تمہارے پاس بھیج دیں گے جب تمہارے پاس میں پہنچا دیا جاؤں تو مجھے تم حمام میں داخل کر دینا اور میرے جسم کو خوب پیٹنا تاکہ بدن گرم ہو جائے اور ایارج کے ساتھ منہ میں مسواک کرنا تو میں ہوش میں آ جاؤں گا اور وہ نوجوان ناتجربہ کار تھا اس نے کسی سے سن رکھا تھا کہ جو زیادہ افیون کھا جائے گا اس کو سکتہ پڑے گا۔ پھر جب حمام میں داخل کیا جائے گا اور جسم پر چوٹیں لگائی جائیں گی اور ایارج سے مسواک کی جائے گی تو اچھا ہو جائے گا اور اس کو مقدار خوراک کا علم نہیں تھا غرض وہ چار درہم افیون کھا گیا اور کردوں نے دیکھ کر یقین کر لیا کہ وہ مر گیا تو انہوں نے اس کو کسی چیز میں بند کر کے اس کے متعلقین کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ شخص ان کے پاس پہنچا دیا گیا تو انہوں نے اس کو حمام میں داخل کر دیا اور اس کے جسم کو بہت پیٹا اور مسواک بھی کی مگر اس میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوئی اور حمام میں کئی دنوں تک اس کو رکھا گیا۔ اطباء نے بھی اس کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ مر چکا ہے انہوں نے پوچھا کہ اس نے کتنی افیون کھائی تھی ان کو

چار درہم وزن بتایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ (حمام کی حرارت سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے) اگر اس کو جہنم میں بھی بھون دیا جائے گا تو یہ اچھا نہیں ہوسکتا۔ یہ عمل اس شخص پر مؤثر ہوسکتا ہے جو چار دانق (۲/۳ درہم) یا ایک درہم تقریباً کھالے یہ تو یقیناً مر چکا ہے۔ مگر اس کے اقربا کا اطمینان نہ ہوا اور انہوں نے اس کو حمام میں رکھا یہاں تک کہ جسم میں بو اور تغیر پیدا ہونے لگا اس وقت اسے دفن کیا اور جو تدبیر اس نے کی تھی وہ اُلٹی پڑگئی۔

(۲۶۸) محسن کہتے ہیں کہ اس کی مثال ایک پرانی روایت ہے وہ یہ کہ بلال بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری حجاج کی قید میں تھے وہاں ان کو ستایا جاتا تھا اور یہ معمول تھا کہ جو شخص قید خانہ میں مرجاتا تھا۔ حجاج کے پاس اس کی رپورٹ جاتی تھی وہ اس کے نکالنے کا حکم دے دیا کرتا تھا اور یہ کہ ورثہ کو لاش سپرد کر دی جائے۔ ایک مرتبہ بلال نے داروغہ جیل سے کہا میں تم کو دس ہزار درہم دیتا ہوں تم میرا نام مردوں کی فہرست میں لکھ دو جب وہ حکم دے گا کہ لاش متعلقین کے سپرد کر دی جائے تو میں کسی بعید مقام کو بھاگ جاؤں گا۔ حجاج کو میرا کچھ حال نہ معلوم ہوسکے گا اور اگر چاہو تو تم بھی میرے ساتھ بھاگ نکلو تمہیں ہمیشہ کے لیے مالدار کر دینا میرے ذمہ ہے تو داروغہ نے مال لے لیا اور ان کا نام مردہ ظاہر کر کے پیش کر دیا۔ حجاج نے کہا کہ اس جیسے شخص کو اس کے اہل کے حوالہ کرنا اس وقت تک مناسب نہیں ہے جب تک میں اس کو دیکھ نہ لوں اس کو لاؤ۔ اب وہ بلال کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تیار ہو جاؤ انہوں نے کہا کیا خبر ہے تو اس نے حجاج کا حکم اور پوری بات بیان کر دی اب اگر میں نے تمہاری لاش نہ دکھائی تو وہ مجھے قتل کر ڈالے گا وہ ضرور سمجھ جائے گا کہ میں نے حیلہ کیا تھا اب تمہیں گلا گھونٹ کر مارنا ضروری ہوگیا۔ بلال نے رو کر اس سے بہت کچھ کہا سنا کہ وہ ایسا نہ کرے مگر کوئی صورت نہ بنی تو انہوں نے وصیت کی اور نماز پڑھی پھر ان کو داروغہ جیل نے پکڑ کر گلا گھونٹ دیا پھر ان کو نکال کر حجاج کے سامنے لے گیا۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ وہ مر چکے تو کہہ دیا کہ اس کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا جائے چنانچہ وہ لوگ لے گئے۔ انہوں نے دس ہزار درہم میں اپنے لیے قتل خریدا تھا اور جو حیلہ کیا تھا وہ الٹا پڑ گیا۔

(۲۶۹) ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ منصور نے عبداللہ بن علی کو پوشیدہ طور پر رات کو عیسیٰ بن موسیٰ کے حوالہ کیا اور کہا اے عیسیٰ اس شخص نے مجھ سے نعمت (خلافت) کو زائل کرنا چاہا اور تم سے بھی جب کہ تم مہدی کے بعد میرے ولی عہد ہو اور خلافت تمہارے پاس بھی پہنچنے والی ہے

اس کو لے جاؤ اس کی گردن مار دینا اور خبردار کمزور اور ضعیف مت بن جانا۔ پھر لکھ کر دریافت بھی کیا جس چیز کا میں نے تم کو حکم دیا تھا تم نے کیا کیا۔ تو عیسیٰ نے جواب دیا جو حکم آپ نے دیا تھا اس کو نافذ کر دیا گیا۔ اب منصور کو عبداللہ بن علی کے قتل میں کوئی شک باقی نہیں رہا اور حقیقت یہ تھی کہ عیسیٰ کو اس کا خفیہ نگار باخبر کر چکا تھا کہ منصور آپ کو اور عبداللہ کو دونوں کو قتل کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس نے تم کو اس کے قتل کا حکم تو مخفی طور پر دیا ہے اور تم پر خون کا دعویٰ کھلم کھلا ہوگا اور تم کو اس میں پھنسا لے گا۔ عیسیٰ نے پوچھا پھر تمہاری کیا رائے ہے اس نے رائے دی کہ عبداللہ کو اپنے مکان میں پوشیدہ رکھو۔ جب منصور تم سے علانیہ طلب کرے پھر تم بھی علانیہ اس کو پیش کر دینا۔ اب منصور نے (یہ یقین کر لینے کے بعد کہ عیسیٰ عبداللہ کو قتل کر چکا ہے) ایک شخص کو خفیہ طور پر سمجھایا کہ وہ عبداللہ کے چچا کی اولاد کو عبداللہ بن علی کے لیے سوال کرنے پر آمادہ کرے اور ان کو یہ امید دلائے کہ وہ پورا کیا جائے گا (اور اس کو رہا کر کے تمہارے سپرد کر دیا جائے گا) چنانچہ (اس کے سمجھانے پر) ان لوگوں نے (آ کر) منصور سے گفتگو کی اور یہ سوال اٹھایا۔ منصور نے کہا ہمارے پاس عیسیٰ ابن موسیٰ کو لاؤ۔ وہ آ گئے تو کہا اے عیسیٰ میں نے عبداللہ بن علی کو تمہارے سپرد کیا تھا اور ان لوگوں نے اس کے بارے میں مجھ سے گفتگو کی اس کو میرے پاس لاؤ۔ عیسیٰ نے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ نے مجھے اس کے قتل کا حکم دیا تھا؟ منصور نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے میں نے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اس کے بعد ان مدعیوں سے کہا کہ یہ تمہارے سامنے تمہارے رشتہ دار کے قتل کا اقرار کر چکا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ میں نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور جھوٹ بولتا ہے تو انہوں نے کہا پھر آپ اس کو ہمارے سپرد کیجئے ہم اس کو وہیں رکھیں گے۔ منصور نے کہا تمہیں اختیار دیا جاتا ہے تو وہ عیسیٰ کو میدان میں لے گئے اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ پھر ایک شخص نے ان میں سے اپنی تلوار برہنہ کر کے عیسیٰ کی طرف بڑھا تا کہ اس کے مارے۔ اس سے عیسیٰ نے کہا کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا ہاں واللہ عیسیٰ نے کہا مجھے امیر المؤمنین کے پاس واپس لے چلو۔ لوگ منصور کے پاس لے آئے۔ عیسیٰ نے کہا کہ آپ نے اس کے قتل سے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا (اور میں نے اس فریب کو سمجھنے کے بعد اس کو محفوظ رکھا تھا) اور یہ تمہارا چچا زندہ صحیح سالم موجود ہے اور عبداللہ بن ابی کو بلوا کر سامنے کھڑا کر دیا) (اس طرح منصور کا حیلہ اس کے لیے رسوائی بن گیا)۔

(۲۷۰) حارثی نے بیان کیا کہ خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں چند شوخ طلبہ حدیث کے ساتھ نوعمری کے زمانہ میں میرا بغداد جانا ہوا۔ ہم نے ایک خادم کو دیکھا جو خصی (خوجہ) تھا وہ سر راہ ایک دکان لگائے بیٹھا تھا اور اس کے سامنے دوائیں اور سرمہ پیسنے کے کھرل اور آلاتِ جراحی رکھے ہوئے تھے اور سر پر ایک پرانا شامیانہ تنا ہوا تھا جیسا ان بازاری حکیموں کا دستور ہے میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا یہ ایک خادم ہے جو طبابت کا پیشہ کرتا ہے لوگوں کے لیے دوائیں تجویز کرتا ہے اور پیسے کماتا ہے اور بغداد کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ میں نے کہا میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کی سمجھ کا اندازہ کر سکوں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کی فہم تو میں بھی نہیں جانتا مگر ہمارا دل بھی چاہتا ہے کہ تم اس سے چھیڑ چھاڑ کرو۔ میں نے کہا چلو میں اس کو چھیڑوں گا۔ وہ اس کے پاس پہنچا اور اپنی ایسی حالت بنالی کہ گویا غش کھا رہا ہے اور مرنے کے قریب ہے اور سخت بیمار ہے اور کئی دفعہ چلایا اے استاد! اے استاد! خادم حکیم نے اس کو ڈانٹ کر کہا کچھ بول تو سہی خدا تجھے شفا نہ دے تجھ پر کیا مصیبت پڑ گئی کونسا طاعون تیرے سر پر آ پڑا اس نے کہا استاد میں اپنی آنتوں میں اندھیرا دیکھتا ہوں اور میرے بالوں کے سروں پر مروڑ پیدا ہو گیا اور جو کچھ میں آج کھاتا ہوں وہ دوسرے دن مردار کی طرح (جوں کا توں) نکل جاتا ہے میرے حال کے مطابق نسخہ تجویز کر دیجئے۔ خادم نے جواب تیار کر لیا تھا بولا ”تیرے بالوں کے مروڑ کا یہ علاج ہے کہ اپنا سر اور داڑھی منڈوا دے مروڑ بھی جاتا رہے گا اور آنتوں کے اندھیرے کا یہ علاج ہے کہ اپنے حجرے کے دروازے پر قندیل لٹکا دے (حجرے سے مراد شکم ہے دروازہ مبرز میں سے تمام اندر کا حصہ) چمک اٹھے گا جیسے چھتہ کی گلی (ایسے دو مکانوں کی دیواروں پر جن کا فاصلہ کم ہو چھت ڈال دی جائے جس کے نیچے گذرگاہ ہو وہ چھتہ کہلاتا ہے) اور یہ شکایت کہ جو کچھ تو آج کھاتا ہے وہ اگلے دن مردار کی طرح نکل جاتا ہے تو بس تو اپنے اخراجات سے چھوٹ گیا جو پیٹ میں سے (پاخانہ) نکلے پھر اسی کو کھا لیا کرو۔“ ہماری گفتگو کے وقت عام لوگ جمع ہو گئے تھے انہوں نے شور وغل اور ہمارا انداق اڑانا شروع کر دیا اور جو مسخرا پن ہم نے اس کے ساتھ کرنا چاہا تھا وہ ہم پر ہی پلٹ پڑا۔ اب ہمارا منتہائے عمل صرف یہی ہو سکا کہ ہم بھاگ اٹھیں۔ چنانچہ ہم کو بھاگنا ہی پڑا۔

(۲۷۱) حسین بن عثمان وغیرہ سے منقول ہے کہ عضد الدولہ نے شاہ روم کے یہاں برسم

رسالت قاضی ابوبکر باقلانی کو بھیجا جب قاضی صاحب دارالسلطنت میں پہنچ گئے تو بادشاہ کو اُن کی آمد سے مطلع کیا گیا اور قاضی صاحب کے علم کے مرتبہ سے بھی آگاہ کیا گیا۔ بادشاہ نے ان سے ملاقات کی صورت پر غور کیا اور اس کو یہ اندازہ ہو گیا کہ حاضری کے وقت جیسا کہ عام طور پر رعیت کا دستور ہے کہ بادشاہ کے سامنے زمین کو چومتے ہیں قاضی ابوبکر اس کفر کو اختیار نہیں کریں گے تو اس نے سوچ کر یہ صورت نکالی کہ وہ جس تخت پر بیٹھے اس کو ایسی جگہ بچھایا جائے جہاں پر داخلہ ایک اتنے چھوٹے دروازے سے ہو کر اس سے گذرنا بغیر رکوع یعنی زیادہ جھکنے کے ممکن نہ ہوتا کہ قاضی رکوع کی صورت میں اندر داخل ہوں اور اسی حالت کو زمین بوسی کے قائمقام سمجھ لیا جائے جب قاضی صاحب وہاں پہنچے تو اس حیلہ کو سمجھ گئے تو انہوں نے اپنی پشت پھیر کر سر جھکایا اور دروازے میں پیچھے کو سرکتے ہوئے داخل ہوئے کہ بادشاہ کی طرف پشت رہی پھر اپنا سر اٹھایا اور گھوم کر بادشاہ کی طرف پھر گئے تو بادشاہ کو ان کی دانشمندی کا علم ہوا اور ان سے مرعوب ہوا۔

(۲۷۲) مروی ہے کہ قبیلہ مزنیہ نے ثابت کو جو (اسلام کے مشہور شاعر) حسان انصاری کا باپ تھا قید کر لیا اور فدیہ کے بارے میں کہا کہ ہم بکروں کے سوا اور کسی جنس کو تسلیم نہ کریں گے ثابت کی قوم بھی اس ضد سے جوش میں بھر گئی اور انہوں نے کہا کہ ہم بکرے نہیں دیں گے۔ ثابت نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ جو کچھ یہ مانگ رہے ہیں وہی ان کو دے دو۔ جب وہ بکرے لے کر آ گئے تو ثابت نے کہا کہ ان کے بھائیوں کو ان کے حوالے کر دو اور مزنیہ والوں سے کہا کہ اپنے بھائیوں کو پکڑو۔ اس وقت سے مزنیہ کا نام مزنیۃ التیس پڑ گیا (تیس بکرے کو کہتے ہیں) یہ لفظ ان کی چڑ اور مذاق بن گیا۔

ایک شاعر جس کا نام مہیار تھا لمبی قطع داڑھی والا تھا اور مطرز شاعر کے چگی داڑھی تھی یہ دونوں اکٹھے ابوالحسن جہرمی کے پاس سے گذرے۔ اس نے یہ شعر کہا:

اِضْرِطْ عَلَى الكوسج وَالالحى وَزِدْهما اَنْ غضبا سلحَا!

(ترجمہ) چگی داڑھی والے اور لمبی داڑھی والے کے منہ پر گوز مار دے اور اگر یہ ناراض ہوں تو تھوڑا سا پاخانہ گرا دے۔

اور ارادہ کیا کہ مضمون کی تکمیل کے لیے آگے بھی کچھ کہے کہ مطرز یہ بول پڑا کہ تیرا کیا حال ہو گا کہ تو علی بن ابی علی کو جو قادر باللہ کا حاجب ہے اور علی بن علی کے بعد حسن بن احمد کو بھی جو قادر کا مصاحب ہے ایسے برے کلمات سے یاد کرتا ہے اور علی بن علی الحی یعنی لمبی داڑھی والا تھا اور حسن

کو سج یعنی چگی داڑھی والا تھا پھر تو جہرمی گھبرا گیا اور اس کو یہ ڈر ہو گیا کہ یہ اطلاع ان تک پہنچا دیں گے تو اس نے مہیار دیلمی کو یہ قطعہ لکھا جس میں خوشامدیں کر رہا ہے:

ابا الحسن اصفح ان مثلی من جنٰی و مثلك من اعفی من العدو او عفا

(ترجمہ) اے ابوالحسن معاف کیجئے کیونکہ مجھ جیسے چھوٹے خطا کار ہوتے ہیں اور تم جیسوں کی شان یہ ہے کہ وہ دشمن سے بھی عفوو در گذر کرتے ہیں۔

ائن طوّحَت بی هفرةٌ قلت جفوة وَ حملت سمعی من عتابِكَ ما جفا

(ترجمہ) اگر مجھے ہلاک کرنے والی بات میرے منہ سے نکل گئی تو اس سے اعراض کر لیا جائے اور میرے کان نے آپ کے عتاب کا اتنا بوجھ اٹھایا کہ جسے پچھاڑ ہی دیا۔

(۲۷۳) مجھ سے ابوبکر خطاط نے بیان کیا کہ ایک فقیہ شخص تھا جس کا خط بہت بھدا تھا دوسرے فقہا اس پر بدخطی کا عیب لگایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کوئی خط تمہارے خط سے زیادہ بھدا نہیں ہوسکتا وہ انکے اس اعتراض پر جھلایا کرتا تھا۔ ایک دن بازار میں اسکی ایک مجلد کتاب پر نظر پڑی جو فروخت ہو رہی تھی۔ اس کا خط اس کے خط سے بھی بدتر تھا۔ تو اس نے کشادہ دلی سے اسکی قیمت دی اور اس کو ایک دینار اور ایک قیراط میں خرید لیا اور اس کتاب کو لے کر آیا تا کہ فقہا پر اپنی حجت قائم کرے جب وہ اس کو پڑھیں۔ جب یہ ان کے پاس آیا تو پھر انہوں نے اس کی بدخطی کا ذکر شروع کر دیا اس نے کہا (تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ میرے خط سے زیادہ برا کوئی خط نہیں ہوسکتا) مجھے ایسا خط مل گیا ہے جو میرے خط سے بھی بھدا ہے اور میں نے اس کے خریدنے پر بہت بڑی قیمت صرف کی ہے تا کہ تمہارے اعتراضات سے چھٹکارا ملے اور وہ کتاب ان کے آگے رکھ دی۔ انہوں نے اس کے صفحات الٹنے شروع کر دیئے۔ جب آخر پر نظر پڑی تو اس پر ان ہی حضرت کا نام لکھا ہوا تھا انہوں نے اس کتاب کو کبھی جوانی میں لکھا تھا۔ ان کو دکھایا تو بہت شرمندہ ہوئے۔

(۲۷۴) ابوبکر نے بیان کیا کہ بصرہ میں ایک گانے والی تھی جس کی فیس پانچ دینار تھے اور خوبصورتی اور گانے میں بہت بڑھی ہوئی تھی مگر اس میں یہ عیب تھا کہ وہ دیہاتی تھی قاف کو کاف سے بدل دیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ بصرے کے امراء میں سے ایک کے یہاں بلائی گئی اور گانا شروع کیا: وما لی لا ابکی و اندب ناقتی (اور میں کیوں نہ روؤں اور اپنی ناقہ پر نوحہ کیوں نہ کروں) اُس نے اندب ناکتی کہا (ناکت۔ نکت۔ نیکت سے ہے۔ جس کے لحاظ سے یہ معنے

ہوں گے کہ اپنے گرا دینے والے اور نقصان پہنچانے والے پر کیوں نوحہ نہ کروں) امیر نے کہا ہم نے پانچ دینار ٹھیک وزن کے تجھے دیئے لیکن تو اب بھی ہم پر نوحہ کر رہی ہے تو ہم نہیں چاہتے کہ تو ہمارے پاس ٹھہرے۔ پھر اس کو واپس کر دیا اور وہ مغنیہ شرمندہ ہوئی۔ واللہ اعلم۔

باب: ⑱

ایسے لوگوں کا حال جو کوئی حیلہ کر کے آفت سے بچ گئے

(۲۷۵) ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی کارِ خاص پر مامور کیا جو قریش میں سے تھا اس کے متعلق آپ کو یہ اطلاع پہنچی کہ اس نے یہ شعر کہا:

اسقنی شربةً الذ علیها واسق باللّٰہ مثله ابنَ هشام

(ترجمہ) مجھے ایسی شراب پلا دے جس سے میں لذت حاصل کروں اور خدا کی قسم ویسی ہی ابن ہشام کو بھی پلا۔

(چونکہ لفظ شربۃً سے متبادر معنے شراب کے ہی ہوتے ہیں اس لیے شکایت کرنے والے نے آپؓ سے اس کی شکایت کی) اس شخص کو بھی اس کی اطلاع ہوگئی کہ اس کی شکایت اس بیت کی بنا پر کی گئی ہے تو اُس نے اس کے بعد دوسرا بیت اور ملا لیا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو طلب کیا) جب وہ حاضر ہوا تو آپؓ نے فرمایا کیا تو نے یہ شعر نہیں کہا اسقنی شربةً ...... اس نے عرض کیا ہاں، اے امیر المؤمنین (اس کے بعد یہ ہے)۔

عسلاً باردًا ابماء سحابٍ انی لا اَحِبُّ شرب المداهر

(ترجمہ) یعنی ایسا ٹھنڈا شہد جو بادل کے پانی میں ملایا گیا ہو کیونکہ میں شراب کو ناپسند کرتا ہوں۔

آپؓ نے یہ سن کر فرمایا کیا خدا کی قسم کھا کر کہتے ہو۔ اس نے کہا ہاں! فرمایا کہ اپنے کام پر واپس جاؤ۔

(۲۷۶) عبید [1] راویۃ الاعشی سے مروی ہے کہ نعمان بن منذر سرزمین حیرہ میں آیا اور حیرہ کی زمین بہت سرسبز تھی عرب اس کو خُد االعذراء (محبوبہ کا رخسار) کہا کرتے تھے اس میں ورمنہ اور برنجاسف اور شب بوی اور زعفران اور شقائق النعمان یعنی لالہ کے پودے اور اقحوان (جو بابونہ کی ایک قسم ہے) کھڑے ہوئے تھے جب لالہ کی طرف گذرا تو وہ اس کو بہت پسند آیا اور حکم دیا

---

[1] راویہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو کسی کے اشعار بکثرت یاد ہوتے تھے چونکہ ان کو اعشی کے اشعار بکثرت یاد تھے اس لئے لوگ ان کو روایۃ الاعشی کہتے تھے۔

کہ اگر کسی نے اس میں سے کچھ بھی اکھاڑا تو اس کے بازو اکھیڑ دیئے جائیں کہتے ہیں اسی لیے لالہ کا نام شقائق النعمان مشہور ہو گیا۔ اس نے حکم دیا کہ وہ ایک دن اس علاقہ کی سیر کرے گا وہ حیرہ کی سیر کرتا ہوا نجف کے ایک جانب ایک نشیبی زمین کی طرف پہنچ گیا اس کی نظر ایک بوڑھے پر پڑی جو اپنا جوتہ سی رہا تھا تو اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور یہ اپنے حشم و خدم سے آگے بڑھ آیا تھا اس نے بوڑھے سے سوال کیا اے شیخ تو کس قبیلہ کا ہے؟ تو اس نے کہا بکر ابن وائل کا۔ نعمان نے کہا یہاں تیرا کام کیا ہے۔ اس نے کہا نعمان نے تمام چرواہوں کو بھگا دیا۔ سب نے داہنے بائیں کی راہ اختیار کی اور میں نے اس نشیبی علاقہ کو خالی پایا۔ اونٹنیاں بیا گئیں، بکریوں نے بچے دے دیئے اور گھی بہنے لگا۔ اس نے کہا کیا تو نعمان سے نہیں ڈرتا۔ اس نے کہا میں اس سے نہیں ڈرتا واللہ بسا اوقات میں نے اپنا یہ ہاتھ اس کی ماں کی ناف اور پیڑو کے درمیان پھیرا ہے وہ یعنی نعمان تو گویا (اس وقت) زمین میں گھسنے والے خرگوش کی طرح تھا۔ نعمان نے کہا بڈھے! تو (اور ایسی بکواس) اس نے کہا ہاں اب نعمان کا چہرہ غصہ سے ہیجان میں آ گیا اسی حال میں اس کا مقدمۃ الجیش سامنے آ گیا انہوں نے کہا بادشاہ سلامت رہے ہم پریشان تھے نعمان نے سر کے اوپر سے چادر اٹھائی تو نشانات شاہی نمایاں ہو گئے۔ پھر نعمان نے کہا او بڈھے تو نے کیسے وہ بکواس کی تھی تو اس نے کہا میں لعنت میں مبتلا ہوں تمہیں میری اس بات کا اندیشہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے خدا کی قسم تمام عرب جانتا ہے کہ اس کی حدود کے مابین مجھ سے زیادہ کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے تو نعمان ہنس کر گذر گیا۔

(۲۷۷) حجاج نے حکم بن ایوب کو جبر بن حبیب سے مانگا۔ اس کو اندیشہ ہوا کہ اگر حوالہ کر دیا گیا تو یہ حکم کو تکلیف پہنچائے گا۔ جبر نے کہا کہ میں حکم کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ اس کا سر ہل رہا ہے اس کے حلق میں پانی ڈالا جا رہا ہے واللہ اگر اس کو تخت پر ڈال کر لایا گیا تو تمہاری ذات اس کی وجہ سے (لوگوں کی نگاہوں میں) عار بن جائے گی (یہ حیلہ کارگر ہو گیا) اور ان سے کہہ دیا گیا کہ واپس جائے۔

(۲۷۸) محمد بن قتیبہ نے عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل اور (توریت میں ان کی تحریف اور تغیر کا تذکرہ کرتے ہوئے ان) کے ایک عالم کا ذکر کیا کہ بنی اسرائیل نے تحریف اور تبدیل کر کے جب وہ نسخہ تیار کر لیا جس کو اللہ عزوجل کا کلام

ظاہر کرنا شروع کیا تھا تو اس عالم نے ایک ورق لیا جس پر خدا کا اصل کلام لکھا ہوا تھا اور اس کو ایک سینگ میں رکھ کر اپنے گلے میں لٹکا لیا پھر اس پر کپڑے پہن لیے (جب یہ گھڑی ہوئی کتاب لے کر) لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کیا تو اس پر ایمان رکھتا ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کتاب پر ایمان رکھتا ہوں ان کی مراد یہ تھی کہ اس کتاب پر جو سینگ میں رکھی ہوئی ہے جب اس کی موت آ گئی تو لوگوں نے اس کی قبر کو کھولا تھا تو وہ سینگ اور ورق ملا۔ اس وقت کہنے لگے کہ یہ اس پر ایمان لانا مراد لیا کرتا تھا۔

(۲۷۹) اصمعی نے اپنے باپ سے روایت کی کہ عبدالملک بن مروان کے سامنے ایک ایسا شخص لایا گیا جو بعض ایسے لوگوں کا ساتھی تھا جنہوں نے عبدالملک سے بغاوت کی تھی تو اس نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ اس شخص نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کی طرف سے مجھے یہ جزا ملنی چاہیے اس نے کہا واللہ میں فلاں شخص کے ساتھ صرف آپ کی خیر خواہی کی وجہ سے ہوا تھا اور یہ اس بنا پر کہ میں ایک منحوس آدمی ہوں میں نے اب تک جس کسی کا بھی ساتھ دیا وہ مغلوب ہوا اور دشمن کے مقابلہ سے بھاگا اور جو دعویٰ میں کر رہا ہوں اس کی صحت آپ پر واضح بھی ہوگئی میں آپ کے حق میں ان ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ اچھا تھا جو آپ کے ساتھ تھے عبدالملک ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۲۸۰) شبیب بن شتہ سے مروی ہے کہ خالد بن صفوان تمیمی ابوالعباس (سفاح) کے پاس پہنچا اور جو اس وقت تنہا تھا کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین جب سے اللہ نے آپ کو خلافت سپرد کی میں اس تلاش میں تھا کہ مجھے ایسا تنہائی کا وقت ملے جیسا آج کی مجلس ہے اگر امیر المؤمنین مناسب سمجھیں کہ دروازہ بند کرنے کا حکم دے دیں جب تک میں بات سے فارغ ہو جاؤں تو کرلیں۔ سفاح نے حاجب کو اس کا حکم دے دیا۔ پھر اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میں آپ کے بارے میں سوچتا رہا ہوں اور غور وخوض کرتا رہا ہوں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ وسیع قدرت رکھتا ہو عورتوں سے لطف اندوز ہونے میں اور آپ سے زیادہ کوئی تنگ عیش بھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنی ذات کا دنیا کی عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو مالک بنا دیا اور اسی پر اکتفا کر رکھا ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو آپ بھی بیمار اور اگر وہ غائب اور مکدر ہو تو آپ بھی غائب اور تنگدل اگر وہ منہ چلائے تو آپ بھی منہ چلائیں اور اے امیر المؤمنین آپ نے اپنے

اوپر حرام کرلیا ہے دنیا کی لڑکیوں کو اور ان کے مختلف حالات کی شناخت کو اس خاص لذت کے طریقوں کو جو ان سے شہوت کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں اے امیر المؤمنین ان میں بعض طویل قد وقامت کی عورتیں ہوتی ہیں جو اپنے جسم کو ٹھیک رکھنے کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ کچھ ایسی سفید رنگ والی ہوتی ہیں جو بناؤ سنگار کو بہت پسند کرتی ہیں اور کچھ عورتیں گندمی رنگ کی ہوتی ہیں جن کے لبوں پر سیاہی ہوتی ہے بعض عورتیں زرد رنگ کی موٹے سرین والی ہوتی ہے اور وہ عورتیں جو مدینہ کی پیدائش ہیں اور جو طائف اور یمامہ کی ہیں جو بہت شیریں زبان اور نہایت حاضر جواب ہوتی ہیں اور نہ آپ بادشاہوں کی بیٹیوں کے حالات سے واقف اور اس سے کہ زیبائش و لطافت کے لیے ان کی کیا ضروریات ہیں (بس آپ تو صرف ایک کے ہو رہے) اور خالد نے خوب زبان چلائی اور عورتوں کی قسموں اور ان کی صفات پر لمبی تقریر کی اور ابوالعباس کو ان کی طرف خوب رغبت دلائی۔ جب فارغ ہو گیا تو ابوالعباس نے کہا کہ کمبخت اس سے زیادہ خوبصورت کلام اب تک میرے کانوں نے نہیں سنا تھا۔ وہ سب باتیں پھر بیان کر میرا سننے کو دل چاہتا ہے تو خالد نے اپنے کلام کو پہلے سے بھی زیادہ مرصع اور دلکش بنا کر لوٹا دیا۔ پھر چلا گیا اور ابوالعباس بیٹھا ہوا سوچتا رہا۔ اب اس کے پاس اُمّ سلمہ آ پہنچی اور ابوالعباس یہ حلف کیے ہوئے تھا کہ ام سلمہ کے ہوتے ہوئے کسی عورت سے تعلق نہ رکھے گا اور اس کو پورا کر دیا جب ام سلمہ نے اس کو سوچتے ہوئے پایا تو اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میں آپ سے کہتی ہوں کہ کیا کوئی ناگوار بات پیدا ہو گئی یا کوئی ایسی خبر آئی ہے جس سے آپ تشویش میں پڑے ہوئے ہیں ابوالعباس نے کہا نہیں جب وہ برابر پوچھتی ہی رہی تو ابوالعباس نے خالد کی گفتگو بیان کر دی ام سلمہ نے کہا پھر آپ نے اس مادر بخطا کو کیا جواب دیا ابوالعباس نے کہا وہ صرف میری خیر خواہی کی ایک بات کر رہا تھا اور تم اسے گالیاں دیتی ہو وہ وہاں سے اٹھ کر (غصہ سے بھری ہوئی) اپنے غلاموں کے پاس پہنچی اور ان کو حکم دیا کہ خالد کو ماریں۔ خالد کہتے ہیں کہ میں (ابوالعباس کے) محل سے بہت خوش نکلا تھا اس گفتگو کے اچھے تاثرات کی بنا پر جو امیر المؤمنین سے ہوئی تھی اور مجھے انعام ملنے میں کوئی شک نہیں تھا تو اس دوران میں کہ میں (اپنے گھوڑے پر) بیٹھا ہی تھا کہ کچھ لوگ مجھے پوچھتے ہوئے آئے اب تو انعام کا مجھے یقین ہو گیا میں نے ان سے کہا کہ وہ میں ہوں کہ ایک ان میں سے لاٹھی لیے ہوئے میری طرف بڑھا میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی

(اس نے تعاقب کیا) اور مجھ سے مل گیا۔ اس کی لاٹھی گھوڑے کے پٹھے پر پڑی اور میں نے گھوڑا اور کدادیا پھر میں ان کے ہاتھ نہیں آیا اور میں اپنے گھر میں چند دنوں تک چھپا رہا اور میں نے قیاس کر لیا کہ یہ لوگ ام سلمہ کے بھیجے ہوئے تھے۔ ایک دن دفعتہً کچھ اور لوگوں نے مجھے آ گھیرا اور کہا اے امیر المؤمنین کے پاس چلو میرے دل میں قصور پیدا ہو گیا کہ یہ موت کا پیغام ہے میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے کسی شیخ کا خون اپنے خون کی طرح ضائع ہوتا نہیں دیکھا میں امیر المؤمنین کے محل کی طرف جانے کے لیے سوار ہو گیا اور وہاں پہنچ کر ایسے حال میں امیر المؤمنین سے ملاقات ہوئی کہ وہ تنہا تھے اور نشست گاہ پر میری نظر گئی تو دیکھا کہ اس کا ایک حصہ باریک پردوں سے محدود ہو رہا تھا اور پردہ کے پیچھے میں نے کچھ کھسکھساہٹ بھی محسوس کی۔ ابوالعباس نے کہا ارے تم نے امیر المؤمنین کے سامنے جو صفات (عورتوں کی) بیان کی تھیں۔ ان کو پھر بیان کرو میں نے کہا بہت اچھا اے امیر المؤمنین میں نے آپ کو بتایا تھا کہ عرب نے تلفظ ''ضرّتین'' (سوتنیں) ''ضرر'' (نقصان) سے بنایا ہے اور کوئی شخص ایسا نہیں جس کے پاس ایک سے زیادہ عورتیں ہوں گی مگر یہ کہ وہ نقصان اٹھائے اور مکدر رہے گا۔ ابوالعباس نیکہا گفتگو میں یہ بات تو نہیں تھی۔ میں نے کہا ضرور آئی تھی اے امیر المؤمنین اور میں نے آپ سے کہا تھا کہ تین عورتوں کا یہ حال ہے کہ وہ ہانڈی کے جوش کی طرح ابلتی ہی رہتی ہیں (اور مرد کے لیے ایک مصیبت بن جاتی ہیں) ابوالعباس نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی قرابت (کے فضائل) سے محروم ہو جاؤں اگر میں نے تجھ سے یہ بات سنی ہو یا اس کا اس وقت ایسا کوئی ذکر بھی آیا ہو۔ میں نے کہا اور میں نے آپ سے کہا تھا اے امیر المؤمنین کہ چار بیویاں تو ایک شوہر کے لیے (چار) شر کا مجموعہ ہیں اس کو جلد بوڑھا اور بیکار بنا چھوڑیں گی ابوالعباس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے تجھ سے یہ بات بھی نہیں سنی۔ میں نے کہا واللہ ضرور سنی۔ ابوالعباس نے کہا کیا تو مجھے جھٹلا رہا ہے میں نے کہا کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں ہاں واللہ اے امیر المؤمنین کنواری باندیاں تو مرد ہوتی ہیں بس اتنا فرق ہے کہ ان میں کوئی خصی نہیں ہوتا (اور مردوں میں خصی ہوتے ہیں) خالد کہتا ہے کہ میں نے پردے کے پیچھے سے ہنسنے کی آواز محسوس کی۔ پھر میں نے کہا واللہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے پاس (گلستان) قریش کی ایک (خوبصورت) کلی ہے (اس کے ہوتے ہوئے) آپ دوسری عورتوں اور کنیزوں پر نظر ڈال رہے ہیں۔ خالد کہتے ہیں کہ اس پر

پردہ کے پیچھے سے مجھ سے کہا گیا اے چچا خدا کی قسم تو نے سچ کہا تو نے اس سے یہی گفتگو کی تھی مگر اس نے تیری بات کو بدل دیا اور ان ہونی باتیں تیری طرف سے کہہ دیں۔ ابو العباس نے کہا کمبخت تجھے خدا غارت کرے کیا ہو گیا تجھے (ایک بات بھی سچ نہ بولا) پس میں وہاں سے فوراً کھسک گیا۔ پھر میرے پاس ام سلمہ نے دس ہزار درہم اور ایک گھوڑا اور عمدہ کپڑوں کا بکس بھیجا۔

(۲۸۱) ایوب بن عبابہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بنی نوفل بن عبد مناف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ جب اس کے پاس مال کا جس قدر حصہ آتا تھا وہ آ گیا اور اس کے پاس صرف ایک بیوی ام مجن تھی اور وہ سیاہ رنگ تھی تو دل میں گورے رنگ کی عورت کا اشتیاق ہوا تو ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جو شریف الطبع گورے رنگ کی تھی اس پر ام مجن غضب ناک ہوگئی اور شوہر کے بارہ میں اس پر غیرت غالب آ گئی تو شوہر نے اس سے کہا اے ام مجن بخدا اب میں اس درجہ میں نہیں ہوں کہ تم کو میرے بارے میں غیرت پیدا ہو کیونکہ میں خاصا بوڑھا ہو چکا ہوں اور نہ تم پر غیرت کی جا سکتی ہے کیونکہ تم بھی خاصی بڑھیا ہو چکی ہو اور تم سے زیادہ کسی کا مجھ پر حق ہے تمہیں اس امر کا خیال دل سے ہٹا دینا چاہیے اور اس بنا پر مجھ سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیے وہ خوش ہوگئی اور اس کا دل ٹھہر گیا۔ پھر چند روز کے بعد اس نے کہا کہ کیا تم مناسب سمجھتی ہو کہ میں اس نئی بیوی کو بھی تمہارے ساتھ ہی رکھوں کیونکہ مل کر بیٹھنا زیادہ اچھا ہے اور انتظام امور میں خوبی کا باعث ہوتا ہے اور عیب جو لوگوں کو اس سے طعنہ زنی کا موقع نہیں رہتا ام مجن نے کہا مناسب ہے ایسا کر لیجئے اور اس نے اس کو ایک دینار دیا اور یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری بڑائی اس پر قائم رہے اور وہ نہ محسوس کرے کہ تم تنگدل ہو کہ اس لیے تم اس کے لیے کوئی خاص چیز اس دینار سے خرید کر بنا لینا۔ جب وہ کل تمہارے پاس آئے پھر وہ نئی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کل تمہیں ام مجن کے ساتھ رکھوں اور تمہاری بہت عزت کرے گی اور مجھے یہ بات گراں معلوم ہوتی ہے کہ ام مجن تم سے بڑھی ہوئی ثابت ہو تو یہ دینار لو اور اس سے اس کے لیے کوئی ہدیہ لے جانا جب تم صبح کو وہاں جاؤ تا کہ تمہاری طرف سے اس کو یہ خیال نہ ہو سکے کہ تم تنگ دل ہو اور ام مجن سے اس دینار دینے کا کوئی ذکر نہ کرنا۔ پھر اپنے ایک خیر خواہ دوست سے ملا اور اس سے کہا کہ کل سے میں اپنی نئی بیوی کو ام مجن کے پاس ہی رکھنا چاہتا ہوں تو تم کل صبح میرے پاس آ کر سلام علیک کرنا میں تمہیں ناشتہ کے لیے بٹھاؤں گا جب تم کھانے سے فارغ ہو

جاؤ تو تم مجھ سے سوال کرنا کہ تم کو دونوں بیویوں میں سے کس سے زیادہ محبت ہے میں اس سوال پر کچھ چونکوں گا اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے جواب سے انکار کردوں گا تو تم مجھے قسم دے دینا۔ جب اگلا دن ہوا تو نئی بیوی آ کر ام محجن سے ملی اور وہ دوست بھی آ نکلے تو اس نے اس کو بٹھالیا۔ جب دونوں ناشتہ سے فارغ ہو چکے تو وہ شخص اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا اے ابو محجن میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو دونوں بیویوں میں سے کس سے زیادہ محبت ہے ابو محجن نے کہا سبحان اللہ! مجھ سے آپ ایسی بات ایسے وقت پوچھ رہے ہیں کہ وہ دونوں سن بھی رہی ہیں۔ ایسی بات کبھی کسی نے نہیں پوچھی۔ اس نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ یہ ضرور مجھے بتانا ہوگی نہ تم کو معذور کہوں گا اور نہ کوئی دوسری بات قبول کروں گا۔ بجز اس کے۔ ابو محجن نے کہا جب تم اس حد پر آ گئے تو سن لو کہ مجھے دونوں میں سے دینار والی سے زیادہ محبت ہے واللہ میں اتنی بات سے آگے اور کچھ نہ کہوں گا۔ دینار تو دونوں میں سے ہر ایک کو دیا گیا تھا جو خوش ہو کر ہنس رہی تھی اور ہر ایک کا یہ گمان تھا کہ اس نے اس قول سے مجھے ہی مراد لیا ہے۔

(۲۸۲) مجھ سے قاضی ابوالحسین بن عتبہ نے بیان کیا کہ میرے چچا کی بیٹی صاحب ثروت تھی اور میں نے اس سے نکاح کر لیا تھا میں نے نکاح کے لیے اس لیے ترجیح نہیں دی تھی کہ وہ خوبصورت ہوگی بلکہ مجھے صرف اس کے مال سے امداد حاصل کرنا تھی اور ایک نکاح میں پوشیدہ طور پر کر رکھا تھا جب وہ اس کو تاڑ گئی تو وہ مجھے چھوڑ گئی اور نگاہ پھیر لی اور مجھ کو اس نے اس پر تنگ کرنا شروع کر دیا کہ میں اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے دوں پھر وہ میرے یہاں واپس آ سکتی ہے۔ میرے ساتھ یہ معاملہ کچھ لمبا کھنچ گیا اور میں نے ایک ایسی خوبصورت لڑکی سے نکاح کیا تھا جو میری طبیعت کے بالکل موافق تھی میرے ساتھ نباہ کرنے والی تھی ابھی وہ میرے ساتھ تھوڑا ہی عرصہ گذارنے پائی تھی کہ اس کے خلاف میرے چچا کی بیٹی نے کوشش شروع کر دی اور اس نے مجھ کو سختی اور تنگی میں مبتلا کر ڈالا میرے لیے یہ آسان بات نہ تھی کہ میں اس لڑکی سے مفارقت اختیار کرلوں (اب میں نے ایک تدبیر کی) میں نے اس (چھوٹی بیوی) سے کہا کہ ''پڑوسنوں سے اعلیٰ درجہ کا ایک ایک کپڑا مستعار لے کر اپنا پورا جوڑا کرلو اور اس کو عنبر کی دھونی دو اور میرے چچا کی بیٹی کے پاس پہنچو اور اس کے سامنے بیٹھ کر رونا شروع کردو اور اس کو خوب دعائیں دو اور اس کے سامنے بہت گڑگڑاؤ یہاں تک کہ وہ پگھل جائے پھر جب وہ تم سے تمہارا حال پوچھے تو

تم یہ کہنا کہ میرے چچا کے بیٹے نے مجھ سے نکاح کیا اور ہر وقت میرے سر پر ایک سوکن لا کر بٹھا تا رہتا ہے اور میرا روپیہ ان پر خرچ کرتا رہتا ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ قاضی صاحب سے میری امداد کی سفارش کر دیں اور میرا انصاف ان سے کرائیں میں اس کے خلاف قاضی صاحب کے ہاں دعویٰ کرنا چاہتی ہوں تو وہ ضرور تجھے میرے پاس لے کر آئے گی'' چنانچہ یہ سب کچھ کیا جب وہ اس کے پاس جا کر مسلسل روتی رہی تو اس کو اس پر رحم آ گیا اور اس نے کہا خود قاضی تیرے شوہر سے بھی بدتر ہے وہ بالکل یہی معاملہ میرے ساتھ کر رہا ہے اور اٹھ کر میرے پاس پہنچی جب کہ میں اپنی خاص نشست گاہ میں تھا اور غصہ میں بھری ہوئی اور اس لڑکی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھی کہنے لگی اس بدنصیب کا حال بھی میرے ہی جیسا ہے اس کی بات سن اور اس کا انصاف کر میں نے کہا دونوں اندر آ جاؤ تو دونوں داخل ہو گئیں۔ میں نے لڑکی سے کہا تیرا کیا معاملہ ہے تو اس نے وہی طے شدہ داستان بیان کر دی میں نے اس سے کہا کیا تیرے چچا کے بیٹے نے تجھ سے اقرار کیا ہے کہ اس نے تیرے اوپر دوسری بیوی کر لی اس نے کہا نہیں واللہ اور وہ کیسے اقرار کر سکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ میں نے کہا کیا تو نے خود اس عورت کو دیکھا ہے اور تو اس کے مکان اور اس کی صورت سے واقف ہے اس نے کہا نہیں واللہ۔ میں نے کہا اے عورت خدا سے ڈر اور جو کچھ ایسی باتیں تیرے کانوں میں پڑیں ان کو قبول نہ کیا کر کیونکہ حاسد بہت ہوتے ہیں اور عورتوں کو خراب کرنے کے خواہش مند بکثرت ہیں اور حیلہ بازی اور دوسروں کو جھوٹا بنانا (بہت پھیل چکا ہے) دیکھ یہ میری بیوی ہے اس سے کسی نے کہہ دیا کہ میں نے اس پر ایک اور بیوی کر لی ہے حالانکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس دروازے سے باہر میری کوئی بیوی ہو تو اس پر بلاشرط تین طلاق (یہ سنتے ہی) میرے چچا کی بیٹی اٹھی اور اس نے میرے سر کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ قاضی صاحب تمہارے اوپر تہمت لگائی گئی تھی (اس ترکیب سے) میری وہ دوسری بیوی طلاق سے بچ گئی کیونکہ دونوں میرے سامنے موجود تھیں۔

(۲۸۳) اصمعی سے مروی ہے کہ ایک شخص کو جو کسی قصور پر سزا دیئے جانے کے قابل تھا منصور کے سامنے پیش کیا گیا اس نے کہا اے امیر المؤمنین انتقام (یعنی بدلا لینا) ''عدل'' ہے اور خطاؤں سے درگذر کرنا ''فضل'' ہے (یعنی یہ اونچے درجہ کی صفت ہے) اور ہم اللہ سے پناہ

چاہتے ہیں کہ امیر المؤمنین دونوں میں سے بلند درجہ کی بات کو چھوڑ کر اپنی ذات کے لیے پست مقام کی صفت کو ترجیح دیں منصور نے اس کو معاف کر دیا۔

(۲۸۴) ابوالحسن مدائنی سے مروی ہے کہ احمد بن سمیط نے پانچ سو آدمیوں کو قید کر کے مختار کے سامنے پیش کیا اس نے ان میں سے دو سو چالیس کو قتل کیا اور بعض کو قید کیا اور بعض کو احسان رکھ کر رہا کر دیا۔ قیدیوں میں سراقہ بن مرداس البارقی بھی تھا پھر اس کے قتل کا حکم دیا سراقہ نے کہا نہیں واللہ تو مجھے قتل مت کر جب تک میں خود تیرے ساتھ مل کر اپنے گھر کی اینٹ اینٹ نہ ڈھا دوں مختار نے کہا تجھے کیسے معلوم ہو گیا اس نے کہا اخبار صادقہ سے جو پیشگوئی کرنے والی کتابوں میں درج ہیں تو مختار نے عبداللہ بن کامل اور ابی عمرہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہمارے اسرار کو کون تحقیق کرے گا اور حکم دیا کہ اس سے تخلیہ میں گفتگو کریں تنہائی میں سراقہ نے کہا کہ ہم کو ایسی قوم نے قید کیا ہے جن کو ہم نہیں دیکھتے۔ انہوں نے کہا وہ یہی لوگ (ہمارے ساتھی) ہیں جو خدا کے سپاہی ہیں سراقہ نے کہا نہیں واللہ! ہمیں ایسی قوم نے قید کیا تھا جن کے سروں پر سرخ عمامے تھے وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور آسمان اور زمین کے درمیان اڑ رہے تھے مختار نے کہا یہ اللہ کے فرشتے تھے اے سراقہ یہ واقعہ لوگوں کو بتا دے (سراقہ کہتا ہے کہ) پھر میں نے مینار پر چڑھ کر لوگوں کو یہ قصہ سنایا اور ان سے قسم کھا کر بیان کیا اس کے بعد میں رہا کر دیا گیا۔

(۲۸۵) ابن عیاض کہتے ہیں کہ جنگ حرہ کے دن عباس بن سہل بن سعد الساعدی کے لیے مسلم بن عقبہ سے امن کی درخواست کی گئی تو مسلم نے اس کو امن دینے سے لایا گیا۔ عباس نے کہا اللہ امیر کو سلامت رکھے واللہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی تھال آپ کے والد ماجد کی ہے وہ اس طرح حرہ تشریف لایا کرتے تھے کہ ان پر ایک منقش قیمتی چادر ہوتی تھی اور آ کر حرہ کی نشست گاہ میں بیٹھتے تھے پھر بڑی تھال اپنے سامنے اور حاضرین کے سامنے رکھتے تھے۔ مسلم نے کہا تو نے سچ کہا اسی طرح ہوتا تھا تجھ کو امن دیا جاتا ہے پھر کسی نے عباس سے پوچھا کہ کیا درحقیقت مسلم کا باپ ایسا ہی تھا جیسا تم نے بیان کیا تھا۔ عباس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے تو حرہ میں اس کو ایسی بری حالت میں دیکھا ہے کہ جب وہ موجود ہوتا تھا تو صرف اسی کی نسبت یہ اندیشہ ہوا کرتا تھا کہ ہمارے گھوڑوں کی رکاب یا اور کوئی سامان نہ چرا لیجائے اور کسی کی نسبت نہیں (یعنی اس کی سب سے بدتر حالت تھی)۔

(۲۸۶) اصمعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رشید نے مجھے بلا بھیجا جب میں پہنچا تو میں نے ایک لڑکی کو بیٹھے ہوئے دیکھا رشید نے کہا کہ یہ لڑکی کون ہے میں نے کہا میں نہیں جانتا تو کہا یہ مواسہ ہے امیر المؤمنین کی بیٹی۔ تو میں نے اس کو اور امیر المؤمنین کو دعائیں دیں رشید نے کہا ہاں اس کے سر کو بوسہ دو۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں نے ایسا کر لیا تو پھر اس پر غیرت کا غلبہ ہوگا اور یہ پھر مجھے قتل کر ڈالے گا اور اگر میں کہنا نہیں مانتا تو عدول حکمی کی بنا پر نہ چھوڑے گا تو میں نے اپنی آستین کو اس لڑکی کے سر پر رکھا اور پھر اس آستین کو بوسہ دیا۔ ہارون نے کہا واللہ اے اصمعی اگر تو اس وقت خطا کر جاتا تو مجھ سے قتل ہو جاتا تا حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دیئے جائیں۔

(۲۸۷) ابن البہول سے مروی ہے کہ ابو حذیفہ واصل بن عطار ایک قافلہ کے ساتھ سفر کے ارادہ سے نکلے اس اثنا میں ان کا راستہ خارجیوں کے ایک لشکر نے روک لیا۔ واصل نے اہل قافلہ سے کہا ان سے کوئی بات نہ کرے اور ان سے گفتگو کے لیے صرف مجھے ہی چھوڑ دو۔ پھر واصل ان کے پاس پہنچے۔ جب ان سے قریب ہوئے تو خوارج نے حملہ کرنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ تم نے کیسے اس (حملہ) کو حلال سمجھ لیا حالانکہ تم کو یہ خبر بھی نہیں کہ ہم کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم مشرکین کی قوم میں کے ہیں ہم تمہارے پاس مستجیر بن کر کلام اللہ سننے آئے ہیں۔ یہ سن کر وہ حملہ کرنے سے فوراً رک گئے اور ایک شخص نے ان میں سے اہل قافلہ کے سامنے قراءت قرآن شروع کر دی جب قراءت سے وہ رکا تو واصل نے کہا ہم نے کلام اللہ سن لیا اب ہم کو ہمارے ٹھکانے پر پہنچاؤ تا کہ ہم اس پر غور کریں اور اس پر کہ دین میں کیسے داخل ہوں (اس کے لیے غور اور تدبر ضروری ہے) تو اس لشکر نے کہا: یہ واجب ہے چلو۔ (و ان احد من المشر کین استجارك فاجرة حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغه ما منهٗ) تم ہم چل دیئے اور واللہ خوارج ہمارے ساتھ ہماری حفاظت کے لیے کئی کوس تک آئے یہاں تک کہ ہم شہر کے قریب پہنچ گئے جہاں ان کا غلبہ نہ تھا پھر واپس ہو گئے۔

(۲۸۸) ابو اسحٰق جہمی کہتا ہے کہ جب حجاج (ملک میں) پھرتا تھا تو اس نے اپنے غلام سے کہا کہ آؤ ہم بھیس بدل لیں اور اندازہ کریں کہ لوگوں کا ہماری نسبت کیا خیال ہے تو دونوں نے بھیس بدل لیا اور نکل گئے۔ ان کا گذر ابولہب کے غلام مطلب پر ہوا انہوں نے اس سے کہا اے شخص کچھ حجاج کا حال جانتا ہے اس نے کہا حجاج پر خدا کی لعنت انہوں نے کہا کہ وہ یہاں سے

کب نکلے گا اس نے جواب دیا خدا اس کی روح کو اس کے بدن سے نکال لے مجھے کیا خبر۔ حجاج نے کہا کیا تو مجھے جانتا ہے اس نے کہا نہیں۔ حجاج نے کہا میں حجاج بن یوسف ہوں۔ مطلب نے کہا کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ حجاج نے کہا نہیں اس نے کہا میں مطلب ہوں۔ ابولہب کا غلام۔ سب جانتے ہیں میں ہر مہینہ میں تین دن پاگل رہتا ہوں آج ان میں کا پہلا دن ہے۔ تو اس کو چھوڑ دیا اور گذر گیا۔

(۲۸۹) ابوالحسن بن ہلال الصابی سے یہ حکایت مروی ہے کہ ایک دن حجاج اپنے لشکر سے جدا ہو گیا وہ ایک باغ والے کے پاس پہنچا جو اپنی جائیداد (درختوں) کو پانی دے رہا تھا۔ حجاج نے اس سے کہا حجاج کی حکومت میں تمہارا کیا حال ہے۔ اس نے کہا خدا اس پر لعنت بھیجے نیک لوگوں کا قاتل اور کینہ ور ہے اللہ اس سے جلدی بدلہ لے۔ اس نے کہا کہ کیا مجھے پہچانتا ہے اس نے کہا نہیں بولا کہ میں ہی حجاج ہوں تو اس نے دیکھا کہ اس کا خون خشک ہونے لگا۔ پھر اس نے اپنا ڈنڈا سنبھالا جو اس کے ساتھ تھا اور کہنے لگا تو مجھے پہچانتا ہے حجاج نے انکار کیا بولا کہ میں ابوثور مجنوں ہوں اور آج میرے جنون کے دورے کا دن ہے اور منہ سے جھاگ نکالنے لگا اور بلبلانے لگا اور جوش کا اظہار کرنے لگا اور اس نے ڈنڈا اپنے سر پر مارنے کا ارادہ کیا۔ حجاج یہ حرکات دیکھ کر ہنس پڑا اور چلا گیا۔

(۲۹۰) سنا گیا ہے کہ حجاج ایک دن اپنے لشکر سے الگ ہو گیا اور ایک اعرابی سے ملا اور کہا کہ اے معزز عرب حجاج کیسا ہے اس نے کہا ظالم ہے غاصب ہے۔ حجاج نے کہا پھر تم عبدالملک (خلیفہ) کے پاس اس کی شکایت کیوں نہیں لے گئے۔ اس نے جواب دیا کہ خُدا اس پر لعنت کرے وہ اس سے بھی بڑا ظالم اور غاصب ہے، اتنے میں اس کا لشکر آ پہنچا تو حجاج نے حکم دیا کہ اس بدوی کو بھی سوار کر لو۔ انہوں نے کر لیا اس نے ان لشکر والوں سے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے کہا حجاج یہ سن کر بدوی نے حجاج کے پیچھے گھوڑا دوڑایا اور آواز دی کہ اے حجاج! اس نے کہا : کیا ہے؟ بدوی نے کہا دیکھنا وہ جو ہمارے تمہارے درمیان ایک راز کی بات ہوئی تھی وہ کسی سے کہہ نہ دیجئے۔ اس پر حجاج ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۲۹۱) حجاج ایک اعرابی سے جنگل میں ملا اس نے اپنے بارے میں اور اپنے عاملوں اور کارندوں کے بارے میں سوال کیا اس نے ہر بات کا ناگوار جواب دیا اس سے حجاج نے کہا خدا

مجھے قتل کر دے اگر میں تجھے قتل نہ کروں (اعرابی اب سمجھا کہ یہ خود حجاج ہی ہے) کہنے لگا پھر استر سال یعنی دوستی کے ساتھ بے تکلف باتیں کرنے کا حق کہاں گیا۔ حجاج نے کہا وہ حق موزوں ہے تیرے لیے۔ تو نے کیسے اچھے طریقہ پر خلاصی کی راہ نکالی اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۲۹۲) ابوالحسین بن السمارک لوگوں کے سامنے شہر کی مسجد جامع میں تقریر کیا کرتے تھے اور علوم متعارفہ میں سے الا ماشاء اللہ بہتر طور پر کچھ حاصل نہ کیا تھا محض طبعی باتیں مذہب صوفیہ پر کیا کرتے تھے۔ ان کو ایک رقعہ لکھا گیا کہ کیا فرماتے ہیں فقہاء کرام اس صورت میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے فلاں فلاں وارث چھوڑے تو انہوں نے اس کو کھولا اور غور سے پڑھا جب اس کو دیکھا کہ فرائض کا سوال ہے تو اس کو ہاتھ سے پھینک دیا اور کہا میں اس قوم کے مذہب پر کلام کرتا ہوں کہ جب وہ مرتے ہیں تو ان کی ملک میں کچھ نہیں ہوتا۔ حاضرین کو ان کی تیزی عقل سے حیرت ہوئی (کہ کس خوبصورتی سے اپنی بے علمی کو چھپایا)۔

(۲۹۳) بیان کیا گیا کہ مزید ایک والی مدینہ کے یہاں (ایک وقت معین پر روزانہ) آیا کرتا تھا۔ ایک دن دیر سے پہنچا والی نے پوچھا کہ آج اتنی دیر کیوں کی تو جواب دیا کہ مجھے عرصہ سے ایک اپنے ہمسایہ عورت سے محبت تھی آج کی رات میں مقصد میں کامیاب ہو سکا اور اس پر میں نے قابو پالیا۔ یہ سن کر والی غضب ناک ہو گیا اور کہنے لگا کہ واللہ تیرے اقرار سے ہم تجھ کو ضرور ماخوذ کریں گے۔ جب مزید نے دیکھا کہ والی کی گفتگو سنجیدہ ہے (اور یہ ضرور ماخوذ کرے گا) تو کہنے لگا کہ میری پوری بات تو سن لیجئے۔ والی نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگا جب صبح ہوئی تو میں تعبیر دینے والے کی جستجو میں نکلا جو میرے خواب کی ٹھیک تعبیر دے سکے اب تک میں کامیاب نہ ہو سکا والی نے پوچھا کیا وہ باتیں تو نے خواب میں دیکھی تھیں اس نے کہا ہاں تو اس کا غصہ جاتا رہا۔

(۲۹۴) ابوالفضل الربعی نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ ایک دن مامون الرشید نے جب کہ وہ غضب ناک تھا ابو دلف سے کہا تو وہی ہے جس کے بارے میں کسی شاعر نے یہ کہا ہے:

انما الدنیا ابو دِلُفٍ عند معزاہٗ و محتضرہ
فاذا اوَلّٰی ابو دِلُفٍ ولّت الدنیا علی اثرہ

(ترجمہ) ابو دلف دنیا ہی ہے خواہ سفر کرے یا اقامت کرے تو جب ابو دلف پیٹھ پھیر کر چلا جائے تو دنیا ہی اس کے نشان قدم پر چلی جاتی ہے۔

ابودلف نے کہا اے امیر المؤمنین یہ جھوٹی شہادت اور ایک دھوکے باز کا قول ہے جو چاپلوس گدا گر ہے اور صرف پیسہ کا طالب اور اس سے زیادہ سچا میرا بھانجا ہے جس نے یہ کہا ہے:

دعینی اجوب الارض فی طلب الغنیٰ فلا الکرخ الدنیا ولا الناس قَاسِمٌ

(ترجمہ) مجھے چھوڑ دے کہ میں تلاش کے لیے زمین کو چھان ماروں کیونکہ دنیا کوئی تالاب (میں بھرا ہوا پانی) نہیں اور مخلوق تقسیم کرنے والی نہیں۔

یہ سن کر مامون ہنس پڑا اور اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

(۲۹۵) منقول ہے کہ عزہ اور بثینہ ایک جگہ بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں کہ سامنے سے کثیر آتا ہوا دکھائی دیا (جو عزہ کا عاشق تھا) تو بثینہ نے عزہ سے کہا کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھ پر عیاں کر دوں کہ کثیر تیری محبت میں سچا نہیں ہے۔ عزہ نے کہا ضرور! بثینہ نے کہا پھر تو خیمہ میں چلی جا۔ وہ چلی گئی۔ اتنے میں کثیر قریب آ گیا اور بثینہ کے سامنے ٹھہر کر اس سے سلام علیک کی۔ بثینہ نے اس سے کہا کہ عزہ نے تجھ میں اتنی طاقت باقی نہیں چھوڑی کہ کوئی اور تجھ سے لطف اندوز ہو سکے کثیر نے کہا واللہ اگر عزہ میری باندی ہوتی تو میں اس کو تجھے ہبہ کر دیتا بثینہ نے کہا اگر تو سچا ہے تو اس مضمون کو شعر میں کہہ دے اس نے کہنا شروع کیا:

رمتنی علی عمد بثینة بعدما تولی شبابی وارجحن شبابها

(ترجمہ) مجھ پر تیر چلایا قصداً بثینہ نے بعد اسکے کہ میرا شباب رخصت ہو گیا اور میں اسکے شباب کو پسند کر رہا ہوں۔

بعینین تجلا و بن لورقرقتهما لنَوءِ الثریا لاستهلّ سحابها

(ترجمہ) ایسی آنکھوں سے جو بڑی بڑی ہیں کہ اگر ان میں آنسو بھر لائے منزل ثریا کے سامنے تو وہ بھی اپنے بادل برسانے لگے۔

یہ اشعار سن کر عزہ نے جلدی سے پردہ ہٹا دیا اور اس نے کہا اے بیہودے میں نے تیرے دونوں شعر سن لیے کثیر نے کہا تیسرا بھی تو سن لے اس نے کہا وہ کیا ہے تو کثیر نے کہا:

ولکنما نزمین نفسًا سقیمةً لعزَّةَ منها صفوها و لبابها

(ترجمہ) اور لیکن تو ایسے نفس پر تیر چلا رہی ہے جو بیمار ہے اور عزہ سے ہی اس کی تندرستی اور قوت وابستہ ہے (یہ شعر سن کر عزہ کا جوش ٹھنڈا ہو گیا اور) اس کے عذر کو پسندیدہ خیال کیا۔

(۲۹۶) ابو ہلال عسکری نے ذکر کیا کہ ایک شخص کو ایک ایسی عورت سے محبت تھی جس کا شوہر

غائب تھا اور وہ اس کے پاس اطمینان سے آیا کرتا تھا (ایک رات) اچانک شوہر آ پہنچا اور اس نے اس شخص کو سوتے ہوئے دیکھا اور عورت سمجھ کر اس کے دونوں پاؤں پکڑ لیے یہ شخص فوراً تلوار پر لپکا پھر اس کے پڑوس میں ایک شخص معاویہ بن ستار رہتا تھا اس نے اس کو آواز دے کر کہا اے معاویہ کیا میرا کام ختم ہو گیا (مقصود یہ ظاہر کرنا تھا کہ اب گھر تنہا نہیں رہا گھر والا آ گیا ہے) شوہر نے سمجھ لیا کہ اس کام پر (یعنی یہاں لیٹنے پر) لگایا گیا تھا اور معاویہ نے یہ سمجھ لیا کہ وہ یوں ہی نیند میں بڑبڑا رہا ہے اس نے جواب دے دیا ہاں اور تو سر بلند (کامیاب) ہو گیا شوہر نے مطمئن ہو کر اسے چھوڑ دیا۔

(۲۹۷) ابوالحسن بن الصابی نے بیان کیا کہ ایک مغنیہ نے مہدی کے سامنے گانا شروع کیا:

مانقموا من بنی اُمیّۃ الا انّھم یسفھون اِذْ غضبوا

(ترجمہ) بنی امیّہ سے لوگوں کو اس لیے پرخاش ہوگئی کہ وہ جوش کی حالت میں ہوش کھو بیٹھتے ہیں۔

مغنیہ سے کہا گیا کہ تو نے غلطی کی۔ اس نے جواب دیا کہ میری غلطی ہی مجھے یہ شعر یاد دلایا کرتی ہے تو میں نے اس کی اصلاح اسی سے کی جو تم نے سنا ہے۔

باب: ⑲

ایسے نادر ملفوظات جن کا ظاہری مفہوم مُرادی مفہوم کے خلاف محسوس ہو

(۲۹۸) سعید بن المسیّب سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح [1] کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں کرتے تھے میرے پاس ایک بڑھیا بیٹھی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے کہا اے رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اہل جنت میں سے کرے آپؐ نے فرمایا کہ جنت میں بڑھیاں داخل نہ ہوں گی پھر باہر سے آواز آ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر گئے جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ وہ رو رہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اسے کیا ہوا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے موجودین نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا

---

[1] مزاح کے معنی ہیں الانبساط مع الغیر من غیر ایذاء لہ یعنی کسی کے ساتھ اس طرح ہنسی کی بات کر لینا جس کا انجام اس کے لیے ایذا نہ ہو یاد رکھنا چاہیے کہ مزاح میں بھی جس کا نتیجہ کینا اور وقار کی بربادی اور کثرت ضحک اور قساوت قلب اور اللہ کو بھلا دینے کی صورت میں برآمد ہو وہ ممنوع ہے تفصیل احیاء العلوم میں دیکھو۔ مترجم

کہ جنت میں بڑھیاں نہ جائیں گی اس سے رو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوان کنواری اور موزوں بنا کر داخل کرے گا (پھر وہ خوش ہوگئی)۔

(۲۹۹) حرث بن نوفل سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! آپ ﷺ کو ابو طالب کے بارے میں کیا امید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنے خدا سے ہر خیر کی امید رکھتا ہوں۔

(۳۰۰) قرشی سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے پوچھا کہ تیرا شوہر کون ہے؟ اِس نے اُس کا نام بتایا آپ ﷺ نے فرمایا وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے جب وہ واپس ہوئی تو لگی اپنے شوہر کی آنکھوں پر غور کرنے۔ شوہر نے کہا تجھے کیا ہو گیا۔ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تیرا شوہر فلاں ہے میں نے کہا ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ تو شوہر نے کہا کہ کیا میری آنکھوں میں سفیدی سیاہی سے زیادہ نہیں ہے۔

(۳۰۱) انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سواری کے جانور کی درخواست کی۔ فرمایا ہاں ہم تجھ کو اونٹنی کے بچے پر بٹھائیں گے۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اونٹ کو ناقہ یعنی اونٹنی ہی تو جنتی ہے۔

(۳۰۲) محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوہ بدر کے لیے کوچ کیا تو آپ بدلہ کے قریب اترے اور آپ ﷺ ایک اصحابی کو ساتھ لے کر اونٹ پر سوار ہو کر (قریش کے تجسس کے لیے کسی طرف) چل پڑے اور ایک بوڑھے کو دیکھ کر ٹھہر گئے۔ اس سے آپ ﷺ نے قریش کی بابت سوال کیا اور یہ بھی کہ محمدؐ اور اس کے اصحاب کے بارے میں تجھے کیا معلوم ہے؟ بوڑھے نے کہا میں اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک تم دونوں مجھے یہ نہ بتادو کہ تم کون ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو ہمیں بتادے گا تو ہم بھی بتادیں گے۔ بوڑھے نے کہا دونوں باتوں کا ادلا بدلا ہوگا پھر بوڑھے نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ محمدؐ اور اس کے اصحاب فلاں دن مدینہ سے نکلے ہیں اگر یہ خبر جو مجھے پہنچی صحیح ہے تو ان کو آج فلاں فلاں مقام پر ہونا چاہیے۔ ٹھیک وہی جگہ بتائی جہاں تک رسول اللہ ﷺ پہنچے تھے اور مجھے یہ خبر پہنچی کہ قریش فلاں دن فلاں

وقت نکلے۔ اگر یہ خبر سچی ہے جو مجھے دی گئی ہے تو وہ آج فلاں فلاں مقام پر ہیں۔ ٹھیک وہی جگہ بتائی جہاں قریش پہنچے تھے اس نے خبر سے فارغ ہو کر کہا اب بتاؤ تم کون ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم عراق کے پانی سے آئے ہیں۔ احمد بن علی کہتے ہیں کہ (جنگی ضرورت کی وجہ سے) رسول اللہ ﷺ نے ایسے کلمات استعمال کر لیے جس سے اس کو یہ متوہم ہو گیا کہ یہ لوگ عراقی ہیں (عراق میں چونکہ پانی کی کثرت تھی تو عموماً اہل عرب مطلقاً پانی کہہ کر عراق مراد لیا کرتے تھے) تو گویا لفظ عراق پانی کا مرادف بن گیا تھا اور حضور ﷺ نے پانی سے نطفہ مراد لیا کہ وہ نطفہ ہی سے پیدا ہوئے ہیں۔

(۳۰۳) ابوالزناد سے مروی ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک پیرہن تھا۔ جب عبداللہ بن زبیر (اسماء کے بیٹے) شہید کر دیئے گئے تو وہ پیرہن مبارک بھی گھر کے دوسرے سامان کے ساتھ جو لوٹا گیا تھا جاتا رہا۔ اسماءؓ نے کہا کہ قمیص مبارک ایک شامی کے پاس ملی (اس کو کہا گیا کہ اسماءؓ کو واپس کر دینی چاہیے) اس نے کہا کہ اس شرط پر واپس کر سکتا ہوں کہ اسماءؓ میرے لیے مغفرت کی دعا کرے۔ اس کا اسماءؓ سے ذکر کیا گیا۔ اسماءؓ نے کہا میں عبداللہ کے قاتل کے لیے کیسے مغفرت کی دعا کروں گی لوگوں نے کہا پھر وہ شخص قمیص واپس نہ کرے گا۔ فرمایا کہ اس سے کہو کہ وہ آ جائے۔ چنانچہ وہ قمیص لے کر آ گیا اور اس کے ساتھ عبداللہ بن عروہ بھی آئے۔ اسماءؓ نے فرمایا کہ قمیص عبداللہ کو دے دے اس نے ان کو دیدی آپ نے فرمایا اے عبداللہ تو نے قمیص لے لی؟ (حضرت اسماءؓ کی آخر عمر میں نگاہ نہ رہی تھی) انہوں نے عرض کیا جی ہاں لے لی تو آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! خدا تیری مغفرت کرے اور آپ نے عبداللہ بن عروہ کو مراد لیا تھا۔

(۳۰۴) حجر المدری کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب کہ تجھ کو اس پر مجبور کیا جائے گا کہ تو مجھ پر لعنت بھیجے میں نے کہا کیا ایسا ہونے والا ہے؟ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس وقت کیا کرنا چاہیے فرمایا لعنت کے الفاظ کہہ دینا اور مجھ سے بیزاری کا اظہار مت کرنا کہتے ہیں کہ (اب وہ وقت آ گیا) جمعہ کے دن محمد بن یوسف (حجاج بن یوسف کا بھائی) منبر کے ایک جانب کھڑا ہوا اور مجھ سے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کر۔ میں نے کہا کہ امیر نے مجھے حکم دیا کہ علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کر محمد بن یوسف نے اے لوگو لعنت کرو اس پر خدا اس پر

لعنت بھیجے۔ یہ سن کر تمام اہل مجلس رخصت ہو گئے مگر اصل مطلب ایک آدمی کے سوا اور کوئی نہ سمجھ سکا (یعنی یہ کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے بعد محمد بن یوسف کا نام لیا اور پھر کہتے ہیں کہ خدا اس پر لعنت کرے یعنی محمد بن یوسف پر اور وہ ایک آدمی خود یہی تھے)۔

(۳۰۵) کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ کے مقابلے میں چند مقرروں نے کلام شروع کر دیا پھر صعصعہ بن سرحان نے کھڑے ہو کر بولنا شروع کیا۔ مغیرہ نے کہا اس کو یہاں سے لے جا کر چبوترے پر کھڑا کرو وہاں کھڑا ہو کر اس کو علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنا ہو گی (صعصعہ کو لے جا کر کھڑا کیا گیا) تو انہوں نے کہا: **لعن الله من لعن الله و لعن علی بن ابی طالب** (یعنی لعنت کرے اللہ جس پر لعنت کی اللہ نے اور لعنت کرے علی بن ابی طالب پر (اب مطلب یہ ہوا کہ میں ان سب کو لعنت کرتا ہوں جن پر اللہ لعنت کر چکا ہے اور جنہوں نے حضرت علیؓ پر لعنت کی ان پر بھی لعنت) (ان کو لیجانے والے نے) مغیرہ کو ان الفاظ کی اطلاع دی۔ مغیرہ نے کہا خدا کی قسم ہم اس کو قید کر دیں گے تو صعصعہ نے آ کر عوام کو خطاب کیا کہ: **ان ھٰذا یابٰی الا علی بن ابی طالب فالعنوہ لعنہ اللہ** یہ شخص (مغیرہ) علی رضی اللہ عنہ کے سوا اور سب سے لعنت کا انکار کرتا ہے (اور میں نے تمام ملعونوں پر لعنت کی تھی اب پھر کہتا ہوں) اس پر (ان کا حقیقتاً اشارہ مغیرہ کی طرف ہے مگر ایہام اس طرف ہے کہ علیؓ کے بارے میں کہہ رہے ہیں) لعنت بھیجو خدا اس پر لعنت کرے (صعصعہ کا مطلب کوئی نہیں سمجھا صرف مغیرہ نے ہی سمجھا اس لیے برہم ہو کر کہا) اس کو نکال دو خدا اس کی جان نکال لے (قید اس لیے نہیں کیا کہ اس پر عوام میں جوش پیدا نہ ہو جائے۔ مغیرہ بن شعبہ حضرت علیؓ کے مخالف اور معاویہ کے طرفداروں میں سے تھے اور شام کے گورنر تھے)۔

(۳۰۶) ایک شخص نے عیسیٰ بن موسیٰ سے کسی چیز کے بارے میں گفتگو کی اس کے پاس قاضی عبداللہ بن شبرمہ موجود تھی۔ عیسیٰ نے اس شخص سے کہا تجھے کوئی پہچانتا ہے۔ اس نے کہا ابن شبرمہ۔ ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں یہ جانتا ہوں کہ یہ اہل شرف و صاحب بیت اور صاحب قدم ہے (محاورہ عرب کے لحاظ سے اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ صاحب عزت اور اعلیٰ خاندان اور صاحب استقامت ہے) جب ابن شبرمہ نکلے تو کسی نے اس بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں جانتا ہوں کہ اس کے دو کان ہیں جن کے سوراخ کھلے ہوئے ہیں (شرف کے معنی ابھار کے ہیں) اور اس کا گھر بھی ہے جہاں یہ سوتا بیٹھتا ہے (وہی گھر ہے یہ

ضروری نہیں کہ اس کی ملکیت بھی ہو) اور اس کے پاؤں بھی ہیں جن سے چلتا ہے۔

(۳۰۷) حجاج نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو مارا اور ان کو لوگوں کے سامنے کھڑا کیا اور ان پر ایک شخص مسلط تھا جو دھمکا کر کہتا تھا کہ لعنت کر علی رضی اللہ عنہ پر وہ اس طرح کہہ رہے تھے اے اللہ لعنت بھیج سب جھوٹوں پر پھر سکوت کرتے تھے اور آہ کرتے تھے اور کہتے تھے علی بن ابی طالب پھر سکوت کے بعد کہتے مختار بن الزبیر۔

(۳۰۸) مبارک سے منقول ہے کہ حجاج بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک بھاری بھرکم موٹا تازہ شخص آیا جس کی صورت سے اس کی غداری عیاں تھی جب اس کو حجاج نے دیکھا تو کہا ابوغادیہ مرحبا اور برابر مرحبا مرحبا کہتا رہا یہاں تک کہ اس کو تخت پر اپنے برابر بٹھایا اور پھر اس سے کہا کہ ابن سمنہ کو تم نے ہی قتل کیا تھا؟ اس نے کہا ہاں حجاج نے پوچھا کیسے؟ ابوغادیہ نے کہا میں نے یہ کیا اور وہ کیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ حجاج نے اہل شام سے کہا جو شخص چاہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جو قیامت کے دن عظیم الجثہ ہوگا وہ اس شخص کو دیکھے جس نے ابن سمنہ کو قتل کیا پھر ابوغادیہ نے حجاج سے سرگوشی کی اور کسی چیز کا سوال کیا اور حجاج نے انکار کیا تو ابوغادیہ نے کہا ہم ان کو دینار دیتے ہیں پھر جب ہم خود اس میں سے کچھ طلب کرتے ہیں تو ہم سے ہی انکار کر دیا جاتا ہے اور تم یہ بھی خیال کرتے ہو کہ ہم قیامت کے دن عظیم الجثہ ہوں گے۔ حجاج نے کہا ہاں واللہ جس شخص کی داڑھ احد پہاڑ جیسی اور اس کی ران ورقان (ایک پہاڑی کی چوٹی) جیسی اور پنڈلی بیضاء جیسی اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی بڑی جتنی کہ مدینہ سے زبید تک کی ہے (بعض دوزخیوں کی یہ حالت حدیث میں ہے یہ تلمیح اس کی طرف ہے) اس کے قیامت کے دن عظیم الباع (عظیم الجثہ) ہونے میں کیا شک ہے۔ خدا کی قسم اگر عمار بن سمنہ کے قتل میں تمام زمین والے شریک ہو جاتے تو سب کے سب دوزخ میں داخل ہوتے۔

(۳۰۹) قرشی نے بیان کیا کہ مطرف بن عبداللہ ابن الاشعث کے ساتھ تھا (ابن الاشعث عرصہ دراز تک حجاج سے جنگ کرتے رہے۔ اس بہادر شخص سے حجاج تنگ آ چکا تھا لیکن انجام یہ ہوا کہ یہ شہید ہو گئے اور سب ساتھی متفرق ہو گئے) جب مطرف حجاج کے سامنے لایا گیا بعد اختتام جنگ کے تو اس نے مطرف سے کہا اے مطرف کیا تو بھی کافر ہو گیا تھا۔ مطرف نے کہا نہیں لیکن وہ ایک حیرت کی حالت تھی اور اگر ہم حق اور اہل حق کی مدد کرتے تو یہ ہمارے لیے

زیادہ اچھا تھا (اس گفتگو سے جان بچ گئی)۔

(۳۱۰) قرشی سے منقول ہے کہ بصرے میں خوارج کی ایک بڑی جماعت آ نکلی ان میں سے ایک بوڑھا ملا جس کا سر اور داڑھی سفید تھے۔ خارجیوں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو بڑے میاں نے (جان بچانے کے لیے) کہا کہ میں یہود کے بارے میں تم سے کچھ پوچھنے آیا ہوں کیا تم نے قصد کر لیا ہے اہل دیت کے قتل کا (انہوں نے اس کو یہودی سمجھ کر) جواب دیا جاؤ تم ہماری طرف سے جہنم میں۔

(۳۱۱) ابوالعباس احمد بن یعقوب نے بیان کیا کہ یحیٰ بن اکثم (قاضی) کی طبیعت میں سخت حسد تھا اور بڑا چالاک تھا۔ جب وہ کسی ایسے عالم کو دیکھتا جو فقہ کا ماہر ہے تو اس سے حدیث کا سوال کرتا اور اگر کسی کو دیکھتا کہ یہ حافظ حدیث ہے تو اس سے نحو کا سوال کرتا اور اگر کسی کو عالم نحو دیکھتا تو اس سے علم کلام کا سوال کرتا تا کہ اس کو شرمندہ کرے اور نہ جمنے دے۔ ایک مرتبہ اس کے پاس اہل خراسان میں سے ایک ہوشیار آدمی آیا جو حافظ تھا اس سے مناظرہ کیا کہ اس کو ماہر فنون پایا اب اس سے کہا کہ حدیث میں بھی کچھ نظر رکھتے ہو؟ اس نے کہا ہاں پھر اس سے پوچھا کہ اصول میں سے تمہیں کیا محفوظ ہے اس نے کہا مجھے شریک کی حدیث یاد ہے جو روایت کرتے ہیں ابواسحٰق سے اور وہ خرث سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک اغلام باز کو سنگسار کیا بس پھر خاموش ہو گیا آگے بات نہ کر سکا (اس کی یہ وجہ ہے کہ یہ اس علت میں متہم اور مشہور تھا)۔

(۳۱۲) ایک شخص نے ہشام بن عمرو القوطی سے کہا: **کم تعدُّ** (لفظی ترجمہ تم کتنا گنتے ہو اسکا محاورے کے لحاظ سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ تمہاری کیا عمر ہے) ہشام نے کہا ایک سے دس لاکھ اور اس سے بھی زیادہ تک۔ اس نے کہا میں نے یہ دریافت کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ ہشام نے کہا پھر کیا ارادہ کیا اس نے کہا: **کم تعد من السّنّ** (لفظی ترجمہ "تم کتنا گنتے ہو سن میں سے" سن کے معنی سال کے علاوہ دانت کے بھی ہیں) ہشام نے کہا بتیس۔ سولہ اوپر کے اور سولہ نیچے کے اس نے کہا میں نے تو یہ معلوم کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ ہشام نے کہا پھر کیا ارادہ کیا ہے اس نے کہا: **کم لك من السنين** (کتنے ہیں تمہارے سال) ہشام نے کہا میرا ان میں کچھ بھی نہیں سب کا مالک اللہ ہے۔ پھر اس نے (سوال کا عنوان بدلا اور) کہا **فما سنك** (تمہارا سن کیا ہے) ہشام نے کہا ہڈی۔ پھر اس نے کہا **فابن کم انت** (لفظی ترجمہ "تو کتنے کا بیٹا ہے۔ یہ بھی محاورہ ہے جس سے

عمر مراد لی جاتی ہے) ہشام نے کہا دو کا بیٹا ہوں باپ کا اور ماں کا پھر اس نے کہا کم اتی علیك (کتنے آئے تجھ پر باعتبار محاورہ اس سے بھی عمر ہی مراد ہوتی ہے) ہشام نے کہا اگر مجھ پر کچھ آجاتا تو ہلاک ہو چکا ہوتا (اب سائل کی ہمت جواب دے گئی) اس نے کہا پھر (تم ہی بتاؤ) کس طرح پوچھوں۔ ہشام نے کہا یوں پوچھو: کم مَضٰی من عمرك (یعنی تمہاری عمر کتنی گذر چکی)۔

(۳۱۳) سکندر کے زمانہ میں دو آدمیوں نے ایک بادشاہ پر حملہ کر کے مار ڈالا۔ سکندر نے کہا جس نے اس کو مارا وہ بڑے کارنامے انجام دینے والا شخص ہے اور اگر وہ ہم پر ظاہر ہو جائے تو ہم اس کو وہ جزا دیں جس کا وہ مستحق ہے اور لوگوں پر اس کو بلند کریں۔ جب اس کی خبر ان دونوں کو ہوئی تو وہ ظاہر ہو گئے اور انہوں نے قتل کا اقرار کر لیا۔ سکندر نے کہا کہ ہم تم کو وہ جزا دیں گے جس کے تم مستحق ہو تو جس شخص نے اپنے سردار کو قتل کیا ہو حالانکہ اس نے اس کا مرتبہ بلند کیا مگر اس نے پھر بھی اپنے آقا سے غداری کی وہ صرف قتل ہی کا مستحق ہے اور لوگوں پر تمہارا بلند کرنا اس طرح ہوگا کہ میں تم کو اتنی بلند لکڑی پر پھانسی دوں گا جس قدر زیادہ سے زیادہ بلند فراہم ہونا ممکن ہے۔

(۳۱۴) روایت ہے کہ فرعون کے سامنے اس کے دو پرستاروں نے ایک مردِ مؤمن کی چغلی کھائی (کہ یہ اپنا رب خدا کو سمجھتا ہے فرعون کو نہیں سمجھتا) فرعون نے اس کو بلایا اور ان دونوں کو بھی اور ان دونوں سے پوچھا کہ تم دونوں کا رب کون ہے انہوں نے کہا تو۔ پھر مؤمن سے کہا تیرا رب کون ہے؟ اس نے کہا میرا رب وہی ہے جو ان کا رب ہے (یعنی اللہ جو حقیقتاً سب کا رب ہے) فرعون نے کہا تم نے ایسے شخص کو مجھ سے قتل کرانے کے لیے شکایت کی جو میرے ہی دین پر ہے اس پر ان دونوں کو قتل کر دیا بعض نے کہا ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے: فوقه الله سَيِّاٰتِ مامكرو اوحاق بَاٰل فرعونَ سُوْءَ العَذَاب۔

(۳۱۵) اسحاق بن ہانی کہتے ہیں کہ ہم ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ان کے مکان پر بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ مروزی اور مہنی بن یحییٰ شامی بھی تھے تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کیا مروزی یہاں ہیں اور مروزی یہ نہیں چاہتے تھا کہ اس کو یہاں کی موجودگی کا علم ہو تو مہنّی بن یحییٰ نے اپنی انگلیاں (دوسرے ہاتھ کی) ہتھیلی پر رکھیں اور (اپنی ہتھیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا مروزی یہاں نہیں ہیں اور مروزی کا یہاں کیا کام۔ اس پر امام احمد ہنس پڑے اور اس پر ان سے کچھ گرفت نہیں کی۔

(۳۱۶) ابوبکر مروزی سے مروی ہے مہنی بن یحییٰ شامی ابوعبداللہ (امام احمدؒ) کے پاس کچھ

احادیث لیے ہوئے آ کر کہنے لگے اے ابوعبداللہ میرے ساتھ یہ احادیث ہیں اور میں نے چلا جانے کا ارادہ کرلیا ہے آپ یہ مجھے پڑھا دیجئے امام احمدؒ نے پوچھا کب جاؤ گے کہنے لگے کہ ابھی جاؤں گا تو انہوں نے اسی وقت حدیثیں بیان کردیں اور یہ چلے گئے جب دوسرا یا تیسرا دن ہوا تو یہ امام احمدؒ کے یہاں آئے امام احمد نے ان سے کہا کہ کیا تم نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں ابھی (باہر) جارہا ہوں کہنے لگے کہ میں نے آپ سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ میں ابھی بغداد سے جارہا ہوں میں نے جو کہا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ میں آپ کے کوچہ سے ابھی چلا جاؤں گا۔

(۳۱۷) قاضی عریان کے سامنے ایک نوجوان کو لایا گیا جو نشہ میں تھا عریان نے اس سے کہا تو کون ہے تو اس نے یہ شعر کہا ؎

انا ابن الذی لا ینزل الدھر قدرہٗ ☆ و ان نزلت یومًا فسوف تعود

ترجمہ: میں اس کا بیٹا ہوں کہ زمانہ جس کی قدر نہیں گرا سکتا اور اگر کسی دن گر جائے تو پھر واپس آ جائے گی۔

اس کے بعد اس نے اپنے سپاہی سے کہا تم اس سے پوچھو تو اس نے کہا وہ صاحب باقلا کا بیٹا ہے اور ایک روایت میں دوسرا شعر بھی مذکور ہے۔

تری الناس افواجًا الی ضوءِ نارہٖ ☆ فمنھم قیامٌ حولھا و قعود

(ترجمہ) تم لوگوں کی جماعتیں اس کی آگ کی روشنی میں دیکھو گے کوئی ان میں کھڑا ہوا ہوگا اور کوئی بیٹھا ہوگا۔

اس نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ کسی صاحب جاہ شخص کا بیٹا ہے تو اس کو چھوڑ دیا مگر وہ ایک بھٹیارے کا بیٹا تھا۔[1]

---

[1] ایسی ہی ایک حکایت قرمانی نے اخبار الدول میں تحریر کی ہے کہ قدموس مضافات مہبون میں سے ایک بستی ہے جس میں اہل سنت والجماعت رہتے ہیں وہاں ایک حمام ہے جس میں سے انواع اقسام کے اتنے سانپ نکلتے ہیں جن کا شمار مشکل ہے حتی کہ جو شخص وہاں غسل کے لیے بیٹھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ سانپ پانی کی نالی پر گھومتے اور نیچے گرتے رہتے ہیں اور جب باہر آ کر پہننے کے لیے اپنے کپڑے اٹھاتا ہے تو ان میں سے بھی سانپ زمین پر گرتے ہیں لیکن وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے بعض فضلاء نے بیان کیا کہ اس بستی میں ایک قبر پر میں نے یہ لکھا ہوا دیکھا۔ انا ابن من کانت الریح طوع امرہٖ یحبسھا اذا شاء و یطلقھا اذا شاء (ترجمہ) میں اس کا بیٹا ہوں جو ایسا تھا کہ ہوا اس کے تابع فرمان تھی وہ جب چاہتا تھا اس کو روک لیتا تھا اور جب چاہتا تھا اس کو چھوڑ دیتا تھا) یہ بات مجھ کو بہت عظیم معلوم ہوئی پھر میں دوسری قبر کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے برابر تھی تو دیکھتا ہوں کہ اس پر یہ لکھا ہے لا تغتر بقولہٖ فما کان ابوہ الاحدّاد یحبس الریح فی کیرہ ثم یطلقھا اذا شاء (یعنی اس کی بات سے دھوکے میں نہ پڑو اس کا باپ ایک لوہار تھا جو اپنی بھٹی یعنی اس کی دھونکی میں ہوا کو روکتا تھا اور جب چاہتا تھا اس کو چھوڑتا تھا) اشتیاق احمد عفی عنہٗ

(۳۱۸) الحراث بن مسکین پر بھی مصیبت کا وقت آ گیا جب ابن ابی دواد لوگوں کا خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان کر رہا تھا (یہ مردود قاضی ابن ابی دواد مسئلہ خلق قرآن میں سب سے پیش پیش تھا امام احمدؒ کو بھی اسی کی خباثتوں سے معتصم باللہ کے عہد میں بڑے مصائب اور شدائد برداشت کرنا پڑے) اس نے حارث سے کہا شہادت دے کہ قرآن مخلوق ہے۔ حارث نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ چاروں مخلوق ہیں اور پہلے اپنی چار انگلیوں کو کھول کر سامنے کر دیا (جس طرح عام طور پر گفتگو میں شمار کی تعداد کا اشارہ انگلیوں کے عدد سے بھی کر دیا جاتا ہے) پھر کہا (گویا اب ان چار کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے (مگر نیت یہ نہ تھی) توریت، انجیل، زبور، قرآن۔ اس طرح تعریض اور کنایہ کی امداد سے قتل سے رہائی حاصل کر لی۔

(۳۱۹) ہمارے شیخ عبدالوہاب انماطی نے بیان کیا کہ احمد بن عبدالمحسن وکیل کے پاس گواہی کے کاغذات اٹھا کر لائے گئے جن پر پہلے (اپنی رائے کو) لکھ رکھا تھا وہ ہر ایک کا شروع کھول کر اس پر لکھتے جاتے تھے ان سے کہا گیا کہ تم پہلے کے خلاف کیوں لکھ رہے ہو تو انہوں نے کہا کہ میں لکھ رہا ہوں: **ما ذکر صحیحٌ** (اگر ما موصولہ ہو اور متبادر بھی یہی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جو ذکر کیا گیا صحیح ہے مگر اس نے فوراً اپنی غلطی کی تاویل کر دی کہ) میرا مقصود صحت کی نفی ہے (یعنی یہ ما نافیہ ہے)۔

بَابٌ: ⑳

ایسے لوگوں کا ذکر جو مسکت جواب سے دشمن پر غالب آ گئے

(۳۲۰) خبیب بن یسار سے مروی ہے کہ میں اور ایک میرا ہم قوم اسلام لانے سے پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ ﷺ ایک جہاد کی تیاری کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم کو اس سے حیا آتی ہے کہ ہماری قوم تو میدان جنگ میں ہو اور ہم ان کے ساتھ نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم دونوں اسلام لا چکے ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم تو مشرکین کے مقابلہ پر مشرکین سے مدد نہیں لیتے پھر ہم نے اسلام قبول کر لیا اور حضورؐ کے ہمراہ شریک جہاد ہوئے اور میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا اور وہ میرے ایک ضرب مار

چکا تھا پھر (ایسا اتفاق ہوا کہ) اسی (مقتول) کی بیٹی سے میں نے نکاح کرلیا۔ وہ مجھے کہا کرتی تھی کہ تو نے ایسے شخص کو نابود کیا جو تجھے یہ بدھی پہنا گیا (بدھی سے اشارہ اس ضرب کے نشان کی طرف ہے) میں یہ جواب دیا کرتا تھا کہ تو نے اس شخص کو نابود کر دیا جس نے تیرے باپ کو دوزخ بھیجنے میں جلدی کی۔

(۳۲۱) منقول ہے کہ حویطب بن عبدالعزی کی عمر ایک سو بیس سال تک پہنچ گئی تھی۔ ان کی عمر کے ساٹھ برس جاہلیت میں گذرے اور ساٹھ برس اسلام میں۔ پھر جب کہ مروان بن الحکم مدینہ کا والی (حاکم) بن گیا تو حویطب اس کے پاس گئے اس سے مروان نے کہا تمہاری کیا نیت ہے؟ تو حویطب نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ مروان نے اس سے کہا بڑے میاں تمہارا اسلام پیچھے جا رہا یہاں تک کہ تم سے کم عمر نوجوان سبقت لے گئے۔ حویطب نے کہا خدا کی قسم بہت مرتبہ میں نے اسلام قبول کرنے کا پختہ ارادہ کیا مگر ہر مرتبہ تمہارے باپ (حکم) نے دیر کرادی اور مجھے منع کرتا رہا اور یہ کہتا رہا کہ تو اپنے باپ دادا کے دین کو محمدؐ کے دین کے لیے چھوڑ رہا ہے تو مروان چپ رہ گیا اور جو کچھ ہوا اس پر شرمندہ ہوا۔

(۳۲۲) محمد بن ذکریا نے بیان کیا کہ میں ایک مجلس میں موجود تھا جس میں عبیداللہ بن محمد بن عائشی تمیمی اور جعفر بن القاسم ہاشمی موجود تھے۔ عبیداللہ سے جعفر ہاشمی نے کہا قرآن میں ایک آیت خصوصاً بنی ہاشم کے لیے نازل ہوئی عبیداللہ نے کہا وہ کونسی آیت ہے جعفر نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: و انّه لذِكْرٌ لك وَلِقومِكَ ابن عائشہ یعنی عبیداللہ نے کہا حضور ﷺ کی قوم قریش تھی اور قریش ہونے میں ہم تمہارے شریک ہیں جعفر نے کہا نہیں بلکہ یہ آیت ہمارے لیے خاص ہے۔ عبیداللہ نے کہا کہ اچھا تو اس کو اور و كذب به قومكَ وهو الحق کو بھی اس کے ساتھ لیتے جاؤ۔ اب جعفر خاموش ہو گیا اور اس کو جواب نہ بن پڑا۔

(۳۲۳) مروی ہے کہ معاویہ نے عبداللہ بن عامر سے کہا مجھے تم سے ایک ضرورت ہے کیا تم اسے پورا کرو گے؟ عبداللہ نے کہا ہاں اور مجھے بھی تم سے ایک حاجت ہے تم اسے پورا کردو گے؟ انہوں نے بھی اقرار کرلیا۔ عبداللہ نے کہا آپ اپنی حاجت بیان کیجئے۔ معاویہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے سب مکان اور جائیداد جو طائف میں ہے سب ہبہ کردو۔ عبداللہ نے کہا ''کردی'' معاویہ نے کہا اب تم اپنی حاجت کہو عبداللہ نے کہا ''وہ سب مجھے واپس کردو'' ان کو بھی

کہنا پڑا کہ اچھا واپس کی۔

(۳۲۴) یمن کی ایک قوم نے ہشام بن عبدالملک کے سامنے اپنی بڑائیاں ماریں۔ ہشام نے خالد بن صفوان سے کہا کہ ان کو جواب دو خالد نے کہا یہ لوگ تو بالکل ظاہر ہیں چادروں کے بننے والے جولاہے (یمن کی چادر مشہور تھی) اور چمڑے کو دباغت دینے والے (چمار) اور بندر نچانے والے جن کی بادشاہ ایک عورت تھی اور اس قوم کا حال (سلیمان کو) ایک جانور ہدہد نے بتایا اور ان کو چوہوں نے غرق کر دیا۔

(۳۲۵) غیلان نے عبدالرحمٰن سے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے؟ عبدالرحمٰن نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ اس پر مجبور ہے کہ لوگوں کی نافرمانی برداشت کرے؟ اس جواب سے گویا ربیعہ یعنی عبدالرحمٰن نے غیلان کے منہ میں پتھر ٹھونک دیئے۔

(۳۲۶) ایک بڑا مجرم مامون کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ مامون نے اس سے کہا واللہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین مجھ پر نرمی کیجئے۔ نرمی بھی آدھی معافی ہے۔ مامون نے کہا کیونکر میں نے حلف کیا ہے کہ تجھے قتل کروں گا اس نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کے لیے یہ اچھا ہے کہ آپ اللہ کے قسم توڑنے والے کی حیثیت سے پیش ہوں اس سے کہ آپ ایک قاتل کی حیثیت سے پیش کیے جائیں۔ مامون نے اس کو معاف کر دیا۔

(۳۲۷) منصور نے ذکر کیا کہ یحییٰ بن اکثم کو جب بصرے کا قاضی بنایا گیا تو اس کی اکیس سال کی عمر تھی لوگوں نے اس کو حقیر اور کم درجہ سمجھ کر امتحان کے طور پر اس سے سوال کیا کہ قاضی صاحب کی کیا عمر ہے۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ اتنی ہی عمر ہے جتنی عتاب بن اُسید کی تھی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو والی مکہ بنایا تھا۔

(۳۲۸) نظام راز کو پوشیدہ نہیں رکھتا تھا ایک مرتبہ یونس تمار نے اس سے ایک راز پوشیدہ طور پر کہا نظام نے اس کو کھول دیا اس پر یونس نے اس کو ملامت کی تو نظام نے لوگوں سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ تو نے کبھی راز کو کسی کے سامنے کھولا ہے ایک مرتبہ یا دو یا تین یا چار مرتبہ پھر اب اس کا گناہ کس پر ہے۔ تو وہ اس پر راضی نہ ہوا کہ گناہ کی ذمہ داری میں شریک ہوتی کہ نظام نے اس کا پورا بار اس صاحب سر پر ہی ڈال دیا (کہ راز کھولنے کی ابتداء نظام سے کہہ کر خود اُسی نے کی)

(۳۲۹) مبرو کے شاگرد جب جمع ہو کر حاضری کی اجازت مانگا کرتے تھے تو اجازت لے کر آنے والا (مبرو کی طرف سے) آ کر کہا کرتا تھا کہ اگر تمہارے ساتھ ابوالعباس زجاج موجود ہے تو آنے کی اجازت ہے ورنہ واپس ہو جاؤ ایک مرتبہ وہ سب آئے اور زجاج ان میں نہیں تھا۔ ان سے وہی کہہ دیا تو سب واپس ہو گئے مگر ان میں کا ایک شخص جس کا نام عثمان تھا کھڑا رہا اور اس نے اجازت لانے والے سے کہا کہ ابوالعباس (مبرد) سے عرض کر دو کہ تمام قوم منصرف ہو گئی (یعنی واپس ہو گئی) سوائے عثمان کے کہ وہ غیر منصرف ہے (یعنی واپس نہیں ہو گا) وہ شخص مبرد کی طرف سے یہ جواب لایا کہ جب عثمان نکرہ ہو گا (یعنی عمومیت رکھتا ہو گا) تو منصرف ہو گا (اور اس کو واپس جانا ہو گا) اور ہم تجھ کو معرفہ (یعنی اہل خصوصیت) نہ بنائیں گے لہٰذا خیریت سے واپس جاؤ۔

(۳۳۰) ایک حجازی شخص نے ایک آدمی سے کہا ہمارے پاس سے علم نکل چکا ہے۔ اس نے کہا ہاں مگر وہ اب تک تمہاری طرف واپس بھی نہیں آیا۔

(۳۳۱) ایک جوان نے ایک دن شعبی کے سامنے کلام کیا۔ شعبی نے کہا ہم نے یہ نہیں سنا جوان نے کہا کیا آپ نے تمام علم سن لیا ہے۔ شعبی نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا کیا آپ نے آدھا علم سنا ہے انہوں نے کہا نہیں۔ جوان نے کہا تو اس کو اس حصہ میں شمار کر لیجئے جو آپ نے اب تک نہیں سنا شعبی لاجواب ہو گئے۔

(۳۳۲) عبداللہ بن سلیمان سے مروی ہے کہ ہارون اعور پہلے یہودی تھا پھر اسلام لے آیا اور اس کا اسلام مخلصانہ تھا اس نے قرآن خوب حفظ کر لیا تھا اور مسائل نحو حفظ کیے۔ ایک مرتبہ اس سے ایک شخص نے ایک مسئلہ میں مناظرہ کیا تو ہارون اس پر غالب آ گیا اس مغلوب شخص کو اور کچھ نہ سوجھا تو یہ کہنے لگا پہلے تو یہودی تھا پھر اسلام لایا۔ ہارون نے اس سے کہا پھر کیا میں نے برا کیا پھر بھی ہارون ہی غالب رہا اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

(۳۳۳) ملک بن سلیمان سے مروی ہے کہ ابراہیم بن طہمان کا بیت المال سے وظیفہ جاری تھا ان سے خلیفہ کی مجلس میں ایک مسئلہ پوچھا گیا انہوں نے کہا میں نہیں جانتا لوگوں نے ان سے کہا تم بیت المال سے ہر مہینہ اتنا اور اتنا لیتے ہو اور ایک مسئلہ بخوبی نہیں بتا سکتے۔ انہوں نے جواب دیا میں ان ہی جوابات پر وظیفہ لیتا ہوں جو بخوبی بتایا کرتا ہوں اور اگر میں ان مسائل پر

بھی لیا کرتا جو بخوبی نہیں بتا سکتا تو بیت المال ہی ختم ہو جاتا مگر وہ مسائل جو میں نہیں بتا سکتا ختم نہ ہوتے۔ خلیفہ نے اُن کے جواب کو پسند کیا ان کو انعام اور خلعت فاخرہ دیا اور ان کا مشاہرہ بھی بڑھا دیا۔

(۳۳۴) ابو العباس مبرد نے بیان کیا کہ ایک شخص کچھ لوگوں کا مہمان بن گیا ان کو بار محسوس ہوا تو شوہر نے بیوی سے کہا کہ اس سے کس طرح معلوم کیا جائے کہ یہ کب تک ٹھہرے گا۔ عورت نے کہا آپس میں کوئی جھگڑے کی بات بناؤ یہاں تک کہ ہم اس سے فیصلہ کرانے کے لیے پہنچیں وہ دونوں ایک ایسی داستان بنا کر اس کے پاس گئے عورت نے مہمان سے کہا ''اس اللہ کے واسطے سے جو کل آپ کے کھانے میں برکت دے گا بتائیے کہ ہم میں کون ظالم ہے'' مہمان نے کہا قسم ہے اس اللہ کی جو تمہارے یہاں میرے کھانے میں ایک مہینہ تک برکت دے گا میں نہیں جانتا۔''

(۳۳۵) ابن خلف سے مروی ہے کہ ہارون الرشید ایک دن سیر کے لیے نکلے اور اپنے لشکر سے جدا ہو گئے اور فضل بن الربیع اس کے پیچھے تھا انہوں نے راستہ میں ایک بڑھے کو دیکھا جو گدھے پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک لگام تھی جو ایسی گندی تھی گویا مینگنیوں سے بھری ہوئی آنت ہے اس کی صورت پر نظر کی تو اس کی آنکھوں سے پانی بہ رہا تھا ہارون نے اس کو چھیڑنے کے لیے فضل کو آنکھ ماری فضل نے اس سے کہا بڑھے کہاں جا رہا ہے اس نے کہا کہ اپنے باغ میں۔ فضل نے کہا کیا تجھے ضرورت ہے کہ میں تجھے ایک ایسی دوا بتاؤں کہ اگر اپنی آنکھوں پر تو نے اس کا استعمال کیا تو یہ رطوبت بہنا بند ہو جائے گی اس نے کہا مجھے تو اس کی بہت ضرورت ہے فضل نے کہا ہوا کی لکڑیاں اور پانی کا غبار اور کماۃ کے پتے (یہ ایک ایسی بوٹی ہوتی ہے جس پر پتہ ہوتا ہی نہیں) ان سب کو اخروٹ کے چھلکے (کا کھرل بنا کر اس) میں خوب پیس اور اس سرمہ کو آنکھوں میں لگا تو جو شکایت ہے وہ جاتی رہے گی۔ بڑھا یہ سن کر اپنے گدھے کے پالان پر کچھ جھکا اور اس نے ایک بہت لمبا گوز مارا پھر بولا یہ تیرے نسخہ تجویز کرنے کی اُجرت ہے اسے لے پھر اگر اس سے ہم کو فائدہ پہنچا تو ہم اور دیں گے (فضل کو جواب نہ بن پڑا) اور ہارون رشید اتنا ہنسا کہ قریب تھا ہنستے ہنستے اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔

(۳۳۶) جاحظ کا بیان ہے کہ خلیفہ مہدی نے قاضی شریک سے کہا جبکہ موسیٰ بن عیسیٰ بھی اس

کے پاس موجود تھا کہ اگر آپ کے سامنے عیسیٰ کوئی شہادت دے تو کیا آپ اس کو قبول کر سکتے ہیں؟ مہدی نے یہ سوچا تھا کہ دونوں میں اختلاف پیدا کرا دے۔ قاضی شریک نے کہا جس سے آپ سوال کر رہے ہیں وہ عیسیٰ سے نہیں پوچھے گا وہ امیر المؤمنین سے ہی دریافت کرے گا۔ اگر امیر المؤمنین نے اس کا عدل ظاہر کیا تو اس کی شہادت قبول کر لے گا اس سوال کو قاضی نے اُسی پر لوٹا دیا۔

(۳۳۷) ابوبکر بن محمد نے ذکر کیا کہ میرا ایک بھائی بہت اچھے اشعار کہتا تھا ایک شخص نے جو آپس کا تھا اور اچھے اشعار کی وجہ سے اس سے حسد کرتا تھا اس سے کہا کہ میں نہیں سمجھتا اس کے کیا معنے کہ ایک عجمی اچھے اشعار کہے! بجز اس کے کہ یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی ماں پر کوئی عربی چڑھ گیا تھا (یہ اس کے نطفہ کا اثر ہے) اس نے اس شخص سے کہا کہ اسی طرح تیرے قیاس کے مطابق یہ لازم آتا ہے کہ جو عربی شخص اچھے اشعار نہ کہہ سکتا ہو اس کی ماں پر کوئی عجمی چڑھ بیٹھا ہوگا (اس لیے وہ اچھے اشعار نہیں کہہ سکتا)

(۳۳۸) ایک شخص دوسرے پر غضب ناک ہو گیا اس نے پوچھا کہ کس وجہ سے غصہ آ گیا اس نے کہا ایک ثقہ شخص نے تمہاری گفتگو مجھ سے نقل کی ہے اس شخص نے کہا اگر وہ ثقہ ہوتا تو چغل خوری نہ کرتا۔

(۳۳۹) ابوالحسن سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مامون الرشید نے یحییٰ بن اکثم سے کہا کہ یہ کون ہے جس نے تعریض کے طور پر یہ شعر کہا ہے (قاضی یحییٰ بن اکثم لواطت سے متہم تھا)

قاضی یری الحد فی الزناء ولا ☆ یری علی من یلوط من باسٍ

(ترجمہ) قاضی زنا کے لیے تو حد زنا تجویز کرتا ہے جو اغلام بازی کرتا ہے اس کے لیے کوئی سزا مناسب نہیں سمجھتا۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا کیا امیر المؤمنین نہیں جانتے کہ یہ کس نے کہا۔ مامون نے کہا نہیں یحییٰ نے کہا یہ شعر احمد ابن ابی نعیم بدکار کا ہے جس کے یہ شعر بھی ہیں:

حاکمنا یرتشی و قاضینا ☆ یلوط والراس شرما راسٍ

(ترجمہ) ہمارا حاکم رشوت لیتا ہے اور ہمارا قاضی اغلام بازی کرتا ہے اور سب کا سردار شر میں بھی سب کا سردار ہے۔

لا احسب الجرر ینقضی و علی ☆ الامّۃِ و الٍ من ال عباس

(ترجمہ) مجھے امید نہیں کہ ظلم کا سلسلہ ختم ہو جائے گا جبکہ امت کا والی عباس کی اولاد میں سے ہے۔

یہ سن کر مامون چپ رہ گیا اور شرمندہ ہو کر خاموش ہوا پھر کہنے لگا مناسب ہے کہ احمد بن ابی نعیم کو سندھ جلاوطن کر دیا جائے۔

(۳۴۰) یعقوب الشحام کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو الہذیل نے بیان کیا کہ ایک یہودی بصرے میں آیا اور اس نے عام متکلمین کو بند کر دیا میں نے اپنے چچا سے کہا میں اس یہودی سے مناظرہ کرنے کے لیے جانا چاہتا ہوں۔ چچا نے کہا بیٹا وہ متکلمین بصرہ کی ایک جماعت کو ہرا چکا ہے میں نے کہا مجھے ضرور جانا ہے تو چچا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم اس یہودی کے پاس پہنچ گئے تو میں نے اس کو اس حال میں پایا کہ وہ ان لوگوں سے جو اس سے بحث کرتے ہیں اپنے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کراتا ہے پھر ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ ہم اس نبی کے دین پر ہیں جس کی نبوت پر ہم (مسلمانوں) نے بھی اتفاق کیا (اور ہم نبوت محمدیؐ سے اتفاق نہیں کرتے) تو ہم اس دین کو کیوں مانیں جس کا نبی متفق علیہ نہیں ہے اور اس کا اقرار کیوں کریں۔ اب میں اس کے سامنے پہنچ گیا میں نے کہا میں تجھ سے سوال کروں گا یا تو مجھ سے سوال کرے گا۔ اس نے کہا بیٹا کیا تو دیکھتا نہیں کہ میں نے تیرے مشائخ کو تو گفتگو میں بند کر رکھا ہے۔ میں نے کہا ان باتوں کو چھوڑ و اور ان دو باتوں میں سے ایک اختیار کرو۔ اس نے کہا کہ میں سوال کرتا ہوں کہ کیا موسیٰ اللہ کے انبیاء میں سے ایک ایسے نبی نہیں ہیں جن کی نبوت صحیح اور ان کی دلیل نبوت ثابت ہے تو اس کا اقرار کرتا ہے یا انکار اگر انکار کرتا ہے تو تو اپنے صاحب (یعنی نبی کریم ﷺ) کی مخالفت کرے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ جو سوال تو موسیٰ کے بارے میں مجھ سے کر رہا ہے میرے نزدیک اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ میں اقرار کرتا ہوں اس موسیٰ کی نبوت کا جس نے ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کے صحیح ہونے کی خبر دی اور ہم کو حکم دیا ان کے اتباع کا اور بشارت دی ان کی نبوت کی اگر تو اس موسیٰ کے بارے میں مجھ سے سوال کر رہا ہے تو میں اس کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور اگر تو جس موسیٰ کے بارے میں سوال کر رہا ہے وہ ایسا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کا اقرار نہیں کرتا اور اس نے ان کے اتباع کا ہم کو حکم نہیں دیا اور نہ اس نے ان کی آمد کی بشارت دی تو میں اس کو نہیں پہچانتا اور نہ میں اس کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور وہ میرے نزدیک دو صورتیں ہیں اگر وہی توریت مراد ہے جو اس موسیٰ پر نازل

ہوئی جس نے ہمارے نبی محمد ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا تھا تو یہ توریت حق ہے اگر وہ توریت مراد ہے جس کا تو دعویٰ کر رہا ہے تو جھوٹی ہے اور میں اس کی تصدیق نہیں کروں گا پھر اس نے کہا کہ میں تجھ سے علیحدگی میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں جو صرف میرے اور تیرے درمیان ہوگی میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی نیک بات ہو۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا اس نے آہستہ آہستہ مجھے گالیاں دینا شروع کر دیں کہ تیری ماں ایسی ہے اور ایسی ہے اور جس نے تجھے تعلیم دی اس کی ماں ایسی ہے وہ گالیوں میں بجائے کنایہ کے عریاں الفاظ استعمال کر رہا تھا دراصل وہ کوشش کر رہا تھا کہ میں اس پر حملہ کر بیٹھوں پھر اس کو یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ مجھ پر حملہ کر دیا گیا (اس لیے میں جا رہا ہوں مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکا) پھر میں نے حاضرین مجلس سے خطاب کیا اور میں نے کہا اللہ تم کو عزت دے کیا میں نے اس کو جواب نہیں دیا سب نے کہا بیشک پھر میں نے کہا کہ اس نے جب مجھ سے سرگوشی کی تو مجھے ایسی گالیاں دیں جن سے حد واجب ہوتی ہے اور میرے استاد کو بھی ایسی ہی گالیاں دی اور اس نے یہ خیال کیا تھا کہ میں (یہ مغلظات سن کر) اس پر حملہ کر دوں گا پھر اس کو یہ دعویٰ کرنے کا موقع مل جائے گا کہ ہم نے اس پر حملہ کیا تھا۔ اب تم پہچان چکے ہو کہ کس قماش کا شخص ہے۔ بس پھر تو عوام کے ہاتھوں سے اس پر جوتے پڑنا شروع ہو گئے اور وہ بصرے سے بھاگتا ہوا نکلا اور وہاں لوگوں کے ذمہ اس کا بہت سا قرض تھا اس کو بھی چھوڑ گیا کیونکہ اس طرح لاجواب ہونے کے بعد جو چیز اس کو پیش آئی وہ خطرناک ہے۔

(۳۴۱) ایک مرتبہ جماز متوکل باللہ کے یہاں پہنچا۔ متوکل نے کہا ہم تجھ سے صفائی طلب کرنا چاہتے ہیں (استبراء کے معنے فقہ کی اصطلاح میں یہ ہیں کہ ایک یا دو حیضوں کو دیکھ کر رحم کی صفائی کا اطمینان کر لینا کہ حمل تو نہیں ہے) جماز نے جواب دیا کہ ایک حیض سے یا دو حیض سے۔ تو سب حاضرین ہنسنے لگے۔ پھر اس کو فتح (بن خاقان) نے کہا کہ میں نے امیر المؤمنین سے تیرے بارے میں طے کر لیا ہے وہ تجھے بندروں کے جزیرہ کا حاکم بنانے پر تیار ہو گئے ہیں۔ اس نے فتح سے کہا کیا آپ (امیر المؤمنین کی) اطاعت سے باہر ہو گئے ہیں خدا آپ کو نیک ہدایت دے۔ فتح تو مفتوح ہو گئے اور چپ رہ گئے۔ پھر متوکل نے حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم انعام دیا جائے۔ وہ اس نے لیا اور گر پڑا اور خوشی سے مر گیا یعنی شادی مرگ واقع ہوگئی۔

(۳۴۲) عتبی نے بیان کیا کہ ولید بن زید ہشام بن عبدالملک کے یہاں آیا اور ولید کے سر پر

ایک منقش خوبصورت دستار تھی اس سے ہشام نے کہا کہ یہ عمامہ کتنے میں خریدا؟ ولید نے کہا ایک ہزار درہم میں۔ ہشام نے کہا ایک عمام پر ایک ہزار درہم بہت ہیں ولید نے کہا اے امیر المؤمنین یہ رقم میں نے اپنے ایک ایسے عضو کے لیے خرچ کی ہے جو تمام جسم میں شریف تر ہے اور آپ نے ایک جاریہ یعنی کنیز خریدی ہے دس ہزار درہم میں خسیس تر عضو کے لیے۔

(۳۴۳) معن بن زائدہ دینداری کی کمی میں مشہور تھا۔ اس نے ابن عیاش کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور یہ لکھا کہ میں یہ ایک ہزار دینار تمہارے پاس تم سے دین خریدنے کیلئے بھیجتا ہوں یہ مال قبضہ میں کرو اور دین کے سپردگی کی تحریر لکھ کر بھیج دو انہوں نے لکھا میں نے دیناروں پر قبضہ کر لیا اور اس پر اپنے دین کو بیع کر دیا بجز توحید کے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم کو اسکی قدر نہیں۔

(۳۴۴) یموت بن المزرع نے بیان کیا کہ میرے والد اور جماز ٹہلتے ہوئے جا رہے تھے شام کے وقت اور میں ان دونوں کے پیچھے تھا۔ ہمارا گذر ایک امام پر ہوا جو منتظر کھڑا تھا کہ کوئی ادھر سے گذرے تو اس کو ساتھ لے کر جماعت سے نماز پڑھ لے۔ جب اس نے ہم کو دیکھا تو فوراً ہی نماز کے لیے تکبیر پڑھنا شروع کر دی تو اس سے جماز نے کہا کہ چھوڑ یہ کیا کرنے لگا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے منع کیا ہے (تلقی جلب سے مراد ہے اس قافلہ تجار سے ملنا جو اموال تجارت دوسرے شہروں سے لاتے تھے۔ صحیحین میں ہے کہ جب تاجروں کا قافلہ مدینہ سے باہر پڑاؤ کرتا تھا تو لوگ وہیں جا کر مول تول شروع کر دیتے تھے یہ بات عوام کے لیے موجب تکلیف ہوتی تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ کوئی ان سے سودا کرنے کے لیے باہر جا کر نہ ملے جماز نے اپنے کو قافلہ والوں کے مشابہ ظاہر کر کے امام کی تکبیر کو تلقی سے تعبیر کیا اور اس نہی کو یہاں چسپاں کر دیا)۔

(۳۴۵) ابن الاعرابی اصمعی سے نقل کرتے ہیں کہ میں کوفہ کی ایک سڑک سے گذر رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے کندھے پر ایک گھڑا رکھے ہوئے قید خانہ سے نکلا تھا اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

و اکرم نفس انّنی ان اهنتها ☆ و حقك لم تكرم على احد بعدی

(ترجمہ) اور میں اپنے نفس کی عزت کرتا ہوں کیونکہ اگر میں خود ہی اس کی توہین کرنے لگوں تو قسم ہے تیرے حق کی کہ نہیں قابل عزت ہوگا تو (اے میرے نفس) کسی پر میری توہین کے بعد۔

میں نے کہا تو نفس کی تکریم ایسے (ذلیل) کام کے ساتھ کر رہا ہے اس نے جواب دیا کہ ہاں اور میں بے پرواہ ہو گیا ہوں تجھ جیسے کمینوں سے کہ جب میں ان سے سوال کروں تو وہ یہ جواب دے دیں ''اللہ تیری مدد کرے'' (اور بس) میں نے (اپنے دل سے) کہا تو دیکھ رہا ہے کہ اس نے مجھے پہچان لیا تو میں تیزی سے آگے نکل گیا تو اس نے مجھے پکارا اے اصمعی! جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا

لنقد الصخر من قلل الجبال ☆ احب الیَّ من سنن الرجال

(ترجمہ) پہاڑ کی چوٹیوں سے پتھر کی چٹانوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانا مجھے پسند ہے لوگوں کے احسانات کا بوجھ اٹھانے سے۔

یقول الناس کسب فیه عارٌ ☆ و کل العار فی ذل السوال

(ترجمہ) لوگ کہتے ہیں، کہ مزدوری کرنے میں عار ہے حالانکہ تمام تر عار تو سوال کی ذلت میں ہے۔

(۳۴۶) ابوالطیب بن ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں بغداد میں چلا جا رہا تھا اور ایک مخنث بھی جا رہا تھا جس کا بدن خوبصورت تھا اس کو ایک عورت نے دیکھا تو کہنے لگی کیا اچھا ہو کہ اس کی چربی میرے جسم پر آ جائے۔ یہ سن کر مخنث نے اس سے کہا مع سب گنہگاری کے سامان کے تو عورت اس کو سخت سست کہنے لگی تو اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو اچھی چیز کو تو لے جائے اور ردی چیز کو چھوڑ دے۔

(۳۴۷) ایک شخص حمام میں داخل ہوا اس نے ایک مخنث کو دیکھا کہ اس کے سامنے خطمی رکھی ہوئی ہے اس شخص نے کہا کہ اس میں سے تھوڑی سی مجھے دے دے مخنث نے انکار کر دیا اس نے کہا کہ ایک قفیر (ایک پیمانہ کا نام) آتی ہے ایک درہم میں (یعنی ایک بے حقیقت چیز ہے) مخنث نے کہا چار قفیر آتی ایک درہم میں۔ اس بھاؤ سے حساب لگا اپنی مصیبت کا جو تجھے ایک بے حقیقت چیز کی وجہ سے پیش آئی۔

(۳۴۸) جاحظ نے بیان کیا بصرہ میں ایک مخنث کچھ لوگوں کے پاس سے گذرا ان میں سے ایک شخص نے اس کو چھیڑنے کے ارادہ سے کہا میری بہن! کیسے رات گذری؟ مخنث نے کہا واللہ تیری بہن کی رات اس طرح گذری کہ اس کی...... پھٹی پڑی ہے لوگوں کے بہت رات گئے تک ...... کرنے سے وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور لوگوں نے دونوں کا مذاق اڑایا۔

(۳۴۹) طراد بن محمد نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک مسلمان سے مناظرہ کیا میرا خیال ہے کہ یہ کہا تھا کہ یہ مناظرہ مرتضیٰ باللہ کی مجلس میں ہوا تھا یہودی نے کہا میں اس قوم کے بارے میں کیا رائے قائم کروں جن کو خدا نے مدبرین (پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے) کہا وہ اس سے نبیؐ اور آپؐ کے اصحاب کی طرف اشارہ کر رہا تھا جو یوم حنین میں پیش آیا تھا (جس کا ذکر اس آیت میں ہے: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ﴾۔

(۳۵۰) مسلمان نے (صرف الزامی جواب کے طور پر) کہا "پھر جب کہ موسیٰ ان سے بھی زیادہ پیٹھ پھیرنے والے ہیں (تو اب ٹھیک رائے قائم ہو سکے گی) یہودی نے کہا یہ کیسے مسلمان نے کہا یہ ایسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلّٰی مُدْبِرًا ولم یعقب (موسیٰ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا) اور ان اصحاب کے بارے میں لم یعقبوا نہیں فرمایا گیا۔ یہودی بند ہو گیا (آنحضرت ﷺ کا اس موقع پر بنفس نفیس تلوار لے کر آگے بڑھ جانا بلا اختلاف ثابت ہے اور پوری حیاتِ طیبہ میں کوئی ایک موقع بھی ایسا نہیں آیا کہ آپ اعداء اللہ سے خوف زدہ ہوئے ہوں۔ راہ فرار اختیار کرنا تو دور کی بات ہے وہ صرف ایک الزامی جواب تھا جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے۔ مترجم)

(۳۵۱) نصر بن سیار نے بیان کیا کہ میں نے اعرابی سے کہا کیا تجھے کبھی تخمہ (بدہضمی سے اسہال) ہوا ہے اس نے جواب دیا کہ تیرے اور تیرے باپ کے طعام سے کبھی نہیں ہوا کہا جاتا ہے کہ اس جواب سے نصر بہت دنوں تک غصہ میں جلتا رہا۔

(۳۵۲) ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو طعن دیا تم نے اپنے نبی کو دفن بھی نہیں کیا تھا (کہ امارت پر جھگڑنے لگے) یہاں تک کہ انصار نے کہا کہ ہم میں سے امیر ہوگا اور تم نے کہا ہم میں سے ہوگا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ ابھی دریا کے پانی سے تمہارے پاؤں سوکھنے بھی نہ پائے تھی کہ تم نے (بت پرستوں کو بت کی پوجا کرتے ہوئے دیکھ کر موسیٰ سے) کہنا شروع کر دیا تھا کہ اے موسیٰ ہمارے لیے بھی ایسا ہی معبود بنا دے۔ جیسا ان کا معبود ہے۔

(۳۵۳) ایک شخص جس کا نام یزید تھا بہت بدصورت تھا اس کی بیوی حاملہ ہوگئی۔ اس نے شوہر سے کہا تجھ پر پھٹکار اگر ہونے والا بچہ تیرے مشابہ ہو۔ اس نے بیوی سے کہا اگر وہ میرے مشابہ

نہ ہوتو تجھ پر پھٹکار۔

(۳۵۴) ایک عجمی شخص نے ایک کانے کو دیکھ کر کہا دجال کے ظاہر ہونے کا زمانہ آ گیا ہے اس کانے نے (جو عربی تھا) کہا کہ وہ عجم کے شہروں سے ظاہر ہوگا عرب سے نہیں۔

(۳۵۵) ابوبکر بن قانع کا گذر کرخ کی طرف سے ہوا وہاں اس زمانہ میں رافضیوں کا غلبہ تھا ایک نے ان کو پکارا اے ہمارے سردار ابوبکر انہوں نے جواب دیا اے عائشہ حاضر ہوں اس نے کہا گویا میرا نام عائشہ ہے۔ ابوبکر نے کہا تو کیا ان سے میں تنہا ہی قتل ہو جاؤں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم سب کی گردن ایک ساتھ ہی کاٹی جائے۔

(۳۵٦) ایک شخص لڑائی میں اپنے دشمن پر غالب آ گیا۔ پھر اس نے دشمن سے کہا کہ اب بتا میں تیرے ساتھ کیا معاملہ کروں اس نے کہا چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان حلم ہی کو دیکھ کر تو مجھ پر آپ کو غالب کیا ہے۔

(۳۵۷) ابوالاسود سے پوچھا گیا کیا معاویہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے انہوں نے کہا ہاں مگر اس طرف سے (یعنی منجانب کفار قریش)۔

(۳۵۸) صوفی ابوالحسن ابن متیم رصافہ میں رہتے تھے اور شگفتہ مزاج ہنس مکھ شخص تھے اور ایک شخص میں کچھ ربودگی تھی جو ابوعبداللہ الکیا کے نام سے مشہور تھا اس سے چھیڑ چھاڑ رکھا کرتے تھے یہ ابن المتیم کہتے ہیں کہ میں ان سے ایک دن ملا تو ان سے سلام علیک کی اور ان کو چلاّ کر کہا کہ میرے سامنے گواہی دے اور بہت سے لوگ ہمارے گرد جمع ہو گئے تھے۔ کیا نے کہا کیا گواہی دوں میں نے کہا یہ گواہی دے: ان الله واحدٌ لا اله لا هو ......یعنی یہ کہ اللہ ایک معبود ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جنت حق ہے دوزخ حق ہے اور قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ اہل قبور کو زندہ کرے گا اس نے جواب دیا اے ابوالحسن میں تجھے بشارت دیتا ہوں اب تجھ سے جزیہ ساقط ہو گیا اور جیسے اور مسلمان ہمارے بھائی ہیں اب ایسا ہی تو بھی ہو گیا۔ تو سب لوگ ہنس پڑے اور وہ مذاق مجھ ہی پر پلٹ پڑا۔

(۳۵۹) میرے ایک دوست نے مجھ سے ایک شخص کا حال بیان کیا کہ وہ جمعہ کی رات میں شراب پیا کرتا تھا اس کو عوام میں سے ایک شخص نے روکا اور اس سے کہا کہ یہ بڑی عظمت والی

رات ہے (اس میں عبادت کے بجائے تو اس حرام فعل کا ارتکاب کرتا ہے) اس نے جواب دیا کہ اس جیسی رات میں قلم اٹھا لیا جاتا ہے اس عامی شخص نے کہا ''لیکن (قلم کے بجائے ایسے سخت گناہ کو) دوات کے صوف سے لکھا جاتا ہے (تاکہ زیادہ سے زیادہ نمایاں رہے) اس شخص پر نصیحت کا بڑا اثر ہوا پھر اس کے بعد اس نے شراب کی طرف رخ نہیں کیا۔

(۳۶۰) ایک بدشکل عورت ایک کریہہ المنظر عطار کے سامنے ٹھہر گئی جب عطار نے اس کو دیکھا تو کہا: وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (اور جب جنگلی جانور اکٹھے کیے جائیں گے) یہ سن کر عورت نے کہا: وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ (اور ہمارے لیے تو مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا)۔

(۳۶۱) ایک شخص نے ایک لڑکے سے مزدوری کی بات کی تاکہ اس سے خدمت لے اس سے پوچھا کہ تیری اُجرت کیا ہے؟ اس نے کہا اتنی خوراک جس سے پیٹ بھر جائے یہ سن کر اس سے کہا کچھ رعایت کر دے لڑکے نے کہا میں پیر اور جمعرات کو روزہ رکھ لوں گا۔

(۳۶۲) امیر المؤمنین کے سامنے صالحین کی ایک جماعت نے ترکوں سے نقصان پہنچنے کی شکایت کی۔ امیر نے کہا تم لوگوں کا اعتقاد تو یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی قضا سے ہوتا ہے تو میں اللہ کی قضا کو کیسے رد کر سکوں گا ان میں سے ایک نے کہا صاحب قضا (یعنی اللہ تعالیٰ) نے ہی فرمایا ہے: وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (ترجمہ: اور اگر اللہ کا یہ قانون نہ ہوتا کہ وہ بعض لوگوں کو بعض سے دفع کراتا رہتا ہے تو زمین فساد سے بھر جاتی) تو امیر المؤمنین لاجواب ہو گیا۔

باب: (۲۱)

ایسے عام لوگوں کا ذکر جو اپنی ذکاوت سے بڑے رؤسا پر غالب آ گئے

(۳۶۳) عبدالملک بن عمیر سے مروی ہے کہ زیاد نے خارجیوں میں کے ایک شخص کو پکڑ لیا پھر وہ اس قید سے فرار ہو گیا تو اس نے اس کے بھائی کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ اپنے بھائی کو لا ورنہ تیری گردن اڑا دی جائے گی۔ اس نے کہا اگر میں آپ کے پاس امیر المؤمنین کا مکتوب لے

آؤں تو آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟ اس نے کہا ہاں اس نے کہا میں آپ کے پاس اللہ عزیز ورحیم کا مکتوب لایا ہوں اور اس پر دو گواہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ اَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوْسٰى وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ (ترجمہ: کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی یہ کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا) زیاد نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ ایسا شخص ہے جو قوی دلیل پیش کر رہا ہے۔

(۳۶۴) یموت بن المزرع نے ذکر کیا کہ ہم سے جاحظ نے بیان کیا کہ مجھ پر کبھی کوئی غالب نہیں ہو سکا بجز ایک مرد اور ایک عورت کے۔ مرد کا معاملہ اس طرح ہوا کہ میں ایک راستہ سے گذر رہا تھا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جو بونا تھا بڑے پیٹ والا بڑی کھوپڑی والا لمبی داڑھی لنگی باندھے ہوئے اور اس کے ہاتھ پر ایک کنگھا تھا جس کے ذریعہ سے مانگ سے پانی نچوڑ رہا تھا اور اس پر کنگھی کرتا جا رہا تھا میں نے دل میں کہا (پوری دلچسپی کا سامان ہے) بونا آدمی پیٹو لمبی داڑھی۔ تو میں نے اس کو حقیر سمجھتے ہوئے کہا اے شیخ میں نے تیرے بارے میں ایک شعر کہا ہے اس نے اپنا ہاتھ کنگھا کرنے سے روکتے ہوئے کہا کہو میں نے کہا:

كَاَنَّكَ صعوة فى اصل حَشٍّ ☆ اصاب الحشَّ طشٌّ بعد رشّ

ترجمہ: گویا تو ایک ایسا ممولا ہے جو گھاس کی جڑ میں بیٹھا ہو (اور) گھاس پر بارش کے بعد ہلکی ہلکی بوندیں گر رہی ہیں۔

اس نے کہا اب جو کچھ تو نے کہا اس کا جواب بھی سن! میں نے کہا ''لاؤ'' تو اس نے کہا:

كَاَنَّكَ كندرٌ فى ذنب كبش ☆ يُدَلْدَلُ هكذا والكبش يمشي

(ترجمہ) گویا تو ایک ایسا کندر ہے جو مینڈھے کی دم میں بندھا ہوا ہو (اور) جب وہ مینڈھا چل رہا ہو تو وہ اس طرح دائیں بائیں ہل رہا ہو۔

عورت کا قصہ یہ ہے کہ میں ایک راستہ سے گذر رہا تھا تو میں دو عورتوں کے پاس سے نکلا اور میں ایک گدھی پر سوار تھا گدھی نے گوز مارا۔ تو ان میں سے ایک نے دوسری سے کہا ارے! بڈھے کی گدھی گوز مار رہی ہے۔ مجھے اس کی بات پر غصہ آ گیا میں نے سامنے ہو کر کہا: اِنَّهٗ ما حَمَلَتْني انثٰى قط الا وضرطت یعنی جس مادہ پر بھی میرا ابوجھ پڑا اس نے گوز مارے۔ اس

نے اپنا ہاتھ دوسری کے کندھے پر مار کر کہا اس کی ماں تو نو مہینے تک (گوز ہی مارتی رہی ہوگی اور) سخت مشکل میں رہی ہوگی۔

(۳۶۵) فارس کے ایک بادشاہ کی سواری کے سامنے ایک کانا آ گیا۔ بادشاہ نے اس کو قید کر لیا۔ جب واپسی ہوگئی تو اس کو رہا کر دیا گیا اور اس سے بادشاہ نے کہا تیرے سامنے آ جانے سے ہم کو برا شگون محسوس ہوا تھا اس نے کہا کہ (اگر شگون میں کچھ صداقت ہے تو) آپ مجھ سے زیادہ منحوس (ٹھہرتے) ہیں کیونکہ آپ اپنے محل سے باہر آئے اور میں آپ کے سامنے آیا تو آپ کو (کسی شر کا سامنا نہیں ہوا بلکہ) خیر ہی رہی اور میں اپنے گھر سے نکلا تو آپ میرے سامنے آئے تو آپ نے مجھے قید ڈال دیا (اور آپ کا دیکھنا میرے لیے شر بن گیا اس کے بعد بادشاہ شگون کو کسی شمار میں نہیں سمجھتا تھا۔

(۳۶۶) اصمعی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ (تفریحاً) ولید بن عبدالملک نے بدیح سے کہا آؤ تمناؤں میں مقابلہ کریں (ہم دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی تمنا بیان کرے) اس میں واللہ میں تجھ پر غالب رہوں گا۔ بدیع نے کہا آپ مجھ پر ہرگز غالب نہ آ سکیں گے۔ ولید نے کہا میں غالب ہو کر رہوں گا اس نے کہا دیکھا جائے گا۔ ولید نے کہا تو جس تمنا کا اظہار کرے گا میں اس سے دوگنی کا اظہار کروں گا تو اپنی تمنا کو سامنے لا۔ بدیح نے کہا بہت اچھا تو میری تمنا یہ ہے کہ مجھے ستر قسم کا عذاب دیا جائے اور مجھ پر اللہ ہزاروں لعنت بھیجے۔ ولید نے کہا کمبخت تیرا برا ہو بس تو ہی غالب رہا۔

(۳۶۷) سعید بن العاص کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بیمار ہو گیا اور اس کی کوئی خدمت کرنے والا اور خبر گیری کرنے والا موجود نہ تھا اس نے سعید کو بلا کر کہا کہ میرا کوئی وارث آپ کے سوا نہیں ہے اور یہاں تیس ہزار درہم مدفون ہیں جب میں مر جاؤں تو ان کو تم نکال لینا۔ سعید نے اس کے پاس سے باہر نکل کر کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے مولیٰ کے ساتھ برا معاملہ کیا اور اس کی خبر گیری میں بہت کوتاہی کی۔ اب اس کی خوب اچھی طرح خبر گیری کی اور مستقلاً ایک شخص کو اس کی خدمت پر متعین کر دیا۔ پھر جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر تین سو درہم کا کفن ڈالا اور اس کے جنازے کے ساتھ موجود بھی رہے جب فارغ ہو کر گھر لوٹ کر آئے تو سارا گھر کھود ڈالا مگر وہاں کچھ بھی نہ ملا (کیونکہ یہ تو مرنے والے نے اپنی خدمت کرانے کی ترکیب کی تھی) اور جس سے

کفن خریدا تھا وہ کفن کی قیمت مانگنے آیا تو اس سے (جھنجھلاہٹ میں) کہا کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اس کی قبر کھود کر اس کا کفن کھینچ لاؤں۔

(۳۶۸) حجاج کے سامنے ایک شخص قتل کے لیے پیش کیا گیا اس وقت اس کے ہاتھ میں لقمہ تھا کہنے لگا خدا کی قسم میں اس لقمہ کو نہیں کھاؤں گا جب تک تجھ کو قتل نہ کر دوں اس نے کہا یا اس سے بہتر صورت اختیار کر لیجئے یعنی یہ کہ یہ لقمہ مجھے کھلا دیجئے اور قتل نہ کیجئے آپ کی قسم بھی پوری ہو جائے گی اور مجھ پر احسان بھی ہو جائے گا تو بولا کہ میرے نزدیک آ (جب وہ قریب آ گیا) تو اس کو وہ لقمہ کھلا دیا اور چھوڑ دیا۔

(۳۶۹) اور حجاج کے سامنے ایک خارجی کو لایا گیا تو اس نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا اس نے درخواست کی کہ ایک دن کی مہلت دیدی جائے حجاج نے پوچھا کہ تو نے اس سے کیا فائدہ سوچا ہے اس نے کہا کہ باوجود اس بات کے کہ امر مقدر کا اجراء بھی ہو چکا ہے پھر بھی میں امیر سے عفو کی امید رکھتا ہوں یہ سن کر اس کی گفتگو کو بہت اچھا سمجھ کر اس کو چھوڑ دیا۔

(۳۷۰) ہم کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کا وظیفہ جو کچھ ان کو دیا جاتا تھا بند کر دیا تو ایک شخص ان کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اے امیر آپ ایک پتھروں کا لشکر بنا لیجئے جو نہ کھائے اور نہ پیے اس سے عمرو نے کہا دور ہو کتے! اس نے کہا بس آپ ہی کے لشکر کا ایک شخص ہوں تو اگر میں کتا ہوں تو آپ کتوں کے امیر اور کتوں کے افسر ہیں۔

(۳۷۱) متوکل نے ایک دن اپنے مصاحبین سے کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ مسلمان عثمان سے کیوں برافروختہ ہو گئے تھے انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا چند چیزیں ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو) ابوبکر (منبر شریف پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ (جب خلیفہ ہوئے تو) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقام سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے لیکن عثمان رضی اللہ عنہ (جب خلیفہ ہوئے تو) منبر کی چوٹی پر چڑھ گئے عباد نے کہا اے امیر المؤمنین آپ پر عثمان رضی اللہ عنہ کے احسان سے بڑا کسی کا احسان نہیں متوکل نے کہا وہ کس طرح عباد نے کہا اس طرح کہ وہ منبر کے اوپر چڑھ گئے اگر وہ بھی وہی کرتے (کہ عمر رضی اللہ عنہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوتے) اور ہر بعد میں ہونے والا خلیفہ پہلے سے ایک سیڑھی نیچے اترتا رہتا تو پھر آپ کو جلولاء کے کنوئیں میں اتر کر ہم کو خطبہ دینا

پڑتا اس سے متوکل اور سب حاضرین ہنسنے لگے (جلولا ایک مقام کا نام ہے جہاں ایک گہرا کنواں مشہور تھا)۔

(۳۷۲) ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا او بدکردار! غلام نے جواب دیا: **مولی القوم منهم** یعنی کسی قوم کا غلام اسی قوم کا فرد سمجھا جائے گا (مطلب یہ کہ جیسا میں ویسے ہی آپ)

(۳۷۳) ربیع نے بیان کیا کہ میں منصور کی خدمت میں حاضر تھا جب کہ ایک خارجی پیش کیا گیا جو منصور کی فوجوں کو شکست دے چکا تھا اس کو سامنے کھڑا کیا گیا تا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ منصور نے اس سے کہا اور حرام کار عورت کے بیٹے تجھ جیسا (کمینہ) لشکروں کو ہزیمت دے رہا ہے۔ منصور سے خارجی نے کہا تجھ پر افسوس ہے خدا تیرا برا کرے کل میرے اور تیرے درمیان قتل اور سیف کا مقابلہ تھا اور آج (تو) تہمت لگانے (اس کی ماں کو حرام کار کہا تھا یہ اس کی طرف اشارہ ہے) اور گالیاں دینے کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے اور اب تو کیسے مطمئن ہو چکا ہے کہ میں تیری گالیوں کو تجھ پر نہ لوٹا سکوں گا جب کہ میں اپنی زندگی سے مایوس بھی ہو چکا ہوں تو تجھ کو گالیوں کی حد پر کبھی نہ آنا چاہیے اس کی گفتگو سے منصور شرمندہ ہو گیا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۳۷۴) صاحب بن عباد کا مقولہ ہے کہ مجھے کوئی شرمندہ نہیں کر سکا بجز تین آدمیوں کے۔ ایک ان میں سے ابوالحسین بہدینی ہے وہ میرے چند ہم نشینوں کے ساتھ (شریک طعام) تھا میں نے اس کو زیادہ کشمش کھاتے ہوئے دیکھ کر کہا یہ زیادہ مت کھاؤ کیونکہ یہ معدہ کو خراب کر دیتی ہے اس نے کہا وہ شخص میرے لیے تعجب خیز ہے جو اپنے دسترخوان پر لوگوں کا علاج کر رہا ہے (اور پرہیز کرا رہا ہے) دوسرے شخص کا یہ قصہ ہے کہ میں ایک مرتبہ شاہی محل سے آ رہا تھا اور خاص معاملہ پیش آ جانے کی وجہ سے بہت مکدر تھا اس وقت اس نے مجھ سے مل کر پوچھا کہ کس طرف سے آ رہے ہو میں نے کہا خدا کی لعنت کی طرف سے اس نے کہا اللہ آپ کی اس جدید حالت کو بدل دے اس شخص نے بدتمیزی کے مقابلہ پر احسن جواب دیا اور ایک لڑکا جو اچھی شوخ طبیعت رکھتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کیا اچھا ہوتا کہ تو میرے تحت ہوتا اس نے فوراً کہا دوسرے تین آدمیوں کے ساتھ اس نے میرا جنازہ اٹھنے کا وقت مراد لیا اس نے مجھے شرمندہ کر دیا۔

(۳۷۵) ایک شخص نے کہا کہ گذشتہ رات میں بہت پی گیا تھا۔ اس لیے بار بار اٹھ کر پانی بہانے (یعنی پیشاب) کی ضرورت ہوتی رہی میں گویا ایک بیل بن رہا تھا اس پر اس سے ایک

عام شخص نے کہا اے ہمارے آقا اپنے نفس کی توہین کیوں کر رہے ہو۔

بَابْ: ⑳

متوسط اور عام طبقہ کے اہل ذکاوت کے اقوال وافعال

(۳۷۶) یحییٰ امروزی سے منقول ہے کہ میں ایک دن ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا تو انہوں نے خادم کی طرف متوجہ ہو کر اس سے فارسی میں گفتگو کی میں نے کہا اے امیر المؤمنین اگر آپ اس سے کوئی راز کی بات کہنا چاہیں تو (یہ خیال رکھیں کہ) میں فارسی سمجھتا ہوں۔ میرے اس اظہار کی ہارون نے بہت تعریف کی اور کہا کہ ہم کوئی راز آپ سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔

(۳۷۷) ابوعمر نابینا اپنے دوستوں میں سے ایک شخص کی عیادت کے لیے گئے۔ باندی نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اوپر چڑھا کر لے گئی۔ جب انہوں نے اترنا چاہا تو اس نے پھر آ کر ان کا ہاتھ پکڑا تا کہ نیچے لے چلے مگر انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے آقا کے پاس واپس لے چل۔ وہ لے کر آئی تو انہوں نے کہا یہ تمہاری کنیز جب میرا ہاتھ پکڑ کر اوپر آئی تھی اس وقت کنواری تھی۔ پھر اب اس وقت جب کہ اس نے میرا ہاتھ پکڑا تو کنواری نہیں رہی اس شخص نے اس کی تحقیق کی تو معلوم ہو گیا کہ اس شخص کے بیٹے نے اس کو لٹایا تھا۔

(۳۷۸) مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مالک بن انس نے ذکر کیا کہ ایک منہ پھٹ آدمی نے ایک شخص کے پیچھے نماز شروع کی جب امام نے قراءت شروع کی تو اس کا حافظہ باطل ہو گیا وہ نہیں سمجھ سکا کہ کیا کہے اب اس نے کہنا شروع کیا: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور اسی کو بار بار کہنا شروع کیا اس منہ پھٹ نے پیچھے کھڑے ہوئے کہا شیطان کا اس میں کوئی گناہ نہیں تیرا اپنا ہی قصور ہے کہ تو قراءت پر قادر نہیں۔

(۳۷۹) محمد بن عبدالرحمٰن نے ذکر کیا کہ ایک گویئے نے ایک مرتبہ اپنے گھر اپنے بھائی کو بلایا پھر اس کو عصر تک بٹھائے رکھا اور کھانے کو کچھ نہیں دیا اب اس پر بھوک کا غلبہ ہوا شدت میں جنون کی حد تک پہنچ گیا۔ اب صاحب خانہ نے عود سنبھالا اور اس سے کہا تمہیں میری جان کی قسم کونسی لے تمہیں پسند ہے جو میں سناؤں اس نے کہا مجھے تو بس ہنڈیا بھننے کی آواز پسند ہے۔

(۳۸۰) جماز نے ذکر کیا کہ میں نے سنا کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا تھا جس کی آنکھ دکھتی تھی کہ تم کس چیز سے اپنی آنکھوں کا علاج کر رہے ہو۔ اس نے کہا قرآن سے اور والدہ کی دعا سے اس نے کہا ان دونوں کے ساتھ تھوڑا انزروت بھی شامل کرلو۔

(۳۸۱) ابوالحسن سے مروی ہے کہ حامد بن العباس اکثر کہا کرتے تھے کہ بسا اوقات مصیبت کے وقت چھوٹے آدمی سے اس قدر نفع پہنچ جاتا ہے جو بڑے سے نہیں پہنچتا اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اسمٰعیل بن بلبل نے جب مجھ کو قید کیا تو میری نگرانی اپنے دربان کے ہاتھ میں دیدی جو اسکی خدمت کرتا تھا وہ ایک مرد آزاد تھا میں نے بھی اس کے ساتھ نیک برتاؤ اور بھلائی کی ہے۔ وہ دربان اسمٰعیل کی مجلس خاص میں چلا جاتا تھا اور اس پر کوئی روک نہیں تھی کیونکہ وہ دیرینہ خادم تھا۔ وہ ایک رات میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ وزیر نے ابن الفرات کو لکھا ہے کہ حامد سے سرکاری مالیہ کا بقیہ آپ کے سوا اور کسی سے وصول نہ ہو سکے گا اور اس سے مطالبہ میں جدوجہد ضروری ہے اور کل وزیر تمہیں اپنی بارگاہ میں طلب کرے گا اور تم پر سختی کرے گا۔ مجھے اس کا بڑا فکر ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا تیرے خیال میں کوئی تدبیر ہو سکتی ہے اس نے کہا کہ جن لوگوں سے تمہارے معاملات رہتے ہیں ان میں سے جس کی بخل سے اچھی طرح تمہیں واقفیت بھی ہو اس کے نام تم ایک رقعہ لکھو اور اس سے اپنے بال بچوں کے خرچ کے لیے ایک ہزار درہم بطور قرض طلب کرو اور اس رقعہ میں یہ بھی لکھ دو کہ وہ اس کی پشت پر جواب تحریر کر دے تاکہ وہی تمہارے پاس واپس آ جائے اور اسکو تم پیش کر سکو وہ اپنے بخل کی وجہ سے اس پر کوئی عذر لکھ کر واپس کر دیگا تو اس رقعہ کو تم محفوظ رکھنا جب وزیر تم سے مطالبہ کرے تو تم اس رقعہ کو پیش کرتے ہوئے کہنا کہ میرا حال اس درجہ پر پہنچ گیا ہے جب تم اسکو فوراً ہی بلا تاخیر پیش کر دو گے تو امید ہے کہ تمہارے لیے مفید ہو گا۔ تو میں نے اسکی رائے پر عمل کیا اور وہی پرچہ لے کر گیا اور جواب لے آیا جیسا کہ ہم نے خیال کیا تھا۔ جب اگلا دن آیا تو وزیر نے مجھے قید خانہ سے نکال کر مطالبہ کیا تو میں نے وہی رقعہ پیش کر دیا اس نے اسکو پڑھا اور نرم ہو گیا اور شرمندہ ہوا اور یہی سبب ہو گیا میرے لیے آسانی اور مصیبت کے دفعیہ کا۔

(۳۸۲) عیسیٰ بن محمد طوماری کہتے ہیں کہ ابو عمر محمد بن یوسف القاضی نے بیان کیا کہ میرے والد مرض شہورا میں مبتلا تھے وہ ایک رات جاگے اور مجھے اور میری بہن کو بلایا اور ہم سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا یہ کہتا ہے کہ لاکھا اور لاپی تجھے صحت ہو جائے گی ہم

اس کا مطلب نہیں سمجھ سکے اور محلہ باب شام میں ایک شخص رہتے تھے جو ابو علی خیاط کے نام سے مشہور تھے وہ خوابوں کی تعبیر خوب دیتے تھے ہم ان کے پاس گئے اور خواب بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس کی تعبیر نہیں سمجھا لیکن میں ہر شب نصف قرآن کی تلاوت کیا کرتا ہوں تو اب تم مجھے موقع دو کہ میں اپنے معمول سے فارغ ہو جاؤں اور اس پر غور کروں۔ جب صبح ہوئی تو وہ ہمارے پاس آ کر کہنے لگے کہ جب میں اس آیت پر پہنچا: **لا شرقیۃٍ وّلا غربیۃٍ** تو میری نظر لا پر پہنچی کہ یہ اس میں مکرر آ رہا ہے تم ان کو زیتون کا تیل پلاؤ بھی اور کھلاؤ بھی ہم نے ایسا ہی کیا یہی اس بیماری سے عافیت کا سبب بن گیا۔

(۳۸۳) اصمعی نے بیان کیا کہ میں نے طاعون کے زمانہ میں ایک شخص کو قصر ''اوس'' پر بیٹھے ہوئے دیکھا جو مردوں کی شمار ایک برتن میں (فی مردہ ایک دانہ یا کنکر ڈال کر) کرتا رہتا تھا۔ پہلے دن کے اموات کی شمار ایک لاکھ بیس تھی اور دوسرے دن کی شمار ایک لاکھ پچاس ہوئی تھی (تیسرے دن) کچھ لوگ ایک میت کو لے کر ادھر سے گذرے اور حسب معمول شمار کر رہا تھا جب وہ واپس آئے تو برتن کے پاس اب اس کے سوا دوسرے کو بیٹھا دیکھا تو لوگوں نے پوچھا کہ وہ کہاں گیا تو ان کو جواب ملا کہ وہ بھی برتن میں چلا گیا۔

(۳۸۴) جعفر برنی کہتے ہیں کہ میں پل پر ایک سائل کے پاس سے گزرا جو یہ کہہ رہا تھا مِسْکِیْناً ضَرِیْرًا (ترجمہ ایک مسکین اندھے پر) میں نے اس کو ایک ٹکرا دیا اور کہا اے شخص تو نے نصب کیوں دیا (یعنی مسکین اور ضریر پر) اس نے کہا کہ میں آپ کے قربان ارحموا مخدوف ہے (یعنی مسکین اندھے پر رحم کر)۔

(۳۸۵) ابو عثمان الخالدی کا بیان ہے کہ میں نے سیف الدولہ ابوالحسن ابن حمدان کی مدح میں ایک قصیدہ تیار کیا اور میں نے ایسی جماعت کے سامنے اس کو پیش کیا جن کے ایسے امور میں دخل کا مجھے اندازہ تھا کہ ایک مخنث آ گیا اور میں اس کو پڑھ رہا تھا جب میں اپنے اس شعر پر پہنچا:

وانکرت شیبۃً فی الراس واحدۃ ☆ فعاد یسخطھا ما کان یرضیھا

(ترجمہ) اور اس (محبوبہ) نے سر میں ایک بال کی سفیدی کو اوپرا سمجھا اب وہی سیاہ بال جو اس کو پسند آتا تھا اس کو ناراض کرنے لگا تو اس نے کہا یہ غلط ہے میں نے کہا کیا غلطی ہے تو کہنے لگا امیر کے حق میں تم فی الراس واحدۃ کہتے ہو (تقطیع میں یہ مستقل حیثیت سے پڑھا جائے گا

وانکرت شیبۃ سے الگ ہوکر پھر 'واحدۃ'' میں مدح کے بجائے ذم کا پہلو نکلتا ہے) یہ کیوں نہیں کہتے طالعۃً یا لائحۃ مجھے اس کی فطانت اور تیزی طبع سے حیرت ہوگئی۔

(۳۸۶) سعید بن یحییٰ اموی اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ قریش کے نوجوان تیراندازی کی مشق کررہے تھے تو ان میں سے ایک نوجوان نے جو ابوبکر اور طلحہ کی اولاد میں سے تھا تیر چلایا جو ٹھیک نشانہ پر بیٹھا تو اس نے (فخریہ) کہا کہ میں ابن القرنین (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مصاحب خاص کا بیٹا ہوں) پھر دوسرے نے تیر چلایا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھا وہ بھی نشانہ پر لگا تو اس نے (فخریہ) کہا میں شہید کا بیٹا ہوں پھر ایک شخص نے جو آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا تیر چلایا تو وہ بھی نشانہ پر ٹھیک لگا تو اس نے کہا میں اس کا بیٹا ہوں جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا۔لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے تو اس نے کہا آدم۔

(۳۸۷) مبرد نے بیان کیا کہ ابی ہذیل کے شاگردوں میں سے ایک بصرے کا رہنے والا بغداد آیا اس نے بیان کیا کہ میں دو مخنثوں سے ملا میں نے ان سے کہا کہ میں قیام کے لیے کوئی جگہ چاہتا ہوں اور یہ شخص بہت بدصورت تھا ان میں سے ایک نے کہا واللہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا بصرے سے یہ سن کر دوسرے مخنث کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا لا الٰہ الا اللہ اے بہن دنیا کی ہر چیز ہی بدل گئی یہاں تک کہ یہ بات بھی کہ پہلے یمن سے بندر آیا کرتے تھے اب یہ ہوگیا کہ بصرے سے آنے لگے۔

(۳۸۸) ہم کو ابوالحارث کا قصہ معلوم ہوا کہ وہ ایک کنیز پر فریفتہ تھا اور اس کے تصور میں بیتاب اس نے اپنی بے چینی کی شکایت محمد بن منصور سے کی۔انہوں نے حارث کے لیے اس کنیز کو خرید کر حارث کے پاس بھیج دیا اب یہ پیش آیا کہ حارث کے پاس جو چیز تھی اس نے کچھ کام نہ دیا (یہ اشارہ عضو مخصوص کی طرف ہے) وہ صبح کو محمد ابن منصور سے ملا اس نے دریافت کیا کہ آج کی رات کیسی رہی۔حارث نے کہا بدترین رات تھی جو چیز میرے پاس تھی وہ قریش کے (خاندان) بنی امیہ جیسی ہوگئی (یعنی ضدی۔دوسرے کی بات نہ ماننے والا۔ان کی طرح اس نے بھی کسی صورت سے میری خواہش کا ساتھ نہ دیا) محمد بن منصور نے کہا یہ کیسے ہوا حارث نے کہا یہ ایسا ہو گیا جیسا اخطل[1] نے کہا ہے:

---

[1] اخطل نے یہ شعر عبدالملک بن مروان کی مدح میں کہا تھا اس شعر میں خلیفہ کیلئے لفظ شمس العداوۃ اتنی شاندار ترکیب ہے کہ خلیفہ اس پر جھوم گیا اس پر اس کو اتنا انعام دیئے جانے کا حکم دیا جتنا مال اخطل اٹھا سکے۔مترجم از تاریخ الخلفاء

شمسُ العَدَاوَۃ حتی تسقادلھم ☆ واعظمُ الناس احلاماً اذا قدروا
(ترجمہ) بڑے مرتبہ کے لوگ عداوت کے آفتاب ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کی اطاعت کر لی جائے اور سب سے زیادہ صاحب عظمت لوگ بردبار ہو جاتے ہیں جب دشمن پر قابو یافتہ ہو جائیں (مطلب یہ ہے کہ بعد قابو یافتہ ہونے کے میرا عضو بھی ایسا ہی حلیم بن گیا تھا) یہ سن کر محمد بن منصور ہنستا رہا اور فضل اور جعفر کے پاس پہنچا ان کو سنایا اور اس بات پر تمام دن یہ سب صاحبان ہنستے رہے۔

(۳۸۹) ہشام کے اصحاب نے اسلم بن احنف سے مشاہرہ مقررہ نہ ملنے کی شکایت کی تو اسلم ہشام کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ اے امیر المؤمنین اگر کوئی پکارنے والا ''اے مفلس'' کہہ کر پکاریگا تو آپ کے اصحاب میں کوئی بھی ایسا باقی نہ رہیگا جو (یہ سمجھ کر یہ مجھے ہی پکار رہا ہے) اسکی طرف متوجہ نہ ہو جائے ہشام یہ سن کر ہنس پڑا اور حکم دیا کہ سب کی تنخواہیں ادا کر دی جائیں۔

(۳۹۰) ایک ہاشمی نے کچھ لوگوں کے ساتھ بداخلاقی کا معاملہ کیا۔ انہوں نے اس کے چچا سے شکایت کی چچا نے اس کی تادیب کا ارادہ کیا اس نے چچا سے کہا واقعی میں نے برا کیا تھا اور میرے پاس عقل نہیں تھی اب اس صورت میں کہ آپ کے پاس عقل موجود ہے آپ میرے ساتھ برابرتاؤ نہ کریں تو اس کو معاف کر دیا۔

(۳۹۱) سلیمان بن عبدالملک کے پاس عراق سے ایک وفد آیا۔ ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المؤمنین! ہم آپ کی خدمت میں نہ (عطیات کی) رغبت سے آئے اور نہ (کسی نقصان کے) خوف سے سلیمان نے کہا پھر کیوں آئے ہو۔ اس نے کہا ہمارا شکر گذاری کا وفد ہے ہمارے آنے کا سبب رغبت اس لیے نہیں ہے کہ آپ کے عطیات ہم کو گھر بیٹھے ہی مل جاتے ہیں اور خوف اس لیے نہیں کہ ہم آپ کے عدل کی وجہ سے امن میں ہیں اور ہمارے لیے زندگی محبوب بن گئی اور مرنا بھی آسان ہو گیا زندگی کو محبوب تو آپ نے اس طرح بنا دیا کہ آپ کا عدل مشہور ہو چکا ہے اور موت میں آسانی آپ نے اس طرح کر دی ہے کہ ہم کو اپنے پسماندہ بچوں وغیرہ کو آپ کی پرورش عام کے وثوق کی بنا پر فکر نہیں رہا سلیمان نے خوش ہو کر اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اچھے عطیات دیئے۔

(۳۹۲) ابوالحسن مدائنی نے بیان کیا کہ ایک عالم نے ذکر کیا کہ بصرے میں ایک ہمارے

دوست تھے جو ظریف الطبع اور ادیب تھے۔ایک مرتبہ انہوں نے ہم سے وعدہ کیا کہ وہ ہم کو اپنے مکان پر مدعو کریں گے۔جب وہ ہماری طرف سے گذرتے تھے تو ہم ان سے کہا کرتے : متٰی ھٰذا الوعد اِنْ کُنتم صٰدِقین (وہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو) وہ خاموش ہو رہتے تھے۔یہاں تک کہ جس سامان کی فراہمی کا انہوں نے ارادہ کیا تھا وہ فراہم کرلیا تو وہ پھر ہماری طرف سے گزرے اور ہم نے ان کے سامنے پھر اسی قول کا اعادہ کیا تو انہوں نے : انطلقوا الٰی ما کُنتم بہٖ تکذبون (جس چیز کو تم جھٹلاتے رہتے تھے اس کی طرف چلو)۔

(۳۹۳) ہلال بن محسن نے بیان کیا کہ ابوالعجب نامی ایک شخص تھا کہ شعبدہ بازی میں اس جیسا کوئی دیکھنے میں نہیں آیا وہ ایک دن خلیفہ مقتدر باللہ کے قصر میں پہنچا اس نے خلیفہ کے خواص میں سے ایک خادم کو دیکھا کہ وہ اس لیے رو رہا تھا کہ اس کی بلبل مرگئی تھی خادم نے ابوالعجب کو دیکھ کر کہا کہ استاد! میری بلبل زندہ کرنا ہوگی۔ابوالعجب نے کہا جو تم چاہتے ہو ہو جائے گا تو اس نے مری ہوئی بلبل لے کر اس کا سر کاٹ کر اپنی آستین میں ڈال لیا اور اپنا سر (گریبان میں) داخل کر کے بیٹھ گیا تھوڑی سی دیر کے بعد اس نے زندہ بلبل نکال کر دے دی تو تمام قصر حیرت زدہ ہو گیا اور سب حاضرین متعجب ہو گئے پھر اس کو علی بن عیسٰی نے بلایا اور کہا واللہ اگر تو نے مجھے سچائی کے ساتھ اس معاملہ کی حقیقت نہ بتائے گا تو میں تیری گردن ماردونگا اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ میں نے خادم کو بلبل پر روتے ہوئے دیکھ لیا تھا تو مجھے یہ امید ہوگئی کہ میں اس سے کچھ وصول کرسکونگا اسلیئے میں فوراً بازار پہنچا اور میں نے ایک بلبل خرید کر اس کو اپنی آستین میں چھپالیا اور لوٹ کر خادم کی طرف آیا۔پھر جو کچھ بات ہوئی وہ ہوئی اور میں نے مردہ بلبل لے کر اسکے سر کو اپنی آستین میں ڈال لیا اور پھر (اسی طرح پر کوئی نہ دیکھ سکا) اس کو منہ میں رکھ لیا اور زندہ بلبل کو باہر نکال لیا تو کسی کو اس میں شک نہیں ہوا کہ یہ وہی بلبل ہے اور یہ ہے اس مری ہوئی کا سر۔

(۳۹۴) ایک مجرم کو ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا گیا۔ہارون نے کہا وہ شخص تو ہی ہے جس نے ایسا اور ایسا کیا اس نے کہا میں وہی ہوں اے امیر المؤمنین جس نے اپنی جان پر ظلم اور حضور کے عفو پر بھروسہ کیا ہارون نے اس کو معاف کردیا۔

(۳۹۵) ایک ادیب نے اپنے دوست سے کہا واللہ آپ تو دنیا کا ایک باغ ہیں یہ سن کر دوسرے شخص نے کہا اور آپ وہ نہر ہیں جس سے اس باغ کو پانی ملتا ہے۔

(۳۹۶) اہل کوفہ مامون الرشید کے پاس اپنے عامل کے ظلم کی شکایت لے کر آئے۔ مامون نے کہا میرے خیال میں تو اس سے زیادہ عادل کوئی نہیں۔ اس قوم میں سے ایک شخص نے کہا اے امیر المؤمنین پھر تو آپ کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ آپ تمام شہروں کو اس کے عدل میں حصہ دار بنا دیں تا کہ حضور کی الطاف وکرم کی نظر تمام رعایا پر مساوی ہو جائے لیکن ہم کو ان کے عدل سے تین سال سے زیادہ تک نہ نوازا جائے۔ یہ سن کر مامون ہنس پڑا اور اس کو بدل دینے کا حکم دے دیا۔

(۳۹۷) ایک ظریف شخص نے کچھ لوگوں کی دعوت کی ان کے ساتھ ایک طفیلی بھی آ گئے اس شخص نے بھانپ لیا اور مدعوین کو یہ جتانے کے لیے کہ وہ پہچان گیا ہے اس طرح خطاب کیا کہ میں نہیں سمجھ سکا کہ میں کس کا شکریہ ادا کروں آپ صاحبان کا کہ میں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے آئے یا ان صاحب کا جنہوں نے بغیر بلائے ہی آنے کی تکلیف برداشت کر لی۔

(۳۹۸) یموت بن المزرع نے بیان کیا کہ مجھ سے ایک دن سہل بن صدقہ نے کہا کہ اللہ تیرے نام کو تیرے منہ پر مارے (یعنی موت کو) میں نے فوراً جواب دیا تجھے خدا تیرے باپ کے نام کا محتاج بنا دے (یعنی صدقہ کا) ہمارے آپس میں ہنسی مذاق ہوا کرتا تھا۔

(۳۹۹) ایک دانشمند کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو راستہ میں کھڑا ہوا تھا اس نے پوچھا کہ کیوں کھڑے ہو اس شخص نے جواب دیا کہ ایک انسان کا انتظار ہے۔ دانشمند نے کہا پھر تو تمہارا قیام بہت لمبا ہوگا۔

(۴۰۰) ایک غیر مہذب بدزبان شخص ایک حجام کی طرف آیا اور اس سے کہا او حرام زادے آ کر میری مونچھیں ٹھیک کر دے۔ حجام نے کہا اگر لوگوں سے آپ کا ایسا ہی خطاب رہا تو ایسے تھوڑے ہی ہوں گے جن سے تم راحت پا سکو گے۔

(۴۰۱) ایک درزی ایک ترک کے یہاں پہنچا تا کہ اس کے لیے قبا کاٹے وہاں پہنچ کر اس نے کاٹنا شروع کر دیا اور ترکی دیکھ رہا تھا۔ اس کی وجہ سے درزی کو کچھ کپڑا چرانے کا موقع نہیں مل رہا تھا تو درزی نے زور سے ایک گوز مارا اس کو سن کر ترکی ہنستے ہنستے لوٹ گیا اس دوران میں درزی کو جتنا کپڑا اڑانا تھا اڑا لیا۔ پھر ترکی نے سیدھا بیٹھ کر کہا کہ درزی ایک دفعہ پھر۔ تو درزی نے کہا اب جائز نہیں قبا تنگ ہو جائے گی۔

(۴۰۲) ایک شخص نے دوسرے سے کہا یہ بکری کتنے میں خریدی ہے اس نے جواب دیا میں نے چھ میں خریدی اور یہ سات سے (یعنی سات درہم قیمت والی بکری سے) بہتر ہے اور مجھے اس کے آٹھ مل رہے تھے تو اگر تمہیں ضرورت ہو نو میں خریدنے کی تو دس گن دو۔

(۴۰۳) ایک اندھے نے ایک عورت سے نکاح کیا عورت نے کہا کاش تو میرا حسن اور میرا گورا رنگ دیکھ سکتا تو تعجب کرتا اندھے نے کہا اگر تو ایسی ہی ہوتی جیسا کہ تو کہہ رہی ہے تو تجھے سوانکھے میرے لیے کیوں چھوڑ دیتے۔

(۴۰۴) ایک سائل نے ایک مالدار سے کہا کہ آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیجئے۔ اس نے کہا مجھے تو کوئی وعدہ یاد نہیں۔ سائل نے کہا آپ سچ کہتے ہیں آپ کو اس لیے یاد نہیں رہا کہ آپ مجھ جیسے جن لوگوں سے وعدے کرتے ہیں ان کی تعداد کثیر ہے اور میں اس لیے نہیں بھول سکتا کہ میں آپ جیسے جن لوگوں سے سوال کرتا ہوں ان کی قلیل تعداد ہے۔ اس نے کہا ٹھیک کہتے ہو اور اس کی ضرورت پوری کر دی۔

(۴۰۵) ایک شخص ایک گھر میں اجرت پر کام کر رہا تھا اور چھت کی کڑیاں بہت جھکی ہوئی تھیں جب مالک مکان آیا اور اس نے اجرت کا مطالبہ کیا تو مالک نے کہا کہ ان کڑیوں کو ٹھیک کر دو یہ جھکی ہوئی ہیں تو اس کاریگر نے جواب دیا کہ اس میں آپ کے لیے کوئی اندیشہ کی بات نہیں (یہ ٹھیک ہیں جھکی ہوئی اس لیے ہیں کہ رکوع کی طرح جھک کر) یہ اللہ کی تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ مالک مکان نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ ان پر جذبہ اخلاص غالب ہو جائے تو یہ سجدہ میں جا پڑیں۔

(۴۰۶) چند احباب مزید کے پاس آ کھڑے ہوئے جب کہ وہ ہنڈیا پکا رہا تھا۔ ان میں ایک نے ہنڈیا میں سے گوشت کی بوٹی نکال کر کھائی اور کہا اے مزید ہنڈیا سرکہ چاہتی ہے۔ پھر دوسرے نے ایک بوٹی نکال کر کھائی اور کہا کہ ہنڈیا مسالے مانگتی ہے تیسرے نے ایک بوٹی نکال کر کھائی اور کہا کہ ہنڈیا کو نمک کی ضرورت ہے اب پکانے والے نے یعنی مزید نے ایک بوٹی نکالی اور کہا کہ ہنڈیا کو گوشت کی ضرورت ہے اس پر باہم خوب ہنسے اور واپس ہو گئے۔

(۴۰۷) ایک شخص نے ایک اعرابی سے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا فرات بین البحرین الفیاض (دو دریاؤں کے درمیان بہنے والی نہر فرات) پھر اس نے پوچھا کہ آپ کی کنیت کیا ہے۔ اس نے کہا ابوالغیث اس نے کہا پھر تو ضروری ہے کہ تجھ میں کشتی چھوڑی جائے ورنہ ہم

سب غرق ہو جائیں گے۔

(۴۰۸) سعید بن مسلم نے اپنے باغ میں بعض دوستوں سے کہا کہ یہ باغ کیسا اچھا ہے اس نے جواب دیا کہ آپ اس باغ سے بھی اچھے ہیں کیونکہ یہ باغ تو سال میں ایک بار پھل دیتا ہے اور آپ روزانہ پھل دیتے ہیں۔

(۴۰۹) ایک شخص ایک بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ کیوں کھڑا ہے اس نے جواب دیا اس لیے کہ بٹھا دیا جاؤں۔ تو اس کو عہدہ عطا کر دیا۔

(۴۱۰) ایک مخنث (ہیجڑا) عریان بن الہیثم کے سامنے پیش کیا گیا جب کہ وہ کوفہ کا امیر تھا۔ اس نے کہا اے خدا امیر کو عزت بخشے یہ تو مجھ پر ایسی ہی تہمت لگائی گئی جیسی امیر پر لگائی جاتی ہے یہ سن کر ہیثم سیدھا ہو بیٹھا اور بولا کہ میرے بارے میں کیا کہا گیا مخنث نے کہا آپ کو لوگ عریان (ننگا) کہتے ہیں حالانکہ آپ کے پاس بیس جبے ہیں۔ یہ سن کر ہیثم ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۴۱۱) ایک شخص نے ایک چڑیا پر تیر چلایا تو تیر نے خطا کی۔ ایک شخص نے دیکھ کر کہا بہت اچھا۔ اس کو غصہ آ گیا اس نے کہا تم میرا مذاق اڑاتے ہو کہنے والے نے کہا نہیں لیکن آپ نے چڑیا کے ساتھ اچھا کیا (کہ اس کی جان بچ گئی)۔

(۴۱۲) جعفر بن یحییٰ برمکی نے اپنے ایک ہم نشین سے کہا بخدا مجھے بڑی خواہش ہے کہ ایک ایسے شخص کو دیکھوں جو صحیح معنے میں انسان قابل نعمت ہو اس نے کہا وہ آپ کو کھلم کھلا میں دکھلا سکتا ہوں جعفر نے کہا لاؤ اس نے ایک آئینہ اٹھا کر اس کے چہرے کے سامنے کر دیا۔

(۴۱۳) ایک قصہ سنانے والے نے کہا جب بندہ ایسی حالت میں مر جائے کہ وہ نشہ میں ہو تو جب تک دفن رہے گا نشہ ہی میں رہے گا اور جب زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اس وقت بھی نشہ ہی میں ہو گا اس حلقے کے ایک طرف سے ایک شخص بولا واللہ یہ ایسی اعلیٰ درجہ کی شراب ہے جس کا ایک جام بیس درہم کا ہو گا۔

(۴۱۴) ایک اصفہانی نے ابو ہقان کو دیکھا کہ وہ کسی کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے اس نے کہا تم دونوں کس کے بارے میں جھوٹی باتیں کر رہے ہو ابو ہقان نے کہا تیری تعریف کے بارے میں۔

(۴۱۵) خراسان کے سفر میں ایک ظریف آدمی ہارون الرشید کے ساتھ تھا جب عقبہ ماسدان سے باہر آ گئے تو اس نے رشید سے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو سلامتی کے ساتھ دنیا سے

نکال دیا (عقبہ گھاٹی کو کہتے ہیں اور دنیا کو بھی بطور تمثیل گھاٹی کہا گیا ہے جس کا راستہ دشوار گزار ہوتا ہے اس شخص نے لفظ دنیا کو ظرافۃً گھاٹی کے معنے میں بولا)۔

(۴۱۶) ایک قصائی دبلی گائے کا گوشت بیچتا ہوا ناشی بغدادی کے سامنے سے گزرا اور وہ قصائی یہ آواز لگا رہا تھا کہاں ہے وہ شخص جو (بازار میں) یہ قسم کھا کر آیا ہو کہ وہ نقصان نہیں اٹھائے گا۔ ناشی نے سن کر کہا اور تو اس کی قسم تڑوائے گا۔

(۴۱۷) ایک مخنث نے توبہ کر لی تھی اس سے دوسرے مخنث نے مل کر پوچھا کہ کہاں سے کھا رہا ہے اس نے کہا کہ کچھ پچھلی کمائی بچی ہوئی ہے اسی سے کھا رہا ہوں اس نے کہا سور کے تازے گوشت سے باسی مزیدار ہوتا ہے۔

(۴۱۸) عبادہ مخنث نے ایک مادہ چوپائے کے سوراخ کو دیکھ کر اس کی دم کھینچ کر کہا یہ بڑی شرم سے (گردن جھکائے) چل رہی ہے۔

(۴۱۹) ایک شخص نے دوسرے کو ایک بیل کا گوشت چار دن تک کھلایا اس شخص نے اس سے کہا کہ اس بیل کی موت کی عمر اس کی زندگی کی عمر سے زیادہ لمبی ہے۔

(۴۲۰) چند لوگ ایک دعوت کے سلسلہ میں جمع ہوئے ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا کہ جماعت میں اسکا محبوب بھی موجود تھا جب لوگوں نے سونا چاہا یہ محبّ بھی کھڑا ہو گیا۔ اس نے چراغ بجھا دیا اور اپنے ہاتھ میں تکیہ اٹھا لیا تا کہ سب دیکھ لیں کہ تکیہ سر کے نیچے رکھ کر سو گیا ہے (اب اس نے دوسروں کو غافل دیکھ کر محبوب کے پاس جانا چاہا) جب اس جگہ تک پہنچ گیا تو ایک لڑکی ایک شمع لیے ہوئے نکل آئی آپ نے (یہ حرکت کی کہ وہیں کھڑے ہوئے) تکیہ دیوار سے لگا کر اس پر سر لگا کر سہارا لے لیا اور خراٹے لگانا شروع کر دیئے لڑکی نے دیکھ کر کہا کیا ہو گیا کھڑا ہوا سو رہا ہے اور خراٹے بھی لے رہا ہے آپ نے اس سے کہا تجھے اس سے کیا بحث جس طرح بھی ہمارا دل چاہا سو گئے۔

(۴۲۱) ایک ذہین شخص نے مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی۔ اس دوران میں کسی نے اس کا جوتہ چرا کر ایک یہودیوں کے کنیسہ میں رکھ دیا جو مسجد کے قریب تھا اس شخص نے اپنا جوتہ ڈھونڈنا شروع کیا تو اس کو کنیسہ میں رکھا ہوا پایا تو کہنے لگا تیرا برا ہو میں اسلام لایا تو یہودی بن گیا۔

(۴۲۲) بعض اذکیا کا قول ہے جب میں کسی شخص کو دیکھتا ہوں کہ بعد نماز صبح اپنے گھر کے

دروازے پر کھڑا ہوا کہہ رہا ہے: وَما عند اللّٰہ خیرٌ وَّ اَبْقٰی (اور جو نعمت اللہ کے پاس ہے وہ سب سے اچھی اور پائیدار ہے) تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ اس کے پڑوس میں کسی کے یہاں دعوت ولیمہ تھی جس میں اسے نہیں بلایا گیا اور جب میں کچھ ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو قاضی کے اجلاس سے یہ کہتے ہوئے آ رہے ہوں: وَما شھِدْنا اِلّا بما عَلِمْنَا (اور ہم نے صرف وہی شہادت دی تھی جس کا ہمیں علم تھا) تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ ان کی گواہی قبول نہیں کی گئی اور جب کسی ایسے شخص سے جس نے نکاح کیا ہو اس کا حال پوچھا جائے تو اگر اس نے یہ جواب دیا کہ ہم نے یہ کام صرف نیکی کے لیے کیا ہے تو سمجھ لیتا ہوں کہ اس کی بیوی بدصورت ہے۔

(۴۲۳) ہم کو ایک قصہ سنایا گیا کہ ایک شخص ایک آدمی کے پاس بطور مہمان ٹھہرا (اور گھر میں نیچے کے حصہ میں سویا) جب رات کو صاحب خانہ کی آنکھ کھلی تو اس نے مہمان کے ہنسنے کی آواز بالا خانہ سے سنی تو اس نے اس مہمان کو پکارا۔ اس نے جواب دیا کہ حاضر ہوں۔ میزبان نے کہا کہ تم تو نیچے لیٹے تھے اوپر کیسے چلے گئے۔ مہمان نے کہا لڑھکتا ہوا آ گیا۔ میزبان نے کہا سب لوگ اوپر سے نیچے کو لڑھکتے ہیں مگر تم کیسے لڑھکے ہو اس نے کہا اسی پر میں ہنس رہا تھا۔

(۴۲۴) ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں تیرے تھپڑ مار دوں تو تجھے مدینہ پہنچا دوں (یعنی مدینہ جا کر گرے) اس نے کہا تو بہت اچھا ہوا اگر آپ پھر ایک اور مار دیں شاید اللہ تعالیٰ اس طرح مجھے آپ کے ہاتھوں سے حج کی نعمت عطا فرما دے۔

(۴۲۵) ایک لڑکے نے ایک یہودی سے کہا چچا! ٹھہر میرا ایک تھپڑ کھاتا جا اس نے کہا مجھے تو جلدی ہے یہ تھپڑ میرے بھائی کے مار دے (یعنی اپنے باپ کے منہ پر مار)۔

(۴۲۶) ایک شخص نے ایک گویئے سے کہا نہ تو ثقیل اوّل کو پہچانتا ہے اور نہ ثقیل ثانی کو (یہ باجے کے پردوں کے نام ہیں مطلب یہ تھا کہ تو اناڑی ہے) گویئے نے کہا میں ان دونوں کو کیسے نہیں پہچانتا حالانکہ تجھے بھی پہچانتا ہوں اور تیرے باپ کو بھی (ثقیل کے معنی بوجھل ہیں پہلا بوجھل اس کے باپ کو اور دوسرا اس کو قرار دیا)۔

(۴۲۷) ابوالفضل ہمدانی نے ایک لمبے آدمی کو جو چادر اوڑھے ہوئے تھا دیکھ کر کہا سردی کی رات آ گئی۔

(۴۲۸) ایک شخص سے بستی میں ایک فقیر کی ملاقات ہوئی۔ اس نے فقیر سے پوچھا کہ کیا کرتے

ہو فقیر نے کہا وہی جو موسیٰ اور خضر علیہما السلام نے کیا تھا اس کی مراد **استطعما اھلھا** سے تھی (یعنی موسیٰ اور خضر ایک بستی میں پہنچے تو بستی والوں سے کھانا مانگا)۔

(۴۲۹) ایک بازار والے سے بازار (کی بکری) کا حال پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ جنت کے بازار کی مانند ہے یعنی وہاں کچھ خرید فروخت نہیں ہے)۔

(۴۳۰) ایک شخص نے ایک آدمی کو جو عوام میں سے تھا گالی دی اس نے کہا ایش **قلتَ لكَ** (ترجمہ تیرے لیے وہی جو تو نے کہا) اس نے جواب میں یہ ایہام پیدا کر دیا کہ تو نے جو کچھ کہا میں نے تیرے لیے منظور کر لیا پھر گالیاں دینے کا کیا موقع اور در حقیقت وہ یہ کہہ رہا تھا کہ جو کچھ تو نے کہا وہ (گالی) تیرے لیے ہے اور یہ بڑی ذہانت کا جواب ہے۔

(۴۳۱) ایک شخص کی باندی جبکہ اس پر موت کی کیفیت طاری تھی اس کے پاس کوئی پینے کی چیز لے کر آئی جس کو اس نے پینا نہ چاہا۔ اس نے کہا اے میرے آقا! دونوں آنکھیں بند کر کے لے لیجئے۔ اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا (ابھی دونوں آنکھیں بند ہو جائیں گی) یہ میرے لیے خوش خبری ہے کہ ابھی مر جاؤں گا۔

(۴۳۲) ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے پاس کس منہ سے آیا۔ حالانکہ تو نے یہ کیا اور یہ کیا اس نے کہا اسی منہ سے آیا ہوں جس سے اپنے پروردگار عزوجل کے سامنے جاؤں گا جس کے گناہ میں نے تیرے گناہ سے بہت زیادہ کیے۔

(۴۳۳) ایک قصہ گو نے اپنی تقریر میں کہا آسمان ایک فرشتہ ہے جو روزانہ آواز دیتا ہے **لِدُوا اللموت وابنُو اللخزاب** وہاں ایک ذہین آدمی بھی موجود تھا اس نے کہا اور اس فرشتہ کا نام ابوالعتاہیہ ہے (ابوالعتاہیہ ایک شاعر تھا جس کا یہ قطعہ ہے **اَلَا یا سَاکنَ لِدُوْ اللمَوْتِ وابنُوْا للحزاب** (ترجمہ اے بلند محل کے رہنے والے تو عنقریب مٹی میں دفن کر دیا جائے گا اللہ کا ایک فرشتہ ہے جو آواز لگاتا ہے موت کے لیے بچے جنو اور اجڑنے کے لیے گھر بناؤ۔'' اس بے علم قصہ گو نے یہ باور کر لیا کہ یہ حقیقت کا اظہار ہے حالانکہ صرف ابوالعتاہیہ کا شاعرانہ تخیل ہے)

(۴۳۴) ایک شخص نے دو گانے والوں کو بلایا۔ جب انہوں نے گانے کا ارادہ کیا تو ایک نے دوسرے سے کہا تو میرا اتباع کرنا اس نے کہا نہیں بلکہ تو میرا اتباع کرنا۔ پھر اس نے کہا نہیں بلکہ تو میرا اتباع کرنا جب ان کے مابین یہ سلسلہ دراز ہو گیا تو صاحب خانہ نے کہا تم دونوں میرا

اتباع کرو۔(اور دونوں کو گھر سے باہر کر دیا)۔

(۴۳۵) ایک دانشمند کے سامنے ایک نانبائی ایک طباق لیے ہوئے آیا جس میں دو چپاتیاں رکھی ہوئی تھیں اور کہا جس چیز کی حضور کو خواہش ہو وہ حاضر کر دوں (گویا چپاتیوں میں تو کلام کی ضرورت ہی نہیں تھی) اس نے کہا روٹی کی خواہش ہے۔

(۴۳۶) ایک حساب داں کا گزر ایک شخص پر ہوا جو یہ آواز لگا رہا تھا ''خبیص دو رطل ایک حبہ میں'' (خبیص ایک حلوے کو کہتے ہیں جو کھجور کے شیرے میں گھی یا روغن کنجد ملا کر پکا لینے سے تیار ہوتا ہے) اس نے کہا دبس یعنی کھجور کا شیرہ جو پکا کر گاڑھا کر لیا گیا ہو ایک رطل ایک جبہ میں ملتا ہے اور روغن کنجد ایک رطل ایک قیراط میں ملتا ہے تو خبیص کو (اتنا سستا کہ) دو رطل ایک حبہ میں کیسے بیچتا ہے؟ (مجبور ہو کر اسے اقرار کرنا پڑا کہ) اے آقا اس خبیص میں دونوں مذکورہ اشیاء میں سے کوئی چیز شامل نہیں کی گئی۔ اس نے کہا اب جیسے چاہے بیچ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

باب: ۲۳

اذکیاء کے بچتے ہوئے کلمات بولنے کے واقعات

(۴۳۷) ہم کو حضرت عباسؓ بن عبدالملک کے بارے میں یہ روایت [1] پہنچی کہ ان سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ بڑے ہیں اور میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔

(۴۳۸) ہم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت پہنچی کہ انہوں نے ایک اہل مدینہ سے سوال کیا کہ میری عمر زیادہ ہے یا تمہاری؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اس شب کا علم نہیں جس میں آپ کی والدہ مبارکہ نے آپ کے والد مطہر کے پاس رات گزاری اور یہ بچاؤ لطیف ہے کہ اس شخص نے امك الطيبة یعنی آپ کی والدہ مطہرہ نہیں کہا (کہ عورتوں کیلئے مطہرہ یا طیبہ بالعموم حیض سے پاک وصاف ہونے کے باب میں استعمال ہوتا ہے اور اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

---

[1] بعض روایات میں اس طرح ہے کہ مسئول ابوبکرؓ تھے اور سائل رسول اللہ علیہ وسلم اور بعض روایات میں یہ ہے کہ سائل رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور مسئول سعید بن یربوع۔ جواب سب کا وہی ہے۔ مترجم از تاریخ الخلفاء

کے ساتھ ایک نوع بے ادبی تھی کہ ان کیلئے حیض وطہر پر مشتمل کنایات استعمال کیے جائیں)۔

(۴۳۹) ابن عرابہ مودب نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن عمر الفضی نے ذکر کیا جو کہ خلیفہ معتز باللہ کے بیٹے کا اتالیق تھا کہ اس نے جب اس بچے کو سورہ والنازعات حفظ کرانا شروع کی اور اس کو یہ سمجھا دیا کہ اگر تم سے تمہارے والد امیر المؤمنین یہ سوال کریں کیہ: فی ای شیء انت (اب تم کس چیز (یعنی کس سورت) میں ہو) تو تم یہ جواب دینا کہ اس سورت میں جو عبس سے ملی ہوئی ہے اور نہ کہنا کہ: انا فی النازعت (کیونکہ اس کا یہ مطلب ہو گیا کہ میں نزاع کرنے والی عورتوں میں ہوں) محمد بن عمر نے بیان کیا کہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے باپ نے اس سے سوال کیا: فی ای شئی انت تو بچے نے وہی جواب دیا کہ اس سورت میں جو عبس سے ملی ہوئی ہے تو معتز نے پوچھا یہ تجھے کس نے سکھایا اس نے کہا میرے مودب یعنی اتالیق نے تو معتز نے خوش ہو کر اس کو دس ہزار درہم انعام عطا کیا۔

(۴۴۰) عبدالواحد بن نصر نے بیان کیا کہ مجھے قابل وثوق شخص نے یہ واقعہ سنایا کہ وہ شام کے راستے میں سفر کر رہا تھا اور اس پر ایک پیوندوں لگا جُبّہ تھا اور تقریباً تیس آدمیوں کی جماعت ہم سفر تھی اور سب ایسی ہی (فقیرانہ) وضع میں تھے دوران راہ میں ایک بوڑھا شخص ہمارے ساتھ ہو لیا جس کی ہیئت بہت اچھی تھی وہ ایک تنومند مادہ خر پر سوار تھا اور اس کے ساتھ دو خچر تھے جن پر اس کا زادِ راہ اور قیمتی کپڑے اور بیش قیمت مال تھا۔ ہم نے اس سے کہا اے شخص تم کو جنگلی ڈاکوؤں کے ہم پر آ پڑنے کا کچھ بھی فکر نہیں ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں جو چھین لیا جائے۔ تمہارے لیے اتنی دولت لے کر ہمارے ساتھ چلنا مناسب نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور چل پڑا اور ہماری بات کو نہ مانا اور جب وہ سواری سے اتر کر کھانے کے لیے بیٹھتا تو ہم میں سے اکثر کو ساتھ بلا کر کھلاتا اور پلاتا اور جب کوئی ہم میں سے تکان سے نڈھال ہو جاتا تو اس کو اپنے ایک خچر پر سوار کر لیتا (اس کے اس طرزِ عمل سے) تمام جماعت اس کی خدمت اور عزت کرتی تھی اور اس کی رائے پر عمل پیرا تھی۔ یہاں تک کہ ہم خطرناک مقام پر پہنچ گئے تو ہم پر حملہ کے لیے تقریباً تیس سوار جنگلی ڈاکوؤں کے نکل آئے تو ہم کو ان سے گھبراہٹ پیدا ہو گئی اور ہم نے ان کو روکنے کا ارادہ کیا تو شیخ نے ہم کو منع کر دیا۔ تو ہم نے یہ ارادہ ترک کر دیا وہ شیخ سواری سے اتر کر بیٹھ گئے اور اپنے سامنے دستر خوان بچھا کر کھانا شروع کر دیا اور وہ جماعت

ہمارے قریب آ گئی۔ جب انہوں نے کھانے کو دیکھا تو شیخ نے ان کو بھی بلا لیا اور وہ بیٹھ کر کھانے لگے پھر شیخ نے اپنا اسباب کھول کر اس میں سے بہت سا حلوا نکال کر ان سب اعراب کے سامنے رکھ دیا جب انہوں نے پیٹ بھر کر کھا لیا تو ان کے ہاتھ جکڑے گئے یعنی حرکت نہیں کر سکتے تھے اور ٹانگیں سن ہو گئیں اور وہ ہل بھی نہ سکتے تھے تو شیخ نے ہم سے کہا کہ یہ حلوہ بے حس کرنے والا تھا جو میں نے ایسے ہی موقع کے لیے تیار کر چھوڑا تھا اور اس کا اثر ان پر قائم ہو چکا ہے اور حیلہ مکمل ہو گیا ہے اور اسکا اثر جلد زائل ہونے والا نہیں۔ اگر تم چاہو تو ان کے تھپڑ مار کر دیکھ لو یہ تم کو نقصان پہنچانے پر قادر ہی نہیں رہے اور اب ہم اطمینان سے روانہ ہو سکتے ہیں تو ان لوگوں نے مار کر دیکھا تو وہ لوگ روکنے پر درحقیقت قادر نہیں تھے۔ ہم کو شیخ کے کہنے کی تصدیق ہو گئی۔ ہم نے ان کے ہتھیاروں کو لے لیا اور ان کے جانوروں پر سوار ہو گئے اور ایک جماعت کی صورت میں اس مقام کے گرد و پیش کی سیر کی اور ان ڈاکوؤں کے تیر ہمارے کندھوں پر تھے اور ان کے ہتھیار ہمارے بدن پر لگے ہوئے تھے ہم جس قوم پر سے بھی گزرے وہ ہم کو ان ہی اعراب میں سے سمجھتے تھے اور ہم سے امن کے لیے ملتجی ہوتے تھے یہاں تک کہ ہم اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔

(۴۴۱) ہم سے ابو محمد بن عبداللہ بن علی المقری نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک جگہ مال دفن کیا اور اس پر ڈھکن رکھ کر بہت مٹی دے دی۔ پھر اس پر ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیس دینار رکھے اور ان پر بہت سی مٹی ڈال کر جما دی اور چلا گیا جب اس کو سونے کی ضرورت ہوئی تو اس نے اس مقام کو کھودا تو وہ مل گئے تو اس نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس کا یہ مال بچ گیا اور ایسا اس نے اسی اندیشہ کی بنا پر کیا تھا کہ شاید کوئی دفن کرتے وقت دیکھتا ہو اور ایسا ہی واقع ہو گیا تو جب دیکھنے والا آیا اور جگہ کھودنے کے بعد اسی کو بیس دینار مل گئے تو ان کو لے لیا اور اس کو یہ تصور بھی نہ ہو سکا کہ بڑی مقدار تو نیچے اور بھی موجود ہے۔

(۴۴۲) بعض مشائخ نے ہم کو یہ واقعہ سنایا کہ ایک یہودی تھا جس کے ساتھ مال تھا اس کو حمام میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آئی اور یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اس کو ساتھ لیے پھرا تو کمر بند ٹوٹ جائے تو وہ حمام کے خزانہ (آب) میں پہنچا اور اس نے زمین کھود کر وہ رقم اس میں دبا دی پھر حمام میں داخل ہو گیا۔ پھر جب نکل کر اس جگہ کو کھودا تو کچھ بھی نہ ملا۔ اب وہ خاموش ہو رہا اور

اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کیا حتی کہ اپنی بیوی' بیٹے اور کسی خاص دوست سے بھی نہ کہا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس سے ایک شخص نے مل کر کہا کہیے کیسا مزاج ہے تمہارا دل کس خیال میں لگا رہتا ہے۔ اب وہ اس کو لپٹ گیا کہ میرا مال واپس کر۔ اس سے لوگوں نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ اس نے لیا۔ اس نے کہا جب میں نے اس کو دفن کیا تھا تو مجھے کسی مخلوق نے بھی نہیں دیکھا تھا اور پھر گم ہونے کی اطلاع بھی میں نے کسی مخلوق کو نہیں دی تو اگر یہ شخص وہ مال نہ نکالتا تو یہ گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔

(۴۴۳) ایک شخص نے بیان کیا کہ میں رات کو ایک ضرورت کے لیے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک اندھا اپنے کندھے پر گھڑیا اور ہاتھ میں چراغ لیے ہوئے جا رہا ہے وہ اس طرح چلتا ہوا نہر پر پہنچا اور گھڑیا میں پانی بھر کر واپس لوٹا میں نے کہا اے شخص تو اندھا ہے اور دن رات تیرے لیے یکساں ہیں (پھر یہ چراغ لیے ہوئے کیوں پھرتا ہے اس نے کہا اے بیہودے اس کو میں تجھ جیسے دل کے اندھوں کی وجہ سے لیے ہوئے ہوں جس سے ان کے لیے راستہ روشن رہے اور اندھیرے میں مجھ سے ٹکرا کر میری گھڑیا نہ پھوڑ دیں)۔

(۴۴۴) ابوالحسن اصفہانی سے منقول ہے کہ ابراہیم موصلی (مشہور استاد موسیقی) ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے سامنے ایسی خوبصورت کنیز بیٹھی ہوئی تھی گویا کہ وہ (خوبصورت درخت) بان کی ایک شاخ ہے اس سے ہارون نے گانے کی فرمائش کی۔ اس نے گانا شروع کیا:

توهمه قلبی فاصبح خدّهٗ ☆ و فیه مکان الوهم من نظر اثر

(ترجمہ) میرے دل نے اس کا دھیان کیا تو صبح کو اس کے رخسار پر میری قوت وہم کی نگاہ کا اثر نمایاں تھا۔

و مرَّ بوهمی خاطراً فجرحتهٗ ☆ ولم ارجسما قطُّ یجرحه الفکر

(ترجمہ) اور میرے وہم میں داخل ہوتا ہوا جب وہ گزرا تو میں نے اس کو ایک چرکا لگایا اور میں نے (اس کے سوا اور) کوئی ایسا جسم نہیں دیکھا جس کو (کسی کی قوت) فکر نے مجروح کیا ہو۔

ابراہیم کہتا ہے کہ واللہ اس نے میری عقل سلب کر دی یہاں تک کہ قریب تھا کہ میں رسوا ہو جاؤں۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین یہ کون ہے؟ ہارون نے کہا یہ وہ ہے بقول ایک شاعر کے:

لکها قلبی الغداۃُ و قلبها لی ☆ فنحن کذاك فی جَسَدَین روح

(ترجمہ) آج وہ میرے دل کی مالکہ ہے اور میں اس کے دل کا مالک ہوں ہم اس طرح دو جسم ایک روح ہیں۔

پھر مجھ سے فرمائش کی کہ اے ابراہیم اب تم گاؤ میں نے گانا شروع کیا:

تشرّب قلبی حبها ومشی بها ☆ تمشِی حُمَیَّا الکاس فی جسمِ شاربٖ

(ترجمہ) میرا دل اس کی محبت سے اس طرح لبریز ہو گیا اور اس کو لے کر چلا جس طرح تیز شراب (کا سرور) پینے والے کے جسم میں دوڑ جاتا ہے۔

و دبّ هواها فی عظامی فشفها ☆ کمّا دبَّ فی الملسوع سَمُّ العقاربٖ

(ترجمہ) اور اس کی محبت میری ہڈیوں میں ایسی سرایت کر گئی کہ ان کو لاغر کر دیا جیسا کہ نیش زدہ شخص میں بچھوؤں کا زہر دوڑتا چلا جاتا ہے۔

ابراہیم نے بیان کیا کہ ہارون الرشید میرے خیالات کو میرے کنایات سے بھانپ گیا اور یہ میری بڑی غلطی تھی۔ ہارون نے مجھے واپس ہو جانے کا حکم دیا اور ایک مہینے تک مجھے نہیں بلایا پھر میرے پاس ایک خادم آ دھمکا اور اس کے پاس ایک رقعہ تھا جس میں یہ ابیات لکھے ہوئے تھے:

قد تخوّفت ان اموتَ من الوجد ☆ ولم یَدْرِ مَنْ هَوِیتُ بحالیِ

(ترجمہ) مجھے ڈر ہے کہ محبت سے میری جان نکل جائے گی اور میں جس سے پیار کرتی ہوں اس کو میرے حال کی خبر بھی نہ ہو گی۔

یا کتابی اقرأ السّلامَ علٰی من ☆ لا اسمّی و قد لهٗ یا کتابی

(ترجمہ) اے میرے خط تو میرا اسلام اس کو پہنچا دے جس کا میں نام لینا نہیں چاہتی اور اے میرے خط اس سے یہ کہہ دے۔

اِنّ کفًا الیك قد کتبتنی ☆ فی شقاءٍ مواصلٍ و عذابٖ

کہ بیشک وہ ہتھیلی جس نے مجھ کو تیری طرف لکھ کر بھیجا ہے دائمی بدبختی اور عذاب میں ہے)

وہ خادم میرے پاس یہ رقعہ لے کر آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ فلاں جاریہ کا رقعہ ہے جس نے تیری موجودگی میں امیر المؤمنین کے سامنے گایا تھا۔ میں نے اس معاملہ کی نزاکت کا احساس کر کے اس خادم کو سخت سست کہا اور میں نے بڑھ کر اس کے ایک ضرب ماردی جس سے میرے نفس کو تسکین ہوئی اور میں فوراً ہی سوار ہو کر ہارون رشید کے پاس

پہنچا اور ان سے یہ قصہ بیان کیا اور وہ رقعہ ان کو دیا۔ ہارون رشید اس سے اس قدر ہنسے کہ ہنستے ہنستے گرنے کے قریب ہو گئے۔ کہنے لگے یہ تو ہم نے قصداً تیرے امتحان کے لیے اور تیرا طرزِ عمل اور کردار پہچاننے کے لیے کیا تھا پھر میرے سامنے اس خادم کو بلایا وہ آیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا خدا تیرے دونوں ہاتھ اور پاؤں توڑ دے تو نے تو مجھے مار ہی ڈالا تھا۔ میں نے کہا تو نے کام تو مرنے کا ہی کیا تھا۔ اس سے میرے دل پر کیا کچھ گزری لیکن میں نے تجھے چھوڑ دیا اور امیر المؤمنین کو تیری حرکت سے باخبر کر دیا تا کہ جس سزا کا تو مستحق ہے وہ امیر المؤمنین کی طرف سے تجھے مل جائے اس کے بعد ہارون رشید نے مجھے بڑے عطیات مرحمت کیے اور اللہ جانتا ہے کہ جو کچھ میں نے کیا تھا وہ ازراہ پاکدامنی نہیں کیا تھا بلکہ خوف و دہشت کی وجہ سے کیا تھا۔

(۴۴۵) علی بن المہلب کے اوپر ایک سانپ آ گرا تو اس نے اس کو اپنے اوپر سے نہ پھینکا تو اس کے باپ نے اس سے کہا کہ بیٹا تو نے شجاعت کی تو حفاظت کی مگر عقل کو ضائع کر دیا۔

باب: (۲۴)

چند شعراء اور قصیدہ لکھنے والوں کی ذہانت کے واقعات

(۴۴۶) یموت بن المرزع سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جماز ایک دستر خوان پر جعفر بن القاسم کے سامنے کھانا کھا رہا تھا اور جعفر کے سامنے دوسرا دستر خوان تھا اور رکابیاں جعفر کے سامنے سے اٹھا کر جماز کے سامنے رکھی جا رہی تھیں اور کسی قاب میں تھوڑا سا بچا ہوا کھانا ہوتا تھا اور کوئی خالی ہوتی تھی جماز نے کہا کہ اللہ امیر المؤمنین کا بھلا کرے آج ہم صرف عصبہ بنے ہوئے ہیں کبھی ہمارے لیے کچھ مال بچ جاتا ہے اور کبھی سب کا سب ہی اہل سہام (یعنی اصحاب الفروض) لے جاتے ہیں اور ہمارے لیے کچھ باقی نہیں رہتا۔

(۴۴۷) ابوالحسن السلامی شاعر نے بیان کیا کہ خالدیان نے سیف الدولہ بن حمدان کی مدح میں ایک قصیدہ پیش کیا جس کا شروع یہ ہے:

تصُدّ و دارها صدو ☆ و توعده ولا تعد

و قد قتلته ظالمة ☆ فلا عقل ولا قود

(ترجمہ) وہ (محبوبہ) روک دیتی ہے اور اس کا گھر مضبوطی سے بند ہے اور اسے دھمکا دیتی ہے اور اس سے کچھ محاسبہ نہیں کیا جا سکتا اور ظالمہ نے اس کو قتل کر ڈالا (اور قتل بھی ایسا کہ) نہ اس کا قصاص اور نہ دیت۔ اسی قصیدہ میں سیف الدولہ کی مدح میں یہ شعر ہے:

فوجه کلهٖ قمر ☆ و سائر جسمه اسد

(ترجمہ) اس کا چہرہ تمام تر چاند ہے اور باقی جسم تمام تر شیر کا ہے۔

جب سیف الدولہ کو یہ شعر سنایا تو اس پر جھوم گیا اور اس کی بہت تعریف کی اور اس کو بار بار پڑھواتا تھا اتنے میں شیطمی شاعر آ گیا۔ سیف الدولہ نے اس سے کہا یہ بیت سنو اور اس کو سنایا شیطمی نے سن کر سیف الدولہ سے کہا اللہ کا شکر کیجئے اس نے آپ کو عجائب البحر میں شامل کر دیا (یعنی ایک عجیب سمندری حیوان بنا دیا) مصنف فرماتے ہیں) خالدیان دو شخص ہیں ابوبکر محمد اور ابوعثمان سعید۔ یہ دونوں ہاشم کے بیٹے اور آپس میں بھائی تھے اور موزونیت طبع اور نازک خیالی اور کثرت ادب میں دونوں برابر کے تھے اور ان کے بہت سے اشعار مشترک ہیں اور علیحدہ علیحدہ بھی ہر ایک کے اشعار ہیں۔ ابواسحٰق صابی نے ان کے بارے میں یہ اشعار کہے:

اری الشاعرین الخالدیین سیرا ☆ قصائد یفنی الدهر و هِیَ تخلد

(ترجمہ) میں نے دونوں شاعروں خالدیین کو یعنی ان کے قصائد کو بتمام وکمال دیکھا جو ایسے ہیں کہ زمانہ فنا ہو جائے گا مگر وہ ہمیشہ رہیں گے۔

تنازع قوم فیهما و تناقضوا ☆ وَ مَرّ جدال بینهم یتردّد

قوم ان دونوں کے بارے میں جھگڑ رہی اور ردوقدح کر رہی ہے اور انکے مابین یہ جھگڑا جاری اور ساری ہے۔

فطائفةٌ قالت سعیدٌ مقدّمٌ ☆ و طائفة قالت لهم بل محمّد

ترجمہ: تو ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ سعید کو حق تقدیم حاصل ہے اور دوسری جماعت ان سے کہتی ہے کہ نہیں بلکہ محمد مقدم ہے۔

و صاروا الی حکمی فاصلحتُ بَینهم ☆ وما قلت الا بالتی هی ارشد

(ترجمہ) انہوں نے فیصلہ میرے سپرد کیا تو میں نے ان میں صلح کرا دی اور میں نے جو کچھ کہا وہی ایک حقیقت واقعیہ ہے۔

هما فی اجتماع الفضل روح مولف ☆ و معنا هما من حيث ثنيت مفرد

(ترجمہ) ان دونوں کی مجمع کمالات ہونے کے لحاظ سے ایک ہی روح ہے جو دو اجسام سے مالوف ہے اور ان دونوں کے معنے تثنیہ (کا صیغہ) استعمال کرنے کے باوجود مفرد ہی رہتے ہیں۔

(۴۴۸) طاہر بن الحسن نے عیسیٰ بن ہامان سے جنگ کیلئے روانہ ہوتے وقت فقراء پر تقسیم کرنے کے لیے اپنی آستین میں بہت سے درہم بھر لیے پھر خیال نہ رہا اور آستین جھکا لی تو سب درہم گر کر پھیل گئے اس نے اسکو برا شگون محسوس کیا تو اس کے ایک شاعر نے اس بارے میں یہ کہا:

هذا تفرُّق جمعهم لا غيرهٗ ☆ و ذهابهٗ منا ذهاب الهمّ

(ترجمہ) یہ دشمن کی جماعت کے متفرق ہو جانے کی دلیل ہے اس کے سوا اور کوئی بات نہیں اور اس (درہم) کا ہمارے پاس چلا جانا ہم یعنی رنج وفکر کا چلا جانا ہے۔

شی یکون الهمَّ نصف حروفهٖ ☆ لا خير فی امساكهٖ فی الكُمّ

(ترجمہ) ایسی چیز جس کے نام کے آدھے حروف ''ہم'' ہوں (مراد درہم) اس کو آستین میں بند رکھنے میں خیر نہیں ہے۔

(۴۴۹) عبدالملک کے سامنے ایک شخص کو حاضر کیا گیا جو خارجیوں کے خیالات رکھتا تھا عبدالملک نے اس کے قتل کا حکم دیتے ہوئے کہا کیا یہ شعر تو نے نہیں کہا؟

ومنا سويد والبطين و قعنب ☆ ومنا امير المؤمنين شبيب

(ترجمہ) اور ہماری[1] جماعت میں سوید اور بطین اور قعنب ہیں اور ہم میں سے امیر المؤمنین شبیب ہے۔

اس نے کہا کہ میں نے کہا ہے ومنا یا امیر المؤمنین (راء کے زبر کے ساتھ) یا امیرَ المؤمنین (اب مطلب یہ ہوگا کہ اے امیر المؤمنین ہم ہی میں سے شبیب[2] بھی ہے) یہ سن کر اس کا قتل روک دیا اور اس سے درگزر کیا چونکہ اس نے اب اعراب کو خبر سے خطاب کی طرف پھیر دیا۔

---

[1] اس سے پہلے یہ شعر ہے: فان يكُ منكم كابن مروان و ابنهٖ ...... و عمرو و منكم هاشم و حبيب (تو اگر تم میں ابن مروان، اسکے بیٹے، ہاشم اور حبیب جیسے لوگ ہیں تو ہم میں بھی حسین اور بطین۔ الخ ۱۲ مترجم

[2] شبیب بن یزید الشیبانی کو خوارج نے اپنا امیر بنا لیا تھا اور اس نے عبدالملک پر خروج کیا تھا اس وقت حجاج امیر عراق تھا جس کو شبیب نے شکست دی تھی پھر عبدالملک نے بہت افواج بھیجیں تو یہ دریا میں کود کر غرق ہو گیا تھا۔ مترجم

(۴۵۰) بعض شراء نے ابوعثمان مازنی کی ہجو میں یہ اشعار کہے:

وفتیً من مازن ساد اهلَ البصره ☆ اُمه معرفه وابوهُ نکره

(ترجمہ) اور قبیلہ مازن کا ایک جوان اہلِ بصرہ کا سردار بن گیا جس کی ماں معرفہ ہے اور باپ نکرہ (یعنی ناشناختہ ہے)

(۴۵۱) عبدالملک بن صالح نے ہارون رشید کے قصر میں داخل ہونا چاہا ان سے اسمٰعیل بن صبیح حاجب نے مل کر کہا آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ امیر المؤمنین کے یہاں دو بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے ایک زندہ رہا دوسرا انتقال کر گیا اس لیے ضروری ہے کہ امیر المؤمنین سے جو کچھ خطاب کیا جائے اس واقعہ کے مناسب کیا جائے جو میں نے آپ کو معلوم کرایا ہے تو وہ جب وہ ہارون رشید کے سامنے آئے تو عرض کیا ''اللہ آپ کو (اچھی جزاء سے) خوشی عطا فرمائے اے امیر المؤمنین اس امر میں جو ناگواری کا موجب ہوا اور ناگواری سے محفوظ رکھے اس امر میں جو خوشی کا موجب ہوا اور ہر ایک واقعہ کا ایک بدل عطا کرے جو اللہ کی طرف سے شاکرین کے لیے زیادتی (نعمت) کا سبب اور صابرین کے لیے جزا کا موجب ہوتا ہے (یعنی صبر کی وجہ سے زیادتی نعمت عطا فرمائے)۔

(۴۵۲) جعفر الضبی نے فضل بن سہل (وزیر) سے اس طرح خطاب کیا اے امیر! سیاست اور سرداری کے بلند مقام پر آپ کے افعال میں جو اعلیٰ موزونیت ہے اس نے آپ کے اوصاف کے اظہار سے میری زبان کو بند کر دیا اور اس کی بکثرت مثالوں نے مجھ کو حیرت میں ڈال دیا۔ یہ ممکن نہیں کہ پورے طور پر سب کو بیان کیا جائے جب میں کسی ایک صفت کی خوبی کی طرف توجہ کرتا ہوں تو اس کی دوسری بہن جو اس سے بڑھ کر ہے راستہ روک لیتی ہے جس سے پہلی کے لیے ترجیح کی صورت باقی نہیں رہتی اب بجز اس کے کہ اظہار اوصاف کے سلسلہ میں اپنے عجز کا اظہار کر دیا جائے اظہار اوصاف کی کوئی دوسری صورت نہیں ہے۔

(۴۵۳) ابودلامہ نے خلیفہ منصور کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک قصیدہ سنایا۔ منصور نے کہا اے ابودلامہ امیر المؤمنین تمہارے لیے حکم دیتے ہیں (اپنی ہی ذات مراد ہے) ایسے اور ایسے انعام کی اور تم کو خلعت اور سواری دیتے ہیں (ان کے ساتھ) تم کو چار سو جریب قطعات دیتے ہیں جن میں سے دو سو جریب عامر ہوں گی اور دو سو جریب غامر۔ ابودلامہ نے کہا امیر المؤمنین

نے صلہ مرحمت فرمانے کے سلسلہ میں جن انعامات کا اظہار کیا میں ان کو پہچانتا ہوں اور عامر کو بھی سمجھتا ہوں مگر غامر کیا ہے؟ امنصور نے کہا ایسی زمین جس میں نہ کوئی سبزی ہو نہ کوئی درخت۔ ابودلامہ نے کہا تو میں امیر المؤمنین کو چار ہزار جریب قطعات غامر دیتا ہوں۔ منصور نے کہا وہ قطعات کہاں ہیں۔ ابودلامہ نے کہا حیرہ اور کوفہ کے درمیان تو منصور ہنسنے لگے اور سب کا سب عطیہ زمین عامر ہی کر دیا گیا (یہ قصہ اوپر بھی اس سے زیادہ بسط کے ساتھ گزر چکا)۔

(۴۵۴) مدائنی نے بیان کیا کہ نصیب خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچا عبدالملک نے اپنے ساتھ ناشتہ میں شریک کیا۔ پھر اس نے کہا کیا تم کو دربار کی ملازمت منظور ہے۔ نصیب نے کہا میرا رنگ برا ہے اور بال بہت گھونگریالے ہیں اور میرا چہرہ بھدا ہے (اور دربار کے لیے وجیہ اور خوبصورت ہونا ضروری ہے) اور مجھے یہ مرتبہ کہ امیر المؤمنین میرا اکرام کریں نہ باپ کے شرف سے حاصل ہوا اور نہ ماں کے میں اس پر صرف اپنی عقل اور زبان سے پہنچا ہوں۔ (یعنی میرے ساتھ آبائی شرف میں بھی کچھ روایات نہیں ہیں) تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں اے امیر المؤمنین کہ آپ میرے اور اس عزت کے درمیان جو کچھ مجھے حاصل ہو چکی ہے حائل نہ ہوں (اگر میں نے اپنی موجودہ حیثیت کو چھوڑ کر درباری حیثیت اختیار کر لی تو ضروری صفات مذکورہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے عوام میں تحقیر ہو گی اور حاصل کردہ عزت بھی رائیگاں جائے گی) تو عبدالملک نے نصیب کو اس سے معاف رکھا۔

(۴۵۵) مدائنی نے بیان کیا کہ چند ظریف الطبع عورتیں بشار بن برد کے پاس بیٹھی تھیں بشار نے ان سے خوب باتیں کیں اور انہوں نے بشار سے پھر ان عورتوں نے کہا ہمیں یہ پسند ہے کہ ہم آپ کو اپنا باپ سمجھیں۔ بشار نے کہا بشرطیکہ میں دین کسریٰ پر آ جاؤں (مجوسیوں میں بیٹی بیوی بن سکتی ہے)۔

(۴۵۶) خالد الکاتب نے بیان کیا کہ میں نے اور دعبل نے اور ایک دوسرے شاعر نے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا صرف ''یا بدیع الحسن'' کہا تھا کہ ہم سب پر آمد بند ہو گئی (کہ مناسب کلمات لا کر شعر پورا کر دیں) ہم نے کہا اب جعیفران الموسوس کے پاس جائے بغیر چارہ نہیں جب ہم پہنچے تو جعیفران نے کہا تمہیں میری تلاش کیوں تھی۔ خالد نے کہا ہم آپ کے پاس ایک حاجت کے لیے آئے ہیں۔ جعیفران نے کہا میں بھوکا ہوں مجھے نہ ستاؤ۔ ہم نے ایک کو بھیج کر ان کیلئے

کھانا منگایا جب وہ سیر ہو چکے تو کہا اب حاجت کہو ہم نے کہا کہ ہم نصف بیت میں پیچھے رہ گئے (اور پورا کرنے سے قاصر ہو گئے) پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ ہم نے کہا یا بدیع الحسن انہوں نے واللہ بالکل توقف نہیں کیا اور کہا:

یا بدیع الحسن حاشا ☆ ك من هجر بديع

(ترجمہ) اے نرالے حسن والے اس سے بچنا کہ نرالے ہجر میں ہم مبتلا ہو جائیں۔

پھر دعبل نے کہا ایک بیت میری خاطر سے بڑھا دیجئے تو کہا:

و محبسن الوجه عوّذ ☆ تُ من سوء الصنيع

(ترجمہ) اور میں اس مکھڑے کے حسن کی پناہ چاہتا ہوں ہر برے برتاؤ سے)

ہمارے ساتھی نے کہا (جس کا نام یاد نہیں رہا) اور ایک بیت میرے لیے بھی کہا بہتر بہت خوشی سے بسر و چشم۔

ر من النخوة يستعفيك لى ذل الخضوع

اور میری خاکساری کی ذلت معافی طلب کرتی ہے غرور حسن سے۔ (پھر ہم نے کہا ہم آپ کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں بولے ٹھہرو میں تم کو ایک بیت اور دیتا ہوں اور کہا)

لا يعب بعضك بعضا ☆ كن جميلا فى الجميع

(ترجمہ) تم میں سے کوئی دوسرے کا عیب نہ نکالے سب کے ساتھ اچھا اخلاق برتو۔

(۴۵۷) اور عقل رساں پر دلالت کرنے والا ایسا کلام بھی ہوتا ہے جس میں توجیہ کی جا سکتی ہے جس میں دونوں پہلو مدح اور ذم کے نکل سکتے ہیں۔ متنبّی کا یہ قول اسی قسم کا ہے **عَدُوك مذمومٌ بکل لِسان** اس میں مدح کا احتمال بھی ہے اور ذم کا بھی (مدح کا پہلو اس ترجمہ کے ظاہر معنے سے واضح ہے ''تیرے دشمن کی برائی ہر زبان پر ہے'' اس میں ذم کا پہلو اس صورت سے نکلتا ہے کہ جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ کمینہ ہے اور کمینوں کے مدمقابل عموماً کمینے ہی ہوتے ہیں اور اسی قسم کا متنبّی کا دوسرا قول ہے: **و لِللّٰهِ سر فی علاك** اس میں مدح کے احتمال کی یہ صورت ہے کہ دوسرے ہم عصروں پر بلند مرتبہ میں تجھ کو مقدم ایسے راز کی بنا پر کیا گیا جس کی اطلاع کسی کو نہیں (ذم کا پہلو یہ ہے کہ اللہ ہی جانے کہ تیرے بلند مرتبہ کا کیا راز ہے جب کہ اس کے مناسب کوئی خوبی تجھ میں نہیں)۔

(۴۵۸) ہمارے بعض احباب نے ہمیں ایک شاعر کا قصہ سنایا جو ایک شہر میں رہتا تھا وہاں ایک اور شاعر آ گیا (جس کی شہر والوں نے قدر کرنا شروع کر دی) تو اس نے تفوق جتانے کے لیے اہل شہر سے کہا:

و تشابهت سودا القراٰن عليكموا ☆ فقرَنتم الانعامَ بالشعراء

(ترجمہ) اور تم کو قرآن کی سورتوں کے بارے میں متشابہ لگ گیا کہ تم نے انعام کو شعراء کے ساتھ ملا دیا (انعام کے معنے چوپایہ اور شعراء شاعر کی جمع ہے مقصد یہ ہے کہ تم نے جانوروں کو شاعر کے برابر کر دیا)

(۴۵۹) ایک شخص نے دوسرے شخص کی مدح کی جس کا نام یسیر تھا۔ اس میں اس نے کہا: و فضلُ يسيرٍ فی البلاد يسير یعنی یسیر کے عطیات تمام شہروں میں پھر رہے ہیں (سار یسیر سے) تو اس مادح سے کہا گیا تم نے اس کی مدح تو کی ہے مگر وہ تمہیں کچھ نہ دے گا اس نے کہا کہ اگر اس نے مجھے کچھ نہ دیا تو میں (زبان کے ساتھ) اپنے ہاتھ سے بھی اس طرح کہہ دوں گا اور اپنی انگلیوں کو ملا دیا مقصد یہ تھا کہ لفظ یسیر کو بمعنے قلیل استعمال کر لوں گا۔

(۴۶۰) اور اسی قسم کے کسی شاعر کا قول ہے جو کسی کے حق میں کہا ہے:

تحلّى باسماءِ الشهور فكفّهٗ ☆ جُمادیٰ وما ضمت عليه المحرَّم

(ترجمہ) وہ آراستہ ہوا مہینوں کے ناموں سے تو اس کی ہتھیلی جمادی ہے اور ہتھیلی سے ملنے والی چیز (یعنی انگلیاں) محرم ہے (یعنی اس کی ہتھیلی ہمیشہ لوگوں کو عطایا دینے کے لیے کھلی رہتی ہے کبھی بند نہیں ہوتی۔ انگلیوں کا بند حرام ہے یا یہ کہ ہتھیلی میں بخل سے جمود ہے اس سے کسی کو فیض نہیں پہنچتا اور انگلیوں پر بھی کسی کو دینے کے لیے حرکت کرنا حرام ہے)

(۴۶۱) ایک دوسرے شاعر نے کہا:

و قائلٍ لی ما الذی تشتهی ☆ من التی قد ضمّها خِدرَها

(ترجمہ) بعض پوچھنے والوں نے مجھ سے پوچھا اس پردہ نشین کی کس چیز کی تجھے خواہش ہے۔

اوجهها حسين بدا مقبلا ☆ ام شعرها الاسود ام ثغرها

(ترجمہ) کیا اس کے چہرے کی جو تیرے سامنے ظاہر ہو گیا ہو یا اس کے سیاہ بالوں کی یا اس کے دہن کی۔

ام طرفها الادعج ام كشحها ☆ ام منبت الرّمّان ام صدرها

(ترجمہ) یا اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کی یا اس کے پہلو کی یا انار اُگنے کے مقام کی یا اس کے سینہ کی۔

قلت له اعش ذا كلّهٗ ☆ و نصف حران و ثلثی زها

(ترجمہ) میں نے اس کو جواب دیا میں ان سب پر عاشق ہوں اور نصف حران اور دو ثلث زہا پر بھی (حر بکسر حاء وراء مخففہ بمعنے فرج ہے اور زہا بضم زاء بمعنی نضارت وتازگی)۔

(۴٦۲) جحظ سے ایک دعوت کا حال پوچھا گیا جس میں وہ شریک تھا تو اس نے کہا وہاں کی ہر چیز ٹھنڈی تھی سوائے پانی کے۔

(۴٦۳) ابو یعقوب خزیمی کے سامنے سکباجہ لایا گیا جس میں بڑی بڑی ہڈیاں تھیں (سکباجہ سرکہ ڈال کر پکایا گیا گوشت) تو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ شطرنجیہ ہے (یعنی بساط شطرنج ہے جس پر بڑی بڑی ہڈیاں شطرنج کے مہرے ہیں) اسکے بعد فالودہ لایا گیا اس میں مٹھاس کم تھا تو بولے کہ یہ نحل یعنی شہد کی مکھی کی طرف وحی آنے سے قبل کا بنا ہوا ہے: (و اوحیی ربك الی النحل......)

(۴٦۴) ایک شاعر نے دوسرے شاعر سے کہا کہ میرے بیت کے دونوں مصرعے حقیقی بھائی ہوتے ہیں اور تیرے بیت کے مصرعے چچازاد بھائی ہوتے ہیں (اشارہ اس طرف ہے کہ ایک تو مصرع خود کہتا ہے اور دوسرا مصرع کسی دوسرے سے بنواتا ہے)۔

(۴٦۵) ہندوستان کا ایک شاعر ایک امیر کے پاس گیا اور اس کی مدح کی۔ اس سے امیر نے (یہ جانتے ہوئے کہ یہ عربی زبان نہیں سمجھتا کہا: تقدّم یا زوج القحبة (یعنی اے بدکار عورت کے خاوند آ ؤ) اس نے امیر سے کہا زوج القحبة کا کیا مطلب ہے تو امیر نے کہا کہ لغت عرب میں اس لفظ سے اس شخص کو مراد لیا جاتا ہے جو شاندار مرتبہ کا ہو اور جس کا بڑا محل ہو اور اس کے پاس مال اور سواریاں اور بہت سے غلام ہوں اس نے کہا تو واللہ اے امیر آپ دنیا کے سب سے بڑے زوج القحبہ ہیں۔ وہ بہت شرمندہ ہوا اور معترف ہو گیا کہ خود میرا ہی مسخرا پن میرے منہ پر گالیاں بن کر آ گیا۔

(۴٦٦) ایک ادیب شخص مامون کے پاس بعض حاجات کی وجہ سے آیا مگر اس نے اس کی ضرورت پوری نہ کی۔ اس نے کہا اے امیر میرے پاس شکر ہے (یعنی میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا) مامون نے کہا آپ کی شکر گذاری کا محتاج کون ہے اس نے فوراً یہ اشعار کہے:

فلو كان يستغنی عن الشكر مالكٌ ☆ لكثرة مال اوعلو مكانٖ

(ترجمہ) اگر کوئی مالک شکر سے مستغنی ہوتا کثرتِ مال یا بلندی مرتبہ کی وجہ سے۔

لماندب الله العباد لشکرہٖ ☆ و قال اشکرونی ایها الثقلان
(ترجمہ) تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے اپنے شکر کو پسند نہ کرتا حالانکہ اُس نے جن وانس کو اپنے شکر کرنے کا حکم دیا ہے) مامون نے سن کر کہا تم نے خوب کہا اور اس کی حاجت پوری کر دی۔

(۴۶۷) ابن الھباریہ نے یہ اشعار کہے:

قد قُلت للشیخ الرئیس ☆ اخی السماح ابی المظفّر
(ترجمہ) میں نے شیخ رئیس اہل سخاوت ابومظفر سے۔

ذَکِّر معین الملك بی ☆ قال المونث لا یُذَکَّرُ
(ترجمہ) میرے سامنے معین الملک کی تذکیر کیجئے (تذکیر حال سنانا اور باصطلاح نحوبین مقابل تانیث اور اسی معنے کے پیش نظر انہوں نے) جواب دیا کہ مونث مذکر نہیں ہوا کرتا۔

(۴۶۸) ابو جعفر محمد بن موسیٰ موسوی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ابونصر ابن ابی یزید سے ملنے گیا اور ان سے ایک علوی بحث کر رہا تھا اور وہ اس کی طویل نشست اور کثرتِ کلام سے تنگ دِل ہو رہے تھے جب وہ اٹھنے کے لیے جھکا تو مجھ سے ابونصر نے کہا: **ابن عمك هٰذا خفيف على القلب** جس کا ظاہر ترجمہ یہ ہے کہ یہ تمہارا ابن عم یعنی چچا کا بیٹا دل پر ہلکا ہے یعنی اس کے زیادہ بیٹھنے کا ہم پر کچھ بوجھ نہیں میں نے کہا بیشک۔ تو کہنے لگے میں نہیں خیال کرتا کہ تم سمجھ گئے ہو۔ پھر میں نے غور کیا تو سمجھا کہ **خفيف على القلب** سے انہوں نے خفیف مقلوباً مراد لیا (قلب کے معنے الٹ دینے کے بھی آتے ہیں) تو (خفیف یعنی ہلکے کا الٹا) ثقیل یعنی بھاری ہوا اور اسی معنے کو مراد لیا ہے ان ابیات میں سعید بن دوست نے۔

وَاثقل منی زائری وَ کانّما ☆ یقلب فی اجفان عینی وفی قلبی
(ترجمہ) وہ میرے پاس آنے والا مجھ پر بھاری ہے اور گویا کہ وہ میری آنکھوں کے پپوٹوں کو الٹ رہا ہے اور میرا دل الٹ رہا ہے۔

فقلت له لما برمتُ بقربہٖ ☆ ارٰك علی قلبی خفیفا علی القلب
(ترجمہ) جب اس کے نزدیک ہونے سے تنگ دل ہو گیا تو میں دنے اس سے کہا میں تجھ کو اپنے دل پر خفیف پاتا ہوں مقلوب طور پر (یعنی ثقیل)۔

(۴۶۹) ایک شاعر سے خراسان کی پاکیزگی کی تعریف کی گئی جب وہ سفر کر کے وہاں پہنچا تو اس

کو پسند نہ آیا تو کہا:

ثمنّینا خراسَازًا زمَانًا ☆ قَلم نعطی المُنٰی والصبر عنها

(ترجمہ) ہم کو خراسان (دیکھنے) کی مدت سے تمنا تھی تو نہ ہی تمنا پوری ہونے میں آتی تھی اور نہ اس سے صبر ہی آتا تھا۔

فَلمَّا ان اتیناهَا سَراعًا ☆ وَجدنا ها بحذف النصف منها

(ترجمہ) جب ہم جلدی کر کے وہاں پہنچے تو ہم نے اس کو ایسا پایا کہ اس میں سے نصف حذف کر دیا جائے (لفظ خراسان میں سے نصف حصہ یعنی ''سان'' حذف کرنے سے خرا باقی رہتا ہے جس کے معنی نجاست ہیں۔ مترجم)

بَاب: ۲۵

ایسے حیلوں کا بیان جو لڑائیوں میں استعمال کیے گئے

(۴۷۰) زیاد بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے مشرکین میں کے ایک شخص کو لایا گیا جس کو ہرمزان [1] کہا جاتا تھا اور وہ اسلام لے آیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ میں ان مغازی کے بارے میں تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں تم اچھی رائے دو۔ باز ان نے کہا بہتر اے امیر المؤمنین زمین اور اس کے تمام رہنے والے جس قدر بھی مسلمانوں کے دشمن ہیں ان کی مثال ایسے اڑنے والے جانور کی سی ہے جس کے سر ہے اور دو بازو ہیں اور دو ٹانگیں بھی ہیں تو اگر دونوں میں سے ایک بازو ٹوٹ جائے گا تو ٹانگیں بچا لے جائیں گی اس کے دوسرے بازو اور سر کو اور اگر دوسرا بازو بھی ٹوٹ گیا تو دونوں ٹانگیں بھی گئیں اور دونوں بازو بھی ختم ہوئے تو سر تو کسریٰ ہے اور ایک بازو قیصر ہے اور دوسرا بازو سفارس ہے (یعنی وہاں کے عوام) اس لیے آپ مسلمانوں کو حکم دیجئے کہ وہ کسریٰ پر چڑھائی کریں۔

(۴۷۱) مروی ہے کہ سکندر نے اپنے لشکر میں اپنے ایک ہمنام شخص کو دیکھا جو بھاگ جایا کرتا تھا تو اس سے کہا کہ تو یا تو اپنا نام بدل اور یا اپنی خصلت بدل۔

---

[1] ہرمزان کا ایک واقعہ پیچھے بھی گذر چکا ہے۔

(۴۷۲) ایک دن سکندر نے خاص جنگ کے موقع پر اپنے لشکر کی صف سے باہر ہو کر ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ (فارس کے لشکر کو) بلند آواز سے یہ کہے اے فارس کے لوگو! تم کو معلوم ہے جو کچھ عطیات ہم نے تمہارے لیے طے کیے تھے تو جو شخص اپنا عہد پورا کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ لشکر سے جدا ہو جائے اور ہماری طرف سے جو وعدہ کیا گیا ہے اس کو پورا کرنے کے ہم ضامن ہیں۔ اس پر فارس کے لشکر نے ایک دوسرے کو متہم کرنا شروع کر دیا اور سب سے پہلے دشمن کے لشکر میں اس سے ایک بے چینی پھیل گئی۔ ایک روایت اس طرح ہے کہ جب دارا (شاہ فارس) سکندر کے مقابلہ پر گیا تو اس نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے دارا کے لشکر کو پکار کر کہا اے لوگو! جس عہد پر ہم تم سے متفق ہو گئے تھے وہ ہم عمل میں لے آئے اب جس امر کے تم ذمہ دار ہوئے تھے اس کو پورا کرو۔ اس سے دارا یہ سمجھا کہ اس کے لشکر نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ مجھے سکندر کے حوالے کر دیں اور یہی اس کی ہزیمت کا سبب ہوا تھا۔

(۴۷۳) اور جب سکندر فارس سے پلٹ کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو ہند کا راجہ ایک زبردست لشکر سے اس کے مقابلہ پر آیا اور اس کے ساتھ ایک ہزار ہاتھی تھے۔ ہر ایک پر فوجی سپاہی اور ہتھیار رکھے ہوئے تھے اور ان کی سونڈوں میں تلواریں تھیں اور گرز تھے تو ان کے سامنے سکندر کے گھوڑے نہ ٹھہر سکے اور بھاگ کر اپنے مستقر پر واپس آ گئے تو سکندر نے حکم دیا کہ تانبے کے ہاتھی بنائے جائیں جو کھر کرے ہوں (جب یہ ڈھل کر تیار ہو گئے) تو اپنے گھوڑوں کو ان ہاتھی کے مجسموں کے درمیان بندھوایا یہاں تک کہ گھوڑے ان کی صورتوں سے مانوس ہو گئے (اور وحشت باقی نہ رہی) پھر حکم دیا کہ ان ہاتھیوں کو رال اور گندھک سے بھر دیا جائے اور ان کو زرہ بھی پہنا دی گئی اور ان کو ساتھ لے کر تیزی کے ساتھ میدان جنگ میں روانہ ہو گیا اور ہاتھیوں کے ہر دو مجسموں کے درمیان ایک چھوٹا سا دستہ فوج تھا۔ جب جنگ شروع ہو گئی تو اس نے ان مجسموں کے پیٹ میں آگ بھڑکانے کا حکم دے دیا جب وہ خوب گرم ہو گئے تو درمیان میں سے سپاہیوں کو ہٹ جانے کا حکم دے دیا اور ان مجسموں کو ہاتھیوں نے آ کر گھیر لیا اور ان پر اپنی سونڈیں مارنا شروع کر دیں تو وہ جل گئیں اور سب ہاتھی بھاگ نکلے اور راجہ ہی کی افواج کو روند ڈالا اور سکندر کو راجہ ہند پر فتح ہو گئی۔

(۴۷۴) منقول ہے کہ سکندر نے ایک قلعہ بند شہر پر حملہ کیا اہل شہر نے دروازے بند کر لیے۔

پھر سکندر کو اطلاع پہنچی کہ اہل شہر کے پاس سامانِ خوراک بقدرِ کفایت (یعنی قلیل مقدار) ہی موجود ہے تو اس نے اپنے لوگوں کو تاجروں کے بھیس میں شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا اور خود وہاں سے واپس ہو گیا (اور محاصرہ اٹھا لیا) اور بہت کچھ مال و متاع ان مصنوعی تاجروں کے ساتھ کر دیا۔ وہاں انہوں نے جو کچھ اپنے پاس تھا اس کو فروخت کیا اور وہاں سامان خوراک خرید لیا جب انہوں نے بہت سا ذخیرہ کر لیا تو ان کو یہ حکم لکھ بھیجا کہ جو کچھ تمہارے پاس سامان خوراک ہے سب پھونک دو اور بھاگ جاؤ انہوں نے اس کی تعمیل کی پھر اس شہر پر حملہ کر دیا اور اس کو چند دن کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔

اور سکندر کا یہ معمول تھا کہ جب وہ کسی شہر کے محاصرہ کا ارادہ کرتا تو پہلے اس کے گرد و پیش کے دیہات کو خوف زدہ کر دیتا تھا اور وہ بھاگ کر شہر میں پہنچتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ شہر کا سامان غذا جلد کھایا جا کر کمی واقع ہو جاتی پھر شہر کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیتا۔

(۴۷۵) کسریٰ بن ہرمز کی حکایت ہے کہ اس نے اصبہد کو ایک عظیم الشان لشکر دے کر روم کی طرف بھیجا۔ وہاں اس کو اس قدر فتوحات ہوئیں کہ اس سے پہلے کسی کو حاصل نہیں ہوئی تھیں اور اصبہد نے روم کے خزانوں پر قبضہ کر لیا اور ان کو اسی ہیئت کے ساتھ کسریٰ کے پاس روانہ کیا۔ کسریٰ نے یہ سمجھ لیا کہ اصبہد مزید فتوحات سے ہٹ چکا ہے اور ان فتوحات نے اس کو بدل دیا ہے اور اس میں تکبر اور خودسری پیدا ہو گئی ہے تو اس کے پاس ایک شخص کو بھیجا تا کہ وہ اصبہد کو قتل کر دے اور یہ شخص جس کو بھیجا گیا تھا عقلمند تھا جب اس نے اصبہد اور اس کی تدبیر اور عقل کو دیکھا تو اس نے خیال کیا کہ ایسے شخص کا قتل بغیر کسی جرم کے ہرگز مناسب نہیں۔ پھر اس نے اصبہد کو اپنے بھیجے جانے کی وجہ صاف بتا دی۔ تو اصبہد نے قیصر روم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں وہاں سے جواب آیا کہ جب چاہو آ سکتے ہو۔ جب اصبہد اور قیصر کی ملاقات ہوئی تو اصبہد نے قیصر سے کہا کہ یہ خبیث مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہے اور میرے پاس اسی غرض سے ایک شخص کو بھیجا بھی ہے۔ اب میں اس کو ہلاک کر دینا چاہتا ہوں جیسا کہ اس نے میرے متعلق ارادہ کر رکھا ہے اور سب سے بڑا ظلم اسی کی گردن پر ہوتا ہے جو ظلم کی ابتداء کرتا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے ایسا وعدہ کریں جس سے میں مطمئن ہو سکوں اور آپ اپنی فوج سے کسریٰ پر حملہ کرنے کے لیے میرا ساتھ دیں اور میں اس کے خزانوں میں سے اتنا

مال آپ کو دوں گا جتنا کہ آپ کے اموال پر میں نے قبضہ کیا تھا اور جس قدر اموال کا خرچ آپ اپنے اس سفر میں کریں گے۔ قیصر نے اس کو عہد میثاق لکھ کر دے دیا جس سے وہ مطمئن ہو گیا اور قیصر چالیس ہزار کا لشکر لے کر کسریٰ کے مقابلہ پر آ گیا۔ اب کسریٰ سمجھ گیا کہ صورت حال کیا پیش آئی تو اس کے قیصر کے لشکر کو شکست دینے کے لیے یہ حیلہ کیا کہ ایک قس کو بلایا جو عیسائی بن کر قیصر کے دین میں شامل ہو گیا تھا اس سے کہا کہ میں حریر پر ایک راز کی تحریر لکھ کر تجھے دینا چاہتا ہوں تا کہ وہ تحریر اصبہد کو پہنچا دے اور اس راز پر ہر گز کسی کو مطلع نہ کرے اور اس کو ایک ہزار دینار دیئے اور کسریٰ کو اس کا یقین تھا کہ یہ قس وہ خط قیصر کے پاس پہنچائے گا کیونکہ اس میں ایسا مضمون ہے جس میں روم کی ہلاکت ہے (تو یہ قس اس کو کیسے گوارا کر سکتا ہے) اور اصبہد کے نام اس مضمون کا خط لکھا تھا ''میں نے تجھ کو لکھا تھا (اس کے مطابق) اب قیصر مجھ سے قریب ہو گیا ہے اور اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور تیری تدبیر سے ہم کو اس پر قابو دیدیا (میں دعا کرتا ہوں) کہ تیری اصابت رائے کبھی زائل نہ ہو تو نے رومیوں (کی مجتمع قوت) میں تفریق پیدا کر دی۔ اب میں اتنی دیر کرنا چاہتا ہوں کہ قیصر مدائن کے قریب پہنچ جائے پھر میں اس پر فلاں دن دفعۃً حملہ کر دوں گا۔ ابھی تو اس کو برابر اس دھوکے میں ڈالے رکھ کہ تو میرے قتل کا ارادہ کیے ہوئے ہے۔ میں اس تدبیر سے رومیوں کو بالکل ختم کر ڈالوں گا۔'' قس یہ خط لے کر چلا اور (جیسا کہ کسریٰ کا خیال تھا) اس نے یہ خط قیصر کو جا کر دے دیا۔ قیصر نے دیکھ کر کہا یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اصبہد نے صرف ہم کو ہلاک کرنے کے لیے یہ ایک چال چلی تھی تو فوراً واپس لوٹ پڑا اور پیچھے سے کسریٰ نے ایاس بن قبیصۃ الطائی سے حملہ کرا دیا جس نے قیصر کے لشکر کو قتل کر دیا اور قیصر تھوڑی سی جماعت کے ساتھ بچ کر نکل سکا۔

(۴۷۶) ہشام بن محمد الکلبی نے اپنے والد سے روایت کیا کہ جذیمہ بن مالک[1] حیرہ اور اس کے گرد و پیش کے علاقہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے ساٹھ سال تک حکومت کی اور اس پر برص کے نشانات تھے اس کی زبردست طاقت تھی نزدیک والے بھی اس سے ڈرتے تھے اور دُور والوں پر بھی اس کا رعب تھا۔ عرب پر اس کی اس قدر ہیبت تھی کہ وہ اس کو ابرص کہتے ہوئے ڈرتے تھے بلکہ ابرش کہتے تھے۔ اس نے ملیح بن البراء سے جنگ کیا اور یہ حضر کا بادشاہ تھا۔ یہ مقام روم اور فارس کے

---

[1] یہ پہلا شخص ہے جس کے سامنے شمع روشن کر کے رکھی گئی اور جس نے جنگ میں منجنیق کا استعمال کیا۔

درمیان میں واقع ہے اور یہ وہی مقام ہے جس کا ذکر عدی بن زید نے اپنے قصیدہ میں کیا ہے جس کا ایک بیت یہ ہے:

واخوا الحضر اذ بناہ و اذ دجلة تجبی الیه والخابور

(ترجمہ) اور حضر والوں نے جب اس کی بنیاد رکھی اور جب کہ دجلہ اور خابور کا پانی کا ٹکڑ وہاں لایا گیا تھا ملیح بن البراء کو جذیمہ نے قتل کر دیا اور زباء کو (جو اس کی بیٹی تھی) شام کی طرف دھکیل دیا وہ روم میں پہنچ گئی اور یہ عورت عربی زبان بولتی تھی۔

شگفتہ بیان، بارعب اور بڑی ہمت والی تھی۔ ابن الکلبی کا بیان ہے کہ اس کے زمانہ میں کوئی عورت اس سے زیادہ خوبصورت نہ تھی۔ اس کا نام فارعہ تھا (اور بقول محمد بن جریر طبری نائلہ اور بقول ابن درید میسون تھا) اور اس کے اتنے لمبے بال تھے کہ جب چلتی تو اس کے پیچھے زمین پر کھنچنے لگتے تھے اور جب ان کو پھیلاتی تو ان میں چھپ جاتی تھی اس لیے اس کا نام زباء (بہت بالوں والی) مشہور ہو گیا تھا۔ ابن الکلبی نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے باپ کے قتل ہونے کے بعد مبعوث ہوئے تھے اس کی بلند ہمتی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے پھر لوگوں کو جمع کر لیا اور اموال خرچ کیے اور اپنے باپ کے ملک میں واپس آ گئی اور ملکہ بن گئی اور جزیمۃ الابرش کی حکومت کو وہاں سے ہٹا دیا اور اس نے دریائے فرات کے مشرق اور مغرب دونوں کناروں پر آمنے سامنے دو شہر بسائے اور دونوں شہروں کے درمیان فرات کے نیچے سے ایک سرنگ لے گئی اور جب دشمن اس پر حملہ کرتے تو وہ اس میں پناہ لے کر قلعہ بند ہو جاتی۔ مردوں سے الگ رہتی اس لیے کنواری رہی اور اس کے اور جذیمہ کے درمیان جنگ کے بعد صلح ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جذیمہ کے دل میں اس سے نکاح کی خواہش پیدا ہوئی تو اس نے اپنے خاص مشیروں کو جمع کر کے اس بارے میں مشورہ کیا اور اس کا ایک غلام تھا جس کو قیصر بن سعد کہا جاتا تھا (بعض نے اس کو جذیمہ کا چچا کا بیٹا لکھا ہے مترجم) یہ شخص بہت عاقل بیدار مغز تھا اور خازن اور مہمات امور میں دخیل اور اس کی سلطنت کا معتمد تھا۔ بادشاہ کی بات سن کر سب خاموش رہے مگر قصیر نے شاہی آداب کی بجا آوری کے بعد کہا کہ اے بادشاہ زبا ایک ایسی عورت ہے جس نے مردوں سے اختلاط اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے وہ اب تک کنواری ہے نہ مال کی طرف اس کو رغبت نہ جمال کی طرف اور ہم پر اس کا ایک خون کا بدلہ بھی ہے اور خون بھلایا نہیں جاتا اور اس نے آپ کو خوف

سے چھوڑ رکھا ہے اور دولت کے بچاؤ کی وجہ سے اور کینہ اس کے دل کی گہرائی میں دفن ہے وہ اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح آگ پتھر کے جسم میں ہوتی ہے کہ اگر اس پر چوٹ پڑتی ہے تو شعلہ دیتی ہے اور چھوڑ دیا جائے تو چھپی رہتی ہے اور دوسرے بادشاہوں کی بیٹیوں کی بادشاہ کے لیے کمی نہیں ہے جو کفو یعنی خاندانی ہمسری بھی رکھتے ہیں اور ان عورتوں کو بھی رغبت ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا مقام اپنے کمتر کی طرف طمع سے بالاتر بنایا ہے آپ کی شان بلند تر ہے کوئی آپ سے بالاتر نہیں جذیمہ نے کہا اے قیصر وزندار رائے تو تمہاری ہی ہے اپنے کم تر کی طرف ہی ہے اور احتیاط کا اقتضاء ہی ہے جو تم کہہ رہے ہو لیکن نفس پر محبت کی وجہ سے خواہش غالب آجاتی ہے اور ہر شخص کے لیے خدا نے جو مقدر کر دیا ہے وہ تو ہو کر ہی رہتا ہے اس سے بھاگنا اور بچنا ممکن نہیں۔ اس کے بعد زباء کے پاس ایک ایلچی کو یہ پیغام نکاح دے کر روانہ کیا اور اسے کہا کہ زباء سے مل کر ایسی گفتگو کرو جس سے وہ نکاح کی طرف راغب ہو جائے اور دل سے آمادہ ہو جائے جب اس کے پاس پیغام پہنچ گیا تو اس نے سن کر اور سمجھ کر کہا کہ تمہارا آنا اور یہ پیغام سب بسر وچشم ہے اور اس نے بڑی خوشی اور رغبت کا اظہار کیا اور اس کی آمد کی قدر کی اور اس کو اونچی جگہ بٹھایا اور کہا میں اس امر سے اس لیے کنارہ کش رہی ہوں کہ مجھ کو اندیشہ تھا کہ برابر کا رشتہ نہ آئے گا اور بادشاہ کا مقام تو میرے مرتبہ سے بلند ہے اور میں اس سے کم درجہ پر ہوں۔ میں بادشاہ کے سوال کو قبول کرتی ہوں اور اس پیغام سے خوش ہوں اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس جیسے امور میں مردوں ہی کا (عورتوں کی طرف) آنا مستحسن ہوتا ہے تو میں خود چل کر اس کے پاس پہنچ جاتی اور اس ایلچی کو قیمتی ہدایا دیئے جو غلاموں اور باندیوں اور خچر اور گھوڑوں پر لدے ہوئے تھے اور ہتھیار اور اموال اور اونٹ اور بکریاں اور بیش قیمت کپڑوں کے اور سونے اور چاندی کے بوجھ جانوروں پر رکھے ہوئے تھے۔ جب جذیمہ کے پاس رشتہ لے جانے والا آیا تو وہ اس کے جوابات سن کر پھولا نہ سمایا اور اس کے لطف وکرم کو سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے یقین کر لیا کہ یہ سب حقیقی رغبت اور خوشی پر مبنی ہے اور اس کے نفس نے اس قدر ابھارا کہ اپنی قابل اعتماد خواص اور ارا کین دولت اور اعیان مملکت کو جن میں قصیر بھی تھا ساتھ لے کر فوراً ہی چل پڑا اور اپنا قائم مقام اپنے بھانجے عمرو بن عدی اللخمی کو بنا دیا اور حیرہ پر بنو لخم کا یہ پہلا بادشاہ تھا اس نے ایک سو بیس سال تک حکومت کی اور یہ وہی ہے جس کو جب یہ بچہ تھا جن اٹھا کر لے گئے تھے اور جب

اس کو واپس کیا تو یہ جوان اور دراز قد ہو گیا تھا۔ اس کی والدہ نے اس کے گلے میں سونے کا طوق ڈالا اور اس کو اس کے ماموں (جذیمہ) سے ملنے کے لیے بھیجا اس نے دیکھ کر کہا: **شب عمرو عن الطوق** عمرو طوق سمیت جوان ہو گیا۔ یہ جملہ ضرب المثل ہو گیا (ابن ہشام نے یہ قصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ زباء نے جذیمہ کے پاس خود ہی نکاح کا پیغام بھیجا تھا اور یہ لالچ دلایا تھا کہ اس کے بعد دونوں سلطنتیں ایک ہو جائیں گی اور عمرو بن عدی کی بادشاہی کی مدت ایک سو اٹھارہ سال تحریر کی ہے۔ اشتیاق احمد از حیٰوۃ الحیوان) الغرض عمر بن عدی کو اپنا قائم مقام بنا کر جذیمہ روانہ ہو گیا اور زبای ء کے علاقہ میں پہنچ گیا جو دریائے فرات پر تھا جس کو نیفہ کہا جاتا تھا وہاں اتر گیا (ایک نسخہ میں نیفہ کے بجائے بقہ لکھا ہے' مترجم) اور شکار کیا اور کھانے پینے سے فارغ ہو کر اپنے مصاحبین سے دوبارہ مشورہ کیا تو سب لوگ خاموش رہے اور قصیر بن سعد نے ہی آغاز کلام کیا اس نے کہا اے بادشاہ جس عزم (یعنی کسی اہم کام کے ارادے) کے ساتھ خرم (احتیاط) شامل نہ ہو تو اس کا انجام افسوس پر ہوتا ہے تو ایسی باتوں پر جو بظاہر مرصع ہوں اور ان کا کچھ بھی اچھا نتیجہ نہ ہو وثوق نہ کرنا چاہیے اور رائے میں (بجائے عقل خواہش نفس پر مدار نہ رکھنا چاہیے کہ معاملات بگڑ جائیں اور نہ خرم واحتیاط کو چھوڑ کر جو جی میں آئے وہ کر ڈالنا مناسب کہ یہ دانشمندی سے بعید ہے اور بادشاہ کے لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنے معاملہ میں ثابت قدمی کے ساتھ انجام پیش نظر رکھیں اور بیدار مغزی کے ساتھ احتیاط کا پہلو اختیار کریں اور اگر یہ بات پیش نظر نہ ہوتی کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے تو میں قطعی طور پر بادشاہ کی راہ میں حائل ہو جاتا کہ وہ ایسا نہ کریں۔ پھر جذیمہ نے جماعت کی طرف رخ کیا اور کہا اس امر میں تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے اس معاملہ میں بادشاہ کی رغبت کے مطابق گفتگو کی اور بادشاہ کی رائے کی تصویب کر دی اور اس کے ارادے کو مضبوط کر دیا جذیمہ نے کہا وزن دار مشورہ جماعت ہی کا مانا جائے گا اور جو تم رائے دے رہے ہو وہی ٹھیک ہے قصیر نے کہا: **اری القدر یسابق الحذر ولا یطاع لقصیر امرٌ** (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ تقدیر الٰہی سبقت کر رہی ہے یعنی غالب آ رہی ہے بچاؤ کی تدابیر پر اور قصیر کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی ہے) یہ جملہ بھی عرب میں ضرب المثل بن گیا اور جذیمہ نے کوچ کر دیا۔ جب زباء کے شہروں کے قریب پہنچ گیا تو ٹھہر گیا اور زباء کے پاس قاصد بھیج کر اس کو اپنی آمد سے مطلع کیا تو اس نے مرحبا کہا اور آنے پر بڑی خوشی اور رغبت کا

اظہار کیا اور حکم دیا کہ بادشاہ کی خدمت میں سامان رسد، ضیافت اور سواریوں کے لیے چارہ روانہ کیا جائے اور اپنے لشکر اور خاص عمائد سلطنت اور عام اعیان مملکت اور رعایا کو حکم دیا کہ اپنے سردار اور اپنی مملکت کے بادشاہ سے ملیں تو قاصد جواب لے کر آیا اور اس نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا سب بیان کر دیا جب جذیمہ نے روانگی کا ارادہ کیا تو قصیر کو بلا کر پوچھا کہ کیا تمہاری رائے اب بھی وہی ہے؟ اس نے کہا ہاں اور اب تو اس میں میری بصیرت اور بڑھ گئی تو کیا آپ اپنے عزم وارادے پر قائم ہیں بادشاہ نے کہا ہاں اور میری رغبت پہلے سے اور بڑھ گئی تو قصیر نے کہا: **لیس الدھر بصاحب لمن لم ینظر فی العواقب** (یعنی زمانہ اس کا ساتھی نہیں جو انجام پر نظر نہ رکھے) یہ جملہ بھی عرب میں ضرب المثل بن گیا پھر کہا اور کسی امر کو اس کے ضائع ہونے سے پہلے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اور ابھی تک بادشاہ کے ہاتھ میں بھلائی پر آنے کی قوت باقی ہے۔ اگر آپ کو یہ بھروسہ ہے کہ آپ صاحب ملک ہیں اور آپ کے ساتھی بکثرت ہیں اور آپ کا مقام بلند ہے تو اس وقت تو آپ کا ہاتھ اس قوت اور غلبہ سے خالی ہے اور آپ اپنے قبیلہ اور مستقر سے دور ہو چکے ہیں اور آپ نے اپنی ہستی کو ایسی ذات کے ہاتھوں میں ڈال دیا جس کے مکر اور دھوکے سے میں آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ تو اگر آپ اپنی رائے پر رہیں اور ضرور وہی کریں گے اور خواہش نفس کے پیچھے رہیں گے تو (یہ اور سن لیجئے) کہ کل اگر آپ سے یہ قوم فرقے فرقے کی حیثیت سے ملی اور آپ کے آگے آگے چلی اور یہ صورت رہی کہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں آتی بھی رہیں اور جاتی بھی رہیں تو معاملہ آپ کے ہاتھ میں اور آپ کی رائے درست اور اگر وہ لوگ آپ سے صف بندی کے ساتھ مجتمع ہو کر ملیں اور آپ کے سامنے دو صف میں ہو کر آئیں یہاں تک کہ جب آپ ان کے بیچ میں آ جائیں اور سب طرف گھیر کر آپ پر ٹوٹ پڑیں تو وہ آپ کے نفس کے مالک ہو جائیں گے اور آپ ان کے قبضہ میں جانے لگیں تو اس عصا کا خیال رکھیے جس کے غبار کو بھی کوئی نہیں پکڑ سکتا ایسے وقت میں آپ کو چاہیے کہ اس کی پشت پر جم جائیں اور یہ آپ کو ہلاکت سے بچا کر نکال سکتا ہے اگر آپ نے اس پر اپنا قبضہ قائم رکھا اور جذیمہ کی ایک ایسی اعلیٰ قسم کی گھوڑی تھی جو پرندوں سے بھی سبقت لے جاتی تھی اور تیز ہواؤں کی برابری کرنے والی تھی اس کا نام عصا تھا۔ جذیمہ نے قصیر کی گفتگو سن لی اور کوئی جواب نہ دیا اور روانہ ہو گیا اور زباء نے جب اس کا ایلچی جذیمہ کے یہاں سے واپس ہو کر اس کے پاس پہنچ

گیا اور اپنے لشکر کو ہدایت کر دی تھی کہ کل جب کہ جذیمہ آ جائے تو تم سب لوگ اس کے سامنے اکٹھے ہو کر داہنے اور بائیں دو صفوں میں کھڑے ہو جاؤ پھر جب وہ تمہاری صفوں کے بیچ میں پہنچ جائے تو چہار جانب سے اس پر حملہ کر دو اور اس کو خوب گھیر لو اور خبر دار یہ موقع ہاتھ سے جانے نہ دینا اور جذیمہ جب روانہ ہوا تو قصیر اس کے دائیں طرف تھا۔ جب قوم صف بستہ سامنے آئی اور دو صفوں میں تقسیم ہو کر (راستہ بنا کر) کھڑی ہو گئی تو جب یہ لوگ وسط میں پہنچ گئے تو وہ سب چاروں طرف سے اس طرح ٹوٹ پڑے جس طرح شکرہ اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اور اس کو گھیر لیا۔ اب جذیمہ نے سمجھ لیا کہ وہ اس پر قابو پا گئے اور قصیر اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا تو اس کی طرف منہ کر کے جذیمہ نے کہا اے قصیر تو ٹھیک کہتا تھا تو قصیر نے کہا اے بادشاہ! ابطأتَ بالجواب حتّی فَاتَ الصوابُ یعنی آپ نے جواب دینے میں اتنی دیر لگائی کہ بھلائی کا موقع ہی ضائع ہو گیا (یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قصیر کی گفتگو سن کر جذیمہ نے جواب نہیں دیا تھا اور چل پڑا تھا) عرب میں یہ جملہ بھی بطور ضرب المثل چل پڑا۔ جذیمہ نے کہا اب کیا رائے ہے۔ قصیر نے کہا یہ عصا موجود ہے اس پر سوار ہو کر نکل جاؤ امید ہے کہ آپ جان بچا لے جائیں گے۔ مگر جذیمہ نے اس کو پسند نہ کیا اور اس کو لشکر اپنے ساتھ لے چلا تو جب قصیر نے دیکھا کہ جذیمہ نے قیدی بننے کے لیے اپنے کو حوالہ کر دیا اور اس کو اب اس کے قتل کا پورا یقین ہو گیا تو اس نے اپنے حواس جمع کیے اور عصا کی پشت پر قبضہ کیا اور باگ سنبھال کر اس کے ایڑ لگائی اور وہ اس کو لے کر ہوا ہو گئی اس کو جذیمہ نے دیکھا کہ وہ اس کو لے کر صاف نکل گئی اور (جب جذیمہ گرفتار کر کے لایا جا رہا تھا) زبّاء نے اپنے محل کے اوپر سے جھانک کر کہا تو کیسا اچھا دولہا بنا ہوا مجھ پر جلوہ افروز ہونے اور مجھ سے زفاف کے لیے آ رہا ہے یہاں تک کہ اس کو لوگوں نے زبّاء کے پاس پہنچا دیا اور زبّاء کے ساتھ اس کے قصر میں صرف کنواری لڑکیاں ہی رہتی تھیں ہم عمر اور وہ اپنے تخت پر اس طرح بیٹھتی تھی کہ اس کے گرد ایک ہزار خادمائیں تھیں جن میں سے ہر ایک کی لباس اور ہیئت کے اعتبار سے شان نرالی تھی اور زبّاء اُن کے درمیان ایسی معلوم ہوتی تھی کہ ایک چاند ہے جس کو چاروں طرف سے ستارے گھیرے ہوئے ہیں۔ زبّاء نے حکم دیا کہ چمڑے کا فرش بچھایا جائے جو بچھا دیا گیا اور اس نے خادماؤں سے کہا کہ اپنے سردار کا اور اپنی آقا کے دولہا کا ہاتھ سنبھال لو تو انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چمڑے کے فرش پر بٹھا دیا اس طرح کہ وہ زبّاء کو

اور زبّاء اس کو دیکھتی رہے اور ایک دوسرے کی بات سن سکیں۔ پھر اس کے حکم سے خادماؤں نے جذیمہ کے ہاتھوں کی شریانیں کاٹ دیں اور دونوں ہاتھوں کے نیچے طشت رکھ دیئے گئے تو اس کا خون طشت میں جمع ہونا شروع ہو گیا۔ پھر کچھ قطرات اس چمڑے کے فرش پر گرے تو زبّاء نے ان باندیوں سے کہا کہ بادشاہ کا خون ضائع مت کرو اس کو سن کر جذیمہ نے کہا تجھے ایسے خون پر افسوس نہ کرنا چاہیے جس کے بہانے کا ذمہ دار وہ خون والا خود ہی ہے جب جذیمہ کا انتقال ہو گیا تو زبّاء نے کہا واللہ تیرے خون سے ہمارا حق پورا نہیں ہوا اور نہ تیرے قتل سے پوری تشفی ہوئی ولکنہٗ غیض من فیض یعنی لیکن یہ بڑی چیز کا بدلہ چھوٹی چیز سے ہے (یہ جملہ بھی عرب کے محاورات میں داخل ہو گیا) پھر اس کے حکم سے دفن کر دیا گیا اور جذیمہ نے اپنی مملکت پر اپنے بھانجے عمر بن عدی کو اپنا قائم مقام بنایا تھا وہ روزانہ حیراہ کے جنگلوں میں جذیمہ کے احوال کی جستجو میں گھومتا پھرتا رہا اور اپنے ماموں کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا وہ ایک دن اس فکر میں نکلا تھا کہ اس کو ایک سوار نظر آیا جو گھوڑا ہوا کی طرح دوڑائے چلا آ رہا ہے اس نے کہا کہ گھوڑی تو جذیمہ ہی کی معلوم ہوتی ہے لیکن سوار کوئی بہمیہ یعنی جانوروں کی طرح سراسیمہ دکھائی دیتا ہے۔ کسی خاص امر کی وجہ سے عصا اس طرح آ رہی ہے پھر قصیر قریب آ گیا تو عمرو بن عدی اور دوسرے لوگوں نے حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مقدر بادشاہ کو ہماری اور اس کی موت کی طرف کھینچ کر لے گیا (اور سب قصہ سنایا) اور اس نے کہا کہ زبّاء سے خون کا بدلہ لیجئے۔ تو عمرو نے کہا کہ زبّاء سے خون کا بدلہ کیسے لیا جا سکتا ہے وہ تو شہباز سے بھی زیادہ چست ہے قصیر نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کے ماموں کو کس قدر نصیحتیں کیں مگر موت اس کو طلب کر رہی تھی (اس لیے کوئی نصیحت کارگر نہ ہو سکی) اور خدا کی قسم جب تک آسمان پر ستارے چمک رہے ہیں اور سورج طلوع ہو رہا ہے میں اس کے خون کا بدلہ لینے سے غافل نہ ہو سکوں گا یا خون کا بدلہ لوں گا یا یہ کہ میری جان ضائع ہو جائے اور میں معذور ہو جاؤں۔ پھر قصیر نے اپنی ناک کاٹ ڈالی اور زبّاء کے پاس اس صورت سے پہنچا گویا وہ عمر بن عدی سے بھاگ کر آیا ہے۔ زبّاء کو اطلاع دی گئی کہ یہ قصیر بن سعد ہے جو جذیمہ کا چچا کا بیٹا اور اس کا خازن اور مہمات امور میں دخیل رہا ہے۔ یہ آپ کے پاس آیا ہے۔ زبّاء نے اجازت دیدی۔ وہ اس کے پاس پہنچا تو زبّاء نے کہا تو یہاں کیسے آیا اے قصیر! جب کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک عظیم

الشان خون کا معاملہ ہے اس نے کہا اے باعظمت بادشاہوں کی بیٹی میں آپ کے پاس اس امید سے آیا ہوں جو آپ جیسی بلند حوصلہ شخصیتوں سے ایسے مصائب کے وقت کی جاسکتی ہے اور حق یہ ہے کہ بادشاہ (ملیح بن البراء) کا خون اس کو بلا رہا تھا یہاں تک کہ اس نے انتقام لے لیا اور میں آپ کے پاس عمر بن عدی سے پناہ لینے کے لیے آیا ہوں۔ اس نے اپنے ماموں کے قتل میں مجھے متہم قرار دیا اور یہ الزام عائد کیا کہ وہ میرے ہی مشورے سے تمہارے پاس آیا تھا اسی نے میری ناک کاٹ دی اور میرا مال چھین لیا اور اپنے اہل وعیال تک بھی مجھے نہ جانے دیا اور مجھے قتل کی دھمکی دی تو مجھے اپنی جان کا خوف ہوا اب میں بھاگ کر آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ کی عزت کے سہارے سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں اس نے خوش آمدید کہا اور یہ کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے اور ہم تم کو ایک پناہ گزین کا حق دیتے ہیں اور اس کو ٹھہرالیا گیا اور اس کے لیے جائے قیام کا انتظام کر دیا گیا اور اس کو مال اور جوڑے اور خادم عطا کیے اور اس کا خوب اکرام کیا گیا۔ قصیر عرصہ تک وہاں مقیم رہا مگر ایسا موقع نہیں ملتا تھا کہ وہ زباء سے اور زباء اس سے گفتگو کر سکے اور وہ موقع فرصت اور حیلہ کی فکر میں لگا ہوا تھا اور زباء ایک مضبوط قلعہ میں محفوظ رہتی تھی جو سرنگ کے دروازے پر بنا ہوا تھا وہاں وہ پورے طور پر محفوظ تھی کہ اس پر کوئی قادر نہیں ہوسکتا تھا۔ اس نے ایک دن قصیر سے کہا کہ عراق میں میری کثیر دولت اور ایسے نفیس ذخائر موجود ہیں جو بادشاہوں کے استعمال کے قابل ہیں اگر آپ مجھ کو عراق جانے کی اجازت دیں اور اتنا مال بھی عطا فرمادیں کہ جس سے تھوڑا تجارتی سامان فراہم کر کے اس کو روانگی کا سبب بنالوں اور برسم تجارت اپنے اموال تک پہنچ سکوں تو جس قدر ممکن ہوگا وہاں سے آپ کی خدمت میں لے آؤں گا۔ زباء نے اجازت دے دی اور اس کو مال بھی دے دیا تو وہ عراق پہنچا اور کسریٰ کے ملک میں گھوم پھر کر وہاں سے نئی قسم کی عجیب چیزیں خریدیں اور جس قدر مال زباء نے دیا تھا اس سے بہت زیادہ قیمت کی اشیاء لے کر واپس آ گیا جن کو زباء نے بہت پسند کیا اور خوش ہوئی اور اب اس کے یہاں اس کا مرتبہ قائم ہوگیا۔ قصیر دوبارہ پھر عراق پہنچا اور پہلے سے بھی بہت زیادہ عجیب جواہر، کتاں، ریشم اور دیبا کے تھان لے کر آیا۔ اب اس زباء کے یہاں خاص مقام بن گیا اور اس کی عزت بہت بڑھ گئی اور زباء کا میلان اس کی طرف زیادہ ہوگیا۔ اسی طرح قصیر اس کو پھیلاتا رہا یہاں تک کہ اس نے اس سرنگ کا پورا راز معلوم کرلیا جو فرات کے نیچے تھی اور اس کا

چور دروازہ پہچان لیا۔ پھر تیسری مرتبہ قصیر نے سفر کیا اور پچھلی دونوں بار سے زیادہ نفیس ظروف اور تحائف لے کر آیا۔ اب اس کا مقام زبّاء کے نزدیک اس درجہ بلند ہو گیا کہ مہمات ملکی اور پراگندہ امور کی درستی میں اس سے امداد لینے لگی اور ایسے امور کو براہ راست اس کے سپرد اور اپنے خاص معاملات میں اس کی حاجت مند بننے لگی اور قصیر عقل سے آراستہ' صاحب وجاہت' مستقل مزاج' سلیقہ مند اور ادیب شخص تھا۔ زبّاء نے ایک دن اس سے کہا کہ میں ملک شام کے فلاں شہر پر حملہ کرنا چاہتی ہوں تم عراق جا کر ہم کو اس قدر ہتھیار اور اتنے گھوڑے اور خچر وغیرہ اور غلام اور کپڑے خرید کر لا دو۔ قصیر نے کہا اور میرے عمر بن عدی کے شہروں میں ایک ہزار اونٹ اور ہتھیاروں کا خزانہ اور گھوڑے خچر اور غلام اور کپڑے اور ایسے ایسے سامان موجود ہیں اور عمر کو ان کا علم نہیں ہے اور اگر وہ ان پر مطلع ہو جائے تو ان پر قابض ہو کر آپ سے جنگ کرنے میں اس کو مدد مل سکتی ہے اور میں اس کی بربادی کی آس لگائے ہوئے ہوں۔ اب میں بھیس بدل کر اس طرح پہنچ جانا چاہتا ہوں کہ اس کو اطلاع نہ ہو سکے۔ میں وہ سب آپ کے پاس اٹھا لاؤں گا جس سے آپ کی سب ضرورت پوری ہو جائے گی۔ تو جس قدر مال کی اس کو ضرورت تھی زبّاء نے اس کو دیدیا اور کہنے لگی اے قصیر تجھ جیسے شخص حکومت کی زیبائش ہوتے ہیں اور تیرے ہی جیسے لوگوں سے عمدگی سے انصرام امور ہوتا ہے اور مجھے یہ اطلاع مل چکی ہے کہ جذیمہ کے انتظامات مملکت تیرے ہی ہاتھ سے انجام پاتے تھے اور (مجھ سے بھی تیرا یہ معاملہ ہے) کہ جس کام پر میں ہاتھ ڈالنا چاہتی ہوں تیرا ہاتھ میری امداد میں کمی نہیں کرتا اور اگر مجھ پر کوئی پریشانی میں ڈالنے والی حالت پیش آتی ہے تو تو خاموش نہیں بیٹھتا اس گفتگو کو ایک شخص نے سنا جو زبّاء کے خاندان کا تھا اس نے کہا یہ ایک جنگل کا شیر ہے اور جوش سے بھرا ہوا شیر ہے حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے اا اور جب قصیر نے زبّاء سے اپنے تقریب اور اس کے دل پر قابو پا لینے کا اندازہ کیا تو اس نے کہا کہ اب پیمانہ لبریز ہو گیا اور زبّاء سے رخصت ہو کر عمرو بن عدی سے آ کر ملا اور اس سے کہا کہ میں زبّاء کے لیے اپنی تدابیر میں کامیابی حاصل کر چکا ہوں اب کوچ کر دو اور حملہ کرنے میں عجلت سے کام لو۔ اس سے عمرو نے کہا میرا کام یہ ہے کہ جو کچھ کہیں اور امر کریں میں سنوں اور تعمیل کروں۔ اس زخم کے (جو ہم کو لگا ہے) آپ ہی طبیب ہیں۔ اس نے کہا لشکر اور اموال کا انتظام کیجئے۔ اس نے کہا آپ کا حکم واجب التعمیل ہے تو اس نے قوم کے نوجوانوں اور

اپنی مملکت کے سرداروں پر مشتمل دو ہزار اشخاص تیار کیے اور ان ایک ہزار اونٹوں پر اس طرح سوار کیا کہ وہ بڑے بڑے سیاہ رنگ کے تھیلوں میں بند ہو گئے اور ان کو مسلح کر دیا اور تلوار اور ڈھال کے ساتھ ہی تھیلوں میں بند کیا گیا تھا اور تھیلوں کے سر کو اندر سے باندھا گیا تھا اور عمرو بن عدی (بادشاہ) بھی ان ہی میں تھا اب گھوڑوں اور خچروں کو ان اونٹوں کے ساتھ جن پر وہ تھیلے لدے ہوئے تھے لئے ہوئے قصیر روانہ ہو گیا جب زباء کی حد میں داخل ہو گیا تو بشارت دینے والے نے آ کر اس کو خوشخبری سنائی کہ قصیر آ گیا ہے۔ جب قصیر شہر کے قریب آ گیا تو اس نے اپنے لوگوں کو تیار رہنے کی ہدایت کی جو بوروں میں تلواروں اور ڈھالوں سے مسلح چھپے ہوئے تھے اور کہا کہ جب اونٹ شہر کے وسط میں پہنچ جائیں تو اس لشکر کے باہر آنے کی یہ نشانی ہے (مثلاً ڈھول بجا دیا جائے گا یا اور کسی طرح کی آواز مقرر کر لی) اور اس وقت سب لوگوں کو اندر کی گرہیں کاٹ کر فوراً باہر نکل آنا ہو گا۔ جب یہ قافلہ زباء کے شہر سے آ ملا تو زباء اپنے محل کے اوپر تھی اس نے وہاں سے اونٹوں کو آتے ہوئے دیکھا کہ وہ لدے ہوئے آ رہے ہیں تو اس کو کچھ شک پیدا ہوا اور اس سے پہلے اس سے قصیر کی برائی کی گئی تھی اور اس سے بچنے کا مشورہ دیا گیا تھا تو اس نے کہنے والے کو یہ جواب دیا تھا کہ قصیر آج ہمارا ہے ہماری نعمت سے پرورش پا رہا ہے اور حکومت کا بڑا خیر خواہ کارگذار ہے تم کو ایسے خیالات پر صرف حسد ابھار رہا ہے کہ تم میں کوئی اس جیسا نہیں ہے اب اس کے دل میں کھٹک پیدا ہوئی جب کہ اس نے اونٹوں کی کثیر تعداد اور ان پر بڑے وزن کے بورے دیکھے اور قصیر کے بارہ میں جو شبہات ڈالے گئے تھے وہ بھی پیش نظر تھے تو اس نے کہا:

ما للجمال مشیها وئیدًا ☆ اَجَنْدَ لاً یحملن امر حَدیدًا

(ترجمہ) اونٹوں کے آہستہ آہستہ چلنے کی وجہ کیا ہے یہ پتھر کی چٹانیں اٹھائے ہوئے ہیں یا لوہا۔

امصر فاناً بارِدًا شَدِیْدًا ☆ امر الرّجال فی المسوح سودًا

(ترجمہ) یہ کہیں ٹھنڈی اور سخت ترین موت تو نہیں ایسا تو نہیں کہ ان تھیلوں میں سیاہ رنگ لشکری بیٹھے ہوں۔

پھر اپنی لونڈیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی: **اری الموت الاحمر فی الغرائر السود** یعنی میں سرخ موت کو (خون بہنے کی سرخی کی طرف اشارہ ہے) سیاہ تھیلوں میں دیکھ رہی ہوں یہ جملہ عرب میں ضرب المثل ہو گیا۔ قصیر کے اونٹوں کا قافلہ جب وسط شہر میں داخل ہو گیا اور کامل طور

پر سب داخل ہو چکے تو اس (طے شدہ) علامت کا استعمال کیا گیا تو فوراً ہی سب لوگوں نے تھیلوں کی گرہیں کاٹ ڈالیں اور دو ہزار بازوئے شمشیر زن مع دو ہزار شمشیر و براں زمین پر آ کھڑے ہوئے اور اس مقتول کے خون کا بدلہ طلب کرنے لگے جس کو دھوکے سے بہایا گیا تھا اور زباء قصر سے گھبراتی ہوئی نکل کر سرنگ کی طرف بھاگنا چاہتی تھی کہ قصیر اس سے پہلے بھاگ کر سرنگ کے اور اس کے درمیان حائل ہو گیا (اور عمرو بن عدی اس کا پیچھا کر رہا تھا) جب زباء نے دیکھا کہ وہ گھر گئی اور پکڑی گئی تو اس نے فوراً اپنے ہاتھ میں سے انگوٹھی کو نکال کر نگل لیا۔ (اس کے نگینہ کے نیچے سم ساعت تھا (یعنی فوراً ہلاک کر دینے والا زہر) اور کہا کہ میں خود اپنے ہاتھ سے جان دوں گی نہ تیرے ہاتھ سے اے عمرو! اب اس کو عمر اور قصیر دونوں نے جا لیا دونوں کی تلواریں اس پر ایک ساتھ پڑیں یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئی اور یہ دونوں اس کی مملکت پر قابض ہو گئے اور اس کا تمام ساز و سامان اپنے تصرف میں لیا اور قصیر نے جذیمہ کے نشان مدفن پر قبر بنا کر اس پر یہ ابیات تحریر کیے۔ کہتا ہے:

مَلِكٌ تمتّع باالعساكر والقنا ☆ وَالمشرَفیّةِ عَزّهٗ ما توصف

(ترجمہ) یہ ایک بادشاہ (کی قبر) ہے جو عظیم الشان لشکروں سے متمتع تھا اور نیزوں اور تلواروں سے نادر کر دیا ہے اس کو ان اوصاف نے جو بیان کیے جاتے ہیں۔

فَسَعَتْ منیّتُہ الی اعدائِہ ☆ وھو المتّوج والحسام المرھف

پھر اسکی موت اس کو دشمنوں کی طرف کھینچ کر لے گئی۔ حالانکہ وہ تاجدار اور صاحب شمشیر براں تھا۔

(۴۷۷) ہم کو یہ روایت پہنچی کہ ایک بادشاہ تھا جس کو شمر ذوالجناح کہا جاتا تھا اس نے سمرقند پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا مگر کچھ کامیابی نہ ہو سکی تو اس نے شہر کے گرد تجسس کے لیے چکر لگانا شروع کیا اور ایک شخص کو جو اہل شہر میں سے تھا گرفتار کر لیا اور دلجوئی کر کے اس کے دل کو اپنی طرف مائل کر لیا اور اس سے شہر کا حال دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ وہاں کا بادشاہ تو محض ایک احمق ہے اس کا سب سے بڑا کام صرف کھانا پینا اور جماع کرنا ہے البتہ اس کی لڑکی رعایا کی سب ضرورتوں کو پورا کرتی ہے تو شمر نے اس کی معرفت اس کے پاس ہدیہ بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میں مال جمع کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں کیونکہ میرے پاس چار ہزار صندوق سونے چاندی سے بھرے ہوئے موجود ہیں وہ سب میں تیرے پاس بھیج کر چین پر حملہ کرنا چاہتا ہوں اگر میں نے

اس سرزمین کو فتح کر لیا تو تو مجھ سے شادی کر لینا اور اگر میں ہلاک ہو گیا تو تمام مال کی تو مالک رہے گی جب یہ پیغام اس کے پاس پہنچا تو اس نے کہا میں اس کو منظور کرتی ہوں اس کو مال بھیج دینا چاہیے تو شمر نے اس کے پاس چار ہزار صندوق روانہ کر دیئے اور ہر صندوق میں دو آدمی بٹھا دیئے اور شمر نے اپنے اور صندوق والوں کے درمیان جھانج بجانے کو علامت قرار دیا (کہ جب یہ آواز سنیں فوراً باہر آ جائیں) جب یہ صندوق شہر میں پہنچ گئے تو اس نے جھانج بجانا شروع کر دیا تو سب سپاہیوں نے فوراً باہر نکل کر شہر کے دروازوں پر قبضہ کر لیا اور شمر اپنے لشکر کو حملہ کے لیے لے کر چل پڑا تھا فوراً شہر میں داخل ہو گیا اور لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جو کچھ مال و دولت غلا اس پر قبضہ کر کے چین کی طرف روانہ ہو گیا۔

(۴۷۸) کسریٰ شاہ فارس انتہا درجہ ذکی الطبع تھا ہم کو اس کی یہ حکایت معلوم ہوئی کہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست، کے خلاف کسریٰ کے حضور میں چغل خوری کی تو کسریٰ نے جواب لکھا کہ ہم تیری خیر خواہی۔ سے خوش ہوئے اور تیرے دوست کی ہم اس لیے مذمت کرتے ہیں کہ وہ اپنے دوستوں کو پہچاننے میں کوتاہ ہے۔

(۴۷۹) کسریٰ کے منجموں نے اس کو خبر دی کہ تجھ کو قتل کیا جائے گا تو اس نے کہا کہ میں بھی اپنے قاتل کو ضرور قتل کر دوں گا تو اس کے حکم سے ایک سخت زہر کو بعض ادویہ میں ملا دیا گیا (اور اس کو مرتبان میں رکھ دیا گیا) پھر اس پر تحریر کر دیا گیا ''جماع کی وہ دوا جس کا تجربہ کیا گیا جو شخص اتنے وزن میں کھائے گا وہ ایک دن میں اتنی مرتبہ جماع کر سکتا ہے۔'' جب اس کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کیا اور اس کے خزانوں کی تفتیش کی تو اس پر بھی نظر پڑی تو اپنے دل میں کہا کہ یہی وہ دوا ہے جس کی وجہ سے وہ اتنی لونڈیوں سے ہمبستر ہوتا تھا اور کچھ دوا اس میں سے کھا گیا اور مر گیا تو کسریٰ نے مر کر بھی اپنے قاتل کو قتل کر دیا۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ شیرویہ نے جب اپنے باپ کے قتل کا ارادہ کیا تو اس شخص کو بھیجا جس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ کسریٰ نے اس سے کہا چونکہ تیرا حق ہم پر واجب ہے اس لیے ہم تجھ کو ایک خاص چیز کا نشان دیتے ہیں (جس کو تو لے لینا) اس سے تو مالدار ہو جائے گا اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ وہ فلاں صندوق ہے (بعد قتل کسریٰ) وہ شخص شیرویہ کے پاس گیا اور اس کو اس بات کی خبر دی تو اس نے وہ صندوق نکالا (اس کو کھولا گیا) اس میں

سے ایک ڈبہ برآمد ہوا جس میں گولیاں تھیں اور ایک تحریر تھی کہ جو شخص اس میں سے ایک گولی کھا لے گا وہ ایک شب میں دس عورتوں کا ازالہ بکارت کر سکے گا۔ شیرویہ کو لالچ دامن گیر ہوا اور اس کو صحیح سمجھ کر لے لیا اور اس شخص کو معاوضہ دے دیا۔ پھر اس میں سے ایک گولی کھالی جس سے ہلاک ہو گیا تو کسریٰ وہ پہلا مردہ ہے جس نے زندہ سے اپنے خون کا بدلہ لے لیا۔

(۴۸۰) ایک بادشاہ مغلوب ہو کر بھاگا تو جو لوگ اس کے تعاقب میں تھے ان کے سامنے شیشے کے نگینے بکھیرتا گیا جن کو اس طرح مختلف رنگ دیئے گئے تھے کہ وہ سرخ اور سبز جواہر معلوم ہوتے تھے اور پیتل کے دینار جس پر سونے کا ملمع تھا تو تعاقب کرنے والے ان چیزوں کے چگنے میں مشغول ہو گئے اور وہ ان سے بچ کر نکل گیا۔ جَو

(۴۸۱) ایک بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ایک لشکر اس پر چڑھائی کرنے والا ہے اس نے بہت سے جَو لے کر انہیں پانی میں پکوایا کنیر کی شاخوں کے ساتھ پھر ان کو سکھالیا۔ پھر ایک چوپایہ پر اس کا تجربہ کیا جب چوپایہ نے جَو کھائے تو اسی دن مر گیا (جب دشمنوں کے قریب آنے کی اطلاع ہوئی) تو اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹ گیا اور جَو اور غلّہ (کے ڈھیر) ویسے ہی بکھرے ہوئے چھوڑ گیا۔ جب وہ لشکر یہاں پہنچ گیا تو انہوں نے اپنے جانوروں کو جَو کے ڈھیروں پر چھوڑ دیا تو سب کے سب مر گئے۔

(۴۸۲) ایک ایسی قوم نے جنگ کی جن کے ساتھ ہاتھی بھی تھے اور اس سبب سے دشمنوں پر انکا پلہ بھاری تھا۔ ایک شخص نے دشمنوں کو اشارہ کیا کہ خنزیر پکڑ لائیں اور اسکو ہاتھی کی سونڈ پر ماردیں (ایسا کیا گیا تو خنزیر نے چیخنا شروع کر دیا) جب ہاتھیوں نے اس کی آواز سنی تو بھاگ گئے۔

(۴۸۳) (ایک جہاد کے موقع پر کفار کے ساتھ ہاتھی تھا تو) ایک شخص اپنی گود میں بلاؤ کو دبالایا اور تلوار لے کر ہاتھی کی طرف بڑھا اور ہاتھی کی سونڈ میں تلوار تھی جب قریب پہنچا تو بلاؤ کو ہاتھی کے منہ پر پھینک مارا۔ ہاتھی پیٹھ پھیر کر اس طرح بھاگا کہ جو لوگ اس پر بیٹھے تھے سب نیچے گرے اور مسلمانوں نے تکبیر کی آواز بلند کی (اور حملہ کر دیا) اور یہی کفار کی ہزیمت کا سبب ہوا۔

(۴۸۴) اَسلم بن زراعہ سے کہا گیا کہ اگر تو مرداس بن ادیہ[1] کے ساتھیوں کے مقابلہ سے بھاگا (جن کی قوت اسلم کی قوت سے زیادہ تھی) تو تجھ پر امیر عبداللہ بن زیاد[2] ناراض ہو جائے گا اسلم

---

[1] یہ اس کی ماں کا نام تھا۔ باپ کا نام جدید تھا۔ [2] اسلم بن زرعہ کو ابن زیاد نے دو ہزار آدمیوں کے...... ◀◀

نے جواب دیا کہ یہ بہتر ہے کہ امیر مجھ سے ناراض ہو اور میں زندہ ہوں اس سے کہ امیر مجھ سے خوش ہو اور میں مردہ ہوں۔

(۴۸۵) ایک امیر (دشمنوں کے مقابلہ کے لیے جو ابھی تک سامنے نہیں پہنچے تھے) نکلا اس کے ساتھ ایک دانشمند بھی تھا جب کہ سب لوگ ناشتہ میں مشغول تھے اس نے امیر سے کہا سوار ہو جاؤ دشمن قریب آ گئے ہیں اس نے کہا کیسے ابھی تو کوئی بھی نظر نہیں آتا اس نے کہا جلدی کرو سوار ہونے میں تمہارے اندازے سے بہت پہلے دشمن آیا چاہتا ہے تو وہ مع اپنے ساتھیوں کے سوار ہو گیا اتنے میں غبار دکھائی دینے لگا اور تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے گھوڑے نظر آنے لگے۔ امیر نے تعجب سے پوچھا کہ تم کیسے سمجھ گئے۔ اس نے کہا کہ آپ نے وحشی جانوروں کو نہیں دیکھا کہ ہمارے طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں حالانکہ ان کی عادت یہ ہے کہ یہ ہم سے بھاگتے ہیں میں اس سے سمجھا کہ ان سے خلاف عادت فعل ایسے امر کی وجہ سے واقع ہوا جس نے ان کو خوفزدہ کیا ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

باب: ۲۶

طبیبوں کی ذہانت کے واقعات

(۴۸۶) محمد بن علی الامین کہتے ہیں کہ ہم سے بعض قابل وثوق اطباء نے بیان کیا کہ ایک لڑکا بغداد سے رے پہنچا۔ راستہ میں اس کو یہ شکایت ہوگئی کہ اس کے منہ سے خون آتا تھا اس نے مشہور طبیب حاذق ابوبکر رازی کو بلا کر خون دکھایا اور تکلیف کا حال سنایا تو رازی نے اس کی نبض

...... ◄◄ ساتھ ابو بلال مرداس بن ادیہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لیے اہواز بھیجا تھا جو صرف چالیس تھے مگر وہ اس قدر جوش کے ساتھ لڑے کہ اسلم اور اس کے ساتھی دو ہزار ہونے کے باوجود ان چالیس کے سامنے نہ جم سکے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے اس کو ملامت کی تو اسلم نے یہ جواب دیا لئن تلو من و انا حی خیر من ان تثنی علی و انا میت۔ لکھا ہے کہ جب لڑکے اسلم کو دیکھتے تھے تو اس کو کھجانے کے لیے آوازے کسا کرتے تھے کہ دیکھ تیرے پیچھے ابو بلال نہ آ رہا ہو۔ یہ واقعہ ۶۰ھ کا ہے۔ یہ ابو بلال حضرت علیؓ کے ساتھ جنگِ صفین میں بھی شامل تھا پھر بعد واقعہ تحکیم آپ کا مخالف ہو گیا اور خوارج کا سرگروہ بن گیا۔ بوجہ کثرت عبادت اس کے ساتھ خارجیوں کو بہت عقیدت تھی۔ مترجم ابن اثیر۔

اور قارورے کو دیکھا اور اس کے حال پر غور کیا تو مرض سل کی کوئی دلیل موجود نہ تھی اور نہ کوئی زخم تھا اور کوئی دوسری بیماری نہ پہچانی جاسکی تو بیمار سے کہا کہ ٹھہرے تاکہ اس کے حال پر اچھی طرح غور کیا جاسکے۔ مریض پر یہ بات بہت بھاری گذری اور اس نے کہا یہ زندگی سے مایوسی کی دلیل ہے کہ ایسا حاذق طبیب بیماری کو نہ سمجھے اور اس کا رنج بڑھ گیا۔ رازی اس کی حالت پر غور کرنے کے بعد پھر واپس آئے اور اس سے اس پانی کی کیفیت دریافت کی جو دورانِ سفر میں اس نے پیا تھا تو مریض نے بتایا کہ اس نے حوض اور بند تالاب کا پانی پیا ہے رازی چونکہ بہت تیز طبع تھا اس لیے اس کے خیال میں یہ بات بیٹھ گئی کہ پانی میں جونک تھی جو معدہ میں اتر گئی اور یہ خون اسی کے فعل کا نتیجہ ہے اب رازی نے کہا کل ہم تمہارا علاج کریں گے مگر اس شرط پر کہ تم اپنے لڑکوں سے کہہ دو کہ جو کچھ تمہارے بارے میں حکم دوں اس میں وہ میری اطاعت کریں اس نے کہا بہت اچھا پھر رازی واپس ہوگئے اور دو بڑے لگن کائی کے بھروا کر منگائے اور دوسرے دن ان کو ساتھ لے کر مریض کے پاس پہنچے اور اس کو وہ دونوں لگن دکھا کر کہا کہ یہ سب جس قدر دونوں لگن میں ہے نگل جاؤ۔ وہ تھوڑا سا نگل کر ٹھہر گیا۔ رازی نے کہا نگلو۔ اس نے کہا نہیں نگلا جاتا۔ رازی نے لڑکوں سے کہا اس کو پکڑ کر اس کا منہ کھول دو انہوں نے اس کی تعمیل کی اور اس کو سیدھا لٹا کر اس کا منہ کھولا اور رازی نے وہ کائی اس کے حلق میں ٹھونسنا شروع کر دی اور خوب سختی سے بھینچ بھینچ کر بھرتے رہے اور اس کو نگلنے کا مطالبہ کرتے تھے اور دھمکیاں بھی دیتے تھی کہ اگر نہ نگلا تو مار پڑے گی یہاں تک کہ زبردستی ایک لگن کائی تو نگلا دی اور وہ شخص فریاد کرتا رہا اور کہتا رہا کہ مجھے ابھی قے ہو جائیگی پھر رازی نے اس کے حلق میں ٹھونسنا شروع کر دی۔ اب اس کو قے ہوگئی تو رازی نے اس قے پر غور کیا تو اس میں جونک موجود تھی۔ صورت یہ ہوئی کہ جب جونک کے پاس کائی پہنچ گئی تو وہ اپنے طبعی میلان کی وجہ سے اس سے قریب ہوئی اور اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور کائی پر متوجہ ہوگئی (پھر طبیعت نے کائی کو مع جونک کے باہر پھینک دیا) اور مریض تندرست ہو کر اٹھ بیٹھا۔

(۴۸۷) علی بن الحسن الصید لانی نے ہم سے بیان کیا کہ ہمارے پاس ایک نوعمر لڑکا تھا ایک معمار کا اس کے معدہ میں شدید درد ہو گیا جس کا سبب معلوم نہ ہوسکا۔ اس درد کے اکثر اوقات سخت چوکے لگتے رہتے تھے یہاں تک کہ لڑکا مرنے کے قریب ہو گیا اور اس کا کھانا بھی کم ہو گیا اور بدن سوکھ گیا۔ پھر اس کو اٹھا کر احواز لایا گیا اور بہت کچھ علاج کیا گیا مگر قطعاً فائدہ نہ ہوا اس

کو گھر واپس لے آیا گیا اور وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اتفاقاً ایک طبیب ادھر سے گذرا اس کا حال دیکھا اور بیمار سے کہا کہ مجھ سے اپنی تندرستی کے زمانہ کا حال پورے طور سے بیان کر اس نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں باغ میں گیا وہاں جس کوٹھرے میں گائیں بندھتی ہیں فروخت کے لیے بہت سے انار پڑے ہوئے تھے میں نے ان میں سے بہت سے کھائے۔ طبیب نے پوچھا کہ کس طرح کھائے تھے اس نے کہا اس طرح کہ انار کا سر دانتوں سے کاٹ کر پھینکتا رہا اور پھر توڑ توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھاتا رہا۔ اس کے بعد طبیب نے کہا ان شاء اللہ تعالیٰ کل ہم تیرا علاج کریں گے۔ دوسرے دن طبیب ایک ہنڈیا میں گوشت کے پکے ہوئے پارچے لے کر آیا وہ ایک تیار کتے کے بچے کے گوشت کے بنائے گئے تھے۔ اس نے بیمار سے کہا یہ کھالے بیمار نے پوچھا کہ یہ کیا ہے طبیب نے کہا جب تو کھالے گا تو بتائیں گے۔ بیمار نے کھالیا۔ پھر اس سے طبیب نے کہا کہ اچھی طرح پیٹ بھر کر کھا جب اس نے خوب پیٹ بھر لیا تو طبیب نے کہا تو سمجھا ہے کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اس نے کہا نہیں! طبیب نے کہا کتے کا گوشت کھایا ہے۔ بس اس کو فوراً ہی قے ہو گئی طبیب اس کی قے کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے ایک سیاہ رنگ کی چیز کھجور کی گٹھلی جیسی ڈالی جو حرکت کر رہی تھی اس کو طبیب نے پکڑ لیا اور بیمار سے کہا اپنا سر اٹھا اب تو اچھا ہو چکا ہے اس نے اپنا سر اٹھایا تو اس کو متلی روکنے کے لیے دوا پلائی اور اس کے چہرے پر گلاب کے چھینٹے مارے۔ پھر اس کو وہ گری ہوئی چیز دکھائی تو وہ چیچڑی تھی اور کہا کہ جس جگہ انار پڑے ہوئے تھے وہاں گائے کی چیچڑیاں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک چیچڑی ایک انار کے سر پر آ گئی۔ وہی انار تو نے منہ میں دے کر اس کا سر کاٹا تھا وہ انار سے تیرے حلق میں اتر گئی اور اس نے معدہ کو چمٹ کر اس کو چوسنا شروع کر دیا اور یہ مجھ کو معلوم تھا کہ چیچڑی کتے کے گوشت پر زیادہ دوڑتی ہے (اس لیے میں نے تجھ کو یہ کھلایا اگر یہ صحیح نہ ہوتا تو جو کچھ تو نے کھایا ہے اس سے نقصان نہ پہنچتا) بیمار تندرست ہو گیا۔ طبیب نے نصیحت کی کہ خبردار آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا کہ بغیر دیکھے کوئی چیز منہ میں دے لے اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

(۴۸۸) ہم سے ابوادریس الخوانی نے ذکر کیا کہ میں نے محمد بن ادریس شافعیؒ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ کوئی موٹا آدمی اچھا نہیں ہوتا بجز اس کے کہ (امام) محمد بن الحسن (جیسا) ہو آپ سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ ایک صاحب عقل ان دو خصلتوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں

ہوتا یا تو وہ آخرت کا اور جہاں اس کو اس دنیا سے لوٹ کر جانا ہے اس کا اہتمام کرے گا اور یا اپنی دنیا اور راحت زندگی کا اہتمام کرے گا اور چربی فکر اور غم کے ہوتے ہوئے نہیں جمتی۔ جب کسی شخص میں دونوں باتیں نہ ہوں تو وہ چوپاؤں کے حد میں داخل ہے اس کی چربی جمتی رہے گی (اور وہ پھولتا اور موٹا ہوتا رہے گا) پھر آپ نے یہ قصہ سنایا کہ پچھلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا اور وہ بہت موٹا تھا اس کے بدن پر بہت چربی چڑھی ہوئی تھی اور اپنے کاموں سے معذور ہو گیا تھا اس نے اطبا کو جمع کیا اور کہا کہ کوئی مناسب تدبیر کرو کہ میرے اس گوشت میں کچھ کمی ہو کر بدن ہلکا ہو جائے لیکن وہ کچھ نہ کر سکے۔ پھر ایک ایسے شخص کو اس کے لیے تجویز کیا گیا جو صاحب عقل وادب اور طبیب حاذق تھا تو بادشاہ نے اس کو بلا کر حالت سے باخبر کیا اور کہا کہ میرا علاج کر دو میں تم کو مالدار کر دوں گا اس نے کہا اللہ بادشاہ کا بھلا کرے میں ستارہ شناس طبیب ہوں۔ مجھے مہلت دیجئے کہ میں آج کی رات آپ کے طالع پر غور کر کے دیکھوں کہ کونسی دوا آپ کے ستارے کے موافق ہے وہ ہی آپ کو پلائی جائے گی پھر وہ اگلے دن حاضر ہوا اور بولا کہ اے بادشاہ مجھے امن دیا جائے بادشاہ نے کہا امن دیا گیا۔ حکیم نے کہا میں نے آپ کے طالع کو دیکھا وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی عمر میں سے صرف ایک ماہ باقی رہ گیا ہے اب اگر آپ چاہیں تو میں علاج شروع کروں اور اگر آپ اس کی وضاحت چاہتے ہیں تو مجھے اپنے یہاں قید کر لیجئے اگر میرے قول کی حقیقت قابل قبول ہو تو چھوڑ دیجئے ورنہ قتل کر دیجئے بادشاہ نے اس کو قید کر لیا اور سب تفریحات بالائے طاق رکھیں اور لوگوں سے الگ رہنا اختیار کر لیا اور گوشہ نشین بن گیا۔ تنہا رہنے کا اہتمام کرنے لگا جو دن گزرتا گیا اس کا غم زیادہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس کا جسم گھٹ گیا اور گوشت کم ہو گیا جب اسطرح اٹھائیس دن گذر گئے تو طبیب کے پاس آدمی بھیج کر اس کو نکالا۔ بادشاہ نے کہا اب تمہاری کیا رائے ہے طبیب نے کہا اللہ بادشاہ کی عزت زیادہ کرے میرا اللہ کے یہاں یہ مرتبہ نہیں ہے کہ وہ مجھے غیب کے علم پر مطلع کر دیتا واللہ میں تو اپنی عمر بھی نہیں جانتا تو آپ کی عمر کا کیا حال جان سکتا تھا میرے پاس آپ کے لیے بجز غم کے کوئی دوا نہیں تھی اور میرے اختیار میں آپ کے اوپر غم کو مسلط کرنے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں تھی تو اس تدبیر سے آپ کے گردوں (اور دیگر اعضاء) کی چربی گھل گئی بادشاہ نے اس کو بہت انعام دے کر رخصت کیا۔

(۴۸۹) ہم کو ابوالحسن بن الحسن بن محمد الصالحی کاتب سے معلوم ہوا اس نے بیان کیا کہ میں نے مصر میں ایک طبیب کو دیکھا جو وہاں قطیعی کے نام سے مشہور تھا اس کی ماہوار آمدنی جو بطور وظائف ہر مہینہ رؤسا لشکر سے ہوتی تھی اور سلطان کی طرف سے جو مشاہرہ تھا اور جو عوام سے آمد ہوتی تھی ایک ہزار دینار تھی اور اس نے اپنا مکان بھی شفاخانہ کے مشابہ بنایا تھا جس کے ایک قصہ میں ضعفاء اور بیماروں کے ٹھہرنے کا انتظام تھا یہ ان کا علاج کرتا تھا ان کی غذا اور ادویہ اور خدمت پر اپنی آمدنی کا بڑا حصہ خرچ کرتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک رئیس کے نوجوان لڑکے کو مصر میں سکتہ ہو گیا تو اس کو دیکھنے کے لیے تمام اطباء کو جمع کیا گیا ان میں قطیعی بھی تھا۔ تمام اطباء کی رائے اس کی موت پر متفق ہو گئی سوائے قطیعی کے اور اہل میت نے اس کو نہلانے اور دفن کا انتظام بھی شروع کر دیا تھا قطیعی نے کہا میں اس کا علاج کرتا ہوں اور موت سے زیادہ جس پر ان لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے اور تو کسی نقصان کا اندیشہ ہی نہیں ہے (موت تو نقصان کی آخری حد ہے) اہل میت نے اس کو قطیعی کے سپرد کر دیا۔ اس نے کہا ایک غلام کو جو قوت کے ساتھ کوڑے مار سکے اور کوڑے منگاؤ۔ چنانچہ یہ بھی لے آئے گئے۔ قطیعی نے مارنے کا حکم دیا اس نے کھینچ کر دس کوڑے پوری طاقت سے مارے پھر اس نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا اور دس اور لگوائے پھر تجسس کیا اور اطباء سے پوچھا کہ کیا مردے کی نبض حرکت کر سکتی ہے انہوں نے کہا نہیں (قطیعی نے ان سے) کہا کہ اس کی نبض پر غور کرو تو سب نے اتفاق کیا کہ نبض میں حرکت موجود ہے پھر دس کوڑے اور مارے پھر کہا کہ اب پھر دیکھو اطباء نے دیکھا کہ اب پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ پھر دس کوڑے اور مارے تو اور بڑھ گئی پھر دس اور مارے تو مریض نے آہ کی پھر دس کوڑے اور مارے اب مریض چلّایا تو اب مارنا بند کرا دیا تو مریض نے بیٹھ کر آہ آہ کرنا شروع کی قطیعی نے پوچھا تمہیں کیا محسوس ہوتا ہے مریض نے کہا مجھے بھوک معلوم ہو رہی ہے قطیعی نے کھانا کھلانے کی ہدایت کی مریض کو مناسب کھانا کھلایا گیا تو اس کی قوت عود کر آئی اور اچھا ہو کر کھڑا ہو گیا اس سے اطباء نے پوچھا کہ یہ طریق علاج آپ کو کیسے معلوم ہوا قطیعی نے کہا کہ میں ایک قافلہ کے ساتھ سفر میں تھا۔ جس کے ساتھ اعراب (کے گھوڑے سوار) ہماری حفاظت کے لیے چل رہے تھے ان میں ایک سوار اپنے گھوڑے سے گر گیا اور اس کو سکتہ پڑ گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ شخص مر گیا تو ان میں سے ایک بوڑھا آیا اور اس نے اس کو بہت ہی شدت اور

سختی سے مارنا شروع کیا۔ جب تک اس کو ہوش نہ آ گیا اس وقت تک برابر مارتا ہی رہا میں اس سے سمجھا کہ چوٹ اپنی طرف حرارت کو کھینچتی ہے جس نے اس کے سکتہ کو زائل کر دیا اسی قیاس پر میں نے اس بیمار کا علاج کیا۔

(۴۹۰) ابو منصور بن ماریہ کا بیان ہے جو رؤساء بصرہ میں سے تھا کہ ہمارے ایک شیخ نے ذکر کیا کہ ایک شخص کو ہمارے رشتہ داروں میں سے مرض استسقاء ہو گیا جب زندگی سے مایوسی کی نوبت آ گئی تو اس کو بغداد لایا گیا اور اطباء نے باہمی مشورے سے اس کے لیے بڑی دوائیں تجویز کیں تو ان کو بتایا گیا کہ مریض ان ادویہ کو کھا چکا ہے اور ان سے کوئی نفع نہیں ہوا تو انہوں نے اس کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کر دیا اور کہہ دیا کہ اب اس کے دفع مرض کے لیے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے۔ اس بات کو بیمار نے سن کر کہا اب مجھے چھوڑ دو کہ میرا دنیا کی جن چیزوں کو دل چاہتا ہے کھا پی لوں اور پرہیز سے مجھے قتل نہ کرو۔ تیمارداروں نے کہا جو کچھ جی میں آئے کھاؤ۔ وہ بیمار گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتا تھا جو بیچنے والا دروازے کے سامنے سے گذرتا یہ اس سے خریدتا اور کھاتا ایک مرتبہ اس کے سامنے ایک پکی ہوئی ٹیڑیاں بیچنے والا شخص آیا تو اس نے اس سے پانچ سیر ٹیڑیاں خریدیں اور سب کی سب کھا گیا اب اس کو اسہال ہونے شروع ہوئے یہاں تک کہ تین دن میں تین سو مرتبہ سے زیادہ اس کو (بیت الخلاء کے لیے) اٹھنے کی ضرورت ہوئی اور مرنے کے قریب ہو گیا۔ پھر اسہال بند ہو گئے اور جو کچھ (مادۂ خبیثہ) اس کے پیٹ میں تھا سب نکل گیا اور قوت پیدا ہو گئی اور اچھا ہو گیا اور اپنی ضرورتوں کے لیے باہر پھرنے لگا ایک مرتبہ ایک طبیب نے (جو اس کی صحت سے مایوس ہو چکا تھا) اس کو (تندرست) دیکھ کر بہت تعجب کیا اور اس سے حال پوچھا تو اس نے بیان کر دیا اس نے کہا ٹیڑی کی تاثیر تو یہ نہیں ہے کہ اس سے ایسی کیفیت ظاہر ہو۔ یہ لازمی بات ہے کہ جن ٹیڑیوں کے کھانے سے یہ بات پیدا ہوئی ان میں کوئی خصوصیت ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس شخص کا پتہ دو جس نے وہ ٹیڑیاں تمہارے ہاتھ بیچی تھیں۔ یہ اس کو ڈھونڈتے رہے یہاں تک کہ وہ دروازے کے سامنے سے گذرا اور اس کو طبیب نے دیکھ لیا۔ طبیب نے اس سے کہا کہ تو نے وہ ٹیڑیاں کس سے خریدی تھیں اس نے کہا میں نے خریدی نہیں میں خود ہی شکار کرتا ہوں اور بہت سی جمع کر کے پکاتا ہوں اور فروخت کرتا ہوں۔ طبیب نے پوچھا کہ تو ان کا شکار کہاں سے کرتا ہے اس نے جگہ بتائی جو

بغداد کی آبادی سے چند کوس کے فاصلہ پر تھی۔ اس سے طبیب نے کہا میں تجھ کو ایک دینار دوں گا تو میرے ساتھ اس جگہ چل جہاں سے ان ٹیڑیوں کا شکار کیا کرتا ہے۔ اس نے منظور کر لیا اور دونوں اس جنگل میں پہنچے اور طبیب دوسرے دن واپس آیا اور اس کے ساتھ کچھ ٹیڑیاں اور کچھ بوٹی تھی۔ لوگوں نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے تو اس نے کہا میں اس جگہ پہنچا جہاں سے یہ شخص ٹیڑیوں کا شکار کیا کرتا ہے جو ایسے صحرا کی گھاس کھاتی ہیں جس میں صرف یہی بوٹی ہے جس کا نام ماذریون ہے اور یہ استسقا کی ادویہ میں سے ہے یہ دوا اگر بقدر ایک درہم بیمار کو دی جاتی ہے تو اس کو سخت اسہال شروع ہو جاتے ہیں جن کے رکنے پر اطمینان نہیں کیا جا سکتا ہے اور اس سے علاج خطرناک ہے اسی لیے اطباء اس کو تجویز نہیں کرتے (اس کو فائدہ کی صورت یہ ہوئی کہ) جب ٹیڑیاں اس گھاس پر پڑیں اور انہوں نے اس کو کھایا تو وہ ان کے معدہ میں پکی۔ پھر ٹیڑیاں پکائی گئیں تو دو مرتبہ پکنے کی وجہ سے اس دوا کے فعل میں ضعف پیدا ہو گیا اور اعتدال پر آ کر اس قابل ہوگئی کہ اس شخص کو مفید ہوگئی۔

(۴۹۱) ابوبکر جفانی نے بیان کیا کہ میں ایک دن قاضی حسین بن ابی عمر (کی طرف گیا تھا تو وہ متفکر اور غمگین تھے میں نے کہا اللہ قاضی القضاۃ کو رنج و غم سے محفوظ رکھے میں یہ کیا حال دیکھ رہا ہوں کہنے لگے یزید المائی کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا اللہ قاضی القضاۃ کو سلامت رکھے یزید المائی کون شخص ہے کہ اگر وہ مر گیا تو قاضی القضاۃ بھی اس قدر شدت کے ساتھ اس پر غمگین ہیں انہوں نے کہا افسوس ہے کہ تجھ جیسا شخص ایسی گفتگو کرے اس شخص کے بارے میں جو اپنے فن میں یگانہ روزگار ہوا اور وہ مر گیا اور کوئی اس کے بعد ایسا نہیں جو حذاق میں اس کے قریب بھی ہو۔ جس کو اس کا جانشین مان لیا جائے کسی شہر کے لیے قابل فخر وہاں کے ماہرین فن اور تجربہ کار اہل علم ہی ہوتے ہیں تو جب ایسا کوئی شخص اٹھ جائے جس کا ایسے فن میں کوئی مثل موجود نہ ہو جس کی دنیا کو بڑی ضرورت ہو تو کیا ایسا حادثہ علم کے نقصان اور ملکوں کے انحطاط کا باعث نہ ہوگا (اس پر جتنا بھی غم کیا جائے کم ہے) پھر انہوں نے اس کے فضائل گنوانے شروع کر دیئے اور عجیب چیزیں جن سے وہ علاج کرتا تھا اور سخت امراض کے واقعات سنائے جو اسکی تدبیر سے زائل ہوئے اور ایسی بہت سی باتوں کا ذکر کیا۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے انہوں نے کہا کہ عرصہ ہوا کہ مجھ سے اس شہر کے ایک بڑے معزز شخص نے ذکر کیا تھا کہ اس کی لڑکی ایک عجیب بیماری میں

مبتلا ہے۔ جس کو وہ اس سے چھپاتی رہی پھر جب وہ اس سے مطلع ہو گیا تو وہ بھی ایک مدت تک چھپاتا رہا پھر جب دم لبوں پر آ گیا تو اس نے بیان کیا کہ میں نے خیال کیا کہ اب تو اس سے زیادہ مخفی رکھنے کی گنجائش ہی نہیں رہی اور بیماری یہ تھی کہ لڑکی کو شرمگاہ میں درد کے سخت چوکے لگتے تھے جن کی وجہ سے رات کی نیند اور دن کا سکون ختم ہو چکا تھا اور اس تکلیف سے وہ بڑی چیخیں مارتی تھی اور اس کے دوران میں اس میں سے گوشت کے پانی کے رنگ کا تھوڑا سا خون بھی نکلتا تھا اور نہ وہاں بظاہر کوئی زخم تھا اور نہ زیادہ ورم تھا جب مجھے ڈر ہوا کہ یہ اگر مر گئی تو خدا کے سامنے میں گنہگار ہوں گا میں نے یزید کو بلا کر مشورہ کیا۔ اس نے کہا مجھے ایک بات کہنے کی اجازت دیجئے اور اس پر مجھے معذور سمجھئے میں نے کہا بہت اچھا۔ میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں کوئی دوا تجویز کر دوں بغیر موقع کو دیکھے ہوئے اور مجھے اپنے ہاتھ سے بھی تفتیش کرنا پڑے گی اور عورت سے اسباب مرض معلوم کرنے کے لیے کچھ سوالات بھی کرنے پڑیں گے اس احتمال پر کہ ایسے واقعات ہی مرض پیدا ہونے کا سبب ہوئے ہوں۔ میں نے لڑکی کی خطرناک حالت اور موت کے قریب پہنچ جانے کی بنا پر ہر بات کی اجازت دیدی تو اس نے موقع کے تجسس کے بعد سوالات کا سلسلہ بہت لمبا کر دیا اور ایسی باتیں کیں جن کا بیماری سے کچھ تعلق معلوم نہیں ہوتا تھا جب تک تکلیف کے سبب کو وہ پہچان نہ گیا اس حد تک کہ قریب تھا کہ میں اس پر حملہ کر دوں میں مجبوراً صبر کیے رہا اور اس کی یہ عادت میرے پیش نظر آ گئی جس کو میں جانتا تھا کہ وہ ہر ایک کے راز کو چھپایا کرتا ہے تو اس کڑوے گھونٹ پر صبر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھ سے کہا کہ کسی کو حکم دو کہ وہ اس کو تھام لے میں نے اس کا انتظام کر دیا۔ پھر اس نے مقام مخصوص میں اپنا ہاتھ سختی سے دے دیا عورت چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی اور خون جاری ہو گیا اور وہ اپنے ہاتھ سے ایک جانور نکال کر لایا جو گبریلے سے کچھ چھوٹا تھا اور اس کو پھینک دیا اور لڑکی فوراً اٹھ بیٹھی اور اس نے اپنے بدن پر کپڑا ڈالا اور کہنے لگی کہ ابا مجھ پر پردہ چھوڑ دو میں اچھی ہو گئی ہوں۔ پھر اس نے اس حیوان کو اپنے ہاتھ سے اٹھا لیا اور مکان سے باہر آ گیا۔ میں بڑھ کر اس سے ملا اور اس کو بٹھا کر میں نے کہا کہ مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ یہ کیا چیز ہے کہنے لگے کہ مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ میرے سوالات تم کو سخت ناگوار گذرے ہیں وہ صرف اس لیے تھے کہ میں ان اسباب کی جستجو کر رہا تھا جن سے بیماری پر استدلال کر سکوں یہاں تک کہ اس نے کہا کہ میں ایک دن اس

کوٹھرے میں بیٹھی تھی جس میں وہ بیل باندھے جاتے ہیں جو تمہارے باغ کا رہٹ چلاتے ہیں پھر اس کے بعد سے یہ تکلیف شروع ہو گئی اس دن کے بعد کو سبب تکلیف نہیں پہچان سکی تو میرے خیالات نے یہ اخذ کیا کہ اس کی شرمگاہ میں کوئی چیچڑی داخل ہو گئی ہے اور جب جس مقام پر جم رہی ہے وہاں سے خون چوستی ہے تو درد کے چوکے لگتے ہیں اور جب وہ پیٹ بھر لیتی ہے تو خون کے قطرات چوسنے کی جگہ سے بہہ کر شرمگاہ سے باہر آ جاتے ہیں (اپنے قیاس کی جانچ کے لیے میں نے چاہا کہ اپنا ہاتھ پہنچا کر ٹٹول کر دیکھوں تو میں نے اپنا ہاتھ دے کر دیکھا تو مجھے چیچڑی مل گئی پھر میں نے اس کو (اس جگہ سے توڑ کر) باہر کھینچ لیا اور وہ حیوان یہ ہے اور یہ بڑا ہو گیا اور چونکہ بہت زمانہ تک خوب خون چوستا رہا اس لیے اس کی صورت بھی بدل گئی۔ اس شخص نے کہا کہ جب میں نے اس حیوان کو بغور دیکھا تو وہ بے شک چیچڑی تھی اور لڑکی بھلی چنگی ہو گئی۔ ابو بکر جفانی کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے قاضی ابوالحسن نے کہا کہ کیا آج بغداد میں کوئی ایسا ماہر فن موجود ہے؟ تو میں کیسے رنجیدہ نہ ہوں ایسے شخص کی موت پر جس کی یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے۔

(۴۹۲) جبریل بن بختیشوع نے بیان کیا جب رقہ میں ہارون الرشید گئے تھے میں ان کے ساتھ تھا اور محمد اور مامون بھی (یعنی امین الرشید اور مامون الرشید) اور ہارون ایک بہت کھانے پینے والا شخص تھا۔ ایک دن بہت سی مختلف اشیاء کھالیں جن میں باہم متضاد کیفیات تھیں۔ جب بیت الخلاء گئے تو ان پر غشی طاری ہو گئی تو نکالے گئے اور نازک حالت ہو گئی یہاں تک کہ لوگوں کو ان کی موت کا یقین ہو گیا مجھے بلایا گیا میں نے نبض دیکھی تو نبض خفی پائی اور اس سے چند دن قبل ان کو متلی اور خون کی حرکت بڑھ جانے کی شکایت ہو چکی تھی میں نے کہا مناسب یہ ہے کہ ابھی سینگیاں کھچوائی جائیں تو کوثر خادم نے کہا اے بدکار کے بچے تو ایک مرے ہوئے شخص کے سینگیاں کھچوانا چاہتا ہے تیری تجویز قبول نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی قدر کی جائے گی یہ اس لیے کہا کہ (وہ ہارون کی موت سے اپنے دل میں خوش تھا) امرِ خلافت کو اپنے آقا محمد امین الرشید تک پہنچنے کے منصوبے قائم کر رہا تھا مامون الرشید نے کہا (بظاہر تو) جو ہونا تھا واقع ہو چکا ہے اب سینگیاں کھچوانے میں نقصان ہی کیا ہے۔ حجام (یعنی سینگی والے) کو حاضر کیا گیا اور میرے پاس غلاموں کی ایک جماعت اس کے جسم کو سنبھالے رکھنے کے لیے آ گئی اور حجام نے سینگیاں چوسنی شروع کر دیں تو وہ مقام سرخ ہو گیا اس سے میں خوش ہوا۔ پھر میں نے کہا پچھنے لگاؤ تو پچھنے

لگائے گئے اس سے خون نکلا۔ تو میں نے اللہ کے لیے سجدۂ شکر کیا۔ جیسے جیسے خون نکلتا رہا جسم کا رنگ کھلتا رہا یہاں تک کہ ہارون باتیں کرنے لگے اور پوچھنے لگے کہ میں کہاں ہوں؟ مجھ کو بھوک معلوم ہو رہی ہے ہم نے ان کو کھانا پیش کیا اور بالکل تندرست ہو گئے۔ پھر افسر حفاظت سے (جو بادشاہ کا ذمہ دار افسر تھا) پوچھا کہ اس کو سالانہ کیا ملتا ہے اس نے بتایا کہ دس لاکھ درہم ہر سال اور اس کے نائب سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ پانچ لاکھ درہم مجھ سے پوچھا اے جبریل تجھ کو کیا ملتا ہے۔ میں نے کہا پچاس ہزار تو کہنے لگے ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ان لوگوں کے مشاہرات اتنے زیادہ ہیں کہ وہ بھی ہمارے محافظ ہیں تمہاری طرح اور تمہارا مشاہرہ ان سے اتنا کم۔ پھر حکم دیا کہ آئندہ دس لاکھ درہم دیا جایا کرے۔

(۴۹۳) ابوالحسن بن المہدی القزوینی نے ہم سے اپنا واقعہ بیان کیا کہ مجھ پر سکتہ پڑ گیا تھا اور میرے متعلقین کو میری موت میں کوئی شبہ نہیں تھا انہوں نے مجھے غسل دیا اور کفن پہنا کر میرا جنازہ اٹھا کر لے چلے اور میرے پیچھے کچھ عورتیں بھی روتی پیٹتی جا رہی تھیں جب جنازہ ایک طبیب کے سامنے سے گذرا جو ہمارے یہاں مطب کرتا تھا اس کو ابن نوح کہا جاتا تھا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ یہ تمہارا عزیز زندہ ہے مجھے موقع دو کہ میں اس کا علاج کروں اس پر شور مچ گیا ان سے لوگوں نے کہا اس کو علاج کا موقع دینا چاہیے کیا عجب ہے کہ زندہ ہو جائے ورنہ تمہارا نقصان ہی کیا ہوگا۔ عزیزوں نے کہا ہم کو فضیحتے کا ڈر ہے (کہ حکومت کو نعش کے دفن نہ کرنے پر اعتراض ہو سکتا ہے) حکیم نے کہا اس کا ذمہ دار میں ہوں کہ فصیحتہ نہیں ہوگا انہوں نے کہا اگر ہم پھنس گئے؟ حکیم نے کہا پھر سلطان کا حکم میری ذات پر نافذ ہوگا لیکن اگر یہ اچھا ہو گیا تو مجھے کیا ملے گا انہوں نے کہا جو آپ چاہیں حکیم نے کہا اس کی دیت کے برابر انہوں نے کہا اس قدر مال تو ہماری طاقت سے باہر ہے بالآخر ایک مقدار مال جو ورثاء نے دینا منظور کی طبیب بھی اس پر راضی ہو گیا اور مجھ کو اٹھا کر حمام میں داخل کیا اور میرا علاج شروع کر دیا۔ میں اس وقت سے چوبیس گھنٹے کے بعد ہوش میں آ گیا اور اس کو طے کردہ رقم دی گئی میں نے اس کے بعد طبیب سے پوچھا کہ تم نے کیسے پہچان لیا تھا کہ میں زندہ ہوں اس نے کہا میں نے تمہارے دونوں پاؤں کو کفن میں سیدھے کھڑے ہوئے دیکھ لیا تھا اور مردے کے پاؤں بچھے ہوئے ہوتے ہیں وہ کھڑے نہیں رہ سکتے اس سے میں سمجھا کہ تم زندہ ہو اور میں نے قیاس کیا کہ تم کو سکتہ پڑا ہے اور تم

پر تجربہ کیا تو میرا تجربہ صحیح ثابت ہوا۔

(۴۹۴) ابواحمد الحارثی نے بیان کیا کہ ایک عیسائی طبیب تھا جس کو موسیٰ بن سنان کہا جاتا تھا اس کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کا ذکر پھولا ہوا تھا اور وہ پیشاب کرنے پر قادر نہیں تھا اور فریاد کرتا اور چیختا تھا۔ طبیب نے بیماری کا حال اس سے پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ اتنے دنوں سے اس کو پیشاب نہیں ہوا اس نے اس کے ذکر کو پھولا ہوا دیکھا اور اس کے حال پر غور کیا تو اس کو عسر البول کا کوئی سبب نہ ملا اور نہ سنگریزہ تھا تو دن بھر اس کو اپنے پاس بٹھا کر سوالات کرتا رہا۔ پھر اس نے مریض سے پوچھا مجھے صاف بتا کہ کیا تو نے اپنے ذکر کو کسی ایسی شے میں داخل کیا ہے جس میں عادۃً کوئی داخل نہیں کرتا جس کے بعد تجھ کو یہ شکایت واقع ہوئی۔ اب یہ شخص چپ ہوا اور کہنے سے شرمایا مگر طبیب حال کھلوانے کی کوشش کرتا رہا اور اس سے رازداری کا وعدہ کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے کہہ دیا کہ میں نے ایک گدھے سے نکاح کیا تھا پھر طبیب نے ایک ہتھوڑا منگایا اور چند غلاموں کو بلایا جنہوں نے اس شخص کو سنبھالا اور اس کے ذکر کو لوہار کی سندان پر رکھ کر خوب زور سے ایک ہتھوڑا مارا جس سے وہ تڑپ گیا تو ایک جَو نکلا اور یہی قیاس طبیب نے کیا تھا کہ کوئی جو کا دانہ گدھے کی لید کرنے کی جگہ سے سوراخِ ذکر میں داخل ہو گیا ہے جب اس پر ہتھوڑا لگا تو وہ نکل آیا۔

(۴۹۵) ہم سے ابوالقاسم الجہنی نے یہ قصہ سنایا کہ ایک خلیفہ کی محبوبہ کنیز نے کھڑی ہو کر انگڑائی لی یہ خلیفہ غالباً ہارون الرشید تھا جب اس نے انگڑائی لے کر اپنے ہاتھوں کو نیچے لانا چاہا تو نہ لا سکی اور وہ اسی طرح کھلے رہ گئے تو وہ چلائی اور اس کو اس سے بڑی تکلیف ہوئی اور خلیفہ کو اطلاع پہنچی انہوں نے آ کر اس کے حال کا مشاہدہ کیا جس سے ان کو تشویش ہوئی اور طبیبوں سے مشورہ کیا ہر ایک نے تدبیر کی اور دوا کا استعمال کرایا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور اس لڑکی کو اسی صورت سے کئی دن گذر گئے اور خلیفہ اس کی وجہ سے پریشان تھے تو ان کے طبیب نے آ کر کہا کہ اے امیر المؤمنین اس کی کوئی دوا نہیں بجز اس کے کہ اس کے پاس ایک اجنبی شخص پہنچے اور اس سے تخلیہ کرے اور اس کی خاص طور پر مالش کرے جس کو وہ جانتا ہے خلیفہ نے اس کی صحت کی خاطر اسے منظور کر لیا پھر طبیب نے ایک شخص کو حاضر کیا اور اس نے اپنی آستین سے تیل کی شیشی نکالی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں اے امیر المؤمنین کہ آپ اس کو بالکل برہنہ کرا دیں تا کہ اس کے تمام اعضاء پر اس

تیل کی مالش کروں۔ یہ بات اس پر بہت شاق گذری پھر حکم دیا کہ ایسا کر دیا جائے اور اپنے دل میں اس شخص کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا اور خادم سے کہا کہ اس کو پکڑ لے اور جب وہ ننگی ہو جائے تو اس کے پاس پہنچا دے۔ پھر وہ کنیز برہنہ کر کے کھڑی کی گئی جب وہ شخص اندر گیا اور اس کے قریب ہوا تو اس کی طرف چل کر اپنے ہاتھ کو اس کی شرمگاہ کی طرف بڑھایا کہ اسے چھونا چاہتا ہے اس کنیز نے فوراً اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی شرمگاہ کو چھپا لیا اور اس وجہ سے اس پر شدت کے ساتھ گھبراہٹ اور حیا کا غلبہ ہوا۔ حرارتِ طبعی کے پھیلنے کی وجہ سے اس کا بدن گرم ہو گیا اور اس نے اس کے ارادے کو پورا کرنے میں مدد پہنچائی جب اس نے اپنے جسم (یعنی ہاتھوں) کو شرمگاہ کے چھپانے کے لیے استعمال کرنا چاہا۔ جب اس نے اپنی شرمگاہ کو چھپا لیا تو اس سے اس شخص نے کہا تو شفا پا چکی ہے اب اپنے ہاتھوں کو حرکت مت دینا۔ پھر اس شخص کو خادم پکڑ کر رشید کے پاس لایا اور اس کو واقعہ کی اطلاع دی تو اس طبیب سے رشید نے کہا تم اس شخص کے ساتھ کیا معاملہ مناسب سمجھتے ہو جس نے ہماری حرم کی شرمگاہ کا مشاہدہ کیا تو طبیب نے اپنے ہاتھ سے اس شخص کی (جو تیل لے کر پہنچا اور اس نے کنیز کے جسم کا مشاہدہ کیا تھا) داڑھی کھینچ لی تو وہ مصنوعی نکلی جو چہرے پر لگی ہوئی تھی وہ الگ ہو گئی اور وہ شخص جاریہ ثابت ہوئی۔ طبیب نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میں کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ آپ کی حرمت اور ناموس کو مردوں کے سامنے کرادوں۔ مگر مجھے یہ ڈر رہا کہ اگر یہ بات آپ پر کھول دوں تو اس کی اطلاع اس مریضہ کو نہ ہو جائے اور پھر میری تمام تدابیر بیکار جائے کیونکہ میں نے یہ چاہا تھا کہ اس کے دل میں سخت گھبراہٹ پیدا کر دوں جس سے اس کی طبیعت پر گرمی کا جوش پیدا ہو جائے اور وہ اس کے ہاتھوں کو کھینچ لائے اور ان میں حرکت پیدا کر دے اور اس پر طبعی حرارت بھی معین بن جائے تو میرے ذہن میں اس کے سوا اور کوئی حیلہ نہ آیا اور میں نے یہ صورت آپ کے سامنے پیش کی تو خلیفہ نے اس کو بہت بڑا صلہ اور انعام عطا کیا۔ ابو القاسم نے کہا اور اسی نظریہ کی بنا پر اطباء نے ضعیف قسم کے لقوہ کے علاج میں یہ تجویز کیا ہے کہ جب مریض غافل ہو تو لقوہ کی مخالف جانب پر اس کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا جائے تا کہ اس کے قلب میں طبعی جذبہ گرمی پیدا کر دے اور پھر طبعی طور پر ہی وہ بے اختیار اپنا منہ اس طرف پھیرے جس طرف تھپڑ لگا ہے تو لقوہ جاتا رہے گا۔

(۴۹۶) صلت بن محمد حجدری کہتے ہیں کہ مجھ سے بشر بن المفضل نے بیان کیا کہ ہمارا حاجیوں کا

قافلہ سفر میں تھا تو ہمارا گذر عرب کے پانیوں میں سے ایک پانی پر (یعنی ایک قبیلہ پر) ہوا ہم سے بیان کیا گیا کہ یہاں بہت خوبصورت تین بہنیں ہیں اور کہا گیا کہ وہ مطب کرتی ہیں اور علاج کی ماہر ہیں ہم نے چاہا کہ ان کو دیکھیں تو (اس کا یہ حیلہ کیا کہ) اپنے ایک ساتھی کی پنڈلی کو ایک لکڑی اٹھا کر اس سے چھیل دیا یہاں تک کہ اس میں خون کچکچانے لگا۔ پھر ہم نے اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور لوگوں سے کہا کہ اس کے سانپ نے کاٹ لیا ہے کیا کوئی جھاڑنے والا ہے تو ان میں سے چھوٹی بہن نکل کر آئی ایسی خوبصورت تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ سورج نکل آیا وہ آ کر اس کے سامنے کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی کہ اس کے سانپ نے نہیں کاٹا۔ ہم نے کہا کیسے تو اس نے کہا اس کا جسم ایسی لکڑی سے چھل گیا جس پر نر سانپ نے پیشاب کیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس کے بدن کو دھوپ لگے گی تو یہ مر جائے گا اور واقعی جب سورج طلوع ہوا تو وہ شخص مر گیا اور ہم اس سے متحیر ہو گئے۔

(۴۹۷) ایک شخص نے ایک طبیب سے اپنے پیٹ کے درد کی شکایت کی طبیب نے پوچھا کہ تو نے کیا چیز کھائی تھی؟ اُس نے کہا کہ میں نے جلی ہوئی روٹی کھائی تھی طبیب نے ایک ذرور (آنکھوں میں ڈالنے کا سفوف) منگایا تا کہ اس کی آنکھ میں لگائے۔ اس نے کہا میرے پیٹ میں درد ہے آنکھ میں نہیں۔ طبیب نے کہا میں سمجھ چکا ہوں لیکن تیری آنکھ میں ذرور اس لیے ڈالنا چاہتا ہوں کہ آئندہ جلی ہوئی چیز تجھے نظر آ جایا کرے اور تو اس کو نہ نگل جایا کرے۔

باب: ۲۷

طفیلیوں (یعنی بن بلائے مہمانوں) کے حالات

اصمعی کا قول ہے کہ طفیل کہتے ہیں (کھانے کے لیے) بغیر بلائے کچھ مدعو لوگوں میں شامل ہو کر پہنچ جانے والے کو۔ یہ لفظ طفل سے بنا ہے طفل کے معنے ہیں دن کے اوپر رات کا اپنی تاریکی کے ساتھ چھا جانا اور اس میں مناسبت یہ ہے کہ اس شخص کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ مدعو لوگ اس سے تاریکی میں ہوتے ہیں کہ ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ اس کو بلایا گیا یا نہیں اور یہ کیسے ان کے ساتھ آ ملا اور اصمعی نے کہا بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ طفیلی منسوب ہے طفیل کی طرف۔ طفیل

کوفہ میں ایک شخص تھا بنی غطفان میں سے یہ شخص ولیمے کی دعوتوں میں بغیر بلائے پہنچ جایا کرتا تھا اسی لیے اس کا نام طفیل الاعراس یا طفیل العرائس (شادیوں والا طفیل) مشہور ہو گیا تھا اس میں کلام ہے کیونکہ عرب طفیلی کو وارش اور رائش کہتے ہیں اور جو شخص کسی قوم کی مجلس شراب میں بغیر بلائے پہنچ جائے اس کو واغل کہتے ہیں۔

ابو عبیدہ کا قول یہ ہے کہ بنی ہلال میں ایک شخص تھا جس کو طفیل ابن زلال کہا جاتا تھا جب اس کو کہیں دعوت کا حال معلوم ہوتا تھا کھانے کے لیے پہنچ جاتا تھا اور کھاتا تھا تو جو شخص ایسا کرتا تھا اس کو اس نام سے موسوم کیا جانے لگا۔

(۴۹۸) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کو ابوشعیب کہا جاتا تھا اور اس کے پاس ایک غلام گوشت پکانے والا تھا۔ ابوشعیب نے اپنے غلام سے کہا کہ کھانا تیار کرے تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کروں ابوشعیب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صراحت کے ساتھ مدعو کیا کہ کل پانچ حضرات ہوں گے پانچویں آنحضرت ہوں گے (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلے) تو ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہولیا (وہاں پہنچ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوشعیب سے فرمایا آپ نے پانچ کی دعوت کی تھی جن میں سے پانچواں مجھے ہونا چاہیے تھا اور یہ شخص ہمارے پیچھے آ گیا اگر آپ اجازت دیں تو شریک طعام ہو جائے ورنہ واپس ہو جائے۔ ابوشعیب نے کہا میں اجازت دیتا ہوں۔

(۴۹۹) احمد بن الحسن المقری نے بیان کیا کہ بنان ایک دعوتِ نکاح کے موقع پر پہنچا اندر پہنچنے کی صورت نہ بن پڑی تو ایک بقال کے پاس پہنچا اور اس سے دس پیالے شہد لے کر اپنی انگوٹھی رہن رکھ دی اور شادی والے گھر کے دروازے پر پہنچا اور آواز دی کہ اے دربان دروازہ کھول۔ دربان نے کہا: تو کون ہے؟ بنان نے کہا غالباً تو مجھے نہیں پہچانتا میں وہ ہوں جس کو پیالے لینے کے لیے بھیجا تھا۔ دربان نے دروازہ کھول دیا۔ بنان نے داخل ہو کر لوگوں کے ساتھ کھایا پیا جب فارغ ہو گیا تو پیالے اُٹھا کر آ لیا اور دربان سے کہو دروازہ کھولو وہ لوگ بالکل خالص شہد چاہتے ہیں ان کو واپس کرنا پڑے گا پھر آ کر پیالے بقال کو واپس کر گیا اور اپنی انگوٹھی لے گیا۔

(۵۰۰) بنان نے ایک ولیمہ کی دعوت میں جانا چاہا مگر روک دیا گیا اور اس کو ہٹا کر دروازہ بند کر دیا گیا تو ایک سیڑھی کرایہ پر لے کر آیا اور اس کو صاحب شادی کے مکان کی دیوار سے کھڑی کر

کے اوپر چڑھ گیا اور گھر کی عورتوں اور لڑکیوں کو جھانکنے لگا گھر والے نے کہا ارے تو کون ہے تجھے خدا کا خوف نہیں تو ہماری عورتوں اور بیٹیوں کو جھانک رہا ہے۔ بنان نے کہا اے شیخ (اور یہ آیت پڑھ دی) لقد علمت مالنا فی بنتك و من حقّ و انّك لتعلم مانرید (ترجمہ: تو خوب جانتا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں اور تو یہ بھی خوب جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں) صاحب خانہ ہنس پڑا اور بولا نیچے اتر اور کھالے۔

(۵۰۱) محمد بن علی الجلاب سے منقول ہے کہ ایک طفیلی نے ایک شادی کے موقع پر آنا چاہا مگر داخلہ سے روک دیا گیا اور وہ جانتا تھا کہ دولہا کا بھائی غائب ہے تو اس نے جا کر ایک کاغذ کا ورق لے کر خط کی طرح لپیٹا اور اس کو لفافہ کی طرح بند کر دیا اور اندر کچھ بھی نہیں تھا اور اوپر لکھ دیا ''بھائی کی طرف سے دولہا کے نام'' اور آ کر کہنے لگا کہ میرے پاس دولہا کے بھائی کا خط ہے تو اس کو اندر جانے کی اجازت دیدی گئی اس نے اندر پہنچ کر اہل شادی کو خط دے دیا وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے آج تک خط کا عنوان (پتہ) اس طرح لکھا ہوا نہیں دیکھا اس پر کسی کا نام بھی نہیں لکھا۔ طفیلی صاحب بولے کہ اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اس لفافہ کے اندر بھی کچھ نہیں۔ ایک حرف بھی تو نہیں کیونکہ وہ بہت جلدی میں تھا سب لوگ ہنس پڑے اور سمجھ گئے کہ اس نے اندر آنے کا حیلہ بنایا ہے۔ اس کو کھانا کھلا دیا گیا۔

(۵۰۲) منصور بن علی الجہضمی نے بیان کیا کہ میرے پڑوس میں ایک طفیلی رہتا تھا دیکھنے میں بڑا وجیہ اور بولنے میں بڑا شیریں زبان۔ عمدہ خوشبو لگاتا تھا اور خوبصورت لباس پہنتا تھا اور اس کا معمول یہ تھا کہ جب مجھے کسی دعوت میں بلایا جاتا تھا تو میرے پیچھے پیچھے رہتا تھا۔ لوگ میری وجہ سے اس کی بھی عزت کیا کرتے اور اس کو میرا دوست سمجھ لیا کرتے تھے ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ جعفر ابن القاسم الہاشمی امیر بصرہ نے ارادہ کیا کہ اپنے کسی بچہ کی ختنہ کرائے (اور معززین شہر کو اس پر مدعو کرے) تو میرے خیال میں یہ تصور ہوا کہ جعفر کا بھیجا ہوا آدمی میرے پاس آیا اور میں چلنے لگا تو وہ شخص بھی میرے پیچھے پیچھے آ لیا اور واللہ اگر اب میرے پیچھے اس طرح چلا تو میں اس کو ضرور رسوا کروں گا۔ ابھی میں اس تصور ہی میں تھا کہ قاصد مجھے پکارتا ہوا آ گیا تو میں نے بجز اس کے کپڑے پہنے اور باہر نکل آیا اور کوئی کام نہیں کیا تھا دیکھتا ہوں کہ وہ طفیلی صاحب گھر کے

دروازے پر کھڑے ہیں جو مجھ سے بھی پہلے تیاری کر چکے تھے۔ جب میں چلا تو میرے پیچھے پیچھے تھے۔ جب ہم امیر کے مکان پر پہنچ گئے تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ کھانے کی تیاری ہوئی دستر خوان بچھائے گئے۔ ہر جماعت ایک ایک دستر خوان پر تھی اور وہ طفیلی میرے ساتھ تھا۔ جب اس نے ہاتھ کھانے کے لیے بڑھا تو میں نے کہا ہم کو حدیث پہنچی دوست بن زیاد سے اور ان کو ابان بن طارق سے ان کو نافع سے ان کو ابن عمرو سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی قوم کے مکان میں بغیر اس کی اجازت کے پہنچ جائے اور ان کا کھانا کھائے وہ داخل ہوگا چور بن کر اور نکلے گا لٹیرا بن کر۔'' جب اس نے سنا تو بولا ''میاں اپنی لغزش کی اصلاح کرو جو اس گفتگو میں تم سے سرزد ہوئی ہے۔ اس جماعت میں کوئی ایسا نہیں ہے جو یہ نہ سمجھ لے گا کہ تم نے یہ چھینٹا اسی پر مارنا چاہا ہے کسی دوسرے پر نہیں آپ کو اس بات کی بھی شرم نہیں آئی کہ آپ ایک سردار کے دستر خوان پر یہ کلام کر رہے ہیں جو کھانا کھلا رہا ہے اور آپ دوسرے کے کھانے پر اپنے سوا اوروں کے لیے بخل کا اظہار کر رہے ہو پھر تمہیں اس سے بھی شرم نہ آئی کہ تم دوست بن زیاد سے روایت کر رہے ہو جو ایک ضعیف راوی مانا جاتا ہے اور وہ ابان بن طارق سے روایت کرتا ہے جو متروک الحدیث ہے (یعنی محققین نے اس کی احادیث کو ناقابل اعتماد قرار دیا ہے) اور وہ ایسے حکم کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کر رہا ہے حالانکہ تمام مسلمان اس کے خلاف ہیں کیونکہ چور کے لیے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم ہے اور ڈاکو کا حکم یہ ہے کہ امام جو بھی سزا چاہے دے سکتا ہے (اور اس طرح کھانا کھانے والے کے لیے کوئی سزا مشروع نہیں ہے) اور تم وہ حدیث بھول گئے ہو جو مروی ہے ابو عاصم النبیل سے وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے وہ روایت کرتے ہیں ابو الزبیر سے وہ روایت کرتے ہیں جابر سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہو جاتا ہے اور دو کا چار کو اور چار کا آٹھ کو کافی ہو جاتا ہے اور اس حدیث کی اسناد بھی صحیح متن بھی صحیح، منصور بن علی کہتے ہیں کہ اس نے مجھے خاموش کر دیا مجھے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جب ہم واپسی کیلئے وہاں سے باہر آئے تو وہ مجھ سے الگ ہو کر راستہ کے دوسرے کنارے پر چل رہا تھا اور پہلے میرے پیچھے پیچھے چلا کرتا تھا اور میں نے سنا کہ یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

وَ مَن ظَنَّ ممن یلاقی الحروبَ ☆ بأن لا یُصاب فقد ظنَّ عَجزًا

(ترجمہ) اور جس لڑائی میں شامل ہونے والے نے یہ گمان کر لیا کہ اس پر کوئی وار نہ ہو سکے گا تو اس نے بیہودہ

خیال کرلیا۔

(۵۰۳) عبید اللہ محمد بن عمران الربانی سے منقول ہے انہوں نے بیان کیا کہ طفیلی العرائس جس کی طرف منسوب کر کے طفیلی کہا جاتا ہے اس نے اپنی اس بیماری کے زمانہ میں جس میں اس کا انتقال ہوا اپنے بیٹے عبدالحمید بن طفیل کو وصیت کی جس میں اس سے کہتا ہے کہ جب تو کسی شادی کی محفل میں کھانے کے لیے پہنچے تو اس طرح اِدھر اُدھر مت دیکھنا جیسے کوئی شک کی حالت میں دیکھتا ہے (کہ لوگ کھانے دیں گے یا نہیں) اور بے تکلف بیٹھنے کی جگہ پر جا بیٹھو۔ اگر شادی میں ہجوم زیادہ ہو تو (انتظام امور میں دخیل بن جاؤ کسی کو) حکم کرو (کسی بات کا اور کسی کو) منع کرو نہ لڑکی والوں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرو اور نہ لڑکے والوں کی آنکھ سے آنکھ ملاؤ تا کہ ہر ایک بجائے خود یہ خیال کرے کہ یہ دوسری جماعت والوں میں سے ہے اور اگر دربان تند مزاج اور بدلحاظ ہو تو اس سے خود بات شروع کرو۔ کسی کام کے کرنے کی ہدایت کرو اور کسی سے منع کرو اس طرح کہ گفتگو میں کھرا پن نہ ہو اور گفتگو کا ایسا ڈھب اختیار کرو جو خیر خواہی اور راہنمائی کے درمیان ہو۔ پھر یہ اشعار پڑھے:

لا تجزعنّ من الغریب ☆ ولا من الرجل البعید

وادخل کانّك طانج ☆ بیدیك مغرقة الحدید

(ترجمہ) کسی اوپرے آدمی کو دیکھ کر ہرگز نہ گھبرا جانا اور نہ کسی ایسے آدمی سے جو دور کھڑا ہوا (گھورتا) ہو اور اس طرح گھر میں جا گھس گویا تو ہی پکانے والا اور تیرے دونوں ہاتھوں میں لوہے کا کفگیر ہے۔

متدلّیًا فوق الطعًا ☆ مرتد لّی الباز الضُیّود

کھانے پر اس طرح جھکتا ہوا جس طرح باز اپنے شکاروں پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

لتلفّ ما فوق المَوَا ☆ ئد کلّھا لف الفھود

جو کچھ تجھے دستر خوان سے ملے اس طرح سب کا سب سمیٹ جا جیسے چیتے (اپنے شکار کو) دبا لیتے ہیں۔

واطرح حیاء ك انّما ☆ وجه الطفیلی من حدید

اور حیا کو پھینک دینا اپنے اوپر سے کیونکہ طفیلی کا چہرہ لوہے کا ہوتا ہے (کہ اس پر کوئی تغیر نہیں ہوسکتا)

لا تلتفت نحو البقو ☆ ل ولا الی غرف الثرید

ترکاریوں کی طرف اور ثرید کے چمچوں کی طرف بالکل توجہ نہ کرنا۔

حتی اذا جاء الطعا ☆ مضربت فیه کاالشدید

(ہاں) جب (نفیس قسم کا) کھانا آ جائے تو اس پر بہادروں کی طرح ہاتھ مارنا۔

و علیك بالفالوده جا ☆ ت فانها عین القصید

اور فالودوں کو نہ چھوڑنا کیونکہ وہ تو عین مقصد ہیں۔

هذا اذا حَرَرتهُم ☆ وَ دَعوتَهم هَل من مزید

یہ وہ چیز ہے جب تو ان سے وصول کرے (اور ہڑپ کر لے) پھر ان کو پکارے کہ کچھ اور بھی ہے

والعرس لا یخلو من السلو ☆ زینج الرطب النفید

اور شادیاں لوزینہ سے خالی نہیں ہوتیں جو تر بتر عقل کو چکرا دینے والا ہوتا ہے۔

فاذا اُتِیتَ به . محو ☆ تَ محاسن الجام الجدید

پھر جب وہ تیرے پاس لایا جائے گا تو اس نئے پیالے کے مروں میں محو ہو کر رہ جائیگا پھر لوزینہ کا ذکر آ جانے کے بعد اس پر ایک گھڑی تک غشی طاری رہی جب افاقہ ہوا تو سر اٹھایا اور کہا:

و تَنَقَّنَّ علی الموا ☆ ئد فعل شیطان مرید

اور دستر خوانوں پر تو شیطان مردو کی نقل کرنا (کہ جو کچھ ہاتھ لگے لے بھاگے)

و اذا انتقلت عَبیثت بالسکعك ☆ المجفف والقَدیُد

اور جب (فالودہ اور لوزینہ جیسی چیزیں) تو نمٹا چکے تو بیکار شغل شیر مال کے سوکھے ٹکڑوں اور شوربے سے بھی کر لینا۔

یاربْ انت رزقتِنِی ☆ هذا علی رغم الحسود

اے میرے پروردگار تو نے مجھے یہ کیسی نعمتیں عطا فرمائیں حاسدوں کی ناک رگڑنے کے لیے

واعلم بانّك ان قلبتَ ☆ نعمتَ یا عبدالحمید

اور اے (بیٹا) عبدالحمید یہ جان لے کہ اگر تو نے میری نصیحتوں کو قبول کر لیا تو بڑے مزے سے رہے گا۔

(۵۰۴) علی بن المحسن بن علی القاضی نے اپنے والد سے نقل کیا کہ سفر میں ایک طفیلی ایک شخص کے ساتھ ہو لیا اس نے طفیلی سے کہا ذرا (بازار) جا کر ہمارے لیے گوشت خرید لاؤ اس نے کہا نہیں واللہ میں اس پر قادر نہیں تو وہ خود جا کر لے آیا پھر اس نے کہا اٹھ کر پکا لے تو اس نے جواب

دیا کہ مجھ سے ٹھیک نہیں پکے گا تو اس نے خود پکالیا پھر اس نے اس سے کہا اٹھ کر اس کا ثرید بنا لے تو جواب دیا واللہ میں تو بہت سست ہو رہا ہوں تو اس شخص نے خود ہی ثرید بھی بنالیا پھر اس سے کہا کہ اس کو پیالوں میں اتار لے تو بولا مجھے یہ ڈر ہے کہ کوئی چمچہ میرے کپڑوں پر نہ الٹ جائے تو اس شخص نے خود ہی پیالوں میں اتارا۔ پھر اس نے کہا اب اٹھ کر کھا تو لے۔ تو طفیلی نے کہا اب تو مجھے شرم آ ہی گئی کہاں تک تیری ہر بات سے انکار ہی کرتا رہوں اور اٹھ کر کھانے لگا۔

(۵۰۵) جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعد طفیلی سے پوچھا کہ چار ضرب چار کیا ہوئے؟ بولا دو روٹی اور ایک گوشت کا پارچہ (یہ جواب اس بنا پر ہے کہ اس نے یہ سولہ لقموں کا تصور کیا جو کہ دو روٹیوں سے بن سکتے ہیں۔ مترجم)

(۵۰٦) مبرد کا قول ہے کہ ایک طفیلی سے پوچھا گیا کہ دو ضرب دو کیا ہوئے؟ تو بولا چار روٹی۔ دوسری بار ایک موقع پر میں نے اس سے یہی سوال کیا تو اس نے جواب دیا اتنی روٹیوں کی مقدار ہوگی جو ایک آدمی کھا سکتا ہے۔

(۵۰۷) ابو ہفان نے بیان کیا ایک طفیلی سے پوچھا گیا چار ضرب چار کتنے ہوئے؟ کہا سولہ روٹی۔

(۵۰۸) ابو ہفان ہی سے منقول ہے کہ ایک طفیلی ایک شخص کے یہاں پہنچا تو اس سے صاحب مکان نے کہا تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ ہوں جس کو بلانے کے لیے کسی ایلچی کی ضرورت نہیں۔

(۵۰۹) ایک جماعت مالیدہ کھانے کے لیے بیٹھی (جو ایک بڑے ظرف میں رکھا گیا اور درمیان میں گڑھا کر کے گھی رکھا گیا تھا) اس میں سے ایک شخص نے لقمہ اٹھا کر گھی پر ڈال دیا اور کہا: **فکبکبوا فیھا ھم والغاون** (تو اس میں اوندھے منہ گرائے جائیں گے وہ اور گمراہ لوگ) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ دوسرے نے کہا: **اِذَا القوفیھا سمعو الھا شھیقًا وھِیَ تفور** (جب وہ اس جہنم میں پھینکے جائیں گے تو اس کے چیخنے کی آواز سنیں گے اور وہ جوش مارتی ہوگی) اور اس نے گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ تیسرے نے کہا: **و بئرٍ معطلّةٍ و قصرٍ مشید** (اور بیکار پڑے ہوئے کنوے اور مضبوط محل) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا چوتھے نے کہا: **احدقتھا لتغرقَ اھلھا لقد جئت شیئاً اِمْرًا** (کیا تو نے اس لیے اس کشتی کو توڑا کہ اس میں بیٹھنے والوں کو غرق کر دے تو نے یہ بڑا کام کیا) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا پانچویں نے کہا: **انما**

نسوق المأ الی الارض الجُرُز (ہم پانی کو سوکھی زمین کی طرف لے جاتے ہیں) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ چھٹے نے کہا: فیھما عینٰن تجرینٰ (ان دو باغوں میں دو چشمے جاری ہیں) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ ساتویں نے کہا: فیھما عینٰنِ نضّاختٰن (ان دونوں باغوں میں دو چشمے جوش مارتے ہوں گے) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ آٹھویں نے کہا: فالتقی المآء علٰی امر قد قُدر (پھر آسمان وزمین کا پانی اس کام کے لیے جو مقدر بن چکا تھا آپس میں مل گیا) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا نویں نے کہا: فسقنٰہُ الی بلدٍ میّت (ہم نے پانی کو ایسے شہر میں پہنچایا جس کی مردہ زمین تھی) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا دسویں نے کہا: و قیل یاَٰرض ابلعی مآءَ ك وَ یاَسمآء اقلعی (اور حکم دیا گیا کہ زمین اپنے پانی کو پی جا اور اے آسمان اٹھا لے) اور اس نے تمام گھی باقی مالیدے میں ملا دیا اور وہ سب خود لے لیا (ایک مناسبت کے پیش نظر ہر ایک نے ایک آیت پڑھ دی۔ اس قصہ میں یہ ذکاوت تو موجود ہے مگر سفاہت بھی ہے کہ قرآن کے ساتھ تلعب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ کسی حال میں بھی اس کی عظمت شان کو نہ بھولیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اس قسم کی دل لگی موجب گناہ ہے۔ مترجم)

(۵۱۰) ایک طفیلی ایک جماعت میں شامل ہو کر ایک شخص کے یہاں پہنچ گیا اس نے پوچھا تو کون ہے؟ تو طفیلی نے جواب دیا کہ جب تم ہم کو نہیں بلاؤ اور ہم خود بھی نہ آئیں تو یہ کوئی اچھی بات نہ ہوتی۔

(۵۱۱) ایک طفیلی کے یہاں شادی ہوئی تو اس کے یہاں پہلی جماعت میں ہی دو طفیلی آ گئے تو ان کو اندر داخل کر لیا اور بالاخانہ کے پاس پہنچ کر جس پر سیڑھی لگا کر ہی چڑھا جاتا تھا اس سے سیڑھی لگا دی اور بولا کہ اوپر چڑھ جاؤ تا کہ تم مجمع سے الگ ہو کر تکلیف سے بچے رہو اور میں تمہارے لیے خاص طور پر اچھا کھانا لا سکوں تو دونوں چڑھ گئے جب اٹاری پر پہنچ گئے تو سیڑھی ہٹا لی اور دستر خوان بچھایا اور اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کو کھانا کھلایا اور وہ دونوں اوپر جھانکتے ہی رہے جب قوم کھانے سے فارغ ہو چکی تو سیڑھی رکھ دی اور کہا اتر آؤ۔ وہ اتر آئے۔ پھر آپ نے ہر ایک کی گدی کو دھکیل کر کہا بس کامیابی کے ساتھ واپس ہو جاؤ تمہارے کہیں جانے کو اللہ کبھی ناکامیاب نہ کرے تم نے اپنے بھائی کا حق ادا کر دیا۔

(۵۱۲) ایک طفیلی ایک مجلس طعام میں پہنچ گیا۔ جب وہ کھا رہا تھا تو اس نے دربانوں کی آواز

سنی تو کھانے سے ہاتھ روک لیا اس سے کہا کیوں نہیں کھا رہے ہو۔ کہنے لگا ذرا یہ لرزہ خیز افواہیں بند ہو جائیں جو کانوں میں پڑ رہی ہیں۔

(۵۱۳) ایک طفیلی سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کیا بات ہے تیرے رنگ پر زردی کیوں چھا رہی ہے کہنے لگا کہ دونوں مرتبہ کی یخنی کے درمیان جو وقت گذرتا ہے مجھ پر یہ خوف طاری ہو جاتا ہے کہ کھانا ختم ہو گیا۔

(۵۱۴) ایک طفیلی نے (دوسرے کو نصیحت کرتے ہوئے) کہا خبردار کھاتے وقت بات نہ کرو۔ بجز "ہاں" کے کہ وہ بھی ایک دفعہ منہ چلانے کے برابر ہے۔

(۵۱۵) ایک طفیلی نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ جب تیرے پاس تنگ جگہ ہو تو جو شخص تیرے برابر بیٹھا ہوا ہو اس سے یہ کہہ کر کہ شاید میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہو رہی ہے پھر وہ تجھے جگہ دے دے گا جتنی دوسرے لوگوں کے لیے ہوگی۔

(۵۱۶) بنان طفیلی نے بیان کیا کہ میں نے تمام قرآن حفظ کیا پھر سب بھول گیا مگر دو حرف یاد رہ گئے اٰتِنَا غَدَآئَنَا (ہمارے پاس ہمارا ناشتہ لے آؤ)۔

(۵۱۷) بنان کا قول ہے کہ دستر خوان پر قبضہ جما لینا ہی چار قسم کے کھانوں سے بڑھ کر ہے۔

(۵۱۸) ایک شخص کو جو بنان کے برابر بیٹھا ہوا کھانے میں مشغول تھا پیاس معلوم ہوئی اس نے کہا (پانی کی ضرورت ہی کیا ہے اس کی وجہ سے معدہ میں کھانے کی گنجائش میں کمی ہوتی ہے کھانا تو ہوا کے زور سے بھی نیچے کو دب سکتا ہے ایسا کرو کہ) ایک سانس زور سے اوپر کو کھینچو اور آہستہ سے باہر کو نکالو۔ تین دفعہ اس طرح کر لو۔ اس ترکیب سے جو کچھ کھایا ہوا ہے وہ سب نیچے اتر جائیگا۔

باب: (۲۸)

چوروں کی چالاکیوں کے واقعات

(۵۱۹) احمد بن المعدل البصری نے بیان کیا کہ میں عبدالملک بن عبدالعزیز الماجشون کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ان کا ایک مصاحب آیا اور کہنے لگا بہت عجیب بات ہے عبدالملک نے کہا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ میں اپنے باغ میں جانے کے لیے جنگل کی طرف چلا جب

صحرا میں پہنچ گیا اور شہر کی آبادی سے دور نکل آیا تو ایک شخص نے سامنے آ کر مجھے روک لیا اور کہا اپنے کپڑے اتارو۔ میں نے کہا کیا وجہ کیوں کپڑے اتاروں؟ اس نے کہا اس لیے کہ میں تم سے زیادہ ان کا مستحق ہوں میں نے کہا یہ کیسے؟ بولا اس لیے کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میں ننگا ہوں اور تم کپڑے پہنے ہوئے ہو میں نے کہا مروّت بولا ہرگز نہیں تم ان کو بہت عرصہ تک پہن چکے ہو۔ اب ان کو پہننے کا میرا نمبر ہے جیسا تم نے پہنا میں نے کہا پھر تو مجھے برہنہ کرے گا اور میرا ستر کھلوائے گا۔ کہنے لگا اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہم کو روایت پہنچی ہے امام مالکؒ سے انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص ننگا ہو کر غسل کر لے۔ میں نے کہا مجھ سے لوگ ملیں گے اور وہ میرا ستر دیکھیں گے بولا اگر لوگ تجھے اس راستہ میں دیکھیں گے تو میں اس میں تیرے سامنے نہیں آؤں گا۔ میں نے کہا میرے خیال میں تو مسخرا پن کر رہا ہے۔ مجھے چھوڑ کر کہ میں اپنے باغ میں جا کر یہ کپڑے اتار کر تجھے دے دوں گا کہنے لگا کہ ایسا نہیں ہو سکتا تو نے سوچا ہے کہ وہاں اپنے چار غلاموں کو مجھے لپٹا دے کہ وہ مجھے کھینچ کر سلطان کے پاس لے جائیں تو وہ مجھے جیل میں ڈال دے اور میری چمڑی اودھیڑ دے اور میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دے۔ میں نے کہا ایسا ہرگز نہ ہو گا میں تجھ سے حلفیہ عہد کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے تجھ سے وعدہ کیا اسے پورا کروں گا اور تجھے نقصان نہیں پہنچاؤں گا بولا ایسا نہیں ہو سکتا ہم کو امام مالکؒ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ اس عہد کا پورا کرنا لازم نہیں ہے جس کا حلف چوروں سے کیا جائے۔ میں نے کہا تو میں اس بات پر بھی حلف کرتا ہوں کہ اپنے اس عہد میں اس حیلہ سے کام نہیں لوں گا۔ بولا یہ یمن بھی اسی ایمان اللصوص (یعنی چوروں سے حلف کرنا) سے مرکب ہے۔ میں نے کہا یہ مناظرہ باہمی چھوڑ واللہ میں اپنی رضا ورغبت سے یہ کپڑے تجھے دے دوں گا۔ تو تھوڑی دیر گردن جھکائی پھر سر اٹھا کر کہنے لگا تو سمجھا کہ میں کیا سوچ رہا تھا میں نے کہا نہیں کہنے لگا میں نے نگاہ دوڑائی ان تمام لٹیروں کے معمول پر جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے آج تک ہوئے ہیں تو مجھے کوئی بھی لٹیرا ایسا نہیں ملا جس نے ادھار کیا ہو اور مجھے یہ بات بہت ہی مکروہ اور ناگوار ہے کہ اسلام میں ایک ایسی بدعت جاری کر دوں کہ اس کا بوجھ میری گردن پر رہے اور جو میرے بعد اس پر عمل کرے قیامت تک اس کا بوجھ میری گردن پر رہے۔ بس کپڑے اتار میں نے کپڑے اتار کر اسے دے دیئے اور وہ لے کر چل دیا۔

(۵۲۰) ابوالقاسم عبیداللہ بن محمد الخفاف کا بیان ہے کہ میں نے ایک چور کو دیکھا جو گرفتار کیا گیا تھا اور اس کے خلاف گواہوں نے یہ شہادت دی کہ یہ شخص ہمارے محلّہ کے چھوٹے چھوٹے گھروں کے تالے کھول لیتا تھا (جن کو رہنے والوں سے خالی دیکھتا تھا) اور وہ جب گھر میں پہنچتا تو ایک اتنا چھوٹا سا گڑھا کھودتا جیسا کہ نرد کا ہوتا ہے (نرد مشہور کھیل ہے) اور اس میں چند اخروٹ بھی ڈال دیتا جس سے محسوس ہوسکتا ہے کہ کوئی آدمی یہاں کھیلا ہے اور ایک رومال جس میں دوسو کے قریب اخروٹ ہوتے تھے وہ ایک طرف رکھ دیتا پھر آگے جا کر گھر کا اتنا سامان جتنا کہ لے جا سکے باندھ لیتا۔ تو اگر کسی کی نظر نہ پڑی تو سب۔ سامان اٹھا کر گھر سے نکل جاتا اور اگر صاحب مکان آجاتا تو سامان چھوڑ کر بھاگ جاتا اور نکل جاتا۔ اگر مالک مکان طاقتور ہوتا اور اس پر حملہ کرتا اور روک کر پکڑنے کی کوشش کرتا اور چور چور کی آواز بلند کرتا اور پڑوس کے لوگ جمع ہو جاتے تو پھر اس کا سامنا کرتا اور کہتا تو کیسا بے حمیت ہے میں تجھ سے مہینوں سے اخروٹ کے ساتھ جوا کھیلتا ہوں تو نے مجھے فقیر بنا دیا اور جو کچھ بھی میرے پاس تھا وہ سب تو مجھ سے اینٹھ چکا ہے اور مجھے ہلاک کر چکا ہے اب میں ضرور تجھے تیرے پڑوسیوں کے سامنے رسوا کروں گا۔ جب میں جوا کھیل چکا تو اب چلاتا ہے تو اس کی اس بات میں کسی کو شک نہ ہوتا کہ تو اب مجھ پر چور ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے کہ درحقیقت جوئے والے گھر میں خاموشی سے جوا کھیلا جا رہا تھا وہاں ہم ایک۔ دوسرے کو پہچانتے تھے (اور اب انجان بن گیا چور چور اس لیے کر رہا ہے) کہ میں نکل جاؤں اور تجھے چھوڑ دوں۔ اب صاحب مکان کتنا ہی یہ کہتا ہے کہ یہ چور ہے تو پڑوسی یہی کہتے کہ اپنے نفس کو جوئے کی رسوائی سے بچانے کے لیے اس کے چور ہونے کا مدعی بن رہا ہے اس شخص کو سچا سمجھتے اور صاحب مکان کو جوئے باز اور اس کو لعنت ملامت کرنے لگتے اور اس کے اور صاحب مکان کے درمیان حائل ہو جاتے یہاں تک یہ (لوگوں کے ساتھ) اس گھر میں جا کر دروازہ کھول کر اخروٹ اٹھا کر لاتا اور واپس ہوتا اور صاحب مکان پڑوسیوں کے سامنے خوب رسوا ہو جاتا۔

(۵۲۱) محمد بن عمر المتکلم جن کا لقب جنید تھا بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے جو آٹے کی تجارت کرتے تھے ذکر کیا کہ میرے پاس ایک اجنبی شخص ہنڈی جس میں وقت کی قید لگی ہوتی ہے لے کر آیا وہ میرے پاس آتا رہتا تھا یہاں تک کہ ہنڈی بھن گئی یعنی اس کا روپیہ ادا ہو گیا۔

پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں یہ روپیہ اپنے ہی پاس رہنے دوں میں اس میں سے تھوڑا تھوڑا لیتا رہوں گا۔ وہ روزانہ آتا رہا اور بقدرِ ضرورت خرچ لیتا رہا یہاں تک کہ وہ رقم ختم ہو گئی۔ اب ہمارے آپس میں جان پہچان ہو گئی۔ اور وہ میرے پاس آکر بیٹھا کرتا تھا اور وہ مجھے دیکھا کرتا تھا کہ میں اپنے صندوق میں سے روپیہ نکال کر اسے دیتا رہتا تھا تو ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ کسی شخص کا مضبوط تالا سفر میں اس کا ساتھی اور حضر یعنی اپنے وطن میں مقیم ہونے کی حالت میں اس کا امین ہوتا ہے اور مال کی حفاظت میں اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور اپنے اہل کی طرف سے شبہات دل میں نہیں آنے دیتا۔ لیکن اگر مضبوط نہ ہو تو اس پر حیلے کارگر ہو جاتے ہیں۔ میں آپ کے اس تالے کو مضبوط دیکھتا ہوں مجھے بتایئے یہ آپ نے کس سے خریدا ہے۔ تاکہ میں بھی ایسا ہی تالہ اپنے لیے خریدلوں۔ میں نے اس کو بتا دیا کہ فلاں قفل ساز سے خریدا ہے۔ مجھے ایک زن تو کچھ خیال نہ آیا پھر میں دکان پر آیا اور میں نے (غلام سے) صندوق مانگا تاکہ اس میں سے کچھ درہم نکالوں وہ میرے پاس لے کر آیا جب میں نے اس کو کھولا تو اس میں ایک درہم بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنے غلام سے کہا جس پر مجھے کچھ شبہ نہیں تھا کیا دروازہ کسی جگہ سے ٹوٹا ہوا ہے اس نے کہا نہیں پھر میں نے کہا دیکھو دکان میں کوئی نقب تو نہیں اس نے دیکھ کر کہا کوئی نقب نہیں میں نے کہا چھت (کو دیکھو کہ ادھر) سے تو کوئی صورت اندر آنے کی نہیں ہوئی اس نے کہا نہیں۔ میں نے اس کو بتایا کہ میرے تمام درہم نکل گئے غلام بھی بہت پریشان ہو گیا اور حیرت زدہ ہو گیا۔ پھر میں رات کو جاگ کر سوچتا رہا سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں اور وہ شخص اب مجھ سے نہیں ملا تو میرا شبہ اسی پر ہوا اور مجھے تالے کے بارے میں اس کا سوال کرنا یاد آیا۔ پھر میں نے غلام سے کہا کہ یہ بتا کہ تو دکان کیسے کھولتا ہے اور مقفل کرتا ہے؟ اس نے کہا میں چوکھٹ کے تختوں کو تین تین کر کے دو دفعہ میں مسجد سے اٹھا کر لاتا ہوں پھر دکان کو مقفل کرتا ہوں۔ پھر اسی طرح اس کو کھولا کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ جب تو تختے لے جانے یا لانے کے لیے (مسجد میں) جایا کرتا ہے تو کس کی نگرانی میں دکان کو چھوڑتا ہے۔ اس نے کہا کہ اتنے وقفہ میں خالی رہتی ہے۔ میں نے کہا کہ اسی دوران میں مجھے نقصان پہنچایا گیا ہے۔ پھر میں تالے کے کاریگر کے پاس پہنچا جس سے میں نے تالا خریدا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس ابھی چند دن قبل کوئی شخص اس ساتھ کا تالا خریدنے آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں اور اس کا حلیہ ایسا اور ایسا تھا۔

تمام حلیہ اسی شخص کا بتایا۔ تو میں سمجھ گیا کہ وہ شخص غلام کی نظر بچا کر شام کے وقت جب میں دکان سے واپس آ گیا اور صرف غلام رہ گیا اور تختے اٹھا کر مسجد میں لے کر گیا دکان میں داخل ہو گیا اور اس میں چھپا رہا اور اس کے ساتھ جو تالا اس نے خریدا تھا اس کی تالی موجود تھی جس سے میرے صندوق کا تالا بھی کھل سکتا تھا اور درہم نکال لیے اور تمام رات کواڑوں کے پیچھے بیٹھا رہا۔ جب غلام آیا اور وہ تالا کھول کر تین تختے نکال کر رکھنے کے لیے گیا اس وقت وہ نکل گیا اور وہ یہ کام کرتے ہی بغداد❶ سے روانہ ہو گیا۔ میں اپنا تالا کنجی ساتھ لے کر بغداد سے نکل کھڑا ہوا میں نے سوچا کہ پہلے اس شخص کو واسط میں تلاش کروں جب کشتی سے اتر کر چلا تو میں نے مسافر خانہ کو تلاش کیا جس میں ٹھہر جاؤں (مسافر خانہ اوپر کی منزل پر تھا) میں اوپر چڑھا تو ایک کمرہ پر میں نے بالکل ہی ایسا قفل لگا ہوا دیکھا جیسا میرا قفل تھا۔ تو میں نے مسافر خانہ کے مینجر سے پوچھا کہ اس کمرے میں کون ٹھہرا ہے تو اس نے کہا کہ ایک شخص شام کے وقت بصرے سے آیا تھا میں نے اس کا حلیہ دریافت کیا تو اس نے اسی شخص کا حلیہ بتایا تو مجھے کوئی شک نہ رہا کہ یہ وہی شخص ہے اور ضرور میرے درہم اس کمرے میں موجود ہیں تو میں نے ایک کمرہ اس کے برابر کا کرایہ پر لے لیا اور تاک میں رہا یہاں تک کہ مسافر خانہ کا مینجر وہاں سے چلا گیا تو میں نے تالا کھولا تو بعینہٖ اپنی تھیلی رکھی ہوئی دیکھی۔ اس کو میں نے لے لیا اور باہر آ کر تالا لگا دیا اور اسی وقت نیچے اتر کر بصرے کی طرف روانہ ہو گیا اور میں واسط میں صرف دن میں دو گھڑی ٹھہرا تھا اور میں اپنا مال بجنسہٖ لے کر اپنے گھر پہنچ گیا۔

(۵۲۲) ابن الدنانیری التمار نے بیان کیا کہ میرے غلام نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ ایلہ میں ایک تاجر کے پاس روپیہ وصول کرنے پر مامور تھا۔ میں نے بصرہ سے ان کے (دوسرے تاجروں سے) تقریباً پانچ دینار اور کچھ چاندی وصول کی اور ان سب چیزوں کو ایک تھیلی میں بند کیا اور ایلہ کی طرف روانہ ہو گیا راستہ میں شام ہو گئی (دریا پار ہونے کے لیے) ملاح کی تلاش میں تھا مگر کوئی ملتا نہیں تھا کہ ایک ملاح کو دیکھا جو ایک چھوٹی سی کشتی (بجرا) کو جو خالی تھی لیے جا رہا تھا۔ میں نے اس سے سوار ہونے کی فرمائش کی تو اس نے بہت کم اُجرت لی اور کہا کہ میں ایلہ میں اپنے گھر واپس جا رہا ہوں تم بھی بیٹھ جاؤ۔ میں کشتی میں بیٹھ گیا اور تھیلی کو اپنے سامنے رکھ لیا

---

❶ غالباً بغداد ناسخین کی غلطی ہے یہاں بصرہ ہونا چاہیے۔ مترجم

اور ہم چل پڑے۔ دفعتہً دیکھا کہ کنارے پر بیٹھا ہوا ایک اندھا بہت اچھی قراءت کے ساتھ قرآن پڑھ رہا ہے جب اس کو ملاح نے دیکھا تو اللہ اکبر کہا اور وہ ملاح سے پکار کر کہنے لگا مجھے بھی سوار کر لے رات قریب آ گئی مجھے ڈر ہے کہ میں مر جاؤں گا تو اس کو ملاح نے برا بھلا کہا۔ میں نے اس سے کہا سوار کرلو تو وہ کشتی کو کنارے پر لے گیا اور اس کو بٹھالیا۔ پھر اس اندھے نے قراءت شروع کر دی اس کی نہایت عمدہ قراءت سے میں از خود رفتہ ہو گیا۔ جب ہم ایلہ کے قریب پہنچ گئے تو اس نے قراءت ختم کی اور کھڑا ہو گیا تا کہ اتر کر ایلہ کے کسی راستہ سے روانہ ہو جائے۔ اب میں نے دیکھا کہ میری تھیلی گم ہو چکی تھی میں بے چین ہو گیا اور چلایا اور ملاح نے (میرے اٹھنے اور گھبرا کر اِدھر اُدھر حرکت کرنے سے) غل مچایا کہ کشتی الٹ جائے گی اور مجھ سے اس طرح مخاطب ہوا جیسے کوئی کسی کی حالت سے بے خبر شخص پوچھ گچھ کیا کرتا ہے۔ میں نے کہا بھلے آدمی میرے سامنے تھیلی رکھی ہوئی تھی جس میں پانچ سو دینار تھے۔ جب ملاح نے یہ سنا تو اپنا منہ پیٹنے لگا اور رونے لگا اور اس نے اپنے بدن سے کپڑے اتار کر پھینک دیئے کہ تم تلاشی لے لو اور کہنے لگا کہ ابھی تو میں کنارے پر بھی نہیں پہنچا اور یہاں میرے پاس کوئی ایسی جگہ بھی نہیں ہے جہاں چھپا کر رکھ دیتا تو مجھ پر چوری کی تہمت لگا رہا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور میں ایک ضعیف آدمی ہوں۔ الٰہی تو ہی مددگار ہے اور اندھے نے بھی ایسا ہی کیا اور میں نے کشتی کی بھی بخوبی جانچ کی وہاں بھی کچھ نہ تھا۔ مجھے ان دونوں کی نازک حالت پر رحم آیا اور میں نے کہا یہ ایسی مصیبت ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس سے رہائی کی کیا صورت ہو گی اور ہم کشتی سے اتر کر روانہ ہو گئے میں نے بھاگ جانے کا قصد کر لیا اور ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے راستہ پر ہولیا۔ میں نے گھر میں رات بسر کی اور اپنے آقا (تاجر) کے پاس نہیں گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے پھر واپس بصرہ جانے کی تیاری کی تا کہ وہاں چند دنوں کے لیے چھپا رہوں پھر وہاں سے کسی ایسے ملک میں نکل جاؤں جو بہت دور ہو تو میں نے اس ارادے سے نکل کر بصرے کی سڑک پر آیا اور میں خاموشی کے ساتھ روتا ہوا جا رہا تھا اور اپنی بیوی اور بچوں کی جدائی پر سخت غمگین تھا اور اپنے معاش اور عزت کے برباد ہونے کا صدمہ تھا۔ راستہ میں ایک شخص میرے سامنے آ گیا اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا۔ میں نے اس کو پورا قصہ سنایا تو اس نے کہا تیرا سب مال میں تجھے واپس دلواؤں گا میں نے کہا اے میاں ایسی مصیبت میں طنز کا

کیا موقع ہے جو میرے ساتھ کر رہے ہو۔ اس نے کہا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں واقعی بات کہہ رہا ہوں۔ تو بنی نمیر میں جو قید خانہ ہے وہاں جا اور اپنے ساتھ بہت سی روٹیاں اور عمدہ شوربا اور حلوا لے کر جانا اور قید خانہ کے دربان سے سوال کرنا کہ وہ تجھے اس شخص کے پاس پہنچا دے جو وہاں محبوس ہے جس کو ابوبکر نقاش کہا جاتا ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں تو وہ تجھے نہیں روکے گا اور اگر روکنے ہی لگے تو کچھ تھوڑا سا اس دربان کو بھی دے دینا وہ تجھے اس کے پاس پہنچا دے گا۔ جب تو ابوبکر نقاش کو دیکھے تو اس سے سلام علیک کہنا اور کچھ بات نہ کرنا جو کچھ کھانا تو اپنے ساتھ لے جائے وہ سامنے رکھ دینا جب وہ کھانا کھا کر ہاتھ دھولے گا پھر وہ تجھ سے تیری حاجت پوچھے گا پھر اس کو پوری بات بتانا وہ ان لوگوں پر جنہوں نے تیرا مال لیا ہے تیری رہنمائی کرے گا اور تجھے واپس دلوا دے گا۔ تو میں نے یہ سب کیا اور اس شخص کے پاس پہنچ گیا تو دیکھا وہ ایک بوڑھا ہے جس کے لوہے کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ میں نے اس کو سلام کیا اور جو کچھ میرے ساتھ تھا اس کے سامنے رکھ دیا۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور سب نے کھایا جب اس نے اپنے ہاتھ دھو لیے تو مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے اور تیری کیا حاجت ہے؟ میں نے اس سے اپنا قصہ مفصل بیان کیا تو اس نے سن کر کہا کہ ابھی (محلّہ) بنی ہلال میں چلا جا اور فلاں کوچہ میں داخل ہو جانا جب تو بالکل اس کے آخر میں پہنچ جائے تو تجھ کو ایک بند دروازہ ملے گا اس کو کھول کر بغیر آواز دیئے اندر چلے جانا اندر جا کر تجھے ایک لمبی دہلیز ملے گی اس میں آگے بڑھ کر تجھ کو دو دروازے ملیں گے تو ان میں سے جو دائیں جانب والا ہے اس میں داخل ہو جانا اب تو ایسے مکان میں پہنچے گا جس کے ایک کمرے میں بہت سی کھونٹیاں ہیں اور بوریئے بچھے ہوئے ہیں اور ہر کھونٹی پر لونگی اور تہبند پڑا ہوگا۔ وہاں جا کر اپنے کپڑے اتار دینا اور ان کو ایک کھونٹی پر ڈال دینا اور تہبند باندھ لینا اور لنگی اوڑھ کر بیٹھ جانا پھر ایک قوم آئے گی اور وہ سب ایسا ہی کریں گے جیسا کہ تو نے کیا ہوگا پھر ان کے سامنے کھانا لایا جائے گا تو ان کے ساتھ مل کر تو بھی کھانا اور تمام افعال میں ان کی موافقت کا خیال رکھنا۔ پھر جب کہ نبیذ لائی جائے تو تو بھی اس کے پینے میں شریک رہنا اور ایک بڑا پیالہ لے کر اس سے بھر لینا اور سیدھا کھڑا ہو جانا اور یہ کہنا کہ یہ باقی ماندہ جو میرے پاس ہے میرے ماموں ابوبکر نقاش کا حصہ ہے۔ یہ سن کر وہ سب بہت خوش ہوں گے اور تجھ سے کہیں گے کیا وہ تیرے ماموں ہیں تو ان سے اقرار کرنا۔ پھر وہ سب کھڑے ہو جائیں گے اور میری یاد میں

پئیں گے جب کہ وہ سب بیٹھ جائیں پھر تو ان سے یہ کہنا کہ میرے ماموں نے تم سب کو سلام کہا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ اے جوانو! تم کو میری زندگی کی قسم میرے بھانجے کی وہ تھیلی جو گذشتہ شام کو کشتی میں سے نہر ایلہ پر تم نے لی ہے واپس کر دو وہ تم کو واپس کر دیں گے تو میں اس کے پاس سے نکلا اور جو کچھ انہوں نے ہدایات دی تھیں ان پر عمل کیا تو مجھے وہ تھیلی واپس کر دی گئی جو بالکل اسی طرح تھی اور اس کی گرہ بھی نہ کھولی گئی تھی۔ جب وہ مجھے مل گئی تو میں نے کہا اے جوانو یہ جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا یہ میرے ماموں کا حق ادا کرنے کے لیے کیا اور ایک حاجت میری بھی ہے جو میری ذات کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے وہ بولے کہ پوری کر دی گئی (سمجھو) میں نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے تھیلی کو کیسے لیا تھا؟ اس کے جواب سے وہ ایک گھڑی رکے رہے پھر میں نے ان کو ابوبکر نقاش کی زندگی کی قسم دی تو ان میں سے ایک نے کہا کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے بہت غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ تو وہی اندھا ہے جو قراءت کے ساتھ قرآن مجید پڑھ رہا تھا اور وہ تو (اس وقت مکر سے) اندھا بنا ہوا تھا۔ پھر اس نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا تو وہی ملاح ثابت ہوا (جس کی کشتی میں سے چوری ہوئی تھی) پھر میں نے کہا تم دونوں نے کیوں کر یہ کام کیا تھا؟ ملاح نے کہا میں شام کے اول اوقات میں گذرگاہوں پر گھوما کرتا ہوں اور میں پہلے اس مصنوعی اندھے سے مل کر اس کو وہاں بٹھا آیا تھا جب تجھ کو میں نے دیکھ لیا تھا۔ جب میں کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہوں جس کے پاس کوئی قیمتی سامان ہوتا ہے تو اس کو پکارتا ہوں اور اُجرت میں کمی کر دیتا ہوں اور اس کو سوار کر لیتا ہوں پھر جب قاری کے قریب پہنچتا ہوں اور وہ مجھے آواز دیتا ہے تو میں اس کو سخت وسست کہتا ہوں تا کہ سوار ہونے والے کو (ہمارے تعلق کا علم نہ ہونے پائے اور) سفر میں کسی خطرہ کا شک نہ ہو سکے۔ اگر سوار ہونے والے نے خود ہی سوار کرا لیا تو فبہا ورنہ میں خوشامد کر کے اس کو رضامند کرتا ہوں کہ وہ اس کو بھی سوار ہونے دے یہ شخص سوار ہونے کے بعد قراءت شروع کر دیتا ہے جس سے آدمی از خود رفتہ ہو جاتا ہے جیسا کہ تو ہو گیا تھا۔ پھر جب ہم فلاں موقع پر پہنچتے ہیں تو وہاں ایک شخص ہمارے انتظار میں تیرتا ہوتا ہے وہ ہماری کشتی سے آ ملتا ہے اور اس کے سر پر ایک بانس کا بنا ہوا ٹوکرہ ہوتا ہے اس لیے سوار ہونے والا اس کو پہچان نہیں سکتا اب یہ مصنوعی اندھا اس چیز کو صفائی سے اڑا کر اس شخص کی طرف ڈال دیتا ہے جس کے سر پر ٹوکرہ ہوتا ہے وہ اس کو لے کر اور تیر کر کنارے پر پہنچ جاتا ہے اور جب سوار ہونے

والا کشتی سے اترتے وقت اپنی چیز کی گمشدگی پر مطلع ہوتا ہے تو ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ تو دیکھ ہی چکا ہے تو وہ ہم کو متہم بھی نہیں سمجھتا اور ہم اس وقت جدا ہو جاتے ہیں پھر جب اگلا دن ہوتا ہے تو ہم جمع ہو کر اس کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اب جب کہ تو ہمارے استاد اور اپنے ماموں کا ہمارے پاس پیغام لے آیا تو ہم نے اسے تیرے سپرد کر دیا۔ میں اس تھیلی کو لے کر واپس آ گیا۔

(۵۲۳) محمد بن حلف کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک چور نے جو توبہ کر چکا تھا اپنی سرگذشت سنائی کہ میں ایک شہر میں پہنچا اور چوری کے لیے کسی چیز کی جستجو میں لگ گیا میری نظر ایک مالدار صراف پر پڑی تو میں برابر موقع حاصل کرنے کی تدبیریں کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کی ایک تھیلی چرائی اور بچ کر نکل آیا۔ ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا تو اچانک مجھے ایک بڑھیا ملی جس کے ساتھ ایک کتا تھا اور وہ میرے سینہ سے آ لگی اور مجھے چمٹ گئی اور کہنے لگی میرے بیٹے میں تیرے قربان اور کتا دم ہلا ہلا کر میری ٹانگوں میں گھسا جا رہا تھا اور عام لوگ کھڑے ہو کر ہم کو دیکھنے لگے اور عورت کہنے لگی خدا کی قسم کتے کو دیکھو کہ اس نے کس طرح اس کو پہچان لیا تو لوگ اس سے تعجب کرنے لگے اور میرے دل میں بھی یہ شک پیدا ہو گیا کہ شاید اس نے مجھے دودھ پلایا ہو اور میں اس کو نہ پہچانتا ہوں اس نے مجھ سے اس پر اصرار کیا کہ میرے ساتھ میرے مکان پر چل کر آج وہاں ٹھہرو۔ وہ مجھ سے جدا نہ ہوئی یہاں تک کہ میں اس کے ساتھ اس کے مکان پر پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ چند نوجوان بیٹھے شراب پی رہے ہیں اور ان کے سامنے بہت سے پھل اور پھول پڑے ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ بٹھایا اور میں نے ان کے یہاں قیمتی سامان دیکھا۔ وہ میری نظر میں رہا۔ میں نے (بے تکلف بن کر) ان کو پلانا شروع کیا اور ان کے ساتھ گھل مل گیا یہاں تک کہ وہ نوجوان سو گئے اور سب گھر والے سو گئے تو میں اٹھا اور جو کچھ مجھے وہاں ہاتھ لگا لپیٹ لیا اور نکل بھاگنا چاہا تو کتے نے مجھ پر شیر کی طرح حملہ کیا اور چلایا اور دوڑا دوڑا پھرنے لگا اور بھونکتا رہا یہاں تک کہ سب سونے والے جاگ گئے تو میں بہت نادم اور سخت شرمندہ ہوا جب دن ہو گیا تو انہوں نے پھر وہی مشغلہ شروع کر دیا جو شام کو تھا اور میں نے بھی ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا اور میں کتے سے بچنے کا رات تک حیلہ سوچتا رہا مگر اس سے بچنے کی کوئی تدبیر نہ بن پڑی پھر جب سب سو گئے تو پھر میں نے جو ہاتھ لگا سمیٹ کر نکل جانا چاہا مگر کتا پھر کل کی طرح مقابلہ پر آ گیا۔ میں نے تین رات اس سے بچ کر نکل

جانے کی تدبیر کی مگر جب مایوس ہو گیا تو میں نے ان لوگوں سے اجازت لے کر رخصت ہونا چاہا۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کیونکہ مجھے جلد جانا ہے تو انہوں نیکہا کہ یہ بڑھیا کے اختیار میں ہے پھر میں نے اس سے اجازت مانگی تو اس نے کہا وہ لا جو تو صراف کے یہاں سے لایا ہے اور جہاں چاہے چلا جا اور اب اس شہر میں نہ ٹھہرنا کیونکہ کسی کی مجال نہیں کہ میری موجودگی میں یہاں کوئی ایسا کام کر سکے۔ اس نے تھیلی وصول کر لی اور مجھے جانے کی اجازت دے دی اور میں نے اپنی خیریت اسی میں سمجھی کہ اس کے ہاتھ سے بچ کر نکل جاؤں اور میری ہمت صرف اتنی ہو سکی کہ میں اس سے کچھ خرچ مانگ سکوں تو اس نے وہ مجھے دے دیا اور وہ میرے ساتھ نکلی یہاں تک کہ اس نے مجھے شہر سے باہر نکال دیا اور کتا اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ پھر جب میں آبادی سے باہر ہو گیا تو وہ ٹھہر گئی اور میں چلتا رہا اور کتا میرے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ میں دور نکل گیا پھر وہ واپس ہوا اور وہ مجھے لوٹ لوٹ کر دیکھتا تھا اور میں اس کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ نظر سے غائب ہو گیا۔

(۵۲۴) سہل الاخلاطی سے منقول ہے کہ دو دھوکے بازوں نے ایک گدھا چوری کیا اور ان دونوں میں سے ایک اس کو بیچنے کے لیے لے گیا تو اس کو ایک شخص ملا جو ایک طباق لیے ہوئے تھا جس میں مچھلیاں تھیں۔ اور اس نے چور سے پوچھا کہ کیا تو اس گدھے کو بیچتا ہے؟ اس نے کہا ہاں اس نے کہا اس طباق کو پکڑ لے میں اس پر سوار ہو کر دیکھ لوں اور اس (کی چال) کا اندازہ کر لوں۔ تو وہ شخص اس کو مچھلیوں کا طباق دے کر گدھے پر سوار ہو گیا پھر لوٹ کر آیا پھر سوار ہو کر ایک گلی میں داخل ہوا اور چلتا پھرتا ہوا اس کو کچھ پتہ نہ چل سکا کہ کہاں غائب ہو گیا۔ پھر وہ چور اپنے گھر واپس آ گیا تو اس کا ساتھی اس سے ملا اور اس سے پوچھا گدھا کیا ہوا اس نے جواب دیا جتنے میں خریدا تھا اتنے ہی میں بیچ دیا نفع میں یہ مچھلیوں کا طباق ملا۔

(۵۲۵) اسی طرح کی ایک روایت ہم کو یہ پہنچی کہ ایک شخص نے ایک گدھا چرایا پھر اس کو بیچنے کے لیے بازار پہنچا۔ وہاں اس سے کوئی اور شخص چرا لے گیا پھر جب یہ اپنے گھر واپس ہوا تو بیوی نے پوچھا کتنے میں فروخت کیا۔ بس راس المال پر ہی دے دیا (یعنی قیمت خرید پر ہی بیچ دیا)

(۵۲۶) عبداللہ بن محمد الصروی کا بیان ہے کہ ہم کو ہمارے ایک بھائی نے یہ قصہ سنایا کہ بغداد میں ایک شخص تھا جو نوعمری کے زمانہ میں چوری کیا کرتا تھا۔ پھر اس نے توبہ کر کے کپڑے کی دکان

کر لی۔ ایک رات جب کہ وہ دکان سے اپنے گھر واپس آ گیا اور اس کو مقفل کر گیا تھا تو ایک دھوکے باز چور آیا جو صاحب دکان کا سا لباس پہنے ہوئے تھا اس کی آستین میں ایک چھوٹی سی موم بتی اور کنجیاں تھیں اور آ کر نگہبان (جو دکان کی حفاظت کرتا تھا) کو آواز دی اور (جب وہ آیا) تو اس کو اندھیرے میں وہ موم بتی دی کہ اس کو جلا کر لے آؤ مجھے آج رات اپنی دکان میں کچھ کام کرنا ہے پہرہ دار بتی جلانے کے لیے چلا گیا تو اس موقع پر چور تالوں کو لپٹ گیا اور کھول ڈالے اور دکان میں داخل ہو گیا۔ جب پہرہ دار بتی لے آیا تو اس سے لے کر اس کو سامنے رکھی اور حساب کتاب کی الماری کھولی اور سب (کاغذات) کو باہر نکال کر رجسٹروں کو دیکھنا شروع کر دیا اور اس کے ہاتھوں کو دیکھنے سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ حساب کر رہا ہے اور پہرہ دار گھوم رہا تھا اور اس کو دیکھ رہا تھا اور اس کو اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ دکان دار ہے۔ یہاں تک کہ سحر قریب آ گئی تو اس نے پہرہ دار کو پکارا اور دور سے ہی یہ کہا کہ کوئی حمال (مزدور) بلا لاؤ۔ پہرہ دار حمال کو لے آیا۔ تو اس نے حمال کے سر پر چار گٹھڑیاں قیمتی کپڑے کی رکھیں اور دکان کو تالا لگایا اور حمال کو ساتھ لے کر چلا گیا اور چوکیدار کو دو درہم دیئے۔ جب صبح کو دکان دار آیا تا کہ دکان کھولے تو اس کے پاس پہرہ دار آ کھڑا ہوا اور اس کو دعائیں دینے لگا کہ اللہ آپ کے ساتھ ایسا کرے اور ایسا کرے جیسا آپ نے پچھلی رات مجھے دو درہم دیئے تو اس کو پہرہ دار کی باتوں سے کھٹکا ہوا اور اس نے اپنی دکان کھولی تو اس نے بتی کا بہا ہوا موم دیکھا اور اپنے کاغذات حساب کو بھی بکھرا ہوا پایا اور چار گٹھڑیاں گم ثابت ہوئیں تو اس نے چوکیدار کو بلایا اور اس سے کہا کہ وہ کون تھا جو میرے ساتھ دکانوں سے گٹھڑیاں اٹھا کر لے گیا تھا۔ اس نے کہا کیا آپ ہی نے مجھ سے نہیں کہا تھا کہ میں ایک حمال لے آؤں تو میں آپ کے پاس بلا لایا۔ اس نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن میں اونگھ رہا تھا (اس لیے مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کون تھا) ذرا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ پہرہ دار جا کر حمال کو بلا لایا اور اس نے دکان بند کر کے اس حمال کو ساتھ لیا اور چلتے ہوئے اس سے پوچھا کہ آج رات گٹھڑیاں اٹھا کر میرے ساتھ تو کس راستہ سے گیا تھا۔ میں اس وقت نشہ میں تھا۔ اس نے کہا فلاں سڑک سے گیا تھا اور میں آپ کے لیے فلاں ملاح کو بلا کر لایا تھا تم اس کی کشتی میں سوار ہو کر گئے تھے تو یہ شخص اسی سڑک سے روانہ ہوا اور ملاح کو بلایا جب وہ آ گیا تو اس کے ساتھ سوار ہو گیا اور اس سے پوچھا کہ میرے اس بھائی کو تم نے کہاں اتارا تھا جس

کے ساتھ چار گٹھڑیاں تھیں؟ اس نے بتایا کہ فلاں راستہ پر اتارا تھا اس نے کہا مجھے بھی وہیں اتار دینا۔ چنانچہ ملاح نے وہیں اتار دیا۔ پھر اس نے ملاح سے پوچھا کہ اس کا سامان کون اٹھا کر لے گیا تھا اس نے بتایا کہ فلاں حمال لے گیا تھا۔ پھر اس حمال کو بلایا اور اس سے کہا کہ میرے ساتھ چل۔ وہ ساتھ ہولیا اور اس کو اس نے کچھ معاوضہ بھی دے دیا اور اس سے پھسلا کر اس نے وہ جگہ دریافت کی جہاں وہ گٹھڑیاں لے گیا تھا۔ وہ اس کو ایک بالا خانہ کے دروازہ پر لے آیا جو ایک ایسی مقام پر واقع تھا جو دریا کے کنارہ سے دور اور صحرا کے قریب تھا تو اس نے دروازے کو مقفل پایا تو اس نے حمال کو ٹھہرالیا اور تالا کھول لیا اور اندر داخل ہو گیا تو اس نے گٹھڑیوں کو اسی طرح رکھا ہوا پایا اور اس کے گھر میں سیاہ چادر رسی پر لٹکی ہوئی نظر پڑی تو اس نے گٹھڑیوں کو اس میں لپیٹ لیا اور حمال کو بلایا اس نے اٹھالیا اور سڑک پر روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو جب بالا خانہ سے اترا تو وہ چور اس کے سامنے آ گیا تو اس نے حمال کو اور جو کچھ وہ لیے جا رہا تھا اس کو دیکھا۔ مگر وہ شک میں پڑ گیا تو اس کے پیچھے کنارے تک آیا اور اس نے ملاح کو دریا پار کرانے کے لیے بلایا۔ حمال نے کہا کہ کوئی بوجھ اتروانے کے لیے ہاتھ لگا دے تو اس چور ہی نے بڑھ کر ہاتھ لگایا اور چادر کھولی اس طرح کہ گویا ایک راہگیر احساناً ایسا کر رہا ہے اور گٹھڑیوں کو مالک کے ساتھ مل کر کشتی میں رکھوایا اور چادر کو اپنے کندھے پر ڈال لیا اور مالک سے کہا اچھا بھائی صاحب فی امان اللہ آپ کی گٹھڑیاں واپس آ گئیں میری چادر چھوڑتے جائیں تو مالک ہنس پڑا اور اس سے بولا کہ تم (کشتی میں) اتر آؤ اور کچھ خوف نہ کرو وہ اندر آ گیا۔ اس نے اس سے توبہ کرائی اور اس کو کچھ روپیہ دیا اور واپس کر دیا اور نقصان نہیں پہنچایا۔

(۵۲۷) محمد بن ابی طاہر نے ہم سے بیان کیا کہ بنی عقیل میں کا ایک شخص ایک گھوڑا چرانے کے لیے نکلا۔ اس کا بیان ہے کہ میں اس قبیلہ میں (جہاں سے گھوڑا چرانا تھا) داخل ہو گیا اور گھوڑے کے تھان کو معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا اور ایک حیلہ سے گھر میں داخل ہو گیا تو ایک مرد اور اس کی بیوی دونوں سخت اندھیرے میں بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے۔ چونکہ میں بھوکا تھا اس لیے میں نے بھی اپنا ہاتھ پیالہ کی طرف بڑھا دیا تو مرد کو میرا ہاتھ اوپرا معلوم ہوا اور اس نے فوراً پکڑ لیا میں نے فوراً دوسرے ہاتھ سے عورت کا ہاتھ پکڑ لیا عورت نے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے میرا ہاتھ ہے تو اس نے خیال کیا کہ وہ عورت کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہے تو میرا ہاتھ چھوڑ دیا میں نے بھی

عورت کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ہم سب کھانا کھاتے رہے۔ پھر عورت کو میرا ہاتھ اوپر الگا تو اس نے پکڑ لیا تو میں نے فوراً مرد کا ہاتھ پکڑ لیا تو اس نے عورت سے کہا کیا ہو گیا میرا ہاتھ ہے تو عورت نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں فوراً مرد کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر وہ سو گیا تو میں گھوڑا پکڑ لایا۔

اور یہ حکایت ہم کو دوسرے ذریعہ سے اس طرح پہنچی ہم کو واقعہ سنایا محمد بن ابی طاہر نے ان کو تنوخی نے اور ان کو ان کے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن احمد الکاتب نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یزمع العقیلی نے اور یہ شخص قبیلہ بنی عقیل کے سربرآوردہ رؤسا میں سے تھے اور یہ معز الدولہ سے بھی ملاقات کر چکے ہیں تو اس نے ان کی بہت عزت کی تھی اور ان کے ساتھ بہت اچھا معاملہ کیا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے بنی عقیل میں کے ایک شخص کو دیکھا جس کی کمر پر ایسے نشانات تھے جیسے پچھنے لگانے سے ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ ان سے بڑے بڑے تھے۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے اپنا قصہ سنایا کہ میں اپنے چچا کی بیٹی پر فریفتہ تھا تو میں نے اس سے نکاح کا پیغام بھیجا تو لڑکی والوں نے یہ جواب دیا کہ ہم تجھ سے نکاح صرف اس صورت سے کر سکتے ہیں کہ تو مہر میں شبکہ دے یہ ایک گھوڑی تھی جو نہایت تیز رفتار تھی اور جو کہ بنی بکر کے ایک شخص کے پاس تھی۔ میں نے اس سے اس شرط پر نکاح کر لیا اور میں اس فکر میں نکلا کہ کسی حیلہ سے وہ گھوڑی اس کے مالک کے یہاں سے نکال لاؤں تا کہ اس منکوحہ کا ہاتھ آنا ممکن ہو سکے تو میں اس قبیلہ میں پہنچا جس میں گھوڑی تھی اور میں (اس کا سراغ لگانے کے لیے) جاتا آتا رہا تو ایک مرتبہ میں فقیر بن کر اس خیمہ میں پہنچا جس میں وہ شخص رہتا تھا تا کہ گھوڑے بندھنے کی جگہ معلوم کر لوں کہ خیمہ کے کس موقع پر ہے اور میں چھپ گیا اور پیچھے سے اندر جانے میں کامیاب ہو گیا اور روئی کے ایسے انبار کے پیچھے پہنچ گیا جو انہوں نے دھنک کر کاتنے کے لیے جمع کر رکھی تھی۔ (دن بھر اس میں چھپا رہا) جب رات آ گئی تو گھر والا آ گیا اور اس کی بیوی نے اس کے لیے رات کا کھانا تیار کر رکھا تھا۔ اور دونوں کھانے بیٹھ گئے۔ اندھیرا پورے طور پر چھا چکا تھا اور ان کے پاس چراغ موجود نہیں تھا (اس لیے اندھیرے میں ہی کھانا شروع کر دیا) چونکہ میں بھوکا تھا تو میں نے بھی پیالے پر ہاتھ بڑھا کر ان دونوں کے ساتھ کھانا شروع کر دیا۔ مرد نے میرے ہاتھ کو اوپر المحسوس کرتے ہوئے پکڑ لیا تو میں نے فوراً ہی عورت کا ہاتھ پکڑ لیا (یعنی دوسرے ہاتھ سے) تو اس سے عورت نے کہا کیا

ہو گیا میرا ہاتھ کیوں پکڑ لیا تو اس نے یہ خیال کیا کہ میں نے عورت کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے میرا ہاتھ چھوڑ دیا میں نے بھی فوراً عورت کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ہم سب نے پھر کھانا شروع کر دیا۔ پھر عورت کو میرا ہاتھ اوپر الگا تو اس نے اسے پکڑ لیا تو میں نے فوراً مرد کا ہاتھ پکڑ لیا تو اس نے کہا کیا ہو گیا میرا ہاتھ ہے تو عورت نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا میں نے فوراً مرد کا ہاتھ چھوڑ دیا اور کھانا ختم ہو گیا اور وہ شخص سونے کے لیے لیٹ گیا جب وہ گہری نیند سو گیا اور میں ان کی تاک لگائے ہوئے تھا اور گھوڑی گھر کے ایک طرف بندھی ہوئی تھی (اور اس حصہ کو تالا لگا ہوا تھا) اور تالی عورت کے سر کے نیچے تھے تو (میں نے دیکھا) کہ اس شخص کا حبشی غلام آ پہنچا اور اس نے (عورت پر) ایک کنکری پھینکی تو وہ جاگ گئی اور اس کی طرف چل کھڑی ہوئی اور تالی اسی جگہ چھوڑ گئی۔ میں آہستہ سے خیمہ سے گھر کے صحن کی طرف آیا تو دیکھتا ہوں کہ وہ غلام اس عورت کے اوپر ہے تو میں تالی اٹھا لایا اور قفل کھول کر میں نے بالوں کی بنی ہوئی لگام جو میرے ساتھ تھی گھوڑی کے لگا دی اور اس پر سوار ہو کر خیمہ سے نکل گیا تو وہ عورت غلام کے نیچے سے نکلی اور خیمہ میں جا کر اس نے شور مچایا اور قبیلہ کو بیدار کر دیا تو قبیلے والے میرے پیچھے لگے اور مجھے پکڑنے کے لیے سوار ہو کر میرے پیچھے دوڑے اور میں گھوڑی کو دوڑاتا ہوا جا رہا تھا اور میرے پیچھے ان میں کی ایک مخلوق دوڑ رہی تھی پھر صبح ہو گئی اور میرے پیچھے صرف ایک سوار رہ گیا جس کے پاس نیزہ تھا وہ مجھ سے آملا اور آفتاب طلوع ہو گیا تھا تو اس نے میرے نیزہ مارنا شروع کیا میرے جسم پر یہ نشانات اسی کے چوکوں کے ہیں نہ اس کا گھوڑا مجھ سے اتنا قریب ہو سکا کہ اس کے نیزے کا وار مجھ پر بھرپور پڑ سکتا اور نہ میری گھوڑی اتنا آگے نکل سکی کہ اس کا نیزہ مجھے چھو سکتا۔ یہاں تک کہ ہم ایک بڑی نہر پر پہنچ گئے تو میں نے اپنی گھوڑی کو للکارا تو وہ اس کو کود گئی (عرب کی نہریں اتنی عریض نہیں ہوتیں جیسی ہند کی اس لیے اس کو مستبعد نہ سمجھا جائے۔ مترجم) اور اس سوار نے بھی اپنی گھوڑی کو للکارا مگر وہ رک گئی اور نہیں کودی۔ جب میں نے اس کو دیکھ لیا کہ وہ عبور سے عاجز ہے تو ٹھہر گیا تا کہ گھوڑی کو آرام دے لوں اور خود بھی آرام کر لوں تو اس سوار نے مجھے آواز دی میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا اے شخص میں اس گھوڑی کا مالک ہوں جو تیرے نیچے ہے اور یہ اسی کی بیٹی ہے (جو میری سواری میں ہے) اور اب کہ تو اس کا مالک بن گیا تو اس کے ساتھ دھوکا نہ کرنا (یعنی اس کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا) اس کی قیمت دس دیت اور دس دیت کے برابر ہے (یعنی ایک

انسان کے بیس گنا خون بہا کے برابر ہے) اور میں نے اس پر بیٹھ کر جس چیز کو بھی پکڑنا چاہا اس سے جا ملا اور جب میں اس پر سوار ہوا تو جس نے بھی میرا پیچھا کیا میں کبھی اس کے ہاتھ نہیں آیا اور میں نے اس کا نام شبکہ رکھا تھا کیونکہ وہ جس چیز کے بھی پیچھے لگی اس کو اس نے نہیں چھوڑا تو یہ ایسی ہے جیسا کہ شبکہ (جال، پھاند) شکار کے حق میں۔ میں نے کہا جب تو نے مجھے نصیحت کی تو واللہ میں بھی تجھے ضرور نصیحت کروں گا۔ میرا آج رات کا قصہ اس طرح اور اس طرح گذرا ہے۔ میں نے سرگزشت بیان کرتے ہوئے اس کو عورت اور غلام کا قصہ بھی سنا دیا اور گھوڑے پر قبضہ کس حیلہ سے کیا وہ بھی کہہ دیا یہ سن کر اس نے گردن جھکالی۔ پھر اپنا سر اٹھایا اور کہا یہ تو نے کیا کہا خدا تجھ جیسے چھاپہ مارنے والے کو کبھی اچھی جزا نہ دے تو نے میری بیوی کو طلاق دی اور میری گھوڑی پر قبضہ کیا اور میرے غلام کو بھی قتل کیا۔

(۵۲۸) محمد بن ابی طاہر سے منقول ہے کہ ایک شخص مسجد میں سو رہا تھا اور اسکے سر کے نیچے ایک تھیلی تھی جس میں ڈیڑھ ہزار دینار تھے وہ کہتا ہے کہ میری آنکھ اس وقت کھلی جب کہ کسی شخص نے اس کو میرے سر کے نیچے سے کھینچا تو میں گھبرا کر جاگا۔ دفعتہً دیکھتا ہوں کہ ایک جوان میری تھیلی لے کر بھاگا جا رہا ہے تو میں اٹھا تاکہ اسکے پیچھے بھاگوں تو دیکھتا ہوں کہ میری سواری کا (اونٹ) سن کی رسّی سے ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہے جو مسجد کے آخر حصہ میں گڑا ہوا ہے (اس طرح وہ دوسری طرف متوجہ کرنے اور حیرت زدہ کر کے تعاقب ترک کرانے میں کامیاب ہو گیا)۔

(۵۲۹) محمد بن ابی طاہر سے منقول ہے کہ بصرہ میں ایک چور تھا جو رات کو چوری کیا کرتا تھا نہایت چالاک چوروں کا سردار تھا اس کو عباس بن الخیاط کہا جاتا تھا۔ یہ بڑے امیروں پر غالب آ چکا تھا۔ اس نے اہل شہر کو پریشان کر رکھا تھا۔ سب اس کو پکڑنے کے حیلوں میں لگے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہاتھ آ گیا اور ایک سو رطل (سوامن) لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر قید میں ڈال دیا گیا۔ جب کہ اس کی قید کو ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایلہ میں کچھ لوگوں نے ایک تاجر کو لوٹا جس کے پاس دسوں ہزار دیناروں کے جواہر تھے اور وہ بہت ہوشیار اور تیز فہم تھا۔ تو بصرہ میں فریاد لے کر آیا اور بہت سے تاجر اس کی مدد کے لیے کھڑے ہو گئے اور امیر سے اس نے کہا میرے جواہر آپ کی سازش سے گئے ہیں اور میرا دشمن آپ کے سوا اور کوئی نہیں۔ حاکم پر یہ ایک سخت الزام عائد ہوا اس نے جو نگہبانانِ شہر تھے ان کو سخت پکڑا تو انہوں نے مہلت طلب

کی۔ حاکم نے مہلت دیدی ان لوگوں نے بہت چھان بین اور کوشش کی مگر بالکل نہ پتہ چلا سکے کہ کس کی حرکت ہے۔ پھر حاکم نے ان کو سخت پکڑا تو پھر انہوں نے دوبارہ مہلت طلب کی اور ان میں سے ایک شخص نے قید خانہ میں پہنچ کر ابن الخیاط کی خدمت شروع کر دی اور تقریباً ایک ماہ اس کی خدمت میں لگا رہا اور اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا رہا۔ تو ابن الخیاطہ نے اس سے کہا تیرا حق مجھ پر واجب ہو گیا مجھے بتا تیری حاجت کیا ہے تو اس نے کہا فلاں شخص کے جواہر جو ایلہ میں چوری ہوئے ہیں ضرور آپ کو ان کے بارے میں کچھ خبر ہو گی یہ سمجھ لیجئے کہ ہماری جانیں اس میں گروی رکھی ہوئیں اور اس کو تمام قصہ سنایا تو اس نے اپنا دامن اٹھا دیا تو وہ جواہر کا ڈبہ اس کے نیچے تھا وہ اس نے نگہبان کے سپرد کر دیا اور کہا میں تجھے ہبہ کرتا ہوں تو اس نے اس کو بہت بڑا معاملہ محسوس کیا تو اس ڈبہ کو لے کر امیر کے پاس آیا۔ اس نے اس کا قصہ دریافت کیا تو اس نے سب حال بیان کر دیا تو امیر نے حکم دیا کہ عباس (یعنی ابن الخیاطہ) کو میرے پاس لاؤ اور اس نے حکم دیا کہ اس پر سے تمام سختی اٹھالی جائے اور بیڑیاں کاٹ دی جائیں اور حمام میں داخل کیا جائے اور خلعت پہنایا جائے اور اس کو اپنے برابر بٹھایا بہت عزت کے ساتھ اور کھانا منگا کر اپنے ساتھ کھلایا اور رات کو بھی اپنے پاس ہی رکھا۔ اگلے دن اس سے کہا کہ میں یہ بات جانتا ہوں کہ اگر تیرے ایک لاکھ کوڑے بھی مارے جائیں تو تو اقرار کرنے والا نہیں۔ (میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ) جواہر کو کیونکر حاصل کیا گیا اور میں نے تیرے ساتھ حسن اخلاق کا معاملہ اس لیے کیا کہ میرا حق تجھ پر واجب ہو جائے جو جوانمردوں کا طریقہ ہے میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے بالکل سچی سچی بات بتا دے جو کچھ ان جواہر کا واقعہ ہوا۔ اس نے کہا اس شرط پر کہ آپ مجھ کو اور جن لوگوں نے مجھے اس بارہ میں مدد دی ان سب کو امن دے دیں اور جن لوگوں نے اس کو لیا ان سے کوئی باز پرس نہ کریں۔ حاکم نے اقرار کیا تو اس نے حاکم سے حلف لیا اس کے بعد اس سے یہ واقعہ بیان کیا کہ چوروں کی جماعت میرے پاس قید خانہ میں آئی اور انہوں نے ان جواہر کا حال بیان کیا اور یہ کہ اس تاجر کا مکان ایسا ہے جس میں نہ پاڑ لگانا ممکن ہے اور نہ کمند لگا کر چڑھنا اور اس پر لوہے کا دروزہ ہے اور آدمی ہوشیار رہے اور تدبیریں کرتے ہوئے ایک سال گزر گیا مگر ان کا بس نہیں چلا اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا اور میں ان کی مدد کے لیے آمادہ ہو گیا تو میں نے داروغہ جیل کو ایک سو دینار دیئے اور بیبا کی کے سنھ اس سے عہد کیا اور مغلظ قسم کھائی کہ اگر اس نے مجھے

رہا کردیا تو میں اگلے دن ضرور اس کے پاس واپس آ جاؤں گا اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو میں قید خانہ میں ہونے کے باوجود اس کو مبتلائے مصیبت کر کے قتل کر دوں گا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا اور میری بیڑیاں بدن سے اتار لیں اور ان کو وہیں چھوڑ دیا اور مغرب کے وقت میں قید خانہ سے نکل گیا اور ہم سب (چوروں کی پارٹی) عشا کے وقت ایلہ پہنچ گئے اور ہم اس کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے وہ تاجر اس وقت مسجد میں تھا اور اس کے مکان کا دروازہ بند تھا۔ میں نے ان میں سے ایک سے کہا کہ دروازہ پر بھیک مانگ۔ جب وہ کواڑ کھولنے کے لیے آئے تو میں نے کہا چھپ جا۔ ایسا کئی مرتبہ کیا لڑکی نکلتی تھی جب اس نے کسی کو نہ دیکھا تو واپس ہو جاتی تھی یہاں تک کہ دروازے سے نکلی اور سائل کو ڈھونڈنے کے لیے چند قدم باہر نکلی پر کچھ وقفہ سائل کو صدقہ دینے میں لگا تو میں (اس دوران میں) گھر میں داخل ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ دہلیز میں ایک کمرہ ہے جس میں گدھا بندھا ہوا ہے تو میں اس میں جا گھسا اور گدھے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا اور گدھے کی جھول کا ایک حصہ اپنے اوپر بھی ڈال لیا اتنے میں وہ تاجر آیا اور اس نے دروازے بند کیے اور دیکھ بھال کر کے اپنے اونچے تخت پر سو گیا۔ اور جواہرات تخت کے نیچے تھے۔ جب آدھی رات گذر گئی تو گھر میں جو بکری بندھی ہوئی تھی میں اس کے پاس پہنچا اس کا کان اینٹھ دیا تو وہ چیخی پھر اس شخص نے لڑکی سے کہا اس کے آگے چارہ ڈال دے وہ ڈال کر سو گئی میں نے پھر اس کا کان اینٹھ دیا تو وہ پھر چلانے لگی تو اس نے لڑکی سے کہا کیا ہو گیا تجھے میں نے تجھ سے اس کی خبر گیری کے لیے کہا تھا اس نے کہا میں تو کر چکی۔ اس نے کہا تو جھوٹ بولتی ہے اور چارہ ڈالنے کے لیے خود اٹھ کھڑا ہوا میں (موقع ملتے ہی تخت کے نیچے جا پہنچا اور خزانہ کو کھول کر جواہرات کا ڈبہ نکال لیا اور اپنی جگہ واپس پہنچ گیا اور وہ شخص واپس آ کر سو گیا پھر میں نے کوشش کی کوئی ایسا حیلہ نکل آئے کہ میں کسی ایسے موقع پر نقب لگا سکوں جو پڑوس کے گھر میں نکل آئے اور اس میں سے نکل جاؤں مگر ممکن نہ ہو سکا کیونکہ پورے گھر میں سال کے تختے (دیواروں پر) جڑے ہوئے تھے اور میں نے ارادہ کیا چھت پر چڑھ جانے کا مگر اس پر بھی قادر نہ ہو سکا کیونکہ ہر راستہ پر تین تین تالے لگے ہوئے تھے پھر مجھے خیال آیا کہ اس شخص کو ذبح کر دوں مگر اس کو دل نے برا سمجھا اور میں نے سوچا کہ یہ تو میرے سامنے ہے ہی اگر اس کے سوا کوئی حیلہ ہی نہ ہو سکا تو جب سحر ہو گئی تو میں واپس ہو کر پھر وہیں گدھے کے پاس پہنچا اور اس شخص نے جاگ کر باہر نکلنے کا

ارادہ کیا تو اس نے لڑکی سے کہا دروازوں کے تالے کھول دے اور موسلے لگے رہنے دے اس نے ایسا کر دیا اور میں گدھے کے پاس آیا تو اس نے لات ماری پھر رینگنا شروع کر دیا تو میں باہر نکلا اور میں نے موسلا کھینچ کر کواڑ کھولے اور نکل کر بھاگا یہاں تک کہ گھاٹ پر آ کر کشتی میں پہنچ گیا اور اس تاجر کے مکان میں چیخ پکار مچ گئی۔ پھر میرے ساتھیوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اس میں سے کچھ ان کو بھی دوں تو میں نے کہا ''نہیں یہ واقعہ بہت اہم ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ یہ راز کھل جائے گا۔ ابھی تم اس کو میرے پاس ہی چھوڑے رکھو اگر اس پر تین مہینے گذر گئے اور یہ چھپا رہا تو تم میرے پاس آ جانا میں آدھا تم کو دے دوں گا اور اگر ظاہر ہو گیا اور میں نے تمہاری اور اپنی ذات کو خطرہ محسوس کیا تو میں اس کے ذریعہ سے تمہاری جانیں بچا سکوں گا۔'' تو سب اس پر راضی ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے اس نگہبان کو مبتلائے مصیبت کر دیا اور اس نے میری بہت خدمت کی تو مجھے اس سے شرم آئی اور مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ اور اسکے ساتھی قتل کر دیئے جائیں گے اور میں اپنی جان پر جو عذاب بھی آ پڑے تو اس پر ثابت قدم رہنے کا تہیہ کیے ہوئے ہوں مگر آپ نے میرے ساتھ دوسرے طریقہ کا برتاؤ کیا تو جوانمردی کا طریقہ یہی تھا کہ میں بھی سچائی کے سوا کوئی طریقہ مستحسن نہ سمجھوں۔ امیر نے کہا پھر اس فعل کی جزا یہ ہے کہ ہم تجھے رہائی دیتے ہیں لیکن تو توبہ کرے۔ اس نے توبہ کر لی اور امیر نے اسکو اپنے مصاحبین میں داخل کر لیا اور وظیفہ مقرر کر دیا تو وہ سیدھے راستہ پر قائم رہا۔

(۵۳۰) ابوالحسین نے بیان کیا کہ میرے والد کہتے تھے کہ مجھ سے طالوت بن عباد صراف نے بیان کیا کہ بصرہ کا واقعہ ہے کہ میں ایک رات اپنے بستر پر سو رہا تھا اور میرے پہرہ دینے والے پہرہ پر موجود تھے اور دروازے مقفل تھے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ابن الخیاطہ مجھے میرے بستر پر سے جگا رہا ہے تو میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور میں نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا ابن الخیاطہ تو مجھ پر مردنی چھائی گئی۔ اس نے کہا گھبراؤ نہیں میں نے اس وقت پانچ سو دینار کا جوا کھیلا ہے یہ تم مجھے قرض دے دو میں یہ ضرور تم کو واپس دے دوں گا تو میں نے پانچ سو دینار نکال کر اس کو دے دیئے اس نے کہا اب تم سو جاؤ اور میرے پیچھے نہ آنا تاکہ میں جیسے آیا تھا ویسے ہی نکل جاؤں ورنہ قتل کر دوں گا اور خدا کی قسم میں اپنے پہرہ داروں کی آوازیں سن رہا تھا اور نہیں سمجھ سکا کہ وہ کدھر سے اندر آیا اور کہاں کو گیا اور میں نے اس کے ڈر سے اس بات کو پوشیدہ رکھا اور پہرہ میں اضافہ کر دیا

اس قصہ کو چند راتیں گزری تھیں کہ دیکھتا ہوں کہ اسی ہیئت کے ساتھ وہ مجھے پھر جگا رہا ہے۔ میں نے اٹھ کر مرحبا کہا اور یہ کہ کیا ارادہ ہے کہنے لگا وہ دینار لے کر آیا ہوں مجھ سے لے لیجئے میں نے کہا وہ تمہیں معاف ہیں اگر تم کو اور ضرورت ہو تو لے لو تو جواب دیا کہ تم تاجروں سے زیادہ شریف مزاج شخص کے اموال میں حصہ دار بننا نہیں چاہتا اور اگر میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ تمہارا مال چرا لے جاؤں تو ایسا کر سکتا تھا لیکن تم اپنے شہر کے رئیس ہو اور میں نے آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہا یہ بات جوانمردی کے خلاف ہے۔ یہ تم کو لے لینا چاہیے اگر مجھ کو اس کے بعد کوئی ضرورت لاحق ہوگی تو میں تم سے پھر لے لوں گا۔ میں نے کہا تمہارا اس طرح آنا میرے لیے گھبراہٹ کا سبب ہوتا ہے لیکن جب تم کچھ لینا چاہو تو دن میں آؤ یا اپنے ایلچی کو بھیج دو۔ اس نے کہا ایسا ہی کیا جائے گا تو میں نے اس سے دینار لے لیے اور وہ واپس ہو گیا اور اس کا ایلچی میرے پاس اس کے بعد ایک نشانی لے کر آیا کرتا تھا اور جو کچھ چاہتا لے جایا کرتا تھا اور کچھ مدت کے بعد واپس دے جایا کرتا تھا۔ میری کوئی رقم اس کے ذمہ باقی نہیں رہی یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

(۵۳۱) ابومحمد عبداللہ بن علی بن خشاب نحوی نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک شخص نے ایک صابن گر سے ایک ٹکیہ صابن کی خریدی اور اپنے کپڑے دھونے کے لیے نہر پر گیا وہاں پہنچ کر دیکھتا ہے کہ وہ تو ایک اینٹ کا ٹکڑا ہے تو اس کو سخت ناگوار ہوا اور اس نے خیال کیا کہ یہ شخص لوگوں کو (دھوکے سے) اینٹ اور صابن (ملا جلا کر) بیچتا ہے تو اس کے پاس واپس کرنے کے لیے پہنچا اور پہنچ کر کہا بڑا افسوس ہے تو لوگوں کو اینٹ اور صابن بیچتا ہے اس نے کہا اینٹ کیسے بیچتا ہوں تو اس نے ٹکیہ کو آستین سے نکالا تو دیکھا کہ وہ تو صابن کی ٹکیہ ہے وہ شخص شرمندہ ہوا اور نہر پر واپس گیا لیکن جب اس کو نکالا تو وہ پھر اینٹ نکلی۔ پھر واپس صابن گر کے پاس آیا اور اس کو دھمکانے لگا اور ٹکیہ کو نکالا تو پھر وہ صابن ہی کی ٹکیہ تھی پھر دوبارہ واپس ہوا (اور پھر صابن گر سے ملا) یہاں تک کہ تنگ ہو گیا۔ اس سے صابن گر نے کہا آپ پریشان نہ ہوں ہمارا ایک بیٹا ہے جس کو ہم نے اپنے یہاں سے نکال دیا ہے ہم جانتے ہیں کہ وہ شرارت اور دھوکہ کر رہا ہے۔ جب تم یہاں سے جاتے ہو تو وہ یہ حرکت کرتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ تم واپس آ رہے ہو تو وہ اس صابن کی ٹکیہ کو پھر تمہاری آستین میں لوٹا دیتا ہے اور تم کو خبر نہیں ہوتی۔

(۵۳۲) ایک چور بعض لوگوں کے گھر میں چوری کے لیے پہنچا۔ وہاں چوری کے لیے کچھ بھی نہ ملا بجز ایک ٹوٹی ہوئی دوات کے تو وہ دیوار پر یہ لکھ آیا (ترجمہ مجھ پر عزیز ہو گیا تمہارا فقر اور اپنی تونگری یعنی تمہارے فقر کو دیکھ کر میں اپنے کو مالدار سمجھنے لگا ہوں)

(۵۳۳) ایک چور ایک شخص کے گھر میں پہنچا اور اس کا سامان لے کر نکلا۔ اس شخص نے شور مچاتے ہوئے کہا کہ یہ رات کیسی منحوس ہے تو چور نے کہا ہر ایک کے لیے نہیں۔

(۵۳۴) ہم کو احباب نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک شخص بزاز کے پاس آیا اور اس کے کچھ کپڑے تین سو دینار میں خریدے پھر پوری قیمت اس کو ادا کر دی۔ جب اس کے سپرد کر چکا تو کہنے لگا تو نے مجھ سے زیادہ قیمت لی ہے اور کپڑا لوٹا دیا اور دینار سمیٹ لیے اور ان کو ایک کپڑے میں ڈال کر گرہ باندھی اور اس کو غلام کی آستین میں ڈال دیا پھر بولا کہ میں تردد میں پڑ گیا کیا آپ مجھے یہ اجازت دیں گے کہ میں اس کپڑے کو دکھاؤں جس کے لیے خرید رہا ہوں اگر وہ لینے پر رضامند ہو گیا تو فبہا ورنہ واپس کر دیئے جائیں گے۔ بزاز نے کہا ہاں تو اس نے اپنا ہاتھ غلام کی آستین میں ڈال کر وہ کپڑا نکالا اور بزاز کی طرف پھینک دیا اور کپڑے لے کر چلا گیا۔ پھر بزاز نے اس کپڑے کو کھولا تو اس میں سے پیسے برآمد ہوئے اور اس شخص نے غلام کی آستین میں اسی طرح کے کپڑے میں تین سو دینار کے برابر پیسے باندھ کر پہلے ہی رکھ دیئے تھے۔

(۵۳۵) ابوالفتح بصری نے بیان کیا کہ چوروں کی ایک جماعت بیٹھی تھی ان کے پاس سے ایک شیخ تھیلی لیے ہوئے گزرا جو صراف تھا۔ ان میں سے ایک چور بولا: کیا رائے ہے اس شخص کے بارے جو اس سے تھیلی اُڑا لائے؟ انہوں نے کہا تو کیسے یہ کام کرے گا اس نے کہا دیکھو۔ پھر اس نے اس کے مکان تک اس کا پیچھا کیا اور وہ تھیلی کو چبوترے پر رکھ کر اپنی لونڈی سے بولا کہ مجھ کو پیشاب کی ضرورت ہے پانی لے کر بالا خانہ پر آ جا اور اوپر چڑھ گیا (جب لونڈی اوپر چڑھ گئی) تو چور گھر میں گھس کر تھیلی اٹھا لایا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آ پہنچا اور ان کو قصہ سنایا۔ انہوں نے سن کر کہا تو نے کچھ نہ کیا اس کو اس طرح چھوڑ دیا کہ غریب لونڈی کو پیٹتا رہے اور عذاب دیتا رہے۔ یہ اچھی بات نہیں اس نے کہا پھر تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا لونڈی مار پیٹ سے بچ جائے اور تھیلی وصول ہو جائے۔ اس نے کہا اچھی بات ہے تو پھر پہنچ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو درحقیقت وہ لونڈی کو مار رہا تھا۔ شیخ نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا آپ کے ہمسایہ دکان کا غلام

اس نے باہر آ کر کہا کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کا حافظہ خراب ہو گیا آپ اپنی تھیلی دکان میں پھینک جاتے ہیں اور چل دیتے ہیں اور اگر ہم اس کو نہ دیکھ لیتے تو کوئی لے جاتا اور تھیلی نکال کر دکھاتے ہوئے کہا وہ یہی ہے نا؟ اس نے کہا ہاں واللہ اس نے سچ کہا۔ صراف نے اس کو لے لیا تو چور بولا کہ یہ تو مجھے دید یجئے اور گھر میں جا کر ایک رقعہ پر یہ لکھ لائیے کہ مجھے تھیلی سپرد کر دی گئی تا کہ میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپ کا مال آپ کو واپس مل جائے تو اس نے تھیلی اس کو واپس کر دی اور گھر میں رقعہ لکھنے کے لیے گیا۔ اس نے تھیلی لے لی اور نو دو گیارہ ہو گیا۔

(۵۳۶) ابو جعفر محمد بن الفضل الصمیری نے بیان کیا کہ ہمارے شہر میں ایک بہت نیک بڑھیا تھی جو بکثرت روزے رکھتی تھی اور بہت نماز پڑھتی رہتی تھی اور اس کا ایک بیٹا تھا جو صرافہ کا کام کرتا تھا وہ شراب اور کھیل میں منہمک رہتا تھا۔ دن کے اکثر حصہ میں تو وہ اپنی دکان میں مشغول رہتا۔ پھر گھر میں واپس آتا اور تھیلی اپنی والدہ کے پاس رکھوا دیتا اور چلا جاتا اور ایسے موقعوں میں رات گذارتا جہاں شراب پیتا رہے۔ ایک چور نے اس کی تھیلی اڑانے کی ٹھان لی اور اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا اور اس طرح گھر میں داخل ہو گیا کہ اسے خبر نہ ہو سکی اور چھپ گیا اور اس شخص نے تھیلی ماں کے سپرد کر کے اپنی راہ لی اور یہ گھر میں تنہا رہ گئی اور مکان میں اس کا ایک ایسا کمرہ تھا جس کی دیواروں پر سال کے تختے جڑے ہوئے تھے اور اس کا دروازہ لوہے کا تھا۔ وہ اپنی قیمتی اشیاء اس میں رکھتی تھی اور تھیلی بھی۔ چنانچہ اس نے تھیلی اسی کمرہ میں دروازے کے پیچھے رکھی اور وہیں بیٹھ گئی اور اپنے سامنے افطار کا سامان رکھ لیا۔ چور نے سوچا کہ اب وہ اسے تالا لگائے گی اور سو جائے گی تو میں دروازہ جدا کر کے تھیلی لے لوں گا۔ جب وہ روزہ افطار کر چکی تو نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی اور نماز لمبی ہو گئی اور آدھی رات گذر گئی اور چور متحیر ہوا اور اس کو ڈر ہوا کہ صبح نہ ہو جائے۔ اب وہ گھر میں پھرا وہاں ایک نئی لنگی اس کو مل گئی اور کچھ بخور ہاتھ لگا تو اس نے وہ لنگی باندھی اور بخور سلگایا اور سیڑھی سے اترنا شروع کیا اور بہت موٹی آواز بنا کر آواز نکالنا شروع کی تا کہ بڑھیا گھبرا جائے اور وہ دلیر تھی سمجھ گئی کہ یہ چور ہے تو بڑھیا نے کانپتی ہوئی اور گھبرائی ہوئی آواز بنا کر کہا یہ کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں جبریل ہوں رب العالمین کا بھیجا ہوا اس نے مجھے تیرے بیٹے کے پاس بھیجا ہے یہ فاسق ہے تا کہ اسے نصیحت کروں اور اس کے ساتھ ایسا

معاملہ کروں جس کی وجہ سے وہ گناہوں کے ارتکاب سے باز رہے تو بڑھیا نے یہ ظاہر کیا کہ گھبراہٹ سے اس پر غشی طاری ہوگئی ہے اور اس نے یہ کہنا شروع کیا اے جبریل میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ اس کے ساتھ نرمی کرنا کیونکہ وہ میرا اکلوتا ہے تو چور نے کہا میں اس کو قتل کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں بڑھیا نے کہا پھر کس لیے بھیجا گیا کہا کہ اس لیے کہ اس کی تھیلی لے لوں اور اس کے دل کو اس سے رنج پہنچاؤں پھر جب وہ توبہ کرے تو اس کو واپس دے دوں بڑھیا نے کہا اچھا جبریل اپنا کام کرو اور جو کچھ حکم دیا گیا اس کی تعمیل کرو تو اس نے کہا تو کمرے کے دروازے سے ہٹ جا وہ ہٹ گئی اور اس نے دروازہ کھول لیا اور اندر داخل ہو گیا تا کہ تھیلی اور قیمتی کپڑے لے جائے اور ان کی گٹھڑی بنانے میں مشغول ہو گیا تو بڑھیا نے آہستہ آہستہ جا کر دروازہ بند کر لیا اور زنجیر کو کنڈے میں ڈال دیا اور تالا لگا کر اسے مقفل بھی کر دیا۔ اب تو چور کو موت نظر آنے لگی اور باہر نکلنے کے لیے حیلہ نقب لگانے یا اور کسی سوراخ کو کھولنے کا سوچنے لگا مگر کوئی صورت ممکن نظر نہ آئی۔ پھر بولا کھول تا کہ میں باہر نکلوں کیونکہ تیرا بیٹا اب نصیحت قبول کر چکا ہے تو بڑھیا نے کہا اے جبریل مجھے ڈر ہے کہ میں کواڑ کھولوں تو تیرے نور کے ملاحظہ سے میری بینائی نہ جاتی رہے۔ تو اس نے کہا میں اپنے نور کو بجھا دوں گا تا کہ تیری آنکھیں ضائع نہ ہوں تو بڑھیا نے کہا اے جبریل تیرے لیے اس میں کیا دشواری ہے کہ تو چھت سے نکل جائے یا اپنے پر سے دیوار کو پھاڑ کر چلا جائے اور مجھے یہ تکلیف نہ دے کہ میں نگاہ کو برباد کر لوں۔ اب چور نے محسوس کر لیا کہ بڑھیا دلیر ہے اب اس نے نرمی اور خوشامدیں شروع کیں اور توبہ کرنے لگا تو بڑھیا نے کہا یہ باتیں چھوڑ اب نکلنے کی کوئی ترکیب نہ ہو سکے گی جب تک دن نہ ہو جائے اور نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی اور وہ اس سے سوال کرتا رہا یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور اس کا بیٹا بھی واپس آ گیا اور تمام سرگذشت اور ساری باتیں اس کو سنائیں وہ کوتوال پولیس کو بلا لایا۔ اس نے دروازہ کھول کر چور کو باندھ لیا۔

باب: ۲۹

ذہین بچوں کی ذہانت کے واقعات

(۵۳۷) محمد بن الضحاک سے منقول ہے کہ عبدالملک بن مروان نے راس الجالوت یا ابن

راس الجالوت سے سوال کیا کہ بچوں کی فراست کا تم کس طرح اندازہ کرتے ہو؟ اس نے کہا ہمارے پاس ان کے بارے میں کوئی خاص اصول نہیں ہے کیونکہ وہ (اس زمانہ میں) ایک حال سے دوسرے حال کی طرف جاتے رہتے ہیں بجز اس کے کہ ایک گوشہ چشم ہے ہم ان کو دیکھ لیں (اوران کی گفتگو اور اوضاع سے ان کی افتادِ طبع کا کچھ اندازہ کرلیں) تو اگر ہم نے ان سے کسی کو کھیل میں یہ کہتا ہوا سن لیا کہ کون میرے ساتھ ہوگا تو ہم نے اس کے بارے میں یہ رائے قائم کرلی کہ یہ صاحب ہمت ہوگا اور اس کے بارے میں یہ پہلو سچا ہوتا ہے اور اگر ہم نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں کس کے ساتھ ہوں گا تو ہم کو اس کی یہ بات مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ تو سب سے پہلے جس کے بارے میں اس طرح اندازہ لگایا گیا وہ ابن الزبیر تھے کہ وہ ایک دن جب وہ بچے تھے تو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو ایک شخص وہاں سے گذرا اور اس نے بچوں کو ڈانٹا تو سب بھاگ گئے اور ابن الزبیر پچھلے پاؤں اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے بچو تم مجھے اپنا امیر بنالو اور ہمارے ساتھ ہو کر اس پر حملہ کرو۔

(۵۳۸) اور ایک مرتبہ جب کہ بچپن میں عبداللہ بن الزبیر دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کا گزر ہوا تو سب بچے بھاگ گئے اور یہ کھڑے رہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کیا بات ہے اپنے دوستوں کے ساتھ تو نہیں بھاگا تو انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ بھاگتا اور راستہ میں کوئی تنگی نہیں تھی کہ آپ کے لیے مجھے گنجائش نکالنے کی ضرورت ہوتی۔

(۵۳۹) سنان بن مسلمہ سے جو بحرین کے امیر تھے مروی ہے کہ ہم جب مدینہ میں چھوٹے چھوٹے بچے تھے تو کھجور کی جڑ کے پاس سے چھوٹی چھوٹی کچی کھجوروں کو جن کو خلال کہا جاتا ہے جمع کر رہے تھے تو اس طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ نکلے تو سب بچے ادھر ادھر بھاگ گئے اور میں اپنی جگہ جمع رہا۔ جب وہ مجھ پر آ کر جھک گئے تو میں نے کہا اے امیر المؤمنین یہ تو وہ ہیں جو ہوا سے جھڑ جاتے ہیں تو انہوں نے کہا مجھے دکھا۔ میں دیکھوں گا (ہوا سے جھڑا ہوا ہونا) مجھ سے چھپا تو نہیں رہے گا تو انہوں نے میری گود پر نظر ڈالی اور فرمایا تو نے سچ کہا۔ پھر میں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ دیکھتے ہیں ان لڑکوں کو واللہ جب آپ چلے جائیں گے تو یہ مجھے آ کر لپٹ جائیں گے اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب چھین لیں گے تو آپ میرے ساتھ چلے اور مجھے ٹھکانے

تک پہنچا دیا۔

(۵۴۰) ابو محمد الیزیدی نے بیان کیا کہ میں مامون الرشید کا اتالیق تھا جب کہ وہ سعید الجوہری کی گود میں (یعنی زیر تربیت) تھا میں ایک دن آیا جب کہ وہ محل کے اندر تھا میں نے اس کے پاس اس کے ایک خادم کو بھیجا کہ میرے موجود ہونے کی اس کو اطلاع کر دے مگر اس نے آنے میں دیر کی پھر میں نے دوسرا بھیجا تو اس نے پھر دیر کی تو میں نے سعید سے کہا کہ یہ لڑکا اکثر اوقات کھیل میں لگا رہتا ہے اور آنے میں دیر کرتا ہے اس نے کہا ہاں اور اس کے ساتھ ایک حرکت یہ بھی کہ جب وہ آپ سے جدا ہوتا ہے تو اپنے خدمت گاروں کے سر ہو جاتا ہے اور وہ اس سے سخت تکلیف اٹھاتے ہیں تو آپ اس کو ادب سکھائیں (میں انتظار میں بیٹھا رہا) جب وہ باہر نکلا تو میں نے حکم دیا کہ اس کو اٹھا لائیں۔ تو میں نے اس کے سات درّے مارے کہ وہ رونے کے لیے اپنی آنکھوں کو ملنے لگا۔ جبھی اطلاع پہنچی کہ جعفر بن یحییٰ (برمکی وزیر) آ گئے۔ تو فوراً رومال لے کر اپنی دونوں آنکھیں پونچھیں اور اپنے کپڑوں کو ٹھیک کر کے فرش کی طرف بڑھا اور اس پر چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر خدام سے کہا اس کو آ جانا چاہیے اور میں مجلس سے اٹھ کر باہر آ گیا مجھے یہ ڈر ہو گیا کہ یہ جعفر سے میری شکایت کرے گا تو وہ میرے ساتھ تکلیف دہ معاملہ کرے گا۔ (وزیر جعفر اندر آ کر مامون سے ملا) تو اس کی طرف منہ کر کے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ اس کو بھی ہنسایا اور خود بھی ہنستا رہا۔ پھر جب (وزیر کے ساتھ) سیر کے لیے جانے کا ارادہ کیا تو اپنا گھوڑا طلب کیا اور اپنے غلاموں کو تو وہ سب اس کے سامنے دوڑ بھاگ کرنے لگے پھر میرے بارے میں سوال کیا تو میں آیا تو مجھ سے کہا میر ابقیہ سامان (تعلیم کا) آپ لے لیجئے میں نے کہا اے امیر اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے مجھے یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ تم میری شکایت جعفر بن یحییٰ سے کرو گے اور اگر تم نے ایسا کیا تو اس کا طرزِ عمل مجھ سے سخت ہو گا تو جواب دیا کہ اے ابو محمد کیا تم نے مجھے دیکھا ہے کہ میں نے رشید کو بھی کبھی ایسے امور سے باخبر کیا ہو تو جعفر بن یحییٰ سے کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ میں اس کو اطلاع دیتا اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ادب کا حاجت مند ہوں۔ ایسی صورت میں اللہ تمہاری خطائیں معاف فرمائے تمہارا گمان کس قدر بعید از قیاس اور تمہارا دل غلط وہم میں مبتلا ہے۔ آپ اپنا کام کیجئے جو خطرہ آپ کے دل میں پیدا ہوا ایسا آپ کبھی نہ دیکھیں گے خواہ آپ اس عمل کا اعادہ روزانہ سو مرتبہ کریں۔

(۵۴۱) حسن قزوینی نے بیان کیا کہ ابوبکر نحوی سے میں نے سنا کہ معذرت کے طور پر سب سے زیادہ لطیف رقعہ جولکھا گیا ہے وہ معذرت کا رقعہ ہے جو (خلیفہ) راضی باللہ نے اپنے بھائی ابواسحٰق مفتی کے نام لکھا تھا۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ دونوں بھائیوں کے درمیان مودب یعنی استاد کی موجودگی میں کچھ کہاسنی ہوگئی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ بھائی (متقی) کی طرف سے ہی راضی پر زیادتی ہوتی تھی تو راضی نے اس کو یہ رقعہ لکھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں آپ کا غلام ہوں اپنے فرض کی بنا پر اور آپ کو اعتراف ہونا چاہیے کہ میں آپ کا بھائی ہوں فضل کی بنا پر جو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے) اور غلام خطا کرتا ہے تو آقا معاف کر دیتے ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

یاذا الذی یغضب من غیر شئی ☆ اعتب فعتباك حبیب الیَّ

(ترجمہ) اے وہ شخص جو بغیر سبب ناراض ہو جاتا ہے جتنا عتاب دل چاہے کر کیونکہ تیرا عتاب بھی مجھے پیارا ہے۔

انت علٰی انّك لِیْ ظَالِمٌ ☆ اعزّ خلق اللّٰہ کُلِّ عَلَیّ

(ترجمہ) تو باوجود اس کے کہ مجھ پر ظلم کرتا ہے خدا کی تمام مخلوق سے مجھے زیادہ عزیز ہے۔

تو ابواسحٰق اس کے پاس آ کر اس پر الٹا ہوگیا' راضی باللہ بھی کھڑا ہوگیا اور دونوں گلے مل گئے اور مصالحت ہوگئی واللہ اعلم۔

(۵۴۲) عبیداللہ بن المامون سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ مامون الرشید میری والدہ ام موسیٰ سے سخت ناراض ہوگئے۔ پھر اسی بنا پر مجھ سے بھی اس درجہ برہم ہوگئے کہ قریب تھا کہ اس کا نتیجہ میرے تلف ہو جانے کی صورت میں برآمد ہو میں نے ایک دن ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین اگر آپ اپنے چچا کی بیٹی پر ناراض ہیں تو ان ہی پر مجھ کو الگ کر کے عتاب کریں کیونکہ میں تو آپ کی طرف سے ان کے پاس گیا ہوا ہوں اور آپ ہی کا ہوں نہ کہ ان کا۔ مامون الرشید نے سن کر کہا تو نے سچ کہا اے عبیداللہ تو میری طرف سے اس کے پاس گیا ہوا ہے اور میرا ہی ہے اس کا نہیں اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھ کو اس حقیقت پر متنبہ کیا تیرے ذریعہ سے اور تیرے اس فضل (یعنے فراست) کو جو تجھ میں موجود ہے مجھ پر عیاں کر دیا۔ واللہ آج کے بعد تو میری طرف سے کوئی برائی نہ دیکھے گا اور پسندیدہ طرزِ عمل ہی دیکھے گا پھر یہ گفتگو ہی میری والدہ سے خوش ہو جانے کا سبب بن گئی۔

(۵۴۳) اصمعی نے بیان کیا جس زمانہ میں کہ میں میدانی قبائل عرب کی سیاحت میں تھا میرا گزر ایک لڑکے پر ہوا یا لڑکی پر (اصمعی سے روایت کرنے والے نے اپنے شک کا اظہار کیا) جس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں پانی زیادہ بھرا ہوا (ہونے کی وجہ سے اس کا دھانہ اس کے قابو سے باہر ہو گیا) تھا اور وہ (اپنے باپ کو) پکار رہا تھا: یاابت ادرك فاھا' غلبنی فوھا لا طاقة لی بفیھا۔ (ترجمہ) اے ابا! اس کا مُنہ پکڑلو مجھ پر اس کا مُنہ غالب آ گیا مجھ میں اس کا مُنہ سنبھالنے کی طاقت نہیں۔ اصمعی نے کہا خدا کی قسم ان تین جملوں میں اس نے تمام عربیت کو جمع کر دیا۔

(۵۴۴) صولی نے کہا کہ جاحظ سے منقول ہے کہ ثمامہ نے بیان کیا کہ میں اپنے ایک دوست کے یہاں اس کی مزاج پرسی کے لیے گھر میں داخل ہوا اور اپنے گدھے کو دروازے پر چھوڑ دیا اور میرے ساتھ کوئی غلام نہیں تھا (جو گدھے کا خیال رکھتا) پھر میں مکان سے باہر آیا تو دیکھا کہ اس پر ایک لڑکا بیٹھا ہے۔ میں نے کہا کہ تم بغیر اجازت لیے گدھے پر سوار ہو بیٹھے؟ اس نے (فی البدیہ اپنی شرارت کی تاویل کے طور پر) جواب دیا کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ یہ بھاگ جائے گا تو میں نے آپ کی خاطر اس کی حفاظت کی۔ میں نے (غصہ سے) کہا اچھا ہوتا نہ ٹھہرتا اور بھاگ جاتا (آپ کو اس کے فکر کی کیا حاجت تھی) کہنے لگا کہ اگر آپ کی اپنے گدھے کے لیے یہ رائے ہے تو اس پر عمل کیجئے (اور سمجھ لیجئے) کہ وہ بھاگ ہی گیا اور مجھے ہبہ کر دیجئے اور اس پر میری طرف سے مزید شکریہ قبول کیجئے۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ اسے کیا جواب دوں۔

(۵۴۵) اہل شام میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ مدینہ میں پہنچا تو ابراہیم بن ہرمہ کے مکان کا ارادہ کیا وہاں جا کر دیکھا کہ ایک چھوٹی سی لڑکی مٹی سے کھیل رہی ہے۔ میں نے اس سے کہا تمہارے ابا کیا کر رہے ہیں؟ کہنے لگی کسی اہل کرم کے یہاں گئے ہوئے بہت عرصہ گذر گیا ہم کو ان کی کچھ خبر نہیں ہے تو میں نے کہا کہ ہمارے لیے اونٹنی ذبح کر لو کیونکہ ہم تمہارے مہمان ہیں۔ بولی واللہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ میں نے کہا اچھا بکری ذبح کر لو کہنے لگی واللہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ میں نے کہا مرغی! کہنے لگی واللہ یہ بھی ہمارے پاس نہیں میں نے کہا تو انڈا بولی واللہ یہ بھی نہیں میں دنے کہا تو تمہارے ابا کا یہ قول غلط ہے:

کم ناقةٍ قد وجأتُ منحرھا ☆ بمستھلّ الشؤبوبِ اوجملٍ

(ترجمہ) بہت سی اونٹنیوں اور اونٹوں کے گلے پر میں نے چھری پھیری ہے متواتر بارش کا ہلال طلوع ہونے کے وقت کہنے لگی کہ ابا کا یہی تو وہ فعل ہے جس نے ہم کو اس حال تک پہنچا دیا کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔

(۵۴۶) بشر بن الحراث نے بیان کیا کہ میں نے معافی بن عمران کے مکان پر آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو مجھ سے کہا گیا کون ہے تو میں نے جواب دیا بشر الحافی تو گھر میں سے ایک چھوٹی سی بچی نے مجھ سے کہا اگر تم دو دانگ کے جوتے خرید لیتے تو تمہارے نام میں سے حافی نکل جاتا (حافی کے معنے ہیں برہنہ پا)۔

(۵۴۷) منقول ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ معتصم باللہ خاقان کی عیادت کے لیے گئے اور فتح بن خاقان اس وقت بچہ تھا تو فتح سے معتصم نے کہا کون سا مکان زیادہ اچھا ہے۔ امیر المؤمنین کا یا تمہارے والد کا؟ فتح نے جواب دیا کہ جب امیر المؤمنین میرے والد کے مکان میں ہوں۔ گے تو میرے والد ہی کا مکان اچھا ہوگا پھر اس کو نگینہ دکھایا جو ان کے ہاتھ میں تھا اور پوچھا کہ اے فتح تم نے اس نگینہ سے اچھا دیکھا ہے تو فتح نے جواب دیا ہاں! وہ ہاتھ جس میں یہ نگینہ ہے۔

(۵۴۸) ابو علی البصیر نے بیان کیا کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو میں چھوٹا تھا اس لیے میراث سے روک دیا گیا تو میں جھگڑتا ہوا قاضی کے یہاں پہنچا۔ قاضی نے مجھ سے کہا کیا تو بالغ ہو گیا میں نے کہا ہاں۔ پھر کہا اور یہ بات کون جانتا ہے میں نے کہا جس نے اس کو نعوظ کی طاقت دی (نعوظ عضوِ خاص کا دراز ہو جانا) قاضی نے تبسم کیا اور میرا حصہ واگذار کرنے کا حکم دیدیا۔

(۵۴۹) منقول ہے کہ ایاس بن معاویہ جب لڑکے تھے تو ایک بوڑھے کے ساتھ قاضی دمشق کے سامنے گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ نیکی کرے اس بوڑھے نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھ پر زیادتی کی اور میرا مال لے لیا تو قاضی نے کہا اس کے ساتھ نرمی سے بات کر اور اس قسم کی گفتگو سے بوڑھے کا مقابلہ مت کر تو ایاس نے کہا اللہ قاضی کے ساتھ نیکی کرے حق (میرے ساتھ ہے) جو مجھ سے اس سے اور آپ سے بھی بڑا ہے۔ قاضی نے کہا چپ ہو جا تو ایاس نے کہا اگر میں چپ ہو گیا تو میری حجت کون پیش کریگا قاضی نے کہا بول! اور خدا کی قسم تیرے کلام میں خیر نہیں ہوگی تو ایاس نے کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ (ترجمہ) (اس کلمہ کے خیر ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے) اسلئے قاضی صاحب حانث ہو گئے یعنی قسم ٹوٹ گئی) شائع وقائع نگار نے یہ قصہ خلیفہ کو لکھ بھیجا تو خلیفہ نے قاضی کو معزول کر دیا اور ایاس کو اسکے بجائے قاضی بنا دیا۔

(۵۵۰) مامون الرشید نے اپنے ایک چھوٹے بچے کو دیکھا جس کے ہاتھ میں حساب کا رجسٹر تھا پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ ایک ایسی چیز ہے جس سے ذہانت قوی ہوتی ہے اور غفلت سے بیداری حاصل ہوتی ہے اور وحشت سے انس۔ تو مامون نے کہا میں اللہ کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھ کو ایسے بچے عطا کیے جو اپنی عمر کے مناسب اپنے جسم کی آنکھ سے زیادہ اپنی عقل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔

(۵۵۱) فرزوق نے ایک نوعمر لڑکے سے کہا کیا تو اس سے خوش ہوگا کہ میں تیرا باپ بن جاؤں اس نے کہا نہیں مگر ماں بن جانے سے خوش ہوں گا تا کہ میرے والد آپ کی مزیدار باتوں سے محفوظ ہوتے رہیں۔

(۵۵۲) ایک لڑکا چند لوگوں کے ساتھ کھانے بیٹھا پھر رونے لگا انہوں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں روتا ہے؟ تو اس نے کہا کھانا بہت گرم ہے۔ لوگوں نے کہا تو ٹھہر جاؤ تا کہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس نے کہا پھر تم اسے نہیں چھوڑو گے۔

(۵۵۳) اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک نوعمر لڑکے سے جو اولاد عرب میں سے تھا کہا کیا تم اس بات سے خوش ہو سکتے ہو کہ تمہارے پاس ایک لاکھ درہم ہوں اور ان کے ساتھ حماقت بھی ہو اس نے کہا خدا کی قسم نہیں! میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ میری حماقت مجھ سے ایسی حرکت کرا دے کہ مال تو جاتا رہے اور میرے پاس صرف حماقت باقی رہ جائے۔

(۵۵۴) ہم کو یہ قصہ پہنچا کہ ایک لڑکا (راستہ میں) ایک سمجھدار آدمی سے ملا پھر اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا مطبق کی طرف (بجائے مطبخ مطبق کہا کیونکہ مخاطب بچہ تھا جو خا کو قاف بولتا تھا۔ مگر مطبق کے معنے ہیں پاؤں جوڑ کر کودنے کی جگہ) تو اس نے کہا تو قدم کشادہ کردو (یعنی چھلانگیں مارو)۔

(۵۵۵) ہارون رشید کے پاس اس کا ایک بچہ لایا گیا جس کی چار سال عمر تھی تو انہوں نے اس سے کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے جو تم کو دی جائے تو اس نے کہا آپ کی حسن تدبیر۔

باب: ۳۰

ذی عقل مجنونوں کے واقعات

(۵۵۶) محمد بن اسمٰعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ہمارے یہاں قبیلہ جہینہ کا ایک شخص تھا جس کی کنیت ابونصر تھی، اس کی عقل جاتی رہی تھی۔ میں نے ایک دن اس سے کہا سخاوت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا جہدِ مقل (مقل کے معنے ہیں کم استطاعت یعنی کم استطاعت شخص کا اپنی حاجت روک کر دوسرے کی امداد کی کوشش کرنا) میں نے کہا اور بخل کیا تو اس نے کہا "اُف" اور منہ پھیر لیا۔ میں نے کہا جواب دو تو بولا کہ دے تو دیا ہے (لفظ اُف سے جواب دے دیا یہ لفظ تکلیف کے وقت بولا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دوسرے کو دینے سے دلی تکلیف کا نام بخل ہے)۔

(۵۵۷) شبلیؒ نے بیان کیا کہ میں نے ایک دیوانہ کو رصافہ کی جامع مسجد کے قریب ننگا کھڑا ہوا دیکھا اور وہ یہ کہہ رہا تھا میں اللہ کا مجنون ہوں میں اللہ کا مجنون ہوں میں نے کہا مسجد میں کیوں نہیں جاتا اور اپنا ستر کیوں نہیں چھپاتا اور نماز کیوں نہیں پڑھتا تو جواب میں یہ اشعار کہے:

یقولون زرنا واقض واجِبَ حقنا ☆ و قد اسقطت حالی حقوقهم عنی

(ترجمہ) کہتے ہیں کہ ہماری ملاقات کرو اور ہمارے حق واجب کو ادا کرو حالانکہ میرے حال نے مجھ پر سے ان کے سب حقوق ساقط کر دیئے۔

اذا هم راوا حالی ولم یانفوالها ☆ وَلَم یانفوا منها انفتُ لهم منی

(ترجمہ) جب وہ میرا حال دیکھتے ہیں اور اس کو ناپسند نہیں کرتے اور جب وہ اس سے کراہت نہیں کرتے تو میں نے بھی اپنے حال کو ناپسند نہیں کیا جو ان سے متعلق ہے۔

(۵۵۸) ابن القصاب الصوفی نے بیان کیا کہ میں مارستان (شفاخانہ) میں پہنچا وہاں میں نے ایک جوان مبتلا کو دیکھا تو میں اس کا گرویدہ ہو گیا اور میری گرویدگی بڑھتی ہی رہی میں اس کے پیچھے لگا رہا تو اس نے چلّا کر کہا دیکھو سنوارے ہوئے بالوں کو اور معطر جسموں کو جنہوں نے محبت کو اپنی پونجی اور حماقت کو پیشہ بنا لیا ہے (یعنی کیا عاشق ایسے بنے سنورے لوگ ہوا کرتے ہیں) پھر میں نے اس سے سوال کیا کہ سخی کون ہے؟ جواب دیا کہ سخی وہ ہے جو کہ تم جیسوں کو جب

کہ تمہارے پاس ایک دن کی غذا کا سہارا موجود نہ ہو رزق دے دے میں نے کہا دنیا میں کم سے کم شکر کرنے والا کون ہے تو اس نے کہا جو شخص کسی بلا سے نجات پا جائے پھر اس میں کسی دوسرے کو مبتلا دیکھے تو شکر کو ترک کر دے تو مجھ پر اس کا بہت اثر ہوا اور میں نے اس سے کہا دانائی کیا ہے اس کا جواب دیا کہ جس طریق پر تم ہو اس کا خلاف۔

(۵۵۹) مبرد کے ایک شاگرد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن میں مبرد کی مجلس سے آ رہا تھا راستہ میں جب میں ایک ویرانہ سے گزرا تو دفعتہً ایک شیخ نکل کر میرے سامنے آ گیا اور وہ ایک پتھر لیے ہوئے تھا پھر اس نے ایسا انداز اختیار کیا کہ وہ پھینک کر میرے مارنا چاہتا ہے میں نے قلمدان اور رجسٹر کو اپنے آگے بچاؤ کے لیے کر لیا تو بولا شیخ کے لیے مرحبا (خوش آمدید) میں نے کہا آپ کے لیے بھی۔ پھر کہا کہاں سے آئے ہو۔ میں نے کہا مبرد کی مجلس سے تو کہا بارد کی پھر کہا اس نے تم کو کونسا شعر سنایا۔ مبرد کے شاگرد (کہتے) ہیں کہ مبرد کی یہ عادت تھی کہ اپنی مجلس کو ہمیشہ کسی شعر کے ایک یا دو بیت پر ختم کیا کرتے تھے تو میں نے کہا انہوں نے یہ شعر سنایا:

اعارًا الغیثَ فائِلَهٗ ☆ اذا ما ماؤُهٗ نفِدا

(ترجمہ) وہ (ممدوح) بادل کو جود و کرم مانگا ہوا دے دیتا ہے جب کبھی اس کا پانی ختم ہو جاتا ہے۔

و ان اسدٌ شکاجبناً ☆ اعار فؤاده الاسَدَا

اور اگر کسی شیر کو بزدلی کی شکایت ہو جائے تو شیر کو اپنا دل مانگا ہوا دے دیتا ہے۔

تو بولا کہ اس شعر کے کہنے والے نے خطا کی۔ میں نے کہا کیونکر؟ کہنے لگا تو نہیں سمجھا جب کہ ممدوح نے اپنا کرم بادل کو دیدیا تو وہ بلا کرم رہ گیا اور جب اس نے شیر کو اپنا دل دیدیا تو وہ بغیر دل کے رہ گیا (یعنی اسی حالت میں ممدوح کو کرم اور شجاعت سے عاری ثابت کیا گیا ہے تو یہ شعر بجائے مدح کے ذم بن گیا) میں نے کہا پھر کیا کہا جانا چاہیے تھا تو یہ شعر کہے:

عَلَّمَ الغیث النّدٰی فاذا ☆ ماوعاه عام الباس الاسد

(ترجمہ) (ممدوح نے) بادل کو جود و کرم سکھایا تو جب بادل نے اس کو خوب محفوظ کرالیا تو شیر کو بہادری سکھائی۔

فاذا الغیث مقرٌّ با النّدٰی ☆ و اذا اللیث مقرٌّ بالجلد

(ترجمہ) پھر تو بادل جود و عطا کا مخزن بن گیا اور شیر دلیری کا مستقر بن گیا۔

میں نے ان اشعار کو لکھ لیا اور واپس آ گیا پھر دوسرے دن میرا گذر اسی موقع سے ہوا تو وہ پھر

ہاتھ میں پتھر لیے ہوئے نکل آیا اور ایسا معلوم ہوا کہ مجھ پر پھینکنا ہی چاہتا ہے تو میں نے پھر اس سے (پہلے کی طرح) بچاؤ کیا تو ہنسنے لگا اور بولا شیخ کے لیے مرحبا۔ میں نے کہا آپ کے لیے بھی۔ کہا مبرد کی مجلس سے (آ رہے ہو؟) میں نے کہا جی ہاں! تو سوال کیا کہ تم کو کیا شعر سنایا؟ میں نے یہ شعر پڑھے:

ان السّماحة والمروّ والندٰی ☆ قبر یمر علی الطریق الواضح

(ترجمہ) بے شک سخاوت اور مروت اور بخشش ایک قبر میں مدفون ہیں جو ایک کھلے ہوئے راستہ پر تیری گزرگاہ پر ہے۔

فاذا مررت بقبره فاعقربهٖ ☆ کوم الجیاد و کلّ طرف سابح

جب تو اس کی قبر سے گزرے تو اس کے صدقہ کے لیے ذبح کر ڈال اونچے کوہان والے اونٹوں کے گلے کو اور ہر اصیل تیز رفتار گھوڑے کو تو کہنے لگا اس شعر کے کہنے والے نے خطا کی میں نے کہا کیسے تو بولا افسوس ہے تجھ پر اگر تو نے خراسان کا اونٹ بھی ذبح کر ڈالا تب بھی تو اس کے حق سے بری الذمہ نہیں ہوا۔ میں نے کہا پھر کیا کہنا چاہیے تھا تو یہ شعر کہے:

احملانی ان لم یکن لما عقر ☆ الی جنب قبره فاعقرانی

(ترجمہ) مجھے ہی اس کی قبر کے پاس اٹھا لے جاؤ اگر تمہارے پاس کوئی جانور صدقہ کے لیے نہ ہو اور مجھے ہی ذبح کر دو۔

وانضحا من دلی علیه فقد کا ☆ ن دمی من نداه لو تعلمان

(ترجمہ) اور میرا خون اس پر نچھاور کر دو کاش تم جان سکو کہ میرا خون اس کی بخشش میں سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں پھر مبرد کے یہاں گیا تو میں نے ان کو پورا قصہ سنایا تو کہنے لگے کہ کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں تو بتایا کہ وہ خالد الکاتب ہیں۔ جب بینگن پیدا ہونے کا زمانہ آتا ہے تو ان پر سودا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

(۵۶۰) علی بن الحسین الرازی نے بیان کیا کہ دس آدمی ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے انہوں نے بہلول کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ آؤ آج بہلول کو چھیڑیں گے۔ بہلول نے بھی ان کی گفتگو سن لی تو ان کے پاس آ گیا تو انہوں نے کہا اے بہلول اگر تم اس درخت کی چوٹی تک چڑھ جاؤ تو ہم تمہیں دس درہم دیں۔ کہا اچھی بات (لاؤ!) انہوں نے دس دیدیئے اس نے ان

کو آستین میں ڈال لیے پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ لاؤ سیڑھی! تو انہوں نے کہا کہ یہ تو شرط میں داخل نہیں تھا۔ بہلول نے کہا میری شرط میں تھا تمہاری شرط میں نہیں تھا۔

(۵۶۱) بعض امراء کوفہ کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس کو اتنا ملال ہوا کہ اس نے کھانا بھی چھوڑ دیا تو اس کے پاس بہلول پہنچے اور اس سے کہا "یہ رنج کیسا۔ ہے کیا تم خدا کی اچھی صحیح اعضاء کی مخلوق کے پیدا ہونے اور ربّ العالمین کے عطیہ سے گھبرا گئے۔ کیا اس سے خوش ہو سکتے ہو کہ اس کے بجائے بیٹا ہوتا (یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ بڑا ہو کر) وہ مجھ جیسا ہوتا وہ خوش ہو گیا۔

(۵۶۲) ایک دن بہلول بچوں سے بھاگ کر ایک گھر کی طرف دوڑے اس کا دروازہ کھلا ہوا پایا تو اندر جا گھسے صاحب مکان کھڑا ہوا تھا جس کے بال دو چوٹیوں کی صورت میں (دائیں بائیں) لٹکے ہوئے) تھے اس نے چلاّ کر کہا گھر میں کیوں آ گھسے ہو؟ تو بولے یاذا القرنَینِ انّ یَاجُوجَ وماجُوج مُفسدُوْن فِی الارضِ (ترجمہ) اے ذوالقرنین (یہ اس کی دونوں چوٹیوں کی طرف اشارہ ہو گیا) یاجوج اور ماجوج نے (اس سے بچے مراد لیے) زمین میں فساد مچا رکھا ہے۔

(۵۶۳) ایک مرتبہ ان پر بچوں نے حملہ کیا تو وہ ایک گھر میں جا گھسے صاحب مکان نے کھانا منگا لیا تو بچوں نے دروازے پر شور مچانا شروع کر دیا اور وہ کھانا کھا رہے تھے اور کہتے جاتے تھے: فَضُرِبَ بَینھُمْ بِسُوْرٍ لّھبابٌ باطنُہٗ فیہ الرَّحْمَۃُ و ظاھِرُہٗ من قِبلَہ العذاب :(ترجمہ پھر ان (فریقین) کے درمیان میں ایک دیوار قائم کر دی جائے گی جن میں ایک دروازہ بھی ہوگا اس کے اندرونی جانب میں رحمت اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا)۔

(۵۶۴) بہلول سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور بیوی چھوڑی اور مال کچھ نہیں چھوڑا تو ترکہ کی تقسیم کیسے ہوگی؟ بہلول نے جواب دیا اس طرح کہ بیٹے کے حصہ میں یتیمی اور بیٹی کے حصہ میں رونا پیٹنا اور بیوی کے حصہ میں گھر کی ویرانی اور جو باقی بچے وہ عصبات کا حق ہوگا۔

(۵۶۵) بہلول اور علیان (دونوں دیوانے) موسیٰ بن مہدی کے یہاں پہنچے (موسیٰ ہادی بن مہدی اپنے باپ کے بعد خلیفہ ہوا اس کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ہارون الرشید خلیفہ ہوا تھا) تو موسیٰ نے علیان سے کہا کیا معنے ہیں علیان کے؟ علیان نے کہا کیا معنے ہیں موسیٰ کے؟ تو

موسیٰ نے غصہ سے کہا پکڑو اس بدکار کے بچے کو تو علیان نے بہلول کی طرف متوجہ ہو کر کہا اس کو بھی ساتھ لے لے پہلے ہم دو تھے اب تین ہو گئے۔

(۵٦٦) قبیلہ بنی اسد میں ایک مجنون تھا ایک مرتبہ اس کا گزر قبیلہ بنی تیم اللہ میں ہوا تو لوگوں نے وہاں اس کے ساتھ بہت زیادہ چھیڑ چھاڑ کی اور اذیت پہنچائی تو اس نے کہا اے بنی تمیم! اللہ میرے علم میں تم سے زیادہ خوش قسمت دنیا میں کوئی نہیں۔ ان لوگوں نے کہا کیسے؟ تو کہا بنی اسد میں میرے سوا کوئی مجنون نہیں اور ان لوگوں نے میرے بیڑیاں ڈال دیں اور مجھے زنجیروں سے جکڑ دیا اور تم لوگ سب کے سب مجنون ہو مگر تم میں کوئی جکڑا ہوا نہیں۔

(۵٦٧) ایک مجنون کا گذر ایک معتزلی پر ہوا جو مناظرہ کر رہا تھا۔ اس سے مجنون نے کہا کہ کیا تو اس بات کا قائل ہے کہ تجھے پورا اختیار حاصل ہے دو کاموں کے درمیان کہ اگر تو چاہے تو ان میں سے ایک کو کرے اور دوسرے کو نہ کرے؟ اس نے کہا ہاں۔ مجنون نے کہا تو پیشاب روک کر اپنا اختیار دکھا لوگ اس کی بات سے حیران رہ گئے۔

(۵٦٨) ابو محمد بن عجیف نے بیان کیا کہ ایک مجنون میرے پاس سے گذرا تو میں نے کہا اے مجنون! اس نے کہا اور تو صاحب عقل ہے؟ میں نے کہا ہاں! کہنے لگا نہیں ہم دونوں مجنون ہیں مگر میرا جنون کھلا ہوا ہے اور تیرا چھپا ہوا ہے۔ میں نے کہا اس کلام کی وضاحت کرو کہنے لگا میں کپڑے پھاڑتا ہوں اور پتھر پھینکتا ہوں اور تو ایسے گھر بنا رہا ہے جو ناپائیدار ہیں اور بڑی لمبی امیدیں قائم کر رہا ہے حالانکہ تیری زندگی تیرے قبضہ میں نہیں اور اپنے دوست کا نافرمان اور دشمن کا فرماں بردار ہے۔

(۵٦٩) نظام نے ذکر کیا کہ میں نے ایک مجنون سے کہا کہ یہاں بیٹھ جا جب تک کہ میں واپس آؤں تو کہنے لگا واپس آنے تک کا میں ذمہ دار نہیں۔ لیکن میں رات تک بیٹھ جاؤں گا۔

(۵٧٠) ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ بیان کیا کہ وہ نوح ہے تو اسکو پھانسی دی گئی وہاں ایک مجنون کا گذر ہوا کہنے لگا اے نوح تو اپنی کشتی سے صرف بیکار کھجور کے تنے ہی تک پہنچ سکا۔

(۵٧١) بلال بن ابی بردہ نے ابی علقمہ مجنون کو بلا کر بھیجا۔ جب وہ آ گیا تو اس سے کہا تو جانتا ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلایا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو بلال نے کہا اس لیے بلایا ہے کہ تجھ سے ہنسیں۔ علقمہ نے کہا دونوں حاکم میں سے ایک نے بھی اپنے ساتھی کے ساتھ ہنسی کی۔ یہ ان کے

دادا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پر تعریض کی (حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے فیصلہ کے لیے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حاکم بن گئے تھے)۔

باب: (۳۱)

تیز فہم نیک بیبیوں کے حالات وواقعات

(۵۷۲) ہشام بن عروہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا یارسول اللہ یہ بتایئے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وادی میں اتریں جس میں کچھ درخت تو ایسے ہوں جن کا ایک حصہ چرلیا گیا اور ایک درخت آپؐ کو ایسا ملا جس میں سے کچھ نہیں چرا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس درخت پر چرنے کے لیے اپنے اونٹ کو چھوڑیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر جس میں سے نہیں چرا گیا۔ وہ اس طرف اشارہ کررہی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ان کے اور کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی تھی۔

(۵۷۳) قاسم بن محمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جایا کرتے تھے تو اپنی بیبیوں کے درمیان قرعہ ڈال لیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ قرعہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا تو وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوگئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سفر میں چلتے تھے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ چلتے تھے ان سے باتیں کرتے رہتے تھے تو (ایک دن) حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا تو میرے اونٹ پر سوار ہو جا اور میں تیرے اونٹ پر بیٹھ جاؤں گی اس طرح تو بھی دیکھتی رہے گی اور میں بھی دیکھتی رہوں گی۔ انہوں نے اس کو منظور کرلیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا حفصہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر بیٹھ گئیں اور حفصہ رضی اللہ عنہا عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی طرف آئے جس پر حفصہ رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور ان کے ساتھ سفر شروع کردیا پڑاؤ کرنے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نظر نہ آئے تو ان میں جوش غیرت پیدا ہوا جب اتریں تو اپنے پاؤں اذخر میں داخل کرتی اور یہ کہتی جاتی تھیں کہ اے اللہ مجھ پر کوئی بچھو مسلط کردے جو میرے کاٹ لے تیرے رسولؐ سے تو کچھ کہنے کی مجھے طاقت نہیں۔ (ایسی باتوں سے ان امہات المؤمنین کے تقدس پر کلام نہیں کیا جا سکتا چند

باتیں پیشِ نظر رکھنی چاہئیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسری مسلمانوں کی مائیں انسان کی صنف سے تھیں اور جو کچھ جذبات قدرتی طور پر انسانوں میں ہوتے ہیں ان میں بھی تھے یہ فرشتوں کی قسم میں سے نہیں تھیں، ایک عورت کو حق ہے کہ وہ اپنے شوہر سے محبت کرے جو اس کے لیے ایک جائز محل ہے تو ان کو بھی وہی حق پہنچتا ہے اور محبت میں غیر اختیاری طور پر ایسی حرکات بھی سرزد ہو جاتی ہیں جو ایسے وقت میں جب محبت کا غلبہ نہ ہو تو خود صاحب حال بھی ان سے شرما جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت سے بیتاب ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسا فعل سرزد ہونا اسی غلبہ حال کا نتیجہ تھا۔ پھر نوعمری کا زمانہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے جس میں زیادہ تر غیر سنجیدہ حرکات ہی کا صدور ایک طبعی امر ہوتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا قصہ اسی امر کے اظہار کے لیے ذکر فرمایا کہ بچپن میں انسان پر ایسی حالتیں بھی آ جاتی ہیں جیسی کہ مجھ پر آئی تھیں۔ اس کے بعد فیضان محمدیؐ سے مستفیض ہونے کی وجہ سے وہ زمانہ بھی آیا کہ آپ ایثار و کرم کا مجسمہ بن گئیں آپ کا دولت کدہ مسلمانوں کی تہذیب اخلاق کا ایک مستقل مدرسہ تھا۔ جس میں آپ پس پردہ بیٹھ کر تمام عمر اصلاحِ اُمت میں مشغول رہیں)۔

(۵۷۴) عبداللہ بن مصعب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے (ایک عام اجتماع سے جس میں پس پردہ عورتیں بھی جمع تھیں) فرمایا کہ عورتوں کے مہر کو چالیس اوقیہ سے آگے نہ بڑھاؤ اگرچہ ذی الفصہ کی بیٹی ہو ذی الفصہ سے یزید بن الحصین صحابی حارثی مراد ہیں اور اگر کسی نے اس سے بڑھایا تو جتنا چالیس اوقیہ سے زیادہ ہوگا میں وہ لے کر بیت المال میں داخل کردوں گا تو ایک دراز قد عورت نے جس کی ناک دبی ہوئی تھی عورتوں کی صف میں سے کہا اسکا تمہیں اختیار نہیں عمرؓ نے فرمایا کیوں۔ اس نے جواب دیا اس لیے کہ عز و جل کا ارشاد ہے:

﴿وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ (ترجمہ) اور تم نے ان (بیویوں میں سے کسی کو ایک انبار مال بھی دیا ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا تم اس سے کوئی بہتان لگا کر واپس لو گے اور کھلا ہوا گناہ کر کے) یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت حق پر پہنچ گئی اور مرد خطا کر گیا۔

(۵۷۵) محمد بن معین الغفاری سے روایت ہے کہ ایک عورت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میرا شوہر دن کو روزے رکھتا ہے اور

رات بھر نفلیں پڑھتا ہے اور مجھے اس کی شکایت کرنا بھی نا گوار ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کر رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا شوہر بہت اچھا ہے۔ وہ عورت جب اپنی بات کو دہراتی تھی تو آپ بھی اپنا وہی جواب دہرا دیتے تھے۔ تو آپ سے کعب الاسدی نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین یہ عورت شکایت کر رہی ہے اس کے شوہر نے اسے ہمبستری سے چھوڑ رکھا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے فرمایا چونکہ تم نے ہی اس کا روئے سخن سمجھا اب ان دونوں میں یہ فیصلہ تم ہی کرو۔ تو کعب نے کہا کہ اس کے شوہر کو میرے پاس لایا جائے۔ جب وہ آ گیا تو اس سے کہا تیری اس زوجہ کو تجھ سے شکایت ہے اس نے کہا کھانے میں یا پینے میں؟ انہوں نے کہا نہیں تو عورت نے کہا: (اور اشعار میں اپنا دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کیا)

یا ایها القاضی الحکیم ارشده ☆ الهی خلیلی عن فراشِی مسجدُہ

(ترجمہ) اے قاضی دانا اسکو ہدایت کیجئے میرے پیارے کو میرے بستر سے اسکی مسجد کے شوق نے غافل کر دیا۔

زهده فی مضجعی تعبُّدُہ ☆ نهارهٗ دلیله ما برقُدُہ

(ترجمہ) میرے آرام گاہ سے اس کو کنارہ کش کر دیا اس کی عبادت نے جو دن میں اور رات میں اس کو آرام نہیں کرنے دیتی۔

ولست فی امر النسأ احمدهٗ

(ترجمہ) اور میں عورتوں کے معاملہ میں اس کی تعریف نہیں کر سکتی۔ یہ سن کر اس کے شوہر نے کہا: (یہ بطور جواب دعویٰ ہے)

(ترجمہ) بیشک میں اس کے بستر سے یکسو رہا اور اس سے تخلیہ سے (مگر میں معذور ہوں) کیونکہ میں ایسا شخص ہوں کہ مجھے بھلا دیا ان احکام نے جو نازل ہوئے۔

فی سورة النمل و فی السبع الطول ☆ و فی کتاب اللّٰه تخویف جَلل

(ترجمہ) سورہ نمل اور سبع طوال (سورہ بقر سے سات سورتیں) میں اور کتاب اللہ میں (عذاب سے) جو عظیم الشان خوف دلایا ہے تو کعب نے کہا (انہوں نے بھی منظوم فیصلہ سنایا)۔

انَّ لها حقًّا علیك یاَ رَجُلُ ☆ تصیبها فی اربع لمن عقل

(ترجمہ) اے شخص تجھ پر اس کا حق ہے کہ صاحب عقل کے نزدیک تو اس سے چار دن میں ایک مرتبہ ہم بستر ہو۔

فَاَعْطِهِ ذَاكَ وَدَعْ عَنْكَ العِلَلْ

(ترجمہ) تو یہ حق اس کو دے اور حیلے بہانے چھوڑ۔

پھر کہا اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے تیرے لیے دو دو تین تین چار چار عورتوں کو اس لیے تیرے لیے تین دن اور تین رات ہیں جن میں تو اپنے رب کی عبادت کرتا رہے اور اس عورت کے لیے ایک دن اور ایک رات۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! میں نہیں سمجھ سکا کہ تمہاری ان دونوں باتوں میں کونسی زیادہ عجیب ہے (اس عورت کے اشارات سے) زوجین کے اختلاف کو سمجھ جانا یا فیصلہ جو تم نے ان دونوں کے درمیان (کتاب اللہ سے استنباط کر کے) صادر کیا جاؤ میں تمہیں بصرے کے لیے عہدہ قضا دیتا ہوں (یہ حکایت تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ (نمبر: ١١٥) پر بھی لکھی گئی ہے۔ مترجم)

(٥٧٦) عبداللہ بن الزبیر اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ جانے کا قصد کیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو وہ اپنے ساتھ اپنا تمام مال جو پانچ یا چھ ہزار درہم تھا اٹھا لے گئے تو میرے پاس میرے دادا ابو قحافہ آئے اور ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور کہنے لگے کہ میں اس کو (یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ) کو دیکھتا ہوں کہ واللہ اس نے اپنی جان کے ساتھ اپنے مال کو لے جا کر بھی تم کو دکھ پہنچایا ہے۔ میں نے کہا اے ابّا! ہرگز نہیں انہوں نے ہمارے لیے بہت مال چھوڑا ہے اور اسماءؓ نے کچھ پتھر کے ٹکڑے اٹھا کر ان کو گھر کے اس طاق میں رکھ دیا جس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا مال رکھتے تھے اور ان پتھروں کے ٹکڑوں پر ایک کپڑا ڈھک دیا تھا۔ اسماءؓ کہتی ہیں پھر میں ابو قحافہ کے پاس گئی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر کپڑے پر رکھ دیا اور ان سے میں نے کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے یہ چھوڑا تو انہوں نے کپڑے کے اوپر ہی سے پتھروں کو ٹٹول کر دیکھا اور پھر بولے "جب وہ تمہارے لیے یہ چھوڑ گئے تو بہتر ہے" اور واللہ انہوں نے ہمارے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا تھا نہ کم اور نہ زیادہ۔

(٥٧٧) اصمعی نے بیان کیا کہ ایک عورت حاتم بن عبداللہ بن ابی بکر کے پاس آئی اور ان سے کہا:

اتینك من بلاد شاسعة ترفعنی رافعة تخفضنی خافضة لملمات من الامور حللن بی فبرین لحمی و وهن عظمی و ترکننی والهة کالحریض قد ضاق بی البلد العریض هلك الوالد و غاب الوافد و عدم الطارف والتالد فسالت فی احیاء العرب عن الم جوسیبه المحمود نائله الکریم شمائلہ۔ فدللت علیك و انا امرأة من هو ازن فافعل بی احدٰی ثلاث اما ان فقیم اودی و امان ان تحسن صفدی و اما ان نردنی الی بلدی۔

میں آپ کے پاس ایسے شہروں سے آئی ہوں جو یہاں سے بہت دور ہیں کبھی مجھے اونچے ٹیلوں پر چڑھنا پڑا اور کبھی نشیبی زمینوں میں اترنا پڑا مصیبتوں کی وجہ سے جو مجھ پر نازل ہوئیں جنہوں نے میرا گوشت کاٹ ڈالا اور ہڈیا گھلادیں اور مجھ کو پاگل بنادیا جیسا کوئی نیم جاں پڑا ہوا ہو مجھ پر فراخ شہر تنگ ہو گئے والد ہلاک ہوگیا اور آگے چلنے والا یعنی شوہر بھی نہ رہا اور نیا مال اور مادرانا مال سب معدوم ہو چکا تو میں نے عرب کے قبائل سے سوال کیا ایسی ذات کے بارے میں جس کی دادودہش سے امید کی جاسکے اور جس کی عطا مستوجب شکر ہو جو بزرگ خصائل ہو تو مجھ کو آپ کا نام بتایا گیا اور میں قبیلہ ہوازن کی ایک عورت ہوں تو آپ میرے ساتھ تین باتوں میں سے ایک بات کیجئے یا میرے دل کی کجی دور کر دیجئے یا میرے ساتھ حسن عطا کا معاملہ کیجئے اور یا مجھے میرے شہر میں واپس کر دیجئے یہ سن کر خاتم بن عبداللہ نے کہا ہم محبت اور عزت کے ساتھ تمہاری تینوں خواہشوں کو پورا کریں گے۔

(۵۷۸) اصمعی سے منقول ہے کہ ایک اعرابی عورت کا بیٹا مر گیا تو وہ اس پر روتی رہتی تھی یہاں تک کہ اس کے رخساروں پر آنسوؤں نے گڑھے ڈال دیئے۔ پھر (جب اس کو سکون ہوا تو) اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور یہ دعا کی کہ اللہ تو جانتا ہے کہ والدین کو اپنی اولاد سے کس قدر زیادہ محبت ہوتی ہے اسی بنا پر تو نے ماں باپ کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی اولاد کی خدمت کیا کریں (کہ وہ تو اپنی محبت کی وجہ سے خدمت کرنے پر خود ہی مجبور ہیں) اور آپ کو معلوم ہے کہ اولاد والدین کی نافرمانی بھی کرتی ہے اسی لیے آپ نے اولاد ہی کو والدین کی فرمانبرداری کی رغبت

دلائی۔اے اللہ میرا بیٹا اپنے والدین کا اس قدر خدمت گذار تھا جس قدر والدین اپنی اولاد کے ہوتے ہیں تو میری طرف سے تو اس کو بہتر جزا اور رحمت عطا فرما اور اس کو سرور اور تازگی سے ہمکنار کر۔ یہ سن کر اس سے ایک اعرابی نے کہا بہت اچھی دعا ہے جو تو نے اس کے لیے کی اگر تو اس کو بے فائدہ گریہ وبکا سے آلودہ نہ کر دیتی تو اس نے جواب دیا کہ مجبوریوں پر اختیاری افعال کا حکم جاری نہیں ہوا کرتا اور میرا گریہ و بکا کو بند کر دینے پر قادر ہونا غیر ممکن تھا اور اس سے رک جانا میری قدرت سے باہر تھا اور اللہ اپنے فضل سے میرا عذر قبول کرنے والا ہے کیونکہ اس بزرگ و برتر اللہ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (ترجمہ) تو جو شخص بے اختیار ہو جائے بغیر سرکشی اور حد سے گذر جانے کے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

(۵۷۹) ابوالحسن مدائنی نے ذکر کیا کہ ایک دن عمران بن حطان اپنی بیوی کے پاس آیا اور عمران بہت بھدا اور پستہ قد تھا اور وہ سنگار کیے بیٹھی تھی اور ایک خوبصورت عورت تھی جب عمران کی نگاہ اس پر پڑی تو اس کو بے اختیار تکتا رہا بیوی نے کہا کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا کہ واللہ اس صبح کے وقت تو بہت پیاری دکھائی دے رہی ہے تو اس نے کہا بشارت ہو میں اور تو دونوں جنتی ہیں اس نے کہا یہ تجھے کہاں سے معلوم ہو گیا تو اس نے کہا اس لیے کہ تجھے مجھ جیسی عورت ملی اس پر تو نے اللہ کا شکر کیا اور میں تجھ جیسے کے ساتھ مبتلا ہوئی تو میں نے صبر کیا اور صابر اور شاکر دونوں جنت میں جائیں گے۔

(۵۸۰) مصنفؒ فرماتے ہیں کہ عمران بن حطان ایک خارجی تھا اور اسی خبیث نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کے قتل کر دینے پر عبدالرحمٰن بن ملجم ملعون کی مدح میں یہ اشعار کہے تھے:

یا ضربة من تقی ما ارادبها ☆ الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

(ترجمہ) ایک متقی شخص کی کیسی اچھی ضرب تھی جس کو لگانے سے اس کی نیت صرف یہ تھی کہ اللہ صاحب عرش کی رضا حاصل کرے۔

انی لا ذکرہ یوماً فاحسبهٗ ☆ اوفی البریة عند اللّٰه میزانا

(ترجمہ) میں جب اس کو یاد کرتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ اس کا عمل اللہ کی تمام مخلوق سے زیادہ وزن میں بھاری ہے۔

اکرم بقومٍ بطونُ الارض اقبرُهُم ☆ لم یخلطوا دینهم بغیا و عُدوَانَا
(ترجمہ) کیسی بزرگ قوم تھی جن کی قبریں زمین کے پیٹ میں بنی ہوئی ہیں جن لوگوں نے اپنے دین کی بغاوت اور سرکشی سے مخلوط نہ ہونے دیا۔

جب یہ ابیات قاضی ابوالطیب طبری کو پہنچے تو انہوں نے فی البدیہہ اسکے جواب میں یہ اشعار کہے:

انی لا برأمما انت قائِلهٗ ☆ علی ابن ملجم ن الملعون بَهتانا
(ترجمہ) میں اس جھوٹ اور غلط رائے سے جس کا تو ابن ملجم ملعون کے حق میں قائل ہے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔

انی لا ذکرهٗ یومًا فالعنه ☆ دینا و العن عمرانًا وَ حَطانا
(ترجمہ) میں جس دن اس کو یاد کرتا ہوں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں دین سمجھ کر اور عمران پر ان پر بھی لعنت بھیجتا ہوں اور حطان پر بھی۔

علیك ثم علیه الدهر متصلاً ☆ لعائِنُ اللّٰه اسرارً او اِملانَا
(ترجمہ) تجھ پر اور اس پر رہتی دنیا تک لگا تار خدا کی لعنتیں پوشیدہ طور پر اور ظاہر طور پر پڑتی رہیں۔

فانتم من کلاب النار جاء بهٖ نص الشریعة تبیانًا و بُرهَانَا
تم لوگ دوزخ کے کتے ہو اس پر شریعت کی نص وارد ہوئی ہے یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے اور بدلائل ثابت۔

ابوالطیب نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ کیا کہ خارجی لوگ دوزخ کے کتے ہیں۔

(۵۸۱) اسحٰق بن ابراہیم موصلی نے بیان کیا کہ مجھے ابوالمشیع نے یہ واقعہ سنایا کہ کثیر نے عزہ کی جستجو میں ایک سفر کیا اور اس کے ساتھ ایک پانی کا مشکیزہ تھا جب اس پر پیاس کا غلبہ ہوا تو اس نے مشکیزہ کھولا دیکھا تو وہ بالکل خالی تھا۔ اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا (اب اس کو پانی کی تلاش ہوئی) تو دور سے اسے آگ کی روشنی محسوس ہوئی تو ادھر کا قصد کیا تو اس نے دیکھا کہ اس آگ کے قریب ایک سائبان ہے جس کی چہار دیواری میں ایک بوڑھی عورت ملی اس نے کثیر سے کہا تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں کثیر ہوں۔ کہنے لگی کہ مجھے تو تجھ سے ملنے کی تمنا تھی تو میں خدا کا شکر کرتی ہوں جس نے تجھے مجھ کو دکھلا دیا۔ کثیر نے کہا کہ مجھ سے ملنے کی تمنا کا باعث کیا تھا اس نے کہا کیا یہ شعر تو نے ہی نہیں کہے:

اذا ما اتینا خُلَّۃ کی نُزِیْلَھا ☆ ابینا و قلنا الحاجبیہ اوّل
(ترجمہ) جب کبھی ہم کسی (دوست صاحبہ) حاجت کے پاس پہنچتے ہیں کہ اس کو پورا کریں تو انکار کردیتے ہیں کہ حاجبیہ قبیلہ والی (عزہ سے ملنا) مقدم ہے۔

سنولیکِ عرفا ان اردت وصالنا ☆ و نحن لتلك الحاجبية اوصل
(ترجمہ) ہم تجھ سے رسمی محبت تو کر سکتے ہیں اگر تو ہم سے وصال کا ارادہ رکھتی ہے اور ہم تو درحقیقت سب سے زیادہ وصال کی خواہش اسی حاجبیہ سے رکھتے ہیں کثیر نے کہا ہاں میرے ہی ہیں۔ بولی تو نے اس طرح کیوں نہ کہا جیسا کہ تیرے سردار جمیل نے کہا تھا:

یا رُبَّ مارضۃٍ علینا وصلھا ☆ بالجد تخلطه بقول الھازلِ
(ترجمہ) بہت سی عورتیں کوشش کے ساتھ اپنے سے وصال کے لیے ہمارے سامنے آتی ہیں اور ہنسی مذاق سے مخلوط کرکے (اپنی محبت کا اظہار کرتی ہیں)

فاجبتُھا بالقول بَعد تاَمُّل ☆ حُبّیْ بثینۃَ عن وصالك شاغلیٖ
تو میں تامل کے بعد ان کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ تیرے وصال سے جو شے مانع ہے وہ بثینہ کی محبت ہے۔

لو کان فی قلبی کفدر قُلامۃٍ ☆ فضلا لغیرك ما اتتك رسائِلی
(ترجمہ) (اے بثینہ) اگر میرے دل میں ایک ناخن کے برابر بھی تیرے غیر کے لیے گنجائش ہوتی تو میرے پیغامات (محبت) تیرے پاس نہ آتے۔

کثیر کہتا ہے میں نے کہا یہ قصہ چھوڑ اور مجھے پانی پلا دے اس نے کہا واللہ میں تجھے پانی نہیں پلا سکتی۔ میں نے کہا تجھ پر افسوس ہے پیاس مجھے ستا رہی ہے۔ بولی کہ بثینہ نوحہ کرلے اگر میں طمع سے اپنے پاس سے پانی کا ایک قطرہ بھی روکوں۔ یہ سن کر کثیر نے پھر کوئی بات نہ کی اور اس کی صرف یہی کوشش ہوئی کہ اپنی سواری پر چڑھ گیا اور پانی کی جستجو میں چل دیا اور نصف دن سے پانی تک نہ پہنچ سکا اور پیاس اس کو مارے ڈالتی تھی۔

(۵۸۲) ذوالرمہ کوفہ پہنچا تو دورانِ سفر میں جب کہ وہ اپنے اصیل گھوڑے پر سوار کوفہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا کہ اس نے ایک سیاہ رنگ کی لڑکی دیکھی جو ایک گھر کے دروازے پر کھڑی تھی تو وہ اس کو بہت پیاری معلوم ہوئی اور اس کے دل میں اتر گئی تو وہ اس کے قریب پہنچا اور کہا اے

لڑکی مجھے پانی پلادے تو وہ اسکے پاس ایک برتن میں پانی لائی جو اس نے پیا پھر اسکے ساتھ کچھ چھیڑ کا ارادہ کیا اور چاہا کہ یہ کچھ بولے تو کہا اے لڑکی تیرا پانی بہت ہی گرم تھا تو اس نے کہا اگر (آپ مجھ سے بات کرنا) چاہتے ہیں تو آپ کے اشعار کے عیوب میں آپ کے سامنے بیان کر دوں اور اپنے پانی کے گرم اور ٹھنڈا ہونے کا قصہ ایک طرف ڈالوں۔ تو اس نے کہا اور میرا کونسا شعر ہے جس میں عیب ہے تو لڑکی نے کہا کیا آپ ذوالرمہ نہیں ہیں۔ ذوالرمہ نے کہا بیشک۔ پھر بولی:

فانت الذی شبّهت عنزًا بقفرةٍ ☆ لها ذنب فوق استها اُمَّ سالمٍ

(ترجمہ) تو وہ ہے جس نے (اپنی محبوبہ) امّ سالم کو ایک بکری سے تشبیہ دی جو چٹیل میدان میں کھڑی ہو۔ اس کے سرین پر دم بھی لگی ہوئی ہے۔

جعلت لها قرنین فوق جبینها ☆ وطیسین مسودّین مثل المحاجم

(ترجمہ) تو نے اس کے لیے دو سینگ بھی تجویز کر دیئے جو اس کی پیشانی پر لگے ہوئے ہیں اور دو سیاہ رنگ چیزیں بالکل کالی جیسے سینگیں ہوتی ہیں۔

و ساقین ان یستمکنا منك یتر کا ☆ بجلدك یا غیلان مثل المآثمٍ

(ترجمہ) اور (اس کے لیے) ایسی دو ساق (بھی تجویز کر دی ہیں) کہ اگر وہ تیرے دولتیاں جما دے تو اے مست تیری کھال کو ایسی کر چھوڑے جیسے کسی سزا میں (مجروم) کی ہو جاتی ہے۔

أیا ظبیةَ الوعساء بین جلاجل ☆ و بین النقا أنت اَمْ امّ سالمٍ

(تو اب یہ بتا) کہ جلاجل اور نقاء کے درمیان والی سبزہ زار کی ہرنی (تیرے قول: ایاظبیةَ الوساءِ بین جلاجل و النقاء میں) تو ہے یا ام سالم۔ ذوالرمہ نے کہا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں تو یہ میرا گھوڑا مع اس کے سب سامان کے لے لے مگر اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا اور گھوڑے سے اتر کر اس کو اس لڑکی کی طرف بڑھا دیا اور رخصت ہونے کے لیے چلنے لگا تو اس نے اس کو واپس کر دیا اور وعدہ کیا کہ جو کچھ ماجرا پیش آیا کسی سے وہ اس کا ذکر نہیں کرے گی۔

(۵۸۳) زہیر بن حسن مولیٰ ربیع بن یونس سے مروی ہے کہ حجاج ولید ابن عبدالملک سے ملنے آیا۔ اس کے (مسجد میں) دو رکعت پڑھیں۔ واپسی کے بعد ولید سوار ہو گیا تو حجاج اس کے سامنے پیدل ہو گیا۔ اس سے ولید نے کہا اے ابو محمد تم بھی سوار ہو جاؤ۔ تو حجاج نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے ایسا ہی رہنے دیجئے میں جہاد بکثرت کرنے کا عادی ہوں (مگر سست ہو رہا ہوں

پیدل چلنے سے سستی رفع ہوگی۔ سست اس لیے ہوا) کیونکہ ابن الزبیر اور ابن الاشعث نے مجھے جہاد سے طویل عرصہ تک روکے رکھا۔ مگر ولید نے اس کو حکم دیا کہ سوار ہوجائے تو سوار ہو گیا اور ولید کے ساتھ تخلیہ میں داخل ہو گیا تو ایسے وقت میں جبکہ حجاج باتیں کررہا تھا کہ میں نے اہل عراق کے ساتھ یہ کیا اور وہ کیا ایک جاریہ آئی اور اس نے ولید سے (علیحدگی میں) کچھ کہا اور چلی گئی تو ولید نے کہا اے ابو محمد کیا آپ کو معلوم ہے کہ جاریہ نے کیا کہا؟ حجاج نے کہا نہیں۔ ولید نے کہا اس نے یہ کہا تھا کہ مجھے آپ کے پاس امّ البنّبین بنت عبدالعزیز بن مروان نے بھیجا ہے کہ آپ کی ہم نشینی اس اعرابی کے ساتھ اس حال میں کہ یہ اعرابی مسلح ہے اور آپ (بغیر زرہ) سادے کپڑوں میں ہیں خطرناک ہے تو میں نے اس کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ وہ حجاج بن یوسف ہے تو اس نے اس کو کپکپا دیا اور اس نے یہ کہا کہ واللہ اگر تمہارے ساتھ خلوت میں ملک الموت ہوتا تو میں بہ نسبت حجاج سے تخلیہ کے اس کو پسند کرتی۔ یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ کے محبوب بندوں کو اور اس کے مطیع لوگوں کو قتل کیا ظلم اور جور سے تو حجاج نے کہا اے امیر المؤمنین! عورت صرف ایک کلی ہے اور کوئی محاسبہ کرنے والا افسر نہیں ہے اپنے اسرار پر ان کو مطلع نہیں کرنا چاہیے اور ان سے ہم بستری سے زائد کام نہ لینا چاہیے اور ہرگز ان کے ساتھ چھوٹے اور ذلیل بن کر مجالست نہ کرنی چاہیے پھر اٹھ کر چلا گیا۔ ولید نے امّ البنّبین کے پاس جا کر حجاج کی پوری گفتگو سنادی۔ ام البنّبین نے کہا میں چاہتی ہوں کہ آپ اس کو حکم دیں کہ وہ مجھ کو سلام کرنے کے لیے آئے۔ پھر میرے اور اس کے درمیان جو بات ہوگی اس کی اطلاع آپ کو ہو جائے گی۔ دوسرے دن حجاج ولید کے پاس پہنچا۔ ولید نے کہا ام البنّبین کے پاس جاؤ۔ حجاج نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے اس سے معاف رکھیے ولید نے کہا ایسا ہی کرنا ہوگا۔ چنانچہ حجاج اس کے پاس پہنچا تو بہت دیر تک اس کو منتظر رکھا پھر اس کو اجازت دی (جب وہ حاضر ہو گیا) تو اس سے کہا کہ اے حجاج تو فخر کرتا ہے امیر المؤمنین کے سامنے ابن الزبیر اور ابن الاشعث کے قتل پر۔ یاد رکھ خدا کی قسم اگر تو علم الٰہی میں اس کی بدترین مخلوق نہ ہوتا تو تجھ کو وہ ذات النطاقین (یعنی حضرت اسماءؓ) کے بیٹے اور رسول اللہ ﷺ کے خاص مقرب صحابی (زبیرؓ بن العوام) کے بیٹے اور الاشعث کے قتل میں مبتلا نہ کرتا۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں تیرے اوپر نخوت کا جنون سوار ہو گیا یہاں تک کہ تو چلانے لگا اور تجھ پر ہڑک مسلط ہوگئی یہاں تک کہ تو بھونکنے لگا (اس وقت کو بھول

گیا) اگر امیر المؤمنین اہل یمن میں منادی نہ کرا دیتے جب کہ تو سخت تنگ حالی میں پھنس چکا تھا اور تیرے اوپر ان لوگوں کے نیزوں کے سائے پڑ چکے تھے اور ان کے بالمقابل آ کر حملہ کرنے والے تجھ پر غالب آیا چاہتے تھے تو تو قید ہو چکا تھا اور وہ چیز جس میں تیری آنکھیں لگی ہوئی ہیں کاٹ دی گئی ہوتی (یعنی سر) اور اسی بنا پر امیر المؤمنین کی خواتین نے اپنی چوٹیوں سے خوشبوؤں کو بھی جھاڑ کر دے ڈالا اور ان کو بکوا دیا تھا امیر المؤمنین کے مددگاروں کی مالی امداد کے لیے اور یہ جو تو نے امیر المؤمنین کو اشارہ کیا ہے ان کو لذت سے منقطع ہونے اور اپنی خواتین سے صرف حاجت روائی کی حد تک تعلق رکھنے کی طرف تو اگر وہ عورتیں (حسن صورت اور حسن سیرت میں) مثل امیر المؤمنین کے ہوں اور ان سے کشادہ دلی کا معاملہ کیا جائے (تو بالکل بدیہی بات ہے) کہ تیری بات امیر المؤمنین کے لیے قابل قبول ہو ہی نہیں سکتی اور اگر وہ عورتیں اس درجہ کی ہوں جن سے کشادہ دلی کا تعلق رکھا جائے جس درجہ کی تیری غیر مخنون ماں تھی جس کی حرارت غرنیویہ (یعنی مزاج کی اصلی حرارت طبعی) ضعیف اور صورت مکروہ تھی جیسی عورت سے تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا تو اے کمینے ایسی عورتوں کے بارے میں بہت ہی مناسب ہے کہ تیری بات مان لی جائے۔ خدا اسے قتل کرے جو کہتا ہے[1] (یعنی کسی شاعر نے کیا اچھا کہا۔ ایسے جملوں سے بددعا مقصود نہیں ہوتی):

اسدٌ علیّ وی فی الحروب نعامة ☆ فتخاء تنفر من صفیر الصافرِ

(ترجمہ) میرے اوپر شیر بن گیا اور لڑائیوں میں ڈرپوک شتر مرغ جو سیٹی بجانے والوں کی سیٹی سے بھی بھاگ جائے۔

هلا برزت الی غزالةَ فی الوغا ☆ و قد کان قلبك فی جناحی طائر

(ترجمہ) کیوں نہیں سامنے آیا تو لڑائی میں غزالہ کے تیرا حال یہ تھا کہ تیرا دل پرند کے بازوؤں میں تھا (اُڑ کر فرار ہونے پر تیار)

غزالہ ایک خارجی شبیب بن یزید کی بیوی تھی جو بہت بہادر تھی اس نے کوفہ فتح کر لیا تھا حجاج اس سے شکست کھا کر بھاگا تھا۔

پھر اس نے اپنی باندی کو حکم دیا اور اس نے حجاج کو قصر سے نکال دیا۔ جب وہ ولید کے

---

[1] قائل کا نام عمران بن قحطان السدوسی ہے۔ مترجم

پاس آیا تو اس سے ولید نے پوچھا اے ابو محمد وہاں کیا پیش آیا؟ تو حجاج نے کہا اے امیر المؤمنین خدا کی قسم وہ خاموش ہی نہ ہوئی یہاں تک کہ مجھے (اس حال کو پہنچا دیا) کہ زمین کا شکم مجھے اچھا معلوم ہونے لگا اس کی پیٹھ سے۔ ولید نے کہا کہ وہ عبدالعزیز کی بیٹی ہے۔

(۵۸۴) ابن السکیت نے بیان کیا کہ محمد بن عبداللہ بن طاہر نے حج کا ارادہ کرلیا تو اس کی ایک کنیز نے جو شاعرہ تھی نکل کر دیکھا تو جب سفر کی پوری تیاری کا مشاہدہ کیا تو وہ رونے لگی اس پر محمد بن عبداللہ نے کہا:

دمعۃٌ کاللؤلوا الرطبِ ☆ علی الخدا الاسیلِ

(ترجمہ) اس کے آنسو تازے موتیوں کی طرح ہیں کتابی رخسار پر۔

ھطلت فی ساعۃ البینِ ☆ من الطرف الکحیلِ

(ترجمہ) لگاتار بہنے لگے جدائی کے وقت سرمگیں آنکھ سے۔

پھر محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اس سے کہا کہ اس پر شعر لگاؤ تو اس نے کہا:

حین ھم القمر البا ☆ ھر عنا بالافولِ

(ترجمہ) جب (سب ستاروں سے زیادہ) روشن چاند نے ہم سے چھپنے کا ارادہ کیا۔

انما یفتضح العشاق ☆ فی وقت الرّحیلِ

(ترجمہ) عاشق تو کوچ کے وقت ہی رسوا ہوا کرتے ہیں۔

(۵۸۵) ایوب الوزان سے منقول ہے کہ مفضل نے بیان کیا کہ میں ہارون الرشید کے یہاں حاضر ہوا اس وقت اس کے سامنے ایک طبق میں گلاب کے پھول رکھے ہوئے تھے اور ایک خوبصورت کنیز جو شاعرہ اور ادیب تھی اور ہارون کی خدمت میں ہدیۃً پیش کی گئی تھی بیٹھی ہوئی تھی۔ تو رشید نے کہا کہ اے مفضل اس گلاب کے پھول کو کسی مناسب چیز کے ساتھ موزوں تشبیہ دو تو میں نے یہ شعر کہا:

کانّہٗ خدّ مرمُوقٍ یُقبّلُہٗ ☆ فم الحبیب و قد ابدیٰ بہٖ خجلا

(ترجمہ) گویا وہ (گلاب کا پھول) اس کا رخسار ہے جس پر دزدیدہ نگاہ ڈالی جاتی ہے (یعنی محبوب) جس کو چاہنے والا کا منہ چوم رہا ہے اور اس رخسار پر شرمندگی (کی وجہ) سے سرخی چھا گئی پھر اس کنیز نے یہ شعر کہا:

کانّہٗ لونُ خدّی حین یدفُعنی ☆ کف الرشید لامریوجب الغسلاً
(ترجمہ) گویاوہ میرے رخسار کارنگ ہے جب مجھے رشید کی ہتھیلی نے دبالیا ہوا یسے امر کے لیے جوموجب غسل ہوتا ہےتو رشید نے کہااے مفضل اٹھواور باہر جاؤ کیونکہ اس چنچل نے ہم کو ہیجان میں ڈال دیا۔ میں فوراً اٹھ گیااور میں (باہر ہوتے ہوئے پردہ اپنی طرف سے چھوڑتا گیا)۔

(۵۸۶) اصمعی نے بیان کیا کہ جب رشید نے بصرہ میں آکر مکہ کے سفر کا قصد کیا تو میں بھی ہم رکاب ہوا جب ہم ضریہ پہنچے تو میں دیکھتا ہوں کہ کنارۂ وادی پر ایک لڑکی ہے اور اس کے سامنے اس کا پیالہ ہے اور وہ یہ کہہ رہی ہے:

طحنتناطوا حن الاعوام ☆ ورمتنا نوائب الایّام
(ترجمہ) زمانوں کی چکیوں نے ہم کو پیس ڈالا اور ایام کی سختیوں نے ہمارے تیر مارے۔

فاتینا کمو نمدٌّ اکفًا ☆ لفضالات زادکم والطعام
(ترجمہ) ہم تمہارے سامنے اپنی ہتھیلیاں تمہارے بچے کھچے زادِراہ اور کھانے کے لیے پسار رہے ہیں۔

فاطبوا الاجر والمثوبة فینا ☆ ایھا الزائرونَ بیت الحرام
(ترجمہ) توہماری امداد سے اجر اور ثواب حاصل کروائے بیت اللہ کی زیارت کرنے والو۔

من راٰنی فقد راٰنی و رحلی ☆ فارحمُوا غربتی و ذل مقامی
(ترجمہ) جس نے مجھے دیکھ لیا تو اس نے مجھے اور میرے جائے قیام (اور ہر ضرورت) کو دیکھ لیا تو میری غربت اور پستی مقام پر رحم کرو۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں لوٹ کر امیر المؤمنین کے پاس آیا اور عرض کیا کہ کنارۂ وادی پر ایک لڑکی ہے اور اس کے وہ اشعار سنائے تو بہت پسند کیے۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس کو آپ کے پاس لاتا ہوں۔ فرمایا نہیں بلکہ ہم خود اس کی طرف جائیں گے چنانچہ امیر المؤمنین اس کے پاس جا کر کھڑے ہوگئے۔ میں نے اس سے کہا جو اشعار تو پڑھ رہی تھی وہ سنا تو اس نے سنائے اور ہارون سے مرعوب نہیں ہوئی۔ انہوں نے حکم دیا کہ اے مسرور اس کے پیالے کو دینار سے بھر دے (مسرور غلام کا نام تھا) مسرور نے اس کو اتنا بھر دیا کہ پیالے کے دائیں بائیں سے دینار باہر آگرے۔

(۵۸۷) ابن اشیظمی کا بیان ہے کہ میں ایک سخت قحط کے زمانہ میں جو بارش نہ ہونے کی وجہ

سے پیش آیا تھا حج کے لیے گیا تو اس دوران میں کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا میری نظر ایک لڑکی پر پڑی جو اپنے موزوں قد وقامت اور تناسب اعضاء کے لحاظ سے نہایت ہی خوبصورت تھی اور وہ کعبہ کے پردہ پکڑے ہوئے کہہ رہی تھی "اے میرے معبود اے میرے آقا! میں آپ کی غریب بندی ہوں اور آپ کی محتاج بھکارن ہوں۔ میری گریہ وزاری آپ سے پوشیدہ نہیں اور میری بدحالی آپ سے چھپی ہوئی نہیں محتاجگی نے میرا پردہ توڑا اور فاقہ نے میرا نقاب ہٹا دیا۔ تو میں نے چہرہ کھول لیا جو ذلت کے وقت پژمردہ اور سوال کے وقت ذلیل ہوتا ہے قسم ہے آپ کی عزت کی سوال کا دور ایسا دراز ہو گیا کہ اب اسے نہ اپنے دور غنا کی آبرو اس سے مانع ہوتی ہے اور نہ وہ آبروئے حیا سوال سے بچا سکتی ہے جن کو رزق عطا کیا گیا ہے ان کی ہتھیلیئں میرے حق میں بے حس وحرکت ہو گئیں اور صاحب اخلاق لوگوں کے سینے میرے لیے تنگ ہو گئے تو جس نے مجھے محروم رکھا میں اس کو ملامت نہیں کرتی اور جس شخص نے مجھے کچھ دیا میں اس کو بہتر جزا دینے کے لیے آپ کے اور آپ کی رحمت کے سپرد کرتی ہوں اور آپ ارحم الراحمین ہیں۔" تو میں اس کے قریب گیا اور اس کو کچھ دیا پھر میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کس خاندان کی ہیں تو اس نے کہا آپ مجھے معلوم کرنے کے درپے نہ ہوں۔ **من قلّ ماله و ذهب رجاله کیف یکون حالهٗ** (جس کے پاس نہ مال باقی رہے اور نہ اس کے اقارب باقی رہیں اس کا کیا حال ہوگا) اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے:

بعض بنات الرجال ابرزها ☆ الدّهرُ لما قد تری و اخرجها

(ترجمہ) بعض (صاحب عزوجاہ) لوگوں کی بیٹیوں کو زمانہ (کے انقلاب) نے ظاہر کر دیا اور پردہ سے باہر کر دیا جس سبب سے کہ تم دیکھ رہے ہو۔

ابرزها من جليل نعمتها ☆ فابتزّها ملكها و احوجها

(ترجمہ) زمانہ نے ان کو نکال دیا (یعنی محروم کر دیا) ان کو بڑی بڑی نعمتوں سے اور ان کی دولت مملوک چھین لی اور ان کو محتاج کر دیا۔

و طالما كانت العيونِ اذا ☆ ماخرجت تستشفُّ هودجها

(ترجمہ) اور بہت زمانہ تک (ایسا ہوتا رہا) کہ جب (ان کی سواری) نکلتی تو عام نظریں ان کے کجاوے کو غور سے دیکھتی تھیں۔

ان كان قد ساءَ ها و احزنها ☆ فطالما سرَّها وابهجها

(ترجمہ) اگر (آج) زمانہ نے اس کو دکھ اور رنج پہنچایا (تو صبر کرنا چاہیے) کہ عرصہ تک اس کو خوشی اور مسرت (بھی) پہنچائی تھی۔

الحمد للّٰہ رُبَّ مُعسَرَةٍ ☆ قد ضمن اللّٰہُ ان یفرّجھا

(ترجمہ) اللہ کا شکر ہے بہت سی مفلس عورتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا ضامن ہے کہ ان کو کشائش دے دے) ابن الشیظمی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پھر سوال کیا تو اس نے کہا کہ وہ حضرت حسین بن علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اولاد میں سے ہے۔

(۵۸۸) مروی ہے کہ کثیر عزہ کی جمیل سے ملاقات ہوئی تو کثیر نے اس سے پوچھا کہ بثینہ سے تمہاری ملاقات کب ہوا کرتی ہے۔ جمیل نے کہا کہ مجھ سے اس کی ملاقات شروع سال سے جب کہ وہ وادیٔ دوم میں کپڑے دھو رہی تھی اب تک نہیں ہوئی۔ تو اس سے کثیر نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں آج رات اس سے تمہاری ملاقات کرا دوں۔ جمیل نے کہا ضرور! تو فوراً کثیر بثینہ کی طرف لوٹ گیا۔ اس کو دیکھ کر بثینہ کے والد نے کہا اے کثیر کیا بات ہے تم فوراً واپس آ گئے؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تم ہمارے پاس نہیں بیٹھے تھے؟ کثیر نے کہا بیشک! لیکن چند ابیات مجھے یاد آ گئے جو میں نے عزہ کے حق میں کہے تھے اس نے کہا وہ کیا کہے تھے تو کثیر نے کہا:

فقلت لھا یا عزارُسل صَاحِبِی ☆ علی باب داری والرسول موکّل

(ترجمہ) تو میں نے اس سے کہا کہ اے عزہ میں اپنے دوست کو بھیجتا ہوں اپنے گھر کے دروازے پر اور قاصد ذمہ دار ہوتا ہے۔

اما تذکرین العھد یوم لقیتکم ☆ باسفل وادی الدوم والثوبُ یغسل

(ترجمہ) کیا تجھے وہ زمانہ یاد نہیں جس دن میں نے تجھ سے ملاقات کی تھی وادیٔ دوم کے نیچے والے مقام پر جب کپڑے دھوئے جا رہے تھے تو بثینہ نے زور سے کہا "دور ہو جا" تو بثینہ کے باپ نے کہا اے بثینہ کیا بات ہوئی تجھے کیوں جوش آیا۔ اس نے کہا ایک کتا ہمیشہ ہمارے یہاں پہاڑ کے پیچھے سے رات کو اور دو پہر کو آ جاتا ہے (اس کو دھمکا رہی تھی) پھر کثیر واپس لوٹ کر جمیل کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ بثینہ نے وعدہ کیا ہے وہ اس پہاڑ کے پیچھے تم سے رات میں اور دو پہر کے وقت ملے گی۔ اب تم جب چاہو اس سے ملاقات کر لو۔

(۵۸۹) مؤلف کہتے ہیں کہ ایسی ہی چالاکی کی یہ حکایت منقول ہے کہ ایک عورت کے پاس ایک اعرابی نے اپنے غلام کو اس لیے بھیجا کہ وہ اس سے ملاقات کی جگہ مقرر کرانا چاہتا تھا۔ غلام نے جا کر عورت کو پیغام پہنچا دیا اسکو یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ آپس کے اقرار پر غلام کو مطلع کرے تو عورت نے اسکو یہ جواب دیا کہ خدا کی قسم اگر میں نے تجھے پکڑ لیا تو میں تیرا کان اتنا سخت مروڑوں گی کہ تو اس سے رو پڑے گا اور اس درخت سے جا کر سہارا لے گا اور عشا کے وقت تک تجھ پر غشی طاری رہے گی۔ غلام اس بات کا مطلب کچھ بھی نہ سمجھا اور اپنے مالک کے پاس واپس جا کر اسکی بات اس نے نقل کر دی وہ سمجھ گیا کہ اس نے اس سے درخت کے نیچے عشا کے وقت ملنے کا وعدہ کیا ہے۔

(۵۹۰) صولی کہتے ہیں کہ میں نے مبرد سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم مازنی کے پاس موجود تھے کہ ان کے پاس ایک اعرابی عورت آئی جوان سے خودداری کے ساتھ سوال کیا کرتی تھی اور وہ اس کو دیدیا کرتے تھے۔ بولی اللہ آپ کو صبح بخیر رکھے۔ اے ابوعثمان کیا ریتوں میں کچھ تری آ گئی؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ اللہ اس کو لائے گا۔ تو کہنے لگی:

تعلمنَّ انی والذی حج القوم ☆ لو لا خیال طارق عند النوم

(ترجمہ) ضرور سمجھ لیجئے کہ میں قسم ہے اس (کعبہ) کی جس کا قوم حج کرتی ہے اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ نیند کے وقت (آپ کا) خیال چھاپہ مارے گا۔

والشوق من ذکراك ما جئت الیوْم

(ترجمہ) اور آپ کی یاد سے شوق (ملاقات) ستائے گا تو میں آج نہ آتی۔ تو مازنی نے کہا خدا اسے قتل کر دے کس قدر چالاک عورت ہے۔ میرے پاس طلب عطیہ کے لیے آئی۔ جب دیکھا کہ کچھ نہیں ہے تو ہم پر احسان دھر گئی کہ بس ملنے ہی آئی تھی۔

(۵۹۱) اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میرے سامنے اس عورت کے مانند کوئی نہیں آیا جو ایک مرتبہ آئی تھی اور اس نے کہا اے قاضی میرے چچا کے بیٹے نے میرا نکاح اس شخص سے کر دیا اور میں نہیں جانتی تھی۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اس کو رد کر دیا۔ میں نے کہا اور تو نے کب رد کیا جواب دیا جس وقت مجھے علم ہوا۔ میں نے کہا اور کب علم ہوا تو بولی کہ جس وقت میں نے اس کو رد کیا۔ میں نے کوئی عورت اس جیسی نہیں دیکھی۔

(۵۹۲) قاضی علی بن القاسم سے مروی ہے انہوں نے ذکر کیا کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ

موسیٰ بن اسحٰق کو کبھی مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے ان سے کہا کہ اے قاضی آپ کیلئے جائز نہیں کہ آپ دو آدمیوں کے مابین کوئی فیصلہ بحالت غصہ کریں۔ انہوں نے کہا کیوں تو اس نے کہا اسلئے کہ نبیؐ نے فرمایا: ((یقضی القاضی بین اثنین وھُوَ غضبان)) (کوئی قاضی دو (متخاصمین) کے مابین غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے) تو انہوں نے تبسم کیا۔

(۵۹۳) اصمعی کے بھتیجے عبدالرحمٰن اپنے چچا (اصمعی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن سلیمان بن عبدالملک نے جب کہ شعراء ان کے پاس حاضر تھے کہا کہ میں نے ایک مصرعہ موزوں کیا ہے اس کو پورا بیت بناؤ اور کہا: یروح اذا راحوا و یغدو اذا غدوا (وہ شام کے وقت آتا ہے، جب وہ لوگ شام کے وقت آتے ہیں اور وہ سویرے آتا ہے جب وہ لوگ سویرے آتے ہیں) تو کوئی شاعر اس پر کچھ بھی نہ لگا سکا تو سلیمان ایک اپنی کنیز کے پاس پہنچا اور اس کو خبر دی۔ اس نے کہا آپ نے کیا کہا تھا۔ سلیمان نے سنا دیا تو اس نے فوراً کہاوَ عمّا قلیل لا یرُوحُ و لا یَغدو (اور عنقریب ایسا ہوگا کہ نہ شام کو چل سکے گا اور نہ صبح کو)

(۵۹۴) اصمعی نے بیان کیا کہ میں امیر المؤمنین ہارون رشید کے یہاں حاضر تھا کہ ایک شخص ایک کنیز کو ساتھ لے کر آیا فروخت کیلئے اسکو رشید نے غور سے دیکھا پھر کہا اپنی کنیز کو لے جاؤ۔ اگر اسکے منہ پر جھائیاں نہ ہوتیں اور ناک دبی ہوئی نہ ہوتی تو میں اسکو خرید لیتا۔ تو وہ شخص اسکو ساتھ لے کر چلا۔ جب وہ کنیز پردہ کے قریب پہنچ گئی تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے اپنے پاس واپس بلا لیجئے میں آپ کو دو بیت سنانا چاہتی ہوں۔ اس نے یہ شعر سنائے:

مَا سَلم الظبی علی حسنہٖ ☆ کلاولا البدر الذی یُوصف

(ترجمہ) (اب تو) ہرنی بھی اپنے حسن پر سالم نہ رہ سکی ہرگز نہیں اور نہ چاند بچ سکا جس کی تعریف کی جاتی ہے۔

الظبی فیہ خلسٌ بینٌ ☆ والبدرِ فیہ کلف یُعرّف

(ترجمہ) کیونکہ ہرنی میں ناک بیٹھی ہونا کھلی بات ہے اور چاند میں جو جھائیاں ہیں وہ بھی صاف نظر آتی ہیں۔ اس کی بلاغت نے رشید کو حیران کر دیا اس کو خرید لیا اور اس کو مرتبہ تقرب بخشا اور وہ تمام کنیزوں سے زیادہ اس کی مجالس میں حصہ لیتی تھی۔

(۵۹۵) جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے لشکر میں ایک بہت لمبے قد کی عورت کو دیکھا اور ہم کھانے پر بیٹھے تھے۔ میں نے اس کو چھیڑنے کے ارادے سے ''اتر آ ہمارے ساتھ کھانا

کھائے'' (گویا اس کا جسم ایک لمبی سیڑھی ہے جس پر کوئی عورت چڑھی ہوئی ہے) اس نے جواب دیا کہ تو ہی بلند ہو جا (اے اسفل درجہ کے شخص) یہاں تک کہ تو دنیا کو دیکھ لے۔

(۵۹۶) جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا تو میں نے اس سے کہا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا مکہ تو میں نے کہا کیا تو مجھے اجازت دے گی کہ تیرے حجر اسود کو بوسہ دوں (رخسار کا تل مراد ہے) اس نے کہا نہیں بغیر زاد و راحلہ ایسا نہیں ہو سکتا (حج بغیر سفر کے مصارف اور سواری پر قدرت کے فرض نہیں ہوتا اسی طرح یہ بھی بغیر اداء مہر و نکاح شرعی حرام ہے)

مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ حکایت ہم سے ایک دوسری نوعیت کے ساتھ بھی روایت کی گئی ہے کہ جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے بغداد کے بازار نخاسہ میں ایک جاریہ یعنی کنیز کو دیکھا جس پر آواز لگائی جا رہی تھی اور اس کے رخسار پر ایک تل تھا تو میں نے اس کو بلایا اور اس سے بات چیت شروع کی۔ میں نے اس سے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا مکہ تو میں نے کہا اللہ اکبر! حج قریب ہو گیا کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دوں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے الگ رہو کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا لم تکونوا بلیغیہِ الاَّ بِشِقِّ الانفسِ (تم اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے مگر اپنے نفسوں کو مشقت میں ڈالنے سے)۔

(۵۹۷) اصمعی نے بیان کیا کہ منصور کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا تو اس نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو اس نے یہ شعر عرض کیے:

یدی یا امیر المؤمنین اعیذھا ☆ بحقوبك من عارٍ علیھا یشینھا

(ترجمہ) اے امیر المؤمنین میں اپنے ہاتھ کے بارے میں فریاد رسی چاہتا ہوں اس کا عیب دار ہونا میرے لیے موجب ننگ و عار ہوگا۔

فلا خیر فی الدنیا ولا فی نعیمھا ☆ اذا ما شمال فارقتھا یمینھا

(ترجمہ) پھر نہ دنیا میں میرے لیے خیر باقی رہے گی اور نہ اس کی لذات میں جبکہ بایاں ہاتھ اس کے دائیں ہاتھ سے جدا ہو جائے گا) منصور نے کہا اے غلام قطع کر یہ سزا اللہ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں سے اور ایسا حق ہے اللہ کے حقوق میں سے جس کو معطل کرنے کی کوئی صورت نہیں چور کی ماں کہنے لگی ہائے میرا ایک ہی ہے اور میرا یہی محنت کرنے والا ہے اور یہی کمانے والا ہے۔ منصور نے کہا یہ تیرا ایک بدترین ہے اور بدترین محنت کرنے والا اور بدترین کمائی کرنے والا

(تو بدترین سزا ہی کا مستحق ہے) اے غلام قطع کر۔ پھر چور کی ماں نے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ کے کچھ ایسے گناہ ہیں کہ آپ اللہ سے ان کی مغفرت طلب کیا کرتے ہیں؟ منصور نے کہا کیوں نہیں تو اس نے کہا کہ اس کو مجھے بخش دیجئے اور اس گناہ کو بھی ان گناہوں میں شامل کر لیجئے جن کی آپ اللہ سے مغفرت مانگا کرتے ہیں۔

اور ایک روایت ہم کو یہ پہنچی کہ عبدالملک بن مروان کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا اور گواہی سے اس پر چوری ثابت ہوگئی تو اس نے وہ (مذکورہ بالا) شعر پڑھے اور اس کی ماں نے یہ گفتگو کی تھی اور اس پر عبدالملک نے حکم دیا تھا کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔

(۵۹۸) ثعلب نے ابن الاعرابی سے یہ شعر روایت کیا:

وسائلةٌ عن ركب حسان كُلّهم ☆ ليبلغ حسانٌ بن زيد سُؤالها

(ترجمہ) اور ایک سوال کرنے والی ہے حسان کے تمام قافلہ سے تاکہ حسان ابن زید کو اس کے سوال کی خبر ہو جائے ابن الاعرابی نے کہا حقیقت یہ تھی کہ وہ حسان سے محبت کرتی تھی تو اس نے یہ مکروہ سمجھا کہ سوال میں اس کی ذات کو مخصوص کرے تو اس نے سارے قافلوں کا سوال کیا جس سے یہ نتیجہ نکل آیا کہ حسان کی ذات ہی مقصود ہے۔

(۵۹۹) ہارون بن عبداللہ بن المامون نے ذکر کیا کہ جب خیزران مہدی کے سامنے پیش ہوئی تو اس نے خیزران سے کہا واللہ اے لڑکی تو ہماری پسند کے حد درجہ تک مطابق ہے لیکن تیری پنڈلیاں کھردری ہیں۔ خیزران نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کو سب سے زیادہ ضرورت اس شے کی ہے جو ان کی جانب ہے آپ ان کو نہ دیکھئے۔ تو حکم دیا کہ اس کو خرید لیا جائے اور یہ مہدی کی بلند مرتبہ حرم بن گئی اسی سے موسیٰ اور ہارون پیدا ہوئے۔

(۶۰۰) ابوبکر صولی سے منقول ہے کہ مہدی نے ایک کنیز خریدی اور اس کے ساتھ مہدی کو تعلق خاطر بہت زیادہ ہو گیا اور وہ بھی مہدی سے بہت محبت کرتی تھی لیکن اکثر مہدی سے کھچی کھچی رہتی تھی تو مہدی نے ایک ذریعہ اس پر مامور کیا جو پھسلا کر اس کے دل کی بات معلوم کرے تو اس نے یہ بتایا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ کسی وقت مجھ سے خفا ہو جائیں اور چھوڑ دیں تو میں (ہجر) سے مر جاؤں گی تو میں اپنی ذات کو ان سے پورے طور پر لطف اندوز ہونے سے روک لیتی ہوں تاکہ زندگی گذار سکوں۔ تو مہدی نے یہ اشعار کہے:

ظفرَتْ بالقلب مِسنّی ☆ غادةٌ مثلُ الهلال

(ترجمہ) میرا دل مجھ سے چھین لے گئی ایک نازک بدن جو چاند کی مانند ہے۔

کلّما صبحّ لهاوُدِ ☆ یْ جاءَ ت باعتلال

(ترجمہ) جب اس کے ساتھ میری محبت کامل ہوگئی تو اس نے حیلے بہانے شروع کر دیئے

لا تحب الهجرَ مِنِیْ ☆ والتناء ی عن وصالی

(ترجمہ) وہ مجھ سے جدائی پسند نہیں کرتی اور نہ میرے وصل سے پہلو بچانا اس کو پسند ہے

بل لانّها علی حُبّی لها خوف الملال

(ترجمہ) بلکہ اس کا یہ انداز اس بنا پر ہے کہ اس کو میری محبت میں رنج پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

(٦٠١) ابونواس نے بیان کیا کہ میرے سامنے ایک عورت آ گئی اور اس نے اپنے چہرہ سے نقاب ہٹا دیا تو وہ غائت درجہ خوبصورت تھی۔ اس نے مجھ سے کہا آپ کا کیا نام ہے؟ میں نے کہا آپ کی صورت۔ بولی کہ اچھا تو آپ کا نام ''حسن'' ہے (ابونواس کا نام حسن بن ہانی تھا)۔

(٦٠٢) قبیلہ تغلب کے ایک شخص نے ہم سے بیان کیا کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کی بیٹی جوان تھی اور ایک اس کا بھتیجا تھا جو اس کی لڑکی پر فریفتہ تھا اور وہ لڑکی اس پر فریفتہ تھی اسی طرح ایک زمانہ گذرتا رہا۔ پھر اس لڑکی سے ایک شریف آدمی نے پیغام دیا اور اس نے اچھے مہر سے رغبت دلائی تو اس لڑکی کے باپ نے ''نعم'' کہہ دیا یعنی اس کو منظور کر لیا اور قوم نکاح کے لیے جمع ہوگئی تو لڑکی نے اپنی ماں سے کہا کہ اے امّا' ابّا کو اس بات سے کیا امر مانع ہے کہ میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیں۔ ماں نے کہا کہ یہ تو ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس نے کہا واللہ کس عمدگی سے اس چھوٹے سے کو پالا' پرورش کیا پھر جب وہ بڑا ہو گیا تو اس کو تم چھوڑ رہے ہو پھر اس نے ماں سے کہا اے اماں ہائے واللہ مجھے حمل ہے اگر تم چاہو تو چھپا لو اور چاہو تو مشہور کر دو۔ یہ سن کر اس کی والدہ نے اس کے باپ کو بلا کر سب حال بیان کر دیا۔ اس نے کہا اس بات کو چھپا لو۔ پھر وہ ان لوگوں کے پاس گیا (جو نکاح کے لیے جمع ہو گئے تھے) اور ان سے کہا کہ اے لوگو میں نے آپ کا پیغام قبول کر لیا تھا اور اب ایک ایسی چیز پیش آ گئی کہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ مجھ کو اجر عطا فرمائے گا۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کا جس کا نام یہ ہے اپنے فلاں بھتیجے سے نکاح کر دیا۔ جب نکاح سے فراغت ہو گئی تو شیخ نے کہا کہ لڑکی کو اس کے پاس

بھیج دیا جائے اس پر لڑکی نے کہا وہ اللہ کے ساتھ کافر ہو جائے اگر ایک سال سے پہلے وہ شوہر سے تخلیہ کرے یا اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو وہ ایک سال گذرنے سے پہلے شوہر کے پاس نہ گئی اور باپ کو معلوم ہو گیا کہ اس نے (نکاح کے لیے) اس کے ساتھ ایک حیلہ کیا تھا۔

(۶۰۳) صولی نے ذکر کیا کہ عتبیؒ نے بیان کیا کہ میں نے (جب کہ گھوڑے پر سوار تھا) ایک عورت کو دیکھا جس کی صورت مجھے عجیب معلوم ہوئی میں نے اس سے کہا کیا تیرا کوئی شوہر ہے اس نے انکار کیا۔ میں نے کہا کیا تجھ کو (مجھ سے) نکاح کی رغبت ہے اس نے کہا ہاں لیکن میری ایک ایسی صفت ہے کہ میں سمجھتی ہوں کہ آپ اس سے خوش نہ ہوں گے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے کہنے لگی میرے سر میں سفیدی ہے۔ میں نے یہ سن کر اپنے گھوڑے کی باگ کھینچی اور ذرا چلا ہی تھا کہ اس نے مجھے آواز دے کر کہا کہ میں آپ کو قسم دیتی ہوں کہ آپ ٹھہر جائیں۔ پھر آ کر (میرے ساتھ) ایسے موقع تک چلی (جو لوگوں سے) خالی تھا پھر اس نے اپنے بالوں سے کپڑا ہٹا دیا تو وہ ایسے سیاہ تھے جیسے سونائی انگور سیاہ ہوتے ہیں پھر بولی واللہ میں ابھی بیس سال تک نہیں پہنچی۔ لیکن میں نے تم کو اس امر سے آگاہ کرنا چاہا تھا کہ ہم بھی آپ کی اس صفت سے کراہت کرتے ہیں جس سے آپ کو ہم میں دیکھ کر کراہت ہوتی ہے میں بہت شرمندہ ہوا اور یہ کہتا ہوا روانہ ہوا

فجعلت اطلب وصلها بتملق ☆ والشيب يغمزها بان لا تفعلی

(ترجمہ) میں چاپلوسی کے ساتھ اس سے وصل کا طالب ہو رہا تھا اور میرا بوڑھاپا اس سے یہ غمازی کر رہا تھا کہ ایسا نہ کرنا۔

(۶۰۴) عتبی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھا اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ "تیرے اپنے بارے میں میں تجھ کو اختیار دیتا ہوں" (اس طرح عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہو گیا) پھر وہ پچھتایا تو بیوی نے کہا دیکھئے آپ کے ہاتھ میں یہ اختیار بیس برس سے تھا۔ آپ نے اس کی اچھی طرح حفاظت کی اور اس کو برقرار رکھا تو میں دن کی ایک گھڑی میں ہر گز اس کو ضائع نہ کروں گی جب کہ وہ میرے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ اب میں اس کو آپ ہی کو واپس کرتی ہوں۔ اس کی گفتگو نے اس شخص کو حیرت میں ڈال دیا اور اس کو طلاق نہیں دی۔

(۶۰۵) یہ بھی ذکر کیا ہے کہ شعیب نے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا پھر اس سے کہا کہ میری عادت خراب ہے تو اس نے کہا کہ آپ سے زیادہ بری عادت اس کی ہوگی جو آپ کو بری

عادت اختیار کرنے پر مجبور کردے۔ شعیب نے کہا بس اب تو میری بیوی ہے۔

(۶۰۶) عتبیؒ نے ذکر کیا کہ میں نے فضل بن ابراہیم سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ایک شاعر کا کچھ عورتوں پر گذر ہوا تو اس کو ان کی شان عجیب معلوم ہوئی تو اس نے کہنا شروع کیا:

ان النساءَ شیاطینُ خُلقمن لنا ☆ نعوذ باللّٰہ من شر الشیاطینِ

(ترجمہ) عورتیں ہمارے لیے شیاطین پیدا کی گئی ہیں ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں شیاطین کے شر سے۔

تو ان عورتوں میں سے ایک نے اُس کو جواب دیا اور یہ کہنا شروع کیا:

ان النّساء ریاحین خلقنَ لکم ☆ و کلکم تشتھوا شمّ الرَّیَاحِیْنِ

(ترجمہ) یہ عورتیں گلدستہ ہیں جو تمہارے لیے پیدا کی گئی ہیں اور تم سب ہی پھولوں کے سونگھنے کی خواہش رکھتے ہو۔

(۶۰۷) ابو عبداللہ محمد بن العباس یزیدی سے منقول ہے کہ اعراب میں سے ایک شخص کے ایک لڑکی تھی اور ایک اس کا غلام تھا۔ غلام نے اس لڑکی کو پھسلایا تو اس نے اس سے رات کا وعدہ کر لیا اور اس کے لیے ایک چھری تیار کر لی اور اس کو خوب تیز کر لیا۔ جب وہ اس کے پاس وعدہ کے وقت آیا تو اس نے اس کا جسم کاٹ دیا تو وہ ایڑاتا ہوا نکلا۔ اس کے آقا نے سن کر پوچھا کہ تجھ سے ایسا کس نے کیا تو اس نے کہا کہ تمہاری بیٹی نے وہ بیٹی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اس غلام کے ساتھ تو نے کیا کیا۔ تو اس نے کہا:

یا ابت العبد من نو کہٖ	اے باپ غلام نے اپنی حماقت سے ایسے ظرف
یشرب من سقاء لم یو کہٖ	سے پانی پینا چاہا جس کا بند نہیں کھولا گیا اور جو غیر
و من ورد غیر مائہٖ	کے پانی پر تصرف کرے گا اس کو ایسی تکلیف بھی
صَدرُ بمثلِ رائہٖ	پہنچے گی۔

باپ نے اس سے سن کر کہا تو کوئی حرج نہیں۔

(۶۰۸) شرقی بن قطامی نے بیان کیا کہ شن عرب کے بڑے دانش مندوں میں سے تھا اس نے قسم کھائی کہ میں سفر میں ہی اپنا وقت گذارتا رہوں گا جب تک مجھے کوئی عورت اپنی جیسی ملے اور اس سے نکاح کروں۔ وہ سفر میں تھا کہ اس کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو اسی بستی میں جا رہا تھا جہاں پہنچنے کا شن نے ارادہ کیا تھا تو یہ اس کا ساتھی ہو گیا۔ جبکہ دونوں روانہ ہوئے تو اس سے شن نے کہا تو مجھے اٹھا کر چلے گا یا میں تجھے اٹھاؤں تو اس سے ساتھی نے کہا "جاہل! ایک سوار

دوسرے سوار کو کیسے اٹھا سکتا ہے۔" پھر دونوں چل رہے تھے تو انہوں نے ایک کھیت کو دیکھا جو پکا ہوا کھڑا تھا تو شن[1] نے کہا کیا تم کو اس بات کی خبر ہے کہ یہ کھیت کھایا جا چکا یا نہیں؟ اس نے کہا "اے جاہل کیا تو دیکھتا نہیں کہ یہ کھڑا ہے۔" پھر دونوں کا گذر ایک جنازہ پر ہوا تو شن نے کہا تمہیں خبر ہے صاحب جنازہ زندہ ہے یا مردہ؟ اس نے کہا میں نے تجھ سے زیادہ جاہل نہیں دیکھا کیا تیرا یہ خیال ہے کہ یہ لوگ زندہ ہی کو دفن کرنے جا رہے ہیں۔ پھر وہ شخص اس کو اپنے گھر پر لے گیا اور اس شخص کی ایک بیٹی تھی جس کا نام طبقہ[2] تھا اس شخص نے پورا قصہ اس کو سنایا۔ اس لڑکی نے کہا کہ اس کا یہ قول کہ "تو مجھے اٹھائے گا یا میں تجھے اٹھاؤں گا" اس نیت سے تھا کہ تو مجھے کوئی بات سنائے گا یا میں تجھے سناؤں تا کہ ہم اپنا راستہ (تفریح کے ساتھ) پورا کر لیں اور اس کا یہ کہنا کہ "یہ کھیت کھایا جا چکا یا نہیں" اس کا مقصد اس سے یہ دریافت کرنا تھا کہ کھیت والوں نے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت خرچ کر لی یا نہیں اور میت کے بارے میں اس کے سوال کا یہ مطلب تھا کہ آیا اس نے اپنے پیچھے کوئی ایسا بھی چھوڑا ہے جو اس کے نام کو زندہ رکھ سکے یا نہیں پھر یہ شخص گھر سے نکل کر شَن سے ملا اور اس سے باتیں کیں اور اس کو اپنی بیٹی کی گفتگو سنائی تو اس نے اسی سے نکاح کا پیغام دیا اور اس کے ساتھ اس کا نکاح ہو گیا اور وہ اس کو لے کر اپنے اپنے عزیزوں سے آملا جب انہوں نے بھی اس عورت کی عقل و دانائی کو پہچان لیا تو کہا و اُفقِ شن طبقة (شن نے طبقہ کو گلے سے لگا لیا۔ اس ضرب المثل کی یہ وجہ ہے وافقه اعتنقه)۔

(۶۰۹) شرقی نے ذکر کیا کہ ابو محمد بن داستہ نے بیان کیا کہ ایک شخص کا راستہ میں ایک جاریہ سے آمنا سامنا ہوا اس شخص نے اس سے پوچھا کیا تیرے ہاتھ میں کوئی صنعت ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ رقاصہ ہے۔

(۶۱۰) محسن سے منقول ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے لڑ کر طلاق طلب کی۔ اس نے کہا کہ تو حاملہ ہے جب تو بچہ جن لے گی تو میں تجھ کو طلاق دے دوں گا۔ اس نے کہا تجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی (کہ تجھ سے حق پرورش کا کوئی معاوضہ طلب کیا جا سکے) شوہر نے کہا پھر تو اس سلسلہ میں کیا کرے گی؟ اس نے کہا کہ میں اس کو جنت کے دروازہ پر کبوتر بنا کر بٹھا دوں گی (اس کے شوہر کا بیان ہے کہ) میں نے اس بڑھیا سے دریافت کیا جو ہماری گفتگو میں واسطہ بنی

---

[1] شن بن افصی بن عبدالقیس تلقیح فهوم الاثر [2] طبقه حی من ایاد ۱۲ تلقیح

ہوئی تھی کہ اس بات کا کیا مطلب ہے اس نے کہا اس کی مراد یہ ہے کہ وہ سداب کے ساتھ دوسری اسقاط کرنے والی دوائیں ملا کر رکھے گی تا کہ حمل ساقط ہو جائے اور بچہ کی روح اڑ کر کبوتر کی طرح جنت میں پہنچ جائے۔

(٦١١) ابوبکر بن الازہر نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے بعض دوستوں نے ذکر کیا کہ ایک شخص اہواز میں تھا اور وہ صاحب ثروت و دولت اور بیوی والا تھا وہ ایک مرتبہ بصرہ گیا اور وہاں ایک عورت سے نکاح کر لیا اور (یہ معمول رکھا کہ) سال میں ایک یا دو مرتبہ اس عورت کے پاس جایا کرتا تھا اور اس بصرہ والی بیوی کا چچا اس شخص سے خط و کتابت کیا کرتا تھا (اتفاق ایسا ہوا کہ) اس کا ایک خط اس اہواز والی بیوی کے ہاتھ لگ گیا جس سے اس کو حقیقت حال کا علم ہو گیا تو اس نے اپنے ایک رشتہ دار سے جو بصرہ میں تھا اس مضمون کا خط لکھوا کر شوہر کے پاس روانہ کرایا کہ آپ کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ یہاں پہنچئے (جب یہ خط اہواز میں اس کو ملا) تو اس نے پڑھ کر سفر کی تیاری شروع کر دی۔ پھر اہواز والی بیوی نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ تمہارا دل کہیں اور لگا ہوا ہے اور میں خیال کرتی ہوں کہ بصرے میں کوئی بیوی آپ کی موجود ہے۔ تو اس نے کہا معاذ اللہ۔ عورت نے کہا میں اتنا کہنے سے مطمئن نہیں ہو سکتی بغیر قسم کے۔ آپ یہ حلف کریں کہ میرے سوا جو بھی آپ کی بیوی ہو غائب ہو یا حاضر ہو اس پر طلاق ہے۔ تو اس نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کا انتقال ہو ہی چکا ہے یہ حلف کر لیا۔ پھر اس نے کہا اب سفر کی ضرورت نہیں رہی اب وہ عورت آپ سے الگ ہو چکی ہے اور وہ زندہ ہے۔

(٦١٢) علی بن الجہم نے بیان کیا کہ میں نے ایک کنیز خریدی۔ میں نے اس سے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ تو کنواری ہے؟ تو اس نے کہا اے میرے سردار واثق کے زمانہ میں بہت فتوحات ہوئی ہیں (اشارہ اس طرف ہے کہ وہ کنواری نہیں ہے) میں نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ صبح میں کتنی دیر ہے تو اس نے جواب دیا مشتاق کی گردن کے برابر (جو ابھرتی ہی رہتی ہے یعنی زیادہ دیر ہے) اور ایک مرتبہ سورج کو گرہن لگتے ہوئے دیکھا تو بولی میرے حسن سے شرما کر منہ پر نقاب ڈال لی۔ میں نے اس سے ایک رات میں یہ کہا کہ آج رات ہم اپنی مجلس چاندنی میں کریں گے تو جواب دیا (کیا حرج ہے) یہ جمع بین الضرائر نہیں ہے (یعنی دو سوکنوں کو ایک جگہ جمع کرنا نہیں یہ بات شرعاً مکروہ ہے کہ ایک بیوی سے ہم بستری ہو اور دوسری بھی موجود ہو۔ اس

نے چاند کو اپنی سوت متخیل کر کے یہ جواب دیا) اور وہ زیور سے نفرت کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ محاسن کا چھپانا قبائح (برائیوں) کے چھپانے جیسا ہے۔

(۶۱۳) متوکل کے سامنے ایک کنیز پیش ہوئی تو اس نے اس سے پوچھا تو کنواری ہے یا اور کچھ تو اس نے جواب دیا یا اور کچھ اے امیر المومنین (یعنی مجھے یا اور کچھ والی قسم میں ہی شامل سمجھئے) اس جواب سے متوکل ہنسا اور اس کو خرید لیا۔

(۶۱۴) معتضد علی اللہ نے اپنا سر ایک جاریہ کی گود میں رکھا (اور سو گئے) اس نے انکے سر کے نیچے تکیہ لگا دیا اور چلی گئی۔ جب وہ بیدار ہوئے تو اس سے کہا کہ ایسا کیوں کیا اور اس سے برا اثر لیا اور اس نے کہا کہ ہم کو ایسی ہی تعلیم دی گئی کہ کوئی بیٹھنے والا سونے والے کے پاس نہ بیٹھے اور کوئی شخص کسی بیٹھے کے پاس نہ سوئے تو معتضد کو اسکی بات اچھی معلوم ہوئی اور اسکو عقل کی بات قرار دیا۔

(۶۱۵) ہم کو ایک اجنبی عورت کی حکایت پہنچی اور اس کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ یہ جعفر بن یحیٰ برمکی کی بیٹی ہے اور وہ مغنیہ اور بڑی زیرک اور شاعرہ تھی۔ اسکو معتصم باللہ نے ایک لاکھ درہم میں خرید کر آزاد کر دیا تو اس نے ایک شخص کو رقعہ لکھا اردت ولو لا ولعلی (میں نے ارادہ کیا اور اگر نہ اور شاید میں) پھر اس شخص نے اردت کے نیچے لیت (کیا اچھا ہوتا) اور لو لا کے نیچے ماذا (یہ کیا ہے) اور لعلی کے نیچے ارجو (میں امید کرتا ہوں) لکھا اور بھیج دیا پھر اسکے پاس چلی گئی۔

(۶۱۶) ابوالحسن بن ہلال الصابی نے بیان کیا کہ ہم سے ابو احمد الحارثی نے ذکر کیا کہ ہمارے قریب واسط میں ایک خوشحال شخص تھا جس کو ابو محمد کہا جاتا تھا۔ اس کے پاس ایک مغنیہ گا رہی تھی خلیلی هیبا نصطبح بِسَوَادِ (میرے پیارو آ جاؤ صبح کی شراب اندھیرے ہی سے پی لیں) اس نے اس سے کہا تجھے خدا کی قسم میرے لیے اس طرح گا خلیلی هیبا نطبح بسهادٍ (میرے پیارے آ صبح کر دیں جاگ کر) اس نے جواب دیا جب تم نے ارادہ کر لیا تو اکیلے ہی آ جانا۔

(۶۱۷) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ مجھے ایک عورت دھوکہ دے گئی۔ ایک تھیلی کی طرف اس نے اشارہ کیا جو راستہ میں پڑی ہوئی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ یہ اسی کی ہے۔ میں تھیلی اٹھا کر اس کے پاس لے گیا تو کہنے لگی کہ اس کو محفوظ رکھیے جب تک اس کا مالک ملے۔

(۶۱۸) جب کسریٰ نے برزجمہر کو قتل کر دیا تو ارادہ کیا کہ اس کی بیٹی سے نکاح کرے تو اس نے خاص عورتوں سے کہا کہ اگر تمہارا بادشاہ محتاط ہوتا تو اپنے اندر باہر کے کپڑوں میں اپنے سے زخم

خوردہ کو داخل کرنے کا کبھی خیال نہ کرتا۔

(٦١٩) ایک شخص نے ایک کنیز سے کہا جس کو خرید کرنے کا ارادہ کیا تھا تجھ کو میرا یہ بوڑھاپا جس کو تو دیکھ رہی ہے ناگوار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ میرے پاس آنکھوں کی ٹھنڈک موجود ہے تو اس نے کہا کیا آپ بھی اس سے خوش ہو سکتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی شہوت پرست بڑھیا ہو۔

(٦٢٠) ابن المبارک بن احمد نے بیان کیا کہ ایک شخص بطور دل بستگی نکل کر پل پر جا بیٹھا۔ پھر ایک عورت رصافہ کی طرف سے آئی جو غربی سمت جانے لگی پھر سامنے سے ایک جوان آیا اور اس نے عورت سے کہا اللہ رحمت نازل کرے علی بن الجہم پر عورت نے فوراً جواب دیا اللہ رحمت بھیجے ابوالعلاء المعری پر اور ٹھہرے نہیں اور مشرق و مغرب کی طرف چل دیئے میں فوراً عورت کے پیچھے ہولیا اور میں نے اس سے کہا یا تو مجھے اس گفتگو کا مطلب بتا جو تم دونوں میں ہوئی تھی ورنہ میں تجھے رسوا کر دوں گا اور تجھے لپٹ جاؤں گا تو اس نے کہا کہ مجھ سے اس جوان نے کہا تھا اللہ رحمت نازل کرے علی بن الجہیم پر۔ اس سے اس کا یہ قول مراد تھا:

عیون المهابین الرصافة والجسرِ ☆ جلبن الهوی من حیث ادری ولا ادری

نیل گایوں (خوبصورت عورتوں) کی آنکھوں نے رصافہ اور حسر کے درمیان محبت کو کھینچ لیا اس صورت سے کہ میں محسوس کر رہا ہوں اور اس کو نہیں جانتا) اور میں نے جو کہا تھا اللہ رحمت بھیجے ابوالعلاء المعری پر میں نے اس کے اس قول کی طرف اشارہ کیا:

فیا دارهنا بالحَزمِ اِنَّ مزارها ☆ قَریبٌ ولکن دُون ذٰلك اهوال

(ترجمہ) تو اے معشوقہ کے گھر ہوشیار رہ۔ اس سے ملاقات قریب ہے مگر اس کے پیچھے خطرات بہت ہیں۔

(٦٢١) ابن الزبیرؓ نے خارجیوں کی ایک عورت سے کہا وہ مال نکال جو تو نے اپنی سرین کے نیچے دبا رکھا ہے تو اس نے ان لوگوں سے جو اس کے پاس تھے مخاطب ہو کر کہا میں تم کو خدا کی قسم دیتی ہوں کیا خلفاء کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے؟ سب نے کہا نہیں۔ پھر اس نے ابن الزبیر سے کہا آپ کیا رائے رکھتے ہیں اس خفی قسم کی (خلافت) سے دست برداری میں؟

(٦٢٢) متنبّی نے بیان کیا کہ مجھ سے بنی ہاشم کے ایک شخص نے ذکر کیا کہ جب میں سفر میں تھا تو میں نے اپنی بیوی کو ایک خط میں بطور تمثیل کے آپ کا یہ شعر لکھ کر بھیجا:

بم التعلل لا اهلٌ وَلا وطنٌ ☆ ولا تدیمٌ ولا کاسٌ ولا سَکن

(ترجمہ) کس چیز سے دل بہلاتا ہے (ایسے شخص کا جس کا یہاں) نہ کوئی اہل ہے اور نہ وطن اور نہ ہم نشین اور نہ ہم پیالہ اور نہ دلی سکون کا سامان) تو اس نے لکھا واللہ آپ کا حال اس بیت کے مطابق نہیں ہے جو آپ نے لکھی ہے بلکہ اس بیت کے مثل ہے جو کسی شاعر نے کہا:

سَہِرتُ بعد رحیلی و وحشۃٍ لکُمْ ☆ ثم استمرّ مَنامِیَ وَارعوی الوَسَن

(ترجمہ) کوچ کرنے کے بعد اور (تم سے جدائی کی بنا پر) وحشت میں مبتلا ہو کر میں بیدار رہا اس کے بعد پھر میری نیند دائمی ہوگئی اور نیند کی کمی رک گئی۔

(۶۲۳) یہ حکایت میں نے شیخ ابوالوفا ابن عقیل کی تحریر سے نقل کی کہ ایک حنفی قاضی تھے جن کا مسلک یہ تھا کہ جب انکو گواہوں پر شک ہوتا تو انکو الگ الگ کر دیتے تھے (تاکہ ایک کی شہادت دوسرا نہ سن سکے) تو ایک مرتبہ ایک ایسے معاملہ میں جس میں عورتوں کی شہادت ضروری ہوتی ہے اسکے سامنے ایک مرد اور دو عورتیں گواہی کے لیے پیش ہوئیں تو انہوں نے حسب عادت دونوں عورتوں کو الگ کرنا چاہا تو ان میں سے ایک عورت نے قاضی صاحب سے کہا کہ آپ سے خطا ہوئی کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے: فتذکِّر احدٰھما الاخرٰی (تاکہ ایک دوسری کو یاد دلائے) جب آپ نے الگ الگ کر دیا تو وہ مقصد ہی فوت ہوگیا جو شریعت میں مطلوب تھا تو وہ رک گئے۔

(۶۲۴) منقول ہے کہ ایک شخص نے مبرد کو مع جماعت کے بصرہ بلایا۔ ان کے سامنے ایک جاریہ نے پردے کے پیچھے سے گانا شروع کیا اور اس نے یہ اشعار پڑھ کر سنائے:

و قالوا لھا ھٰذا حبیبك معرضًا ☆ فقالت اِلَیَّ اعُراضہ ایسعُ الخَطْبِ

(ترجمہ) اور انہوں نے محبوبہ سے کہا تیرا چاہنے والا کنارہ کش جا رہا ہے تو اس نے جواب دیا اس کا اعتراض میرے لیے سب سے زیادہ آسان معاملہ ہے۔

فما ھی الانظرَۃٌ بتبسُّمٍ ☆ فتَصْطك رجلاہ و یسقط للجنبِ

(ترجمہ) اس کی حقیقت محض یہ ہے تبسم کے ساتھ صرف ایک نگاہ جس سے اس کے پاؤں ڈگمگا جائیں گے اور پہلو پر گر پڑے گا۔

ایک تجلی، ایک تبسم، ایک نگاہ بندہ نواز
اس سے زیادہ اے غم جان دل کی قیمت کیا کہیے

یہ سن کر تمام حاضرین جھوم گئے سوائے مبرد کے۔ تو ان سے صاحب مجلس نے کہا سب لوگوں سے

زیادہ طرب آپ کو ہونا چاہیے تھا یہ سن کر جاریہ بولی اے میرے آقا اس کو چھوڑو انہوں نے سنا کہ میں کہہ رہی ہوں ھٰذا حَبِیبكَ مَعرضًا تو انہوں نے خیال کرلیا کہ میں (معرضٌ کے بجائے معرضاً کہہ کر) نحوی غلطی کر رہی ہوں اور ان کو یہ معلوم نہیں کہ ابن مسعودؓ کی قرات میں ہے و ھٰذا بعلی شیخًا اب یہ سننے کے بعد مبرد پھڑک اٹھے اور یہ حالت ہوگئی کہ انہوں نے اپنے کپڑے بھی پھاڑ لیے۔

(۶۲۵) بعض لوگوں نے بیان کیا کہ دوگانے بجانے والی عورتیں آئیں ان میں سے ایک کا یہ حال تھا کہ وہ جس سے بھی موقع ملتا تھا ہنسی مذاق کرتی تھی اور دوسری خاموش تھی۔ میں نے خاموش رہنے والی سے کہا کہ تیری یہ رفیقہ کسی ایک سے قرار نہیں پکڑتی اس نے کہا ہاں یہ اہل سنت والجماعت کے عقیدے پر ہے (کہ بندہ سب کا ہے) اور میں قدریہ عقیدے پر ہوں (کہ کسب کچھ نہیں جو مقدر میں ہے وہ خود ہی پورا ہو جائے گا)

(۶۲۶) مامون ایک دن عبداللہ بن طاہر پر غضب ناک ہوگیا اور طاہر نے اس پر حملہ کا ارادہ کیا (یہ طاہر مامون کا کمانڈر تھا اس قصہ کی اطلاع عبداللہ کے ایک دوست کو ہوگئی جو اہل دربار میں سے تھا اس نے اس کو مطلع کرنا چاہا) تو عبداللہ کے پاس اس کے دوست کا خط پہنچا جس میں صرف السلام علیکم لکھا تھا اور خط کے حاشیہ پر صرف یاموسیٰ تو یہ دیکھ کر اس نے سوچنا شروع کیا اور اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آرہا تھا (اس خط کو دیکھ کر) اس کی ایک جاریہ نے کہا جو بڑی ذہین تھی کہ یاموسٰی سے مراد یہ ہے یا موسٰی انَّ الملا یاتمرون بك لیقتلوك تو آپ کو مامون کے ارادہ سے ہوشیار ہو جانا چاہیے۔

(۶۲۷) ایک شخص کے سامنے دو جاریہ پیش کی گئیں ایک کنواری تھی دوسری ثیب۔ اس شخص کو کنواری کی طرف رغبت ہوئی تو ثیب نے کہا اس کی طرف آپ کیوں راغب ہوئے میرے اور اس کے درمیان صرف ایک ہی دن رات کا فرق ہے۔ کنواری نے جواب دیا وَ اِنَّ یوماً عِندَ رَبّكَ کَالفِ سنةٍ ممّا تعدُّون۔ (ترجمہ) اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک تمہاری شمار کے حساب سے ہزار سال کے برابر ہے) اس پر اس کو دونوں ہی پسند آ گئیں تو دونوں ہی کو خرید لیا۔

(۶۲۸) ایک عورت اپنے شوہر سے اس بنا پر جھگڑی کہ وہ اخراجات میں اس پر تنگی کرتا تھا اور اپنی ذات پر بھی تو کہنے لگی خدا کی قسم تیرے گھر میں جو ہے بھی صرف وطن کی محبت کی وجہ سے مقیم

ہیں ورنہ وہ تو پڑوسیوں کے گھروں سے پیٹ بھرتے ہیں۔

(٦٢٩) جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے بغداد میں ایک جاریہ سے پوچھا کیا تو کنواری ہے تو اس نے جواب دیا کہ خدا کی پناہ کھوٹ سے۔ کھوٹ سے ثیب ہونا مراد لیا (ثیب اس عورت کو کہتے ہیں جس سے ہم بستری ہو چکی ہو)۔

(٦٣٠) ایک دلالہ (یعنی ایسی عورت جو کسی شخص کے نکاح کے لیے کوشاں تھی) کچھ لوگوں کے پاس پہنچی اور ان سے کہا کہ میرے پاس ایسا شوہر (امیدوار) ہے جو لوہے سے لکھتا ہے اور شیشہ سے مہر کرتا ہے وہ راضی ہو گئے اور نکاح کر دیا تو وہ نائی ثابت ہوا۔

(٦٣١) ایک دلالہ نے ایک مرد سے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی عورت ہے گویا وہ نرگس کی طاق ہے۔ اس نے نکاح کر لیا جب دیکھا تو بدصورت بڑھیا نکلی۔ اس شخص نے دلالہ سے کہا کہ تو نے ہم سے جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا۔ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے اس کو نرگس کی طاق سے تشبیہ دی تھی۔ کیونکہ اس کے بال سفید اور چہرہ زرد اور پنڈلیں سبز ہیں (اور یہ سب باتیں نرگس میں موجود ہیں)۔

(٦٣٢) ایک عورت نے اپنی باندی کو ایک درہم دیا اور کہا حلیم (کھچڑ) خرید لا۔ اس نے واپس آ کر کہا اے میری سردار درہم میرے ہاتھ سے گر پڑا اور کھویا گیا۔ اس نے کہا کہ بدکار سارا منہ کھول کر کہہ رہی ہے کہ درہم جاتا رہا۔ باندی نے اپنا ہاتھ آدھے منہ پر رکھ کر دوسری آدھی طرف سے کہا اور میری آقا وہ مٹی کا پیالہ ٹوٹ گیا۔

(٦٣٣) ایک شخص ایک عورت کے (گھر کے) روشندان کے نیچے کھڑا رہتا تھا اور یہ اس عورت کو ناگوار تھا۔ اس عورت نے بیان کیا کہ وہ ایک دن آیا اور اس کے بدن پر دیباء کی قمیص تھی جس کو دھوبی سے دھلوایا اور خوب کلف دیا گیا تھا اور اس کے نیچے ایک رومی قمیص تھی اور بعض لوگوں کے سنگتروں میں سے گلے ہوئے سنگترے تیس رطل (تقریباً پندرہ سیر چھانٹ پھینک دیئے گئے) تھے (جو ہم نے اٹھا لیے تھے تو جب وہ آیا) تو میں نے ایک خربوزہ نکالا اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آ! یہ لے لے تو وہ اسی روشندان کے نیچے کھڑا ہو گیا پھر کہا اپنی گود مضبوطی سے سنبھال لے تاکہ نیچے گر کر ٹوٹ نہ جائے تو اس نے مضبوطی سے دامن سنبھال لیا تو میں نے خربوزہ نکالا گویا وہ اس پر پھینکا ہی جا رہا ہے۔ لیکن (پھرتی کے ساتھ وہ سب گلے سڑے سنگترے اسکی گود میں پھینک

دیئے (پندرہ سیر بھاری بوجھ گرنے سے دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا) اور اسکے ہاتھ کچھ نہ آیا سب زمین پر بکھر گئے۔ اس نے ان کو جمع کیا اور شرمندہ ہو کر بھاگ گیا اور اس کے بعد کبھی نہیں آیا۔

(۶۳۴) ایک بڑھیا ایک میت پر روئی اس سے کہا گیا کہ اس میت کو یہ حق کیسے حاصل ہوا کہ تم اس کو روؤ۔ اس نے کہا ہمارے پڑوس میں رہتا تھا اور یہاں اس کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کو صدقہ لینا حلال ہوا اور وہی مر گیا (اس لیے روئی ہوں) اور ہم میں جو کوئی بھی ہے وہ ایسا ہے کہ خود اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

(۶۳۵) ایک بڑے مرتبہ کے شخص کی ایک کنیز تھی اور پاک دامن تھی مگر مذاق میں فحش بات بھی کہہ جاتی تھی۔ اس سے اسکے آقا نے کہا کہ لوگوں کے مجمع میں ایسی فحش باتیں نہ کیا کر واس نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ فحش بات یہ ہے کہ آپ سب کے سامنے میرے سبب سے ان سے دراہم وصول کریں (بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گانا سننے والے جو اس جاریہ کو انعام کے طور پر دیتے ہوں گے وہ بوجہ مالک ہونے کے اسکو دیتے ہوں گے) ایک مرتبہ حاضرین میں سے ایک شخص نے جو بوڑھا تھا اس سے کہا:

یا اَحسن الناس وَجْھًا ☆ مُنّی عَلَیَّ بقبلة

(ترجمہ) اے سب سے زیادہ خوبصورت ایک بوسہ دے کر مجھ پر احسان کر۔ اس نے فوراً جواب دیا:

یا اسبح النّاسَ وجھًا ☆ واسخن الخلق مقلہ

(ترجمہ) اے سب سے زیادہ قبیح صورت والے اور سب سے زیادہ سڑے ہوئے گوشہ چشم والے (جس سے گندہ پانی بہ رہا ہے)

انا سمحت لما ☆ رمسته فَاِنّی بذلہ

اگر میں سخاوت کروں اس امر میں جس کا تو نے قصد کیا تو میں گری پڑی ہوں گی۔

و کیف یوجد بین الحمار و الحشف و صلہ

گدھے اور ہرنی کے بچے میں ملاپ کیسے کیا جا سکتا ہے؟

فلا تطفُ بالغَوانِی فَما یُردنک خملہ

اس لیے تو خوبصورت لڑکیوں میں چکر نہ لگا وہ ہر گز تجھے ایک رواں بھی نہ دیں گی۔

و کل شیخ تصابیٰ علی الصبا یا فابلہ

اور جو بوڑھا عاشق بنتا ہے۔لڑکیوں پر وہ بڑا احمق ہے۔

(۶۳۶) ایک شخص نے ایک کنیز سے جس کو خریدنے کا ارادہ کیا تھا اسکی قیمت کے بارے میں سوال کیا کہ یا جارية كم دفعوا فيك (اے لڑکی تجھ پر کتنے لگ چکے ہیں) تو اس نے جواب دیا: ومَا يَعلمُ جُنُودَ رَبّكَ اِلاّ هُو (ترجمہ) تیرے رب کے لشکروں کا حال اسکے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۶۳۷) ابو قاسم عبداللہ بن محمد کاتب نے بیان کیا کہ مجھ سے کوفہ کے بعض بڑے لوگوں نے ذکر کیا کہ کوفہ میں ایک شخص حسنی جو ادرع کے نام سے مشہور تھا نہایت ہی مضبوط دل کا انسان تھا اور کوفہ کے ایک ویران علاقہ میں ایک چیز گذرنے والوں پر ظاہر ہوا کرتی تھی۔ایک آگ نظر آتی تھی جو کبھی خوب اونچی ہو جاتی تھی اور کبھی نیچی ہو جاتی تھی لوگ کہتے تھے کہ یہ غول بیابانی ہے اور اس سے گھبراتے تھے ایک رات میں یہ قصہ پیش آیا کہ ادرع اپنی کسی ضرورت کے لیے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔مجھ سے ادرع نے ذکر کیا کہ میری سامنے ایک سیاہی اور آگ نمودار ہوئی پھر وہ وجود میرے سامنے لمبا ہو گیا تو میں اس سے جھجکا۔اب میں نے اپنے دل میں سوچا اور کہا کہ یہ کوئی شیطان ہے یا غول بیابانی یہ سب فضول سی باتیں ہیں یہ آدمی کے سوا اور کچھ نہیں تو میں نے اللہ کو یاد کیا اور اس کے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود بھیجا اور اپنے گھوڑے کی باگ سنبھالی اور اس کے چابک مارا اور اس شخص کی طرف بڑھا دیا تو اس کی لمبائی اور بڑھ گئی اور روشنی بھی زیادہ ہو گئی تو گھوڑا بدکا اور میں نے پھر اس کے چابک مارا تو اس نے اپنے آپ کو اس پر چڑھا تو وہ وجود چھوٹا ہو گیا۔یہاں تک کہ بقدرِ انسان کے قد کے ہو گیا جب قریب تھا کہ گھوڑا اس سے جا ملے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا۔میں نے گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا تو وہ ایک ڈھنڈ کی طرف جا کر رکا اور اس میں گھس کر بھی اس کے پیچھے وہیں پہنچا وہاں ایک تہ خانہ محسوس ہوا جس میں وہ جا گھسا۔میں نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اسے باندھا اور تہ خانہ میں اتر گیا اور میرے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی تو جب میں تہ خانہ میں پہنچ چکا تو (اندھیرے میں) میں نے اس شخص کی حرکت محسوس کی کہ وہ مجھ سے بھاگنا چاہتا ہے تو میں نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا تو میرا ہاتھ ایک انسان کے بدن پر پڑا تو میں نے اس کو قابو میں کر لیا اور باہر کھینچ کر لایا تو وہ ایک کالے رنگ کی لڑکی نکلی تو میں نے کہا بتا تو کیا چیز ہے ورنہ ابھی قتل کر ڈالوں گا۔اس نے کہا پہلے تو یہ بتا کہ تو آدمی ہے یا جن کہ میں نے تجھ سے زیادہ طاقتور نہیں دیکھا۔پھر میں نے کہا تو کون ہے؟ تو اس نے کہا میں کوفہ کے فلاں

خاندان کی باندی ہوں بہت برس ہوئے کہ ان سے بھاگ کر اس ویرانہ میں آ چھپی تھی۔ پھر میں نے یہ سوچا کہ اس حیلہ کو عمل میں لاؤں اور (اس کے نتیجہ میں) لوگوں میں یہ وہم پھیل گیا کہ میں ایک بھوت ہوں یہاں تک کہ کوئی اس مقام کے قریب بھی نہیں آتا اور میں رات کو نوعمروں کے سامنے آتی رہی ہوں اور بسا اوقات (گھبراہٹ میں) ان میں سے کوئی اپنا رومال یا لنگی چھوڑ جاتا ہے تو میں اس کو لے کر دن میں بیچ کر اس سے اپنے چند دن کے کھانے کا انتظام کر لیتی ہوں میں نے کہا یہ وجود کیسا تھا جو بڑھتا اور گھٹتا تھا اور وہ آگ کیسی تھی جو ظاہر ہو رہی تھی تو اس نے کہا کہ میرے ساتھ ایک سیاہ رنگ کی لمبی چادر ہے اور وہ اس کو تہ خانہ سے نکال کر لائی اور چند چھڑیاں ہیں جن کے سروں پر لوہے کی شامیں لگی ہوئی ہیں کہ چادر کے اندر دے کر ایک چھڑی میں دوسری دے کر اس کو اونچا کرتی رہتی ہوں تو کافی اونچی ہو جاتی ہے۔ جب کم کرنا چاہتی ہوں تو ان کے سروں کو ایک ایک کر کے سوراخوں میں سے الگ کر دیتی ہوں تو وہ چھوٹی ہو جاتی ہے اور آگ جو ہے وہ ایک موم بتی ہے جو میرے ہاتھ میں میرے ساتھ ہوتی ہے میں صرف اس کا سرا اتنی مقدار میں نکالتی ہوں جس سے چادر روشن ہو جائے اور اس نے مجھے موم بتی اور چادر اور چھڑیاں سب دکھائیں پھر کہا یہ حیلہ بیس برس سے کچھ زیادہ عرصہ سے چل رہا ہے اور کوفہ کے سواروں کے سامنے بھی آئی ہوں اور بہادروں کے بھی ہر ایک ہی کے سامنے آئی مگر تیرے سوا کوئی بھی میرا پیچھا نہ کر سکا اور میں نے تیرے سے زیادہ سخت دل کسی کا نہیں دیکھا۔ پھر ادرع اس کو کوفہ لے کر آیا اور اس کو اس کے مولیٰ کے حوالے کیا اور وہ اپنا یہ قصہ سنایا کرتی تھی اور اس کے بعد پھر وہ بھوت کا اثر کبھی دیکھا بھی نہیں گیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ سب واقعہ سچا ہے۔

(۶۳۸) قاضی ابو حامد خراسانی نے بیان کیا کہ ابن عبد السلام الہاشمی نے بصرہ میں اپنا محل بنانا شروع کیا اور اس کی چاروں جانبیں ٹھیک نہیں ہوتی تھیں جب تک اس میں برابر کا ایک چھوٹا سا گھر نہ شامل کر لیا جائے جو ایک بڑھیا کا تھا اور اس نے اس کے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور باوجودیکہ ہاشمی نے اس کی قیمت کئی گنا زیادہ لگا دی مگر وہ اپنے انکار پر قائم رہی انہوں نے اس کی شکایت مجھ سے کی۔ میں نے کہا یہ تو آسان بات ہے ہم اس کو بیچنے پر مجبور کر دیں گے کہ وہ خود آ کر آپ سے سوال کرے گی اور آپ صرف اصلی قیمت پر خریدیں۔ پھر میں نے اس کو بلایا اور اس سے کہا کہ اے عورت تیرے گھر کی قیمت اس سے کم ہے جو تجھے دی جاتی ہے اور اصل سے کئی گنا

زیادہ ہوگی اگر تو اس کو قبول نہ کرے گی تو میں تجھ پر حجر کا حکم نافذ کر دوں گا (یعنی پابندی لگا دی جائے گی یہ اپنا مال فروخت نہ کر سکے گی۔ قاضی کو اختیار ہے کہ بوڑھاپے یا دیوانگی کی وجہ سے کسی پر ایسی پابندی عائد کر دے تا کہ وہ اپنی چیز کو ضائع کر کے ورثا کا حق تلف نہ کر سکے اس کو حجر کہتے ہیں) کیونکہ تیری طرف سے مال کا ضائع ہونا ثابت ہو جائے گا اس عورت نے کہا میں آپ کے قربان جاؤں قاضی صاحب یہ حجر اس شخص پر نافذ کیوں نہیں ہوتا جو ایک درہم کی چیز کے دس درہم دینا چاہتا ہے اور (بہت اچھا) میں نے اپنا (حق) گھر (سے) چھوڑا پھر مجھے اس کی فروخت کا اختیار ہی باقی نہیں رہا۔ اب میں اس کے ہاتھ میں کٹ کر رہ گیا (کوئی جواب ہی نہ بن پڑا)۔

(۶۳۹) اہل حجاز میں سے ایک شخص (دوران سفر میں) ملل میں اتر گیا اور اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کونسی بستی ہے؟ تو اس کو بتایا گیا کہ ملل اور اس کے سامنے ایک سیاہ رنگ کی لڑکی کھڑی ہوئی تھی جو عجم کے لب ولہجہ میں بولتی تھی وہ کہیں دور جانے والی تھی تو حجازی نے (ملل کا نام سن کر) کہا خدا قتل کرے اس شخص کو جس نے یہ شعر کہا:

اخذت علی ماءِ الشعیرۃ والھویٰ ☆ علی ملل یالھف قلبی علی ملل

(ترجمہ) میں نے ملل کی صحبت میں (یہاں) جو کے پانی (ستو) پر اکتفا کیا۔ دلی افسوس ہے ملل پر کہ تمام راحتیں قربان ہوگئیں) اور کونسی چیز ہے ملل کی جس پر وہ اتنا فریفتہ تھا۔ یہ محض ایک سیاہ پتھریلی جگہ ہے۔ اس لڑکی نے کہا ہاں! باپ کی قسم اس شخص کیلئے یہاں اس طرح کا غم موجود تھا جس سے تو نا آشنا ہے۔

(۶۴۰) مبرد نے بیان کیا کہ یسار الکواعب بنی حرث بن سعد بن قضاعہ کے لوگوں کا غلام تھا اور یہ ان کے اونٹوں کا چرواہا تھا۔ اس نے قبیلہ کی بعض عورتوں سے کچھ چھیڑ کی اور یہ غلام سیاہ رنگ تھا۔ تو ان میں سے ایک عورت نے اس کو دھوکہ دیا اور ایسا انداز دکھایا کہ گویا اس نے اس کو قبول کر لیا اور اس سے ایک دن کا وعدہ کر لیا۔ اس نے اپنے بعض چرواہے دوستوں سے اس کا اظہار کیا تو انہوں نے اس کو اس حرکت سے منع کیا اور اس سے کہا: **یا یسار کل من لحم الحوار واشرب من لبن العشار ودع عنك بنات الاحرار۔** (ترجمہ) اے یسار اونٹنی کے بچہ کا گوشت کھا تا رہ اور قریب الولادت اونٹنی کا دودھ پیتا رہ آزاد عورتوں کا خیال چھوڑ) اس پر یسار نے کہا **اذا جئتُھا ضحکت** اس نے ضحکت کہنا چاہا (یعنی جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ ہنسی) اور مجھ پر خفا نہیں ہوئی۔ پھر جس دن کا اس عورت نے وعدہ کیا تھا اس کے مطابق یسار پہنچ

گیا۔اس نے کہا ٹھہر جا۔ پہلے میں تجھے سنواردوں اس کے بعد اس کو پکڑ کر اس کی ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ پھر یسار اپنے اس ساتھی کے پاس آیا جس نے اس کو منع کیا تھا تو اس نے اس کو نہ پہچانا اور کہا کمبخت تو کون ہے؟ اُس نے کہا یسار۔ ساتھی نے کہا تو یسار ایسا ہو گیا کہ نہ اس کے ناک باقی رہی اور نہ کان۔ یسار نے کہا تجھے کیا دکھائی دے رہا ہے تجھ پر افسوس ہے کھلی آنکھ والے۔تو یہ ایک ضرب المثل بن گئی (یعنی یہ جملہ ''فما تری و یحك و بیص العینین) تو کیا تو دیکھ رہا ہے تجھ پر افسوس ہے آنکھوں کی روشنی ہوتے ہوئے (یعنی یہ تو موجود ہیں) اور یہ غلام یسار الکواعب کے نام سے مشہور ہو گیا اور جریر نے ایک شعر میں اسی طرف اشارہ کیا تھا جب کہ فرزوق نے بنی شیبان کی ایک عورت سے نکاح کیا تھا اور (پیغام کے وقت) مہر میں اضافہ کیا تھا تو جریر نے اس سے عار دلاتے ہوئے کہا تھا:

وَ انِّی لاخشٰی ان خطبت الیهمو ☆ علیك الذی لاقی یار الکواعب

(ترجمہ) اور مجھے تجھ پر بڑا اندیشہ ہے کہ اگر تو نے ان کے پاس پیغام نکاح بھیجا تو تیرے ساتھ وہی معاملہ پیش آئے جو یسار الکواعب نے بھگتا تھا۔

(۶۴۱) ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ میرے پاس ایک کنیز ہدیہ لے کر آئی۔ میں نے کہا تیرے آقا کو معلوم ہے کہ میں کوئی ہدیہ قبول نہیں کرتا۔اس نے کہا کیوں نہیں قبول کرتے؟ میں نے کہا میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اس ہدیہ کی بنا پر پھر ہدیہ لانے والے مجھ سے پڑھنے کے لیے مدد مانگنے آجائیں گے۔اس نے کہا جس قدر امداد لوگوں نے رسول اللہ ؐ سے لی ہے وہ کہیں زیادہ ہے اور آپ ؐ ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے تو میں نے قبول کر لیا اور وہ کنیز مجھ سے زیادہ دین میں سمجھدار نکلی۔

(۶۴۲) ہم کو یہ حکایت پہنچی کہ ایک شخص ایک عورت کی محبت میں مبتلا ہو گیا۔اس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کر عرض کیا کہ میرے پاس تھوڑی پونجی ہے اور (وہ لوگ محض دنیا پرست ہیں) اگر ان کو اس کا علم ہو گیا تو وہ نکاح نہ کریں گے (یہ سن کر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی امداد کے لیے آمادہ ہو گئے) اور اس سے انہوں نے کہا کہ تم میرے ہاتھ اپنا حشفہ بارہ ہزار درہم میں فروخت کرنے پر تیار ہو؟ اس نے کہا نہیں۔انہوں نے فرمایا کہ اب (جس وقت تم ان لوگوں کو پیغام بھیجو تو) ان سے کہہ دینا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میرے حالات سے واقف ہیں۔اس شخص نے جا کر اپنا رشتہ پہنچا دیا ان لوگوں نے کہا تم سے کون واقف ہے۔اس نے کہا ابوحنیفہ۔ پھر ان لوگوں

نے اس کے بارے میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا میں اس کو اس سے زیادہ نہیں پہچانتا کہ وہ ایک دن میرے پاس آیا تو اس سے ایک شے کا جو اس کے پاس تھی بارہ ہزار درہم پر معاملہ کیا گیا مگر اس نے نہیں بیچی تو انہوں نے کہا یہ بات دلالت اس بات پر کرتی ہے کہ وہ مال دار شخص ہے تو اس سے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد جب عورت کو اس کا حال پورے طور پر معلوم ہو گیا تو اس نے شوہر سے کہا تمہیں مال نہ ہونے سے تنگ دل نہ ہونا چاہیے اور میرا سب مال تمہارے اختیار میں ہے۔ پھر وہ عورت اپنا زیور اور خاص جوڑا پہن کر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچی اور ظاہر کیا کہ ایک فتوے کی وجہ سے آئی ہے اور گھر میں داخل ہو گئی اور جا کر چہرہ کھول دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا پردہ کر تو اس نے کہا ممکن نہیں ہے کیونکہ ایک ایسی بات میں مبتلا ہو گئی ہوں کہ اس سے خلاصی صرف آپ ہی دلا سکتے ہیں۔ میں اس بقال کی بیٹی ہوں جس کی دکان اس گلی کے سرے پر ہے اور میری اچھی خاصی عمر ہو گئی ہے مجھے شوہر کی ضرورت ہے اور وہ میرا نکاح نہیں کرتا اور جو شخص رشتہ لے کر آتا ہے وہ اس سے کہتا ہے کہ میری بیٹی کانی ہے گنجی ہے اور لنجی ہے پھر اس نے اپنے منہ سے اور سر سے اور ہاتھوں سے کپڑا اٹھا کر دکھایا اور یہ بھی کہتا ہے کہ میری بیٹی لنگڑی ہے اور اس نے (یہ کہہ کر) پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا اور کہا اب میں چاہتی ہوں کہ آپ کوئی تدبیر میرے لیے کر دیں۔ انہوں نے کہا کیا تو میری زوجہ بننے پر رضامند ہے تو اس نے ان کے قدم چوم لیے اور کہا میں تو آپ کے غلام کے قابل بھی نہیں۔ آپ نے کہا اب تم جاؤ فی امان اللہ۔ وہ چلی گئی۔ پھر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بقال کو بلایا اور اس کو پچاس دینار دیئے اور کہا کہ مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دے اور ایک سو دینار مہر کا بین نامہ لکھ دیا اس نے کہا اے میرے سردار آپکو اس امر کی پردہ پوشی کرنا ہو گی جس کی اللہ نے کی میری ایک ہی بیٹی ہے جس کا نکاح آپ سے کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا یہ بات چھوڑو میں تمہاری بیٹی سے جو گنجی اور لنجی اور لنگڑی ہے راضی ہوں۔ اب اس نے ڈیڑھ سو دینار مہر پر ان سے نکاح کر دیا اور چلا گیا اور اپنی بیوی کو سب قصہ سنایا اس نے کہا واللہ (خوب ہوا) سوائے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کے اور کسی پر اس کی ذمہ داری عائد ہی نہیں ہوتی۔ پھر جب عشاء کا وقت ہوا تو اس کے باپ نے اس لڑکی کو ایک ٹوکرے میں بٹھایا اور وہ اور اس کا غلام لگوا کر لائے۔ جب اس کو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے (اور لڑکی کے آنے کا قصہ سنایا) تو بقال نے کہا کہ اس کی ماں پر طلاق ہے اگر اس کے

سوا میرے اور کوئی بیٹی ہو تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں اس کو تین طلاق دیتا ہوں تم میری وہ تحریر واپس کر دو اور وہ پچاس دینار میں نے تم کو دیئے۔ اس بارے میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مہینہ تک سوچتے رہے (کہ یہ کیا راز تھا) پھر وہ عورت ان کی طرف آئی تو انہوں نے اس سے کہا کس نے تجھے اس امر پر اکسایا جو تو نے ہمارے ساتھ کیا اس نے کہا اور آپ کو کس نے اس امر پر اکسایا کہ آپ نے ایک فقیر شخص کے بارے میں ہم کو دھوکے میں ڈالا۔ اس قصہ کا انتساب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے متقی امام پر کیسے عقل قبول کر سکتی ہے اور آپ کے معاصرین میں سے کسی نے بھی کوئی ایسی بات روایت نہیں کی یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کے ساتھ انہوں نے اپنی عادت کے مطابق کوئی سند بیان نہیں کی۔ صرف بَلَغَنَا لکھ دیا۔ اس کہانی کی حیثیت بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ عوام کی عادت ہے کہ جو شخص کسی صفت میں مشہور ہوتا ہے اگر کوئی شخص اسی صفت سے تعلق رکھنے والی داستان تصنیف کرتا ہے یا واقعہ کسی سے متعلق ہوتی ہے مگر لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس کا قصہ ہے تو اس کا ہیرو اسی مشہور شخصیت کو تجویز کرنے میں تامل نہیں کرتے جیسا کہ مسخرا پن کے سینکڑوں واقعات کا ہیرو ملاّ دو پیازہ کو اور حاضر جوابی کی داستانوں کے لیے بیربل اور عیاشیوں کی داستانوں کے لیے ہارون رشید وغیرہ کو بنا لیا جاتا ہے۔ چونکہ امام صاحب کی ذکاوت مسلّم تھی اور ہر زمانہ میں مسلّم رہی اس لیے آپ کو بھی نہ چھوڑا گیا اور ہو سکتا ہے ایسے قصوں کا منشا عوام کو مسلک حنفیہ سے متنفر کرنا ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(۶۴۳) ابوالحسن السیبی نے بیان کیا جو مسترشد باللہ کے مؤذن تھے کہ بعض چلتے پھرتے تاجروں نے ذکر کیا کہ ہم مختلف شہروں سے آ کر (مصر کی) جامع عمرو بن العاص میں جمع ہو جاتے اور باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک دن ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ہماری نظر ایک عورت پر پڑی جو ہمارے قریب ایک ستون کے نیچے بیٹھی تھی۔ ایک شخص نے جو بغداد کے تاجروں میں سے تھا اس عورت سے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں ایک لاوارث عورت ہوں۔ میرا شوہر دس برس سے مفقود الخبر ہے۔ مجھے اس کا کچھ بھی حال معلوم نہیں ہوا۔ میں قاضی صاحب کے یہاں پہنچی کہ وہ میرا نکاح کر دیں مگر انہوں نے روک دیا اور میرے شوہر نے کوئی سامان نہیں چھوڑا۔ جس سے بسر اوقات کر سکوں۔ میں کسی اجنبی شخص کی تلاش میں ہوں جو میری امداد کے لیے گواہی دے دے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ واقعی میرا شوہر مر گیا یا اس نے مجھے طلاق دے

دی تا کہ میں نکاح کر سکوں یا وہ شخص یہ کہہ دے کہ میں اس کا شوہر ہوں اور پھر وہ مجھے قاضی کے سامنے طلاق دے دے تا کہ میں عدت کا زمانہ کسی طرح گذار کر نکاح کر لوں تو اس شخص نے اس سے کہا کہ تو مجھے ایک دینار دے دے تو میں تیرے ساتھ قاضی کے پاس جا کر کہہ دوں گا کہ میں تیرا شوہر ہوں اور تجھے طلاق دے دوں گا۔ یہ سن کر وہ عورت رونے لگی اور اس نے کہا خدا کی قسم اس سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے اور اس نے چار رباعیاں نکالیں (یہ کوئی سکہ تھا غالباً چوتھائی درہم ہوگا۔ اکنی جیسا) تو اس شخص نے وہی اس سے لے لیں اور اس عورت کے ساتھ قاضی کے یہاں چلا گیا اور دیر تک ہم سے نہیں ملا۔ اگلے دن اس سے ہماری ملاقات ہوئی۔ ہم نے اس سے کہا (تم کہاں رہے) اتنی دیر کیسے ہوئی تو اس نے کہا چھوڑو بھائی میں ایک ایسی بات میں پھنس گیا جس کا ذکر بھی رسوائی ہے ہم نے کہا ہمیں بتاؤ۔ اس نے بیان کیا کہ میں اس کے ساتھ قاضی کے یہاں پہنچا تو اس نے مجھ پر زوجیت کا دعویٰ کیا اور دس سال تک غائب رہنے کا اور درخواست کی کہ میں اس کا راستہ صاف کر دوں۔ میں نے اس کے بیان کی تصدیق کر دی تو اس سے قاضی نے کہا کہ کیا تو اس سے (ابھی) علیحدگی چاہتی ہے۔ اس نے کہا نہیں واللہ۔ اس کے ذمہ میرا مہر ہے اور دس سال کا خرچہ مجھے اس کا حق ہے تو مجھ سے قاضی نے کہا کہ اس کا حق ادا کر اور تجھے اختیار ہے اس کو طلاق دینے یا رو کے رکھنے کے بارے میں تو میرا یہ حال ہو گیا کہ میں متحیر رہ گیا اور یہ ہمت نہ کر سکا کہ اصل صورت واقعہ بیان کر سکوں اور اس کے بیان کی تصدیق نہ کروں اب قاضی نے یہ اقدام کیا کہ مجھے کوڑے والے کے سپرد کرے بالآخر دس دیناروں پر باہمی تصفیہ ہوا جو اس نے مجھ سے وصول کیے اور وہ چاروں رباعئیں جو اس نے مجھے دی تھیں وہ وکلاء اور قاضی کے اہلکاروں کو دینے میں خرچ ہو گئیں اور اتنی ہی اپنے پاس سے خرچ ہوئیں۔ ہم نے اسکا بہت مذاق اڑایا۔ وہ شرمندہ ہو کر مصر ہی سے چلا گیا اور پھر اسکا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔

(۶۴۴) یہ حکایت شیخ ابوالوفاء بن عقیل کی تحریر سے نقل کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ بعض دوستوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک عورت ایک پنساری کی دکان پر جو رنڈوا تھا آ کر بیٹھ گئی اور شام تک بیٹھی رہی جب اس نے دکان بند کرنے کا ارادہ کیا تو اس عورت نے اپنا چہرہ اس کے سامنے کر دیا۔ دکاندار نے اس سے کہا اب شام کو کیا ہوگا۔ عورت نے کہا واللہ میرے پاس کوئی مکان نہیں جس میں رات گذاروں تو اس سے عورت نے کہا کہ تو میرے ساتھ گھر پر چل۔ وہ آمادہ ہو گئی اور

اس کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی اور اس شخص نے اس کو نکاح کا پیغام دیا تو اس نے قبول کر لیا اور اس سے نکاح ہو گیا اور وہ اس کے ساتھ تین دن رہی۔ جب چوتھا دن ہوا تو ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ چند عورتیں تھیں جو اس عورت کو تلاش کر رہے تھے۔ دکاندار نے ان کو گھر بلا لیا اور ان کی تعظیم کی اور پوچھا کہ تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔ انہوں نے کہا ہم اس کے رشتہ دار ہیں چچا کا بیٹا اور چچا کی بیٹیاں ہیں۔ جب ہم کو اس تعلق کی خبر ہوئی تو ہم خوش ہوئے۔ ہم آپ سے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ آپ اس کو ایک شادی کی شرکت کے لیے چلنے کی اجازت دے دیں جو ہمارے بعض عزیزوں میں ہے۔ یہ شخص اس عورت کے پاس گیا تو اس نے کہا تم ان کی بات نہ ماننا اور میری طلاق کا حلف کر لینا اور مجھ سے کہہ دینا کہ اگر تو میرے گھر سے ایک مہینہ تک باہر نکلی تو تجھ پر طلاق تا کہ شادی کا زمانہ گذر جائے اس میں میری بھلائی ہے اور تمہاری بھی۔ ورنہ وہ مجھے پکڑیں گے اور میرے دل کو تمہاری طرف سے خراب کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ میں ان سے ناخوش تھی اور میں نے تم سے بغیر ان کے مشورہ کے نکاح کیا اور میں نہیں جانتی کہ کس نے ان کو تم تک پہنچا دیا۔ اس شخص نے آ کر ان کے سامنے جس طرح اس نے سمجھایا تھا حلف کر لیا تو یہ لوگ مایوس ہو کر واپس ہو گئے۔ اس نے دروازہ بند کیا اور دکان کی طرف چلا گیا۔ مگر اس کا دل اس عورت سے ہی اٹکا رہا اور وہ عورت روانہ ہو گئی اور اپنے ساتھ گھر میں سے کوئی چیز نہیں لے گئی۔ جب وہ دکان سے آیا تو وہ اس کو نہ ملی۔ ایک پوچھنے والے نے (شیخ ابوالوفاء سے) پوچھا کہ اس عورت کا مقصد کیا تھا۔ تو ابوالوفاء نے کہا کہ غالباً اس عورت نے حلالہ کی یہ صورت نکالی تھی۔ اس وجہ سے کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاق دی تھیں۔ تو چاہیے کہ انسان اس قسم کے امور میں بے خوف نہ ہو اور لوگوں کے گہرے حیلوں سے چوکنا رہنا چاہیے۔

باب: ۳۲

ایسے چوپایہ جانوروں کا ذکر جن کی باتیں انسان کے مشابہ ہیں

(۶۴۵) ابوسعید روایت کرتے ہیں ابوہریرہؓ سے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مکھی کے دونوں پروں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے اور وہ اپنا بچاؤ اس طرف کے پر سے

کرتی ہے جس میں بیماری ہے (یعنی جب کسی شے پر گرتی ہے تو اس طرف سے گرتی ہے) تو جب وہ تمہارے کسی کے برتن میں گر جائے (جس میں شوربہ وغیرہ ہو) تو چاہیے کہ اسے پوری کو غوطہ دو پھر نکال کر پھینک دو (یہ مکھی کی ذکاوت ہے کہ وہ اچھے حصے کو نقصان سے بچانا چاہتی ہے)۔

(۶۴۶) ابو صالح ابو ہریرہؓ سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کشتی میں شراب فروخت کیا کرتا تھا اور اس میں پانی ملا دیا کرتا تھا اور اس کے ساتھ کشتی میں ایک بندر بھی تھا۔ ایک مرتبہ اس کی وہ تھیلی جس میں اس کے دینار تھے اس بندر کے ہاتھ آ گئی وہ اس کو لے کر کشتی کے مستول کی چوٹی پر چڑھ گیا اور تھیلی کو کھول کر ایک دینار دریا میں پھینکنا اور ایک کشتی میں ڈالنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ تھیلی میں کچھ باقی نہ رہا۔ (بندر کی ذکاوت نے کمال عدل کا تماشہ دکھا دیا کہ پانی کے حصہ کی قیمت دریا کے حوالہ کی اور اصل شے کی قیمت مالک کو دیدی)۔

(۶۴۷) محمد بن ناصر نے بیان کیا کہ ایک شخص بعض سلاطین کی طرف پہنچا تھا اور اس کے ساتھ ارمینیہ کا حاکم تھا۔ یہ اپنے جائے اقامت کو واپس ہو رہا تھا اس کا گذر ایک مقبرہ پر ہوا اس میں ایک قبہ تعمیر کیا گیا تھا جس پر لکھا تھا کہ یہ کتے کی قبر ہے۔ جو شخص اس کا حال معلوم کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ فلاں بستی میں جائے جو ایسی اور ایسی ہے (یعنی بستی کا محل وقوع اور پتہ نشان دیا گیا تھا) وہاں ایک شخص اس کا حال بتائے گا اس شخص نے بستی کا راستہ معلوم کیا تو لوگوں نے راستہ بتا دیا یہ بستی میں پہنچا اور بستی والوں نے دریافت کیا تو انہوں نے ایک بوڑھے کا پتہ دیا جس کی عمر سو برس سے متجاوز تھی اس نے اس سے مل کر سوال کیا تو اس نے قصہ سنایا کہ میرے نواح میں ایک عظیم الشان بادشاہ تھا اور وہ سیر و شکار اور سفر میں مشہور تھا اور اس کے پاس ایک گھر کا پلا ہوا کتا تھا جو اس سے جدا نہ ہوتا تھا ایک دن وہ اپنی کسی شکارگاہ کی طرف جانے لگا تو اپنے بعض غلاموں کو اس نے حکم دیا کہ باورچی سے کہہ دیں کہ ہمارے لیے دودھ کی کھیر تیار کرے اس کی ہم کو خواہش ہے اس لیے یہ بنا لینا اور اپنی سیرگاہ کو روانہ ہو گیا باورچی نے اس کی تیاری شروع کر دی دودھ لایا اور اس نے بادشاہ کے لیے بہت سی کھیر تیار کر دی اور یہ بھول گیا کہ اس کو کسی چیز سے ڈھک دیتا اور دوسرے کھانوں کی تیاری میں مشغول ہو گیا تو دیوار کے ایک سوراخ سے ایک زہریلا سانپ نکلا اور اس نے اس دودھ میں منہ ڈال دیا اور کھیر میں اپنا زہر چھوڑ دیا اور کتا کھڑا ہوا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اگر اس کے اختیار میں سانپ کے بھگانے کا کوئی حیلہ ہوتا تو وہ اس کو دور کر دیتا اور

وہیں ایک باندی تھی کمزور، نازک، گونگی جس کی ٹانگیں ماری ہوئی تھیں وہ بھی سانپ کی حرکات کو دیکھ رہی تھی اور بادشاہ شکار سے آ کر دن میں واپس آیا اور غلاموں کو حکم دیا کہ سب سے پہلے میرے سامنے کھیر کھاؤ جب وہ اس کے سامنے رکھی گئی تو گونگی نے اس کو اشارہ کیا مگر وہ سمجھا نہیں کہ یہ کیا کہہ رہی ہے اور کتے نے بھونکنا اور چلانا شروع کیا مگر اس نے اس کی طرف بھی التفات نہ کیا کتا اور زور سے چلایا پھر بھی وہ اس کا مطلب نہ سمجھا اور اس کے سامنے جو کھانے کے لیے روزانہ ڈالا کرتا تھا ڈال دیا مگر کتا اس کے قریب بھی نہ گیا اور چلاتا ہی رہا تو اس نے غلاموں سے کہا کہ اس کو ہمارے سامنے سے ہٹادو۔ یہ اس کی عادت ہے اور دودھ کی طرف ہاتھ بڑھادیا۔ جب کتے نے بادشاہ کو دیکھا کہ اس نے کھانے کا ارادہ کر ہی لیا تو دسترخوان پر جاچڑھا اور اپنا منہ بڑے پیالے میں ڈال دیا اور دودھ میں سے ایک گھونٹ پی گیا اور فوراً مر کر گر گیا اور اس کا گوشت بھی پھٹ کر ٹکڑے ہو گیا اور بادشاہ کتے کی اس حالت اور اس کی حرکات سے حیران رہ گیا۔ پھر ان کو گونگی نے اشارے کیے اس وقت وہ کتے کی حرکات کا مطلب سمجھے۔ بادشاہ نے اپنے مصاحبوں اور خادموں سے کہا کہ جس نے اپنی جان کو مجھ پر قربان کر دیا وہ خاص سلوک کا حقدار ہے اس کو میرے سوا نہ کوئی اٹھائے اور نہ دفن کرے تو بادشاہ نے اس کو خود دفن کیا اور اس پر یہ قبہ تعمیر کرایا اور اس پر وہ تحریر لگائی جو تم نے پڑھی۔

(۶۴۸) ابوعثمان مدائنی نے بیان کیا کہ بغداد میں ایک شخص ہمارے پڑوس میں رہتا تھا جو بہت سے کتے کھیل کے لیے رکھے ہوئے تھا۔ ایک دن علی الصباح اس نے کسی ضرورت کے لیے جانا چاہا اور اسکے پیچھے ایک کتا چلنے لگا جو اس کے دوسرے کتوں کی بہ نسبت اس سے زیادہ خصوصیت رکھتا تھا اس نے اس کو لوٹانا چاہا مگر وہ نہیں لوٹا۔ یہ شخص چل دیا یہاں تک کہ چند ایسے لوگوں کے سامنے پہنچ گیا جن سے اس کی دشمنی تھی تو انہوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو قابو میں کر لیا اور کتا بھی ان کو دیکھ رہا تھا تو کتا وہاں سے نکلا اور (مالک کی حمایت میں) اس پر بھی ایک زخم لگا تھا۔ وہ اپنے مالک کے مکان پر آیا اور بھونکتا تھا اور اس شخص کی ماں اپنے بیٹے کو ڈھونڈ رہی تھی۔ کتے کے زخم کو دیکھ کر اس کو یقین ہو گیا کہ بیٹے کے قتل کے نتیجہ میں ہی اس کے زخم آیا ہے اور پورا یقین ہو گیا کہ وہ ختم ہو چکا۔ وہ اس پر ماتم کرنے لگی اور سب کتوں کو گھر سے نکال دیا اور وہ کتا برابر اس قاتل کے فکر میں لگا رہا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ یہ قاتل ادھر سے چلا جا رہا تھا اور وہ کتا بھی کھڑا ہوا

تھا کتے نے اس کو پہچانا اور اس کو جھنجوڑ ڈالا اور اس کو چمٹ گیا راستہ والوں نے اس کو چھوڑانے کی ہر چند کوشش کی مگر کوئی پیش نہ چلی تو ایک شور مچ گیا۔ اور گلی کا محافظ آیا اس نے دیکھ کر کہا کتے کا اس کو چپٹ جانا یوں ہی بے معنی نہیں ضرور اس میں کوئی راز ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہی وہ شخص ہو جس نے اس کو زخمی کیا تھا اور (شور و شغب کو سن کر) اس مقتول کی ماں بھی نکل آئی اس نے کتے کو دیکھا کہ وہ اس شخص کو چمٹا ہوا ہے اور محافظ کی گفتگو بھی اس کے کانوں میں پڑی تو اس کو یاد آ گیا کہ یہ وہ شخص ہے جو اس کے بیٹے کا دشمن تھا تو وہ بھی اس کو لپٹ گئی اور اس نے اس پر دعویٰ قتل دائر کیا۔ دونوں افسر پولیس[1] کے سامنے پیش ہوئے تو حاکم نے اس شخص کو مار پیٹ کر کے قید کر دیا مگر اس نے اقرار نہ کیا اور کتا قید خانہ کے دروازے سے لگا ہی رہا (اور پیچھا نہ چھوڑا) جب چند دن گذر گئے (اور ثبوت نہ ملا) تو اس شخص کو چھوڑ دیا گیا۔ جب یہ شخص نکلا تو کتا پھر لپٹ گیا۔ تو دونوں کو جدا کیا گیا لیکن وہ برابر اس کے پیچھے چلتا اور بھونکتا رہا۔ یہاں تک کہ جب وہ شخص اپنے گھر میں داخل ہوا تو یہ بھی اس کے پیچھے پیچھے گھر میں جا گھسا اور اس کے ساتھ ساتھ ایک پولیس افسر اس طرح جا رہا تھا کہ یہ شخص نہیں سمجھ سکا اور وہ بھی گھر میں گھس گیا کتے نے (اندر جا کر) جس جگہ مقتول دبا ہوا تھا اپنے پنجوں سے وہاں کی مٹی ہٹانا شروع کر دی پھر اس جگہ کو کھودا گیا تو لاش دستیاب ہو گئی پھر اس متہم کو گرفتار کر کے زدوکوب کیا گیا تو اس نے اقبالِ جرم کر لیا اور دوسروں کے نام بھی بتا دیئے تو یہ شخص بھی قتل کیا گیا اور ان کو بھی سولی دی گئی۔

(۶۴۹) محمد بن الحسین بن شداد نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا ایک کتا تھا اس کو اپنے قریب بٹھا رکھا تھا اور خوبصورت دیباج سے اس کی پشت کو ڈھانپ رکھا تھا میں نے (اس قدر انس کا) سبب پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ میرا ایک ساتھی تھا جس کا رہنا سہنا میرے ساتھ تھا۔ ہم دونوں ایک سفر کے لیے روانہ ہوئے (اور کتا بھی ہمراہ تھا) اور میری کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہوئی تھی جس میں دینار ہی دینار بھرے ہوئے تھے اور میرے ساتھ کافی سامان تھا ہم نے (دورانِ سفر میں) ایک جگہ قیام کیا تو میرے ساتھی نے مجھ پر حملہ کیا اور میری مشکیں کس دیں اور مجھے وادی میں ڈال دیا اور جو کچھ میرے پاس تھا سب چھین کر چلتا ہوا اور یہ کتا میرے ساتھ بیٹھا

---

[1] بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کو خلیفہ راضی باللہ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کے حکم سے قید کیا گیا۔ پھر جب اس نے اقرار نہ کیا تو رہا کیا گیا۔ پھر آگے وہی صورت پیش آئی جو یہاں تحریر کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ خلیفہ نے اپنے غلام کو تفتیش کے لیے قاتل کے ساتھ بھیجا بالآخر قاتل کو اقرار کرنا پڑا اور دوسرے قتل کے شریک بھاگ گئے۔

رہا پھر مجھے چھوڑ کر بھاگا اور جلد ہی واپس پہنچ گیا اور اسکے ساتھ ایک روٹی تھی جس کو میرے سامنے ڈال دیا۔ میں نے اسے کھایا اور گھسٹتا ہوا ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں پانی تھا تو میں نے اس میں سے پیا اور کتے نے باقی تمام رات میرے ساتھ گذاری پھر میں سو گیا۔ جب جاگا تو اس کو نہ پایا۔ پھر زیادہ دیر نہ لگی تھی کہ وہ میرے پاس آ گیا اور روٹی لیے ہوئے تھا میں نے اس کو کھایا پھر جب تیسرا دن ہوا تو پھر میرے پاس سے غائب ہو گیا میں نے خیال کیا کہ وہ میرے لیے روٹی لے کر آ جائے گا چنانچہ وہ روٹی لے کر آ گیا اور میرے سامنے ڈال دی ابھی میں اس روٹی کو پورا کھانے نہ پایا تھا کہ میں نے اپنے سرہانے اپنے بیٹے کے رونے کی آواز سنی اور اس نے (گھبرا کر) کہا یہاں تم کیا کر رہے ہو اور آپ کو کیا قصہ پیش آیا وہ سواری سے اتر پڑا اور میری مشکیں کھولیں اور مجھے بندش سے نکالا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ یہاں میرے موجود ہونے کا تم کو کیسے علم ہوا اور کس نے تم کو مجھ تک پہنچایا۔ اس نے کہا کہ کتا ہمارے پاس روزانہ آتا رہا ہے۔ ہم اس کیلئے اسکے حصہ کی روٹی ڈالتے تھے وہ اسکو کھاتا نہیں تھا (اور لے کر بھاگ جاتا تھا) چونکہ وہ آپ کے ساتھ تھا تو ہم کو اس سے تشویش پیدا ہو گئی کہ وہ بغیر آپ کے تنہا کیسے آتا ہے اور وہ روٹی کو اپنے منہ میں اٹھا کر لے جاتا ہے اور اسکو چکھتا بھی نہیں پھر اگلے دن بھی اس نے وہی کیا تو ہم کو سخت تشویش ہو گئی۔ پھر میں اسکے پیچھے پیچھے چلا یہاں تک کہ آپ تک پہنچ گیا یہ ہے میرا اور اس کتے کا قصہ۔

(۶۵۰) یہ قصہ بھی بیان کیا کہ حارث بن صعصعہ کے چند ایسے دوست تھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے۔ ان میں سے ایک دوست نے ان کی بیوی سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور اس سے راہ و رسم پیدا کی اور حارث کے پاس ایک کتا تھا جس کو اسی نے پالا تھا۔ ایک مرتبہ حارث اپنی سیر گاہ کی طرف نکلا اور وہ شخص اس کے ساتھ نہیں گیا اور وہ اس کی بیوی کے پاس پہنچا اور اس سے اختلاط شروع کر دیا جب اس کے ساتھ جماع میں مشغول ہو گیا تو کتے نے دونوں پر حملہ کر دیا اور دونوں کو پھاڑ دیا۔ جب حارث واپس آیا تو اس نے دونوں کو دیکھا اور تمام ماجرا سمجھ گیا اور اس کے بعد تمام دوستوں سے ترکِ تعلق کر دیا اور صرف کتے ہی کو اپنا ہمدم بنا لیا۔ عرب میں یہ قصہ مشہور ہو گیا۔ اس نے یہ شعر کہے:[1]

---

[1] دمیریؒ نے اس واقعہ پر صعصعہ کی طرف ان اشعار کو منسوب کیا ہے:

وما زال يرعى زمتي و يحوطني — و يحفظ عرسي والخليل يخون

کتا ہمیشہ میرے حق کی مراعات کرتا ہے اور میرا پہرہ دیتا ہے اور میری بیوی کی نگہداشت کرتا ہے اور دوست خیانت کرتا ہے۔

فيا عجباً للخِلِّ يهتك حُرمتي — ويا عجباً للكلب كيف يصون

تعجب

فللکبُ خیر من خلیل یخوننی ☆ و ینکح عرسی بعد وقت رحیلی

یقیناً کیا بہتر ہے اس دوست سے جو میرے ساتھ خیانت کرتا ہے اور میری بیوی سے میرے کوچ کرنے کے بعد ہم بستری کرتا ہے۔

ساجعل کلبی ما حییت منادمی ☆ وامنحهٗ وُدّی و صفَو خلیلی

اب میں جب تک زندہ رہونگا کتے ہی کو اپنا ہمدم بنائے رکھوں گا اور اپنی تمام محبت اور دل کا لگاؤ اسی کو بخشوں گا۔

(۶۵۱) ابن عبیدہ نے بیان کیا کہ ایک شخص بصرہ سے سفر میں نکلا تو اس کے پیچھے پیچھے ایک کتا بھی ہولیا (راستہ میں) اس شخص پر چند لوگوں نے حملہ کیا اور اس کو زخمی کر کے ایک گہرے گڑھے میں ڈال دیا اور اس کو مٹی سے پاٹ دیا۔ جب وہ لوگ وہاں سے گذر گئے تو کتے نے اس گڑھے پر آ کر پنجوں سے مٹی ہٹانا شروع کر دی یہاں تک کہ اس شخص کا سر ظاہر ہو گیا اور اس میں سانس کی آمد و رفت باقی تھی۔ پھر کچھ لوگوں کا گذر ہوا تو انہوں نے اس کو زندہ نکال لیا۔

(۶۵۲) ابن خلف نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے بعض دوستوں نے بیان کیا کہ میں باغ میں گیا اور میرے دو کتے میرے ساتھ تھے جو میرے پالے ہوئے تھے۔ میں باغ میں سو گیا۔ دفعتہً دونوں نے بھونکنا شروع کر دیا جس سے میں بیدار ہوا، میں نے کوئی بری چیز نہ دیکھی پھر وہ بھونکے تو میں نے انکو مارا اور سو گیا، دفعتہً دونوں نے اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں سے مجھے اس طرح ہلانا شروع کر دیا جس طرح سونے والے کو جگایا جاتا ہے میں فوراً اٹھ بیٹھا تو دیکھا کہ ایک کالا زہریلا سانپ میرے قریب آ چکا ہے میں فوراً اٹھا اور اسکو مار ڈالا۔ یہ دونوں کتے میری سلامتی کا باعث ہوئے۔

(۶۵۳) حکماء کا مقولہ ہے کہ کتے کی ذہانت کی ایک بات یہ ہے کہ جب وہ ہرن کو دیکھتا ہے چاہے وہ قریب ہو اور چاہے دور ہو وہ پہچان جاتا ہے کہ وہ ہماری طرف آنے کا ارادہ رکھتا ہے یا پیٹھ پھیر کر جانے والا ہے اور نر کو اور مادہ کو پہچان لیتا ہے تو شکار میں صرف نر کا ہی پیچھا کرتا ہے اگر چہ یہ بھی جانتا ہے کہ نر زیادہ تیز دوڑتا ہے۔

اور مادہ کی بہ نسبت بڑی چوکڑی لگاتا ہے اور مادہ کو چھوڑ دیتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ اس کی دوڑ میں تیزی کم ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس کو یہ معلوم ہے کہ نر جب جنگل کے ایک دو چکر لگاتا ہے تو اس کا پیشاب زور کرنے لگتا ہے اور ایسا ہی ہر ایک حیوان کا حال ہے کہ جب اس کی گھبراہٹ بڑھ جاتی ہے تو اس کا پیشاب زور کرنے لگتا ہے اور جب نَر ہرن کا پیشاب زور کرتا

ہے اور تیز دوڑنے کی وجہ سے کرنے کا موقع نہیں ملتا تو اس کی دوڑ سست اور چوکڑی گھٹ جاتی ہے تو کتا اس کو دبوچ لیتا ہے۔ لیکن ہرنی کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا پیشاب آسانی سے نکال دیتی ہے کشادہ سوراخ اور نرمی مخرج کی بنا پر تو وہ پھر تازہ دم ہو جاتی ہے اور کتے کی ایک بڑی سمجھداری یہ ہے کہ جب شکار کے لیے ایسے وقت نکلتا ہے کہ پالا اور برف پڑا ہوا اور زمین پر اس کی تہ جم گئی ہو اور شکاری ایسے وقت میں نہیں پتا لگا سکتا کہ ہرن کی کھوری کدھر ہے اور خرگوش کا سوراخ کہاں تو کتا دوڑتا اور دیکھتا ہوا وہیں سوراخ کے موقع پر ہی ٹھہرتا ہے اور اس کے پہچاننے کا معیار یہ ہے کہ حیوانات کے سانس اور پیٹ کے بخارات سوراخ کے منہ پر جس قدر برف کا حصہ منجمد ہوتا ہے اس سے ٹکرا کر گلاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ رقیق ہو جاتا ہے یعنی برف کی تہ پتلی ہو جاتی ہے اور یہ ایسی باریک اور گہری بات ہے جس کو کتا ہی پہچانتا ہے اور کتا جب کسی کو پورے طور پر گھیر لیتا ہے تو اس سے بچنا مشکل ہے۔ بجز اس کے کہ زمین پر اس کے سامنے عاجزی سے بیٹھ جائیں تو پھر وہ اس پر بھونکنا بھی بند کر دیتا ہے کیونکہ وہ اس کو بالکل اپنے قابو میں سمجھ لیتا ہے اور اس بیٹھنے کو عاجزی کی علامت قرار دیتا ہے۔

(۶۵۴) ابوبکر بن الخاضبہ نے اپنے اتالیق ابی طالب المعروف بابن الدلو سے نقل ہے اور وہ ایک نیک مرد تھے۔ مقام نہر طابق میں رہتے تھے کہ وہ ایک رات بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے انہوں نے بیان کیا کہ میں اس وقت تنگدست تھا تو ایک بڑا چوہا نکلا اور اس نے گھر میں دوڑنا شروع کر دیا۔ پھر دوسرا نکل آیا اور دونوں نے کھیلنا شروع کر دیا اور میرے سامنے ایک طشت تھا میں نے ان میں سے ایک پر اسے الٹا کر دیا تو دوسرا چوہا آیا اور طشت کے گرد پھرنے لگا اور میں خاموش (دیکھ رہا) تھا پھر وہ اپنے بل میں گھسا اور منہ میں ایک کھرا دینار لے کر نکلا اور اس کو میرے سامنے ڈال دیا۔ میں لکھنے میں مشغول رہا اور وہ ایک گھڑی تک بیٹھا ہوا انتظار کرتا رہا پھر واپس گیا اور دوسرا دینار لے کر آیا اور پھر کچھ دیر بیٹھا۔ یہاں تک کہ چار یا پانچ دینار لے کر آیا اور اس مرتبہ ہر بار سے زیادہ دیر تک بیٹھا رہا پھر واپس گیا اور ایک چمڑے کی خالی تھیلی کھینچ کر لایا جس میں یہ دینار رکھے ہوئے تھے اور اس کو ان دیناروں کے اوپر رکھ دیا۔ تو میں سمجھ گیا کہ اب اسکے پاس کچھ باقی نہ رہا تو میں نے طشت اٹھا دیا تو دونوں بھاگ کر بل میں گھس گئے اور میں نے دینار... لے لیے۔

(۶۵۵) محمد بن عجلان نے بیان کیا جو زیاد کے آقا تھے کہ زیاد ایک دن انکی بیٹھک میں آیا تو اس

کی نظر ایک بلاؤ پر پڑی جو کمرے کے ایک گوشے میں بیٹھا تھا۔ میں اس کو بھگانے کیلئے گیا تو زیاد نے کہا اسے چھوڑ دیجئے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہاں یہ کیوں بیٹھا ہے۔ پھر زیاد نے ظہر کی نماز پڑھی اور واپس بیٹھک میں آ گیا۔ پھر عصر کی نماز پڑھ کر واپس آ گیا اور تمام وقت میں وہ بلاؤ کو دیکھتا رہا (وہ اسی جگہ جما بیٹھا ہوا تھا) پھر جب غروبِ شمس سے کچھ پہلے کا وقت ہوا تو ایک موٹا چوہا (گھونس) نکلا تو اس پر بلاؤ جھپٹا اور اس کو پکڑ لیا تو زیاد نے کہا جو شخص کوئی کام کرنا چاہے تو چاہیے کہ اس پر اس طرح استقلال کے ساتھ جم جائے جس طرح بلاؤ جما رہا تو وہ ضرور کامیاب ہوگا۔

(۶۵۶) قاسم بن ابی طالب التنوخی نے بیان کیا کہ میں انبار میں سلطان کے بازدار کے ساتھیوں کے ساتھ (شکار میں) جاتا تھا۔ ایک مرتبہ باز کو ایک تیتر پر چھوڑا۔ باز اُڑ کر تیتر سے جا ملا۔ تیتر نے فوراً ایک جھنڈ میں گھس کر اپنے آپ کو کانٹوں کے درمیان پہنچا دیا جو وہاں پڑے ہوئے تھے اور ان میں سے کانٹوں کی دو لمبی شاخیں اپنے پنجوں سے پکڑ کر گدی کے بل زمین پر لیٹ گیا اور ٹانگیں الال دیں اس طرح باز سے چھپنا چاہا۔ جب بازدار اس سے قریب آ گیا تو اڑا اور اسکا باز نے شکار کیا۔ سب لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس سے زیادہ بچاؤ کرنے والا کوئی تیتر نہیں دیکھا۔

(۶۵۷) مصنفؒ فرماتے ہیں کہ عرب بولتے ہیں **احذر من غراب** (کوّے سے زیادہ محتاط) **احذر من عقعق** (عقعق سے زیادہ محتاط یہ کوّے کی صورت کا ایک پرندہ) **احذر من ذئبِ** (بھیڑیئے سے زیادہ محتاط) اور لوگوں نے دعویٰ کیا کہ بھیڑیا اس حد تک اپنا بچاؤ کرتا ہے کہ وہ اپنی دونوں آنکھوں کو بھی بچاؤ میں اپنا ساتھی بنا لیتا ہے جب سوتا ہے تو ان میں سے ایک کھولے رکھتا ہے تاکہ وہ اس کی نگہبان رہے۔ حمید بن ہلال نے بھیڑیئے کے بارے میں کہا ہے:

ینامِ باحدیٰ مقلتیہِ و یَتّقِی ☆ باخری الاعادی فھو یقظان ھاجع

(ترجمہ) (بھیڑیا) اپنی ایک آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری آنکھ سے دشمنوں سے اپنا بچاؤ کرتا ہے تو وہ (بیک وقت) جاگتا بھی ہے اور سوتا بھی ہے۔

عسکری نے کہا کہ "یہ محال ہے کیونکہ نیند ہر زندہ پر چھا جاتی ہے۔" مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیند کے شروع ہونے کے وقت ایک آنکھ بند کرتا اور دوسری کھولے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ نیند اس پر غالب آ جائے تو ان کا کلام صحیح بن جائے گا۔

عرب کا مقولہ ہے: **احذر من ظلیم** (ظلیم سے زیادہ محتاط) ظلیم نر شتر مرغ کو کہتے ہیں۔

(۶۵۸) ابن الاعرابی نے ہشام بن سالم سے نقل کیا کہ ایک سانپ نے مکاء کا انڈا کھالیا (مکاء ایک سفید رنگ کا خوش آواز پرندہ ہے) مکاء نے اس کے سر پر پھڑ پھڑانا شروع کیا اور اس سے قریب ہو جاتا تھا حتی کہ جب سانپ نے اس پر اپنا منہ کھولا اور اس کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے اس کے منہ میں ایک چھوٹی سی ہڈی ڈال دی جو اس کے حلق میں اٹک گئی یہاں تک کہ سانپ اس سے مرگیا۔

(۶۵۹) مروی ہے کہ ہدہد نے سلیمانؑ سے کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں سلیمانؑ نے پوچھا کہ میری تنہا کی؟ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ پورے لشکر کی فلاں جزیرہ میں فلاں دن۔ تو سلیمانؑ وہاں پہنچ گئے تو ہدہد نے فضا میں اڑ کر ایک ٹڈی کا شکار کیا اور اس کو توڑ مروڑ کر دریا میں ڈال دیا اور کہا کہ اے نبی اللہ اگر گوشت تھوڑا ہے تو شوربا بہت ہے۔ سب کھاؤ جس کو گوشت نہ ملے گا شوربا تو مل ہی جائے گا۔ سلیمانؑ ایک سال تک (جب اسکو یاد کرتے تو) ہنستے رہے۔

(۶۶۰) میں کہتا ہوں کہ ایک ٹھکانے پر رہنے والے جانوروں میں سے جن کے افعال انکی ذہانت پر دلالت کرتے ہیں ایک یہ ہے کہ چڑیاں صرف اسی گھر میں رہتی ہیں جو آباد ہو اگر لوگ اس گھر میں رہنا ترک کردیں تو وہ بھی نہیں ٹھہرتیں اور بلی کو گھر سے محبت ہوتی ہے وہ اس کو نہیں چھوڑتی خواہ گھر والے وہاں سے چلے جائیں اور کتا گھر والوں کے ساتھ جاتا ہے اور گھر کی طرف التفات نہیں کرتا اور جب چڑیا پر کوئی آفت آتی ہے تو اس کے شور مچانے پر تمام چڑیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر اس کا بچہ گھونسلے سے گر جائے تو وہ فریاد کرتی (یعنی شور مچاتی) ہے تو کوئی چڑیا باقی نہیں رہتی جو سن کر نہ آجائے اور سب اس بچے کے گرد اڑتی ہیں اور اس کو اپنے افعال سے حرکت دیتی ہیں اور اس میں قوت اور حرکت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں حتی کہ وہ انکے ساتھ اڑنے لگتا ہے۔

بعض شکاریوں نے بیان کیا کہ میں نے بسا اوقات چڑیوں کو دیوار پر دیکھ کر اپنے ہاتھ کو اس طرح حرکت دی کہ گویا میں اس پر کچھ پھینکنا چاہتا ہوں مگر وہ نہیں اڑتی پھر میں زمین کی طرف ہاتھ لے جاتا ہوں گویا کوئی چیز اٹھا رہا ہوں پھر بھی حرکت نہیں کرتی لیکن اگر میں اپنے ہاتھ سے کوئی کنکری چھو بھی لوں گا تو اس کو ہاتھ میں لینے سے پہلے ہی اڑ جاتی ہے۔

(۶۶۱) کبوتر کو جب معلوم ہو جاتا ہے کہ کبوتری باردار ہوگئی تو کبوتر اور کبوتری دونوں اپنے نشیمن کو ٹھیک کرنے میں لگ جاتے ہیں اس کے لیے تنکے جمع کرتے ہیں جن سے انڈے محفوظ

رہیں۔ پھر ان کو گرم کرتے (سیتے) ہیں اور (اس عمل سے) ان کے مزاج میں تغیر پیدا کرتے ہیں جو ان کے جسم کی بو سے پیدا ہوتا ہے پھر کچھ دنوں کے بعد ان انڈوں کا رخ بدلتے ہیں تا کہ انڈے کے تمام حصے پر سینے کا اثر نمودار ہو جائے اور سینے کے اوقات کا زیادہ حصہ مادہ کے ذمہ ہوتا ہے جس طرح بچے کو پالنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ پھر جب انڈے کا بچہ بن گیا تو چگا دینے کا کام زیادہ نر کے ذمہ ہوتا ہے اور جب بیضہ پھٹ کر بچہ باہر آ جاتا ہے تو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بچہ کا پوٹا غذا کی گنجائش نہیں رکھتا تو بچوں کے حلق میں اپنے حلق سے پھونکتی ہیں تا کہ پوٹا پھول جائے اور اس میں وسعت پیدا ہو جائے۔ پھر وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ابھی اس میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ کھانے کو سہار سکے تو وہ ایسا چگا دیتے ہیں جس میں کھانے کی قوت کے ساتھ ان کی طبعی قوت بھی مخلوط ہوتی ہے جس طرح تھن کا کھیس۔ پھر یہ بھی جانتے ہیں کہ پوٹے کو پختگی اور تقویت کی ضرورت ہے تو دیواروں کا شورہ کھلاتے ہیں اور وہ ایک ایسی چیز ہے جو خالص نمک اور مٹی کی درمیانی چیز ہے تو وہ اس کا چگا دیتے ہیں۔ جب یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب پوٹا مضبوط ہو گیا پھر دانے کا چگا دیتے ہیں پھر جب یہ جان لیتے ہیں کہ اب اس میں یہ طاقت آ گئی کہ وہ زمین سے چگ لے تو چگا دینے سے تھوڑا تھوڑا رکتے ہیں تا کہ وہ چگنے کی ضرورت محسوس کرے اور اس کو اٹھانے کے لیے چونچ لے جائے۔ پھر جب جان لیتے ہیں کہ اب اس میں طاقت پیدا ہو چکی ہے تو اگر وہ پھر بھی ان سے ہی چگا لینا چاہتا ہے تو اس کو مارتے ہیں اور نہیں دیتے۔ پھر دوسرے بچے پیدا کرنے کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔ تو نر کی طرف سے بلانے کی ابتدا ہوتی ہے اور مادہ کی طرف سے دیر لگانے کی اور بلانے رہنے کی خواہش ہوتی ہے پھر نرم ہو جاتی ہے اور طرح طرح سے پہلو بدلتی ہے پھر رکتی ہے حرکت کرتی ہے پھر دونوں میں عشق بازی شروع ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کی ماننا اور دونوں سے محبت کی باتیں بھی ظاہر ہوتی ہیں اور بوسے بھی اور جفتی بھی۔

(۶۶۲) اور اژدھا کی مادہ جب ہلاک ہو جاتی ہے تو وہ دوسری مادہ سے میل نہیں کھاتا۔ یہی حال مادہ اژدھا کا ہے۔

(۶۶۳) اور مکڑی (کی ہوشیاری یہ ہے کہ) وہ اپنے رہنے کا گھر ایک ایسا جال بناتی ہے جس میں مکھی پھنس جائے تو جب کوئی مکھی اس میں الجھ جاتی ہے تو اس کا شکار کر لیتی ہے۔

اور بیان کیا جاتا ہے کہ لیث جو مکڑی کی ایک قسم میں سے ہے زمین پر چمٹ کر اور سانس

روک کر بیٹھ جاتی ہے اور جب اندازہ کرلیتی ہے کہ مکھی اس سے غافل ہے تو چیتے کی طرح جست لگا کر اس کو شکار کرلیتی ہے۔

(۶۶۴) اور لومڑی (کی ہوشیاری یہ ہے کہ) جب اسکو غذا کی دشواری پیش آتی ہے تو مردہ بن جاتی ہے اور اپنا پیٹ پھلا لیتی ہے تو کوئی پرندہ اسکو مردہ سمجھ کر اس پر آپڑتا ہے تو اس پر حملہ کردیتی ہے۔

(۶۶۵) اور چمگادڑ (کی ہوشیاری یہ ہے کہ) اس کی نگاہ کمزور ہے اور وہ صرف غروب ہی کے وقت اڑتا ہے کیونکہ وہ ایسا وقت ہے جس میں نہ اتنی روشنی ہوتی ہے جو اس کی نظر پر غالب آجائے اور نہ اندھیرا ہوتا ہے۔

(۶۶۶) اور چیونٹے اور چیونٹی گرمی کے موسم میں سردی کے لیے ذخیرہ کرتے ہیں۔ پھر ذخیرہ کیے ہوئے دانوں کے بارے میں ان کو سڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو ان کو نکال کر پھیلاتی ہیں تاکہ ہوا لگ جائے اور اکثر یہ کام چاندنی راتوں میں کرتی ہیں کیونکہ اس میں ان کو اچھی طرح نظر آتا ہے پھر اگر رہنے کی جگہ نمی ہے اور یہ اندیشہ کرتی ہے کہ بیج پھوٹ آئے گا تو بیج کے وسط میں سوراخ کردیتی ہے گویا وہ یہ جانتی ہے کہ وہ اسی جگہ سے پھوٹا کرتا ہے اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔ پھر اگر دھنیے کا بیج ہے تو اس کے چار ٹکڑے کرتی ہے کیونکہ تمام بیجوں میں سے دھنیے کا بیج ایسا ہوتا ہے کہ اس کے آدھے آدھے حصے بھی پھوٹ آتے ہیں تو وہ اس حیثیت سے ہوشیاری میں تمام حیوانات سے بڑھ گئی اور باوجود بہت چھوٹا جسم ہونے کے اس کے سونگھنے کی طاقت اس قدر قوی ہے اور کسی کی نہیں۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کوئی ٹڈی وغیرہ کھاتا ہے اور اس کے ہاتھ سے پوری یا اس کا کوئی حصہ گر جاتا ہے اور اس کے قریب میں کوئی بھی چیونٹی نہیں ہوتی تو زیادہ دیر نہیں لگتی کہ کوئی چیونٹا یا چیونٹی اس کو لے جانے کے ارادہ سے آلیتی ہے اور اس کو اپنے ٹھکانے پر لیجانے کی کوشش کرتی ہے تو اگر عاجز ہو جاتی ہے تو اپنے سوراخ میں پلٹ جاتی ہے تو پھر کچھ دیر نہیں لگتی کہ وہ آگے آگے ہوتی ہے اور اس کے پیچھے پیچھے ایک لمبے ڈورے کی طرح چیونٹیوں کی قطار چلتی ہوتی ہے اور ان کی امداد سے اٹھالے جاتی ہے تو غور کیجئے کہ کتنی اعلیٰ قوت شامہ ہے جو انسان کو بھی میسر نہیں۔ پھر خالص ہمت وجرأت پر نظر کیجئے کہ ایسی چیز کو لیجانے کی کوشش کررہی ہے جو اس کے وزن سے کم وبیش پانسو گنا زیادہ ہوتی ہے اور کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ دوسری چیونٹی سے ملتے وقت ٹھہر کر کچھ بات نہ کرتی ہو اور اس کے کلام کرنے پر تو یہ

آیت بھی دلالت کرتی ہے:﴿قَالَتْ نَمْلَةٌ يَّاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ﴾(ایک چیونٹے نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں گھس جاؤ)۔

(٦٦٧) اور سانپوں میں سے ایک قسم کا سانپ (یہ ہوشیاری کرتا ہے کہ) اپنی دم ریت میں ٹھونس دیتا ہے (تاکہ وہ نظر نہ آئے) اور سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے (یہ کام) دوپہر کے وقت شدت کی گرمی میں (کرتا ہے) تو کوئی پرندہ جو اڑتا ہوا نیچے اترنا چاہتا ہے وہ ریت کی گرمی کی وجہ سے ریت پر بیٹھنے سے اعراض کرکے اس کو درخت کا ٹھنٹھ سمجھ کر اس کے سر پر آکر بیٹھتا ہے اور یہ اس کو دبوچ لیتا ہے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ان کے شہروں میں سانپ گائے کے پاس آکر اس کی ٹانگوں پر لپٹ جاتا ہے اور تھن کو منہ میں دبا لیتا ہے تو گائے (ایسی بے حس و حرکت ہو جاتی ہے کہ) آواز نکالنے پر بھی قادر نہیں رہتی اور یہ دودھ چوس جاتا ہے۔

(٦٦٨) (چوہے کی طرح ایک جانور ہے۔ جس کی دم لمبی ہوتی ہے اس کو یربوع یا جنگلی چوہا کہتے ہیں) اس یربوع کی یہ بات ہے کہ وہ ہمیشہ اپنا بل کدوہ یعنی سخت قسم کی زمین میں بناتا ہے۔ جو عام سطح سے بلند ہوتا کہ اس کا بھٹ پانی کے بہاؤ سے بچا رہے اور جانوروں کے کھروں کی ٹھوکروں سے خراب نہ ہو۔ یہ جانور سخت زمین کو گہرا کھود کر اپنے گھر میں مختلف گوشے بناتا ہے۔ بعض کو طویل رکھتا ہے اور بعض کو آنے جانے کا راستہ بناتا ہے اور بعض کو ایسا بناتا ہے کہ باہر کی طرف سے دیکھ سکے اور بعض اسلئے ہوتا ہے کہ اس میں سے اندر کی مٹی باہر نکال کر پھینک دے اور یہ سب اسکے گھر ہیں جن کے راستے چھوٹے رکھتا ہے تو جب بھی کسی طرف سے خطرے کا احساس کرتا ہے دوسرے راستہ سے نکل جاتا ہے اور اسکو اپنی ذات کے بارے میں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ بہت بھولنے والا ہے تو اپنا بھٹ ہمیشہ کسی ٹیلے یا پتھر کی چٹان یا درخت کے پاس ہی بناتا ہے تاکہ اگر وہ اپنی غذا کی جستجو میں یا کسی خطرہ کی وجہ سے بھٹ سے دور نکل جائے تو آسانی کے ساتھ پھر وہاں واپس آجائے۔

(٦٦٩) اور ہرن ہمیشہ اپنی کھوری میں پچھلے پاؤں داخل ہوتا ہے اور اپنی آنکھوں کو باہر کی طرف رکھتا ہے تاکہ اپنی ذات کو اور بچہ کو اگر کوئی خطرہ واقع ہو سکتا ہو تو اس کا علم ہو جائے۔

(٦٧٠) مادہ بجو ساٹھ انڈے دیتی ہے پھر (جس سوراخ میں انڈے دیتی ہے اس) سوراخ کا دروازہ بالکل بند کر دیتی ہے اور اس کو چالیس دن بند چھوڑے رکھتی ہے پھر کھود کر راستہ کھول دیتی

ہے تو بیضے پھٹ چکے ہوتے ہیں۔

(۶۷۱) اور گدھ بہت حریص ہے جب مردار گوشت سے خوب ڈٹ جاتا ہے تو اڑنے کی قوت نہیں رہتی تو (جب اڑنا چاہتا ہے تو) متعدد بار کودتا رہتا ہے اور اس میدان کے گرد جہاں مردار پر گرا تھا چند بار کودتا ہوا گھومتا ہے پھر آہستہ آہستہ چکر باندھ کر اپنے کو ہوا میں اٹھاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہوا کی بڑی مقدار اس کے جسم کے نیچے آجائے پھر بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۶۷۲) اور بلّی چوہے کو چھت میں دیکھتی ہے تو اپنے ہاتھ کو اس طرح حرکت دیتی ہے گویا اس کو نیچے اترنے کا اشارہ کر رہی ہے۔ بار بار ایسا ہی کرتی ہے تو وہ واپس آجاتا ہے اور وہ ایسا اپنی نگاہ کا اثر ڈالنے کے لیے کرتی ہے اور اس وقت تک کرتی رہتی ہے کہ وہ گر پڑے (یہ ضروری نہیں کہ تمام اقسام ایسا ہی کیا کرتی ہوں ایسی کوئی خاص قسم ہوگی۔ مترجم)

(۶۷۳) اور شیر اکثر اوقات بکری کو اپنے دائیں پنجہ سے تھام کر بائیں پنجہ سے اس کا سینہ پھاڑتا ہے اور اس کو اس کے پچھلے حصے پر جھکا لیتا ہے تو اس کے خون کی دھار اس کے منہ میں جانے لگتی ہے گویا وہ کسی فوارہ کے پاس کھڑا ہے یہاں تک کہ جب پی لیتا ہے وراس کو خون سے خالی کر لیتا ہے تو پھر اس کا پیٹ پھاڑتا ہے۔

(۶۷۴) اور مچھر جب اپنے رزق کی جستجو میں نکلتا ہے تو وہ پہچانتا ہے کہ اس کو جو چیز زندہ رکھنے والی ہے وہ خون ہے تو جب بھینسا دیکھتا ہے جانتا ہے کہ اس کی جلد کے نیچے اس کی غذا ہے تو اس پر جا پڑتا ہے اور اپنی سونڈ اس میں چبھو دیتا ہے اور اپنے ہتھیار کے پہنچا دینے پر بھروسہ رکھنے والا ہے۔

(۶۷۵) اور شہباز شکار کی جستجو کی پرواہ بھی نہیں کرتا بلکہ کسی اونچے مقام پر ٹھہر جاتا ہے جب کوئی جانور شکار کرتا ہے تو اس پر دفعتہً ٹوٹ پڑتا ہے جب وہ اس کو دیکھتا ہے تو اس کی ہمت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ بھاگ نکلے اور شکار کو اس کے ہاتھ میں چھوڑ جائے۔

اور اسی طرح سانپ اپنے رہنے کے لیے جگہ نہیں کھودتا اور اس کا کوئی اہتمام نہیں کرتا بلکہ دوسرے جانوروں کی کھودی ہوئی جگہ (بل) میں گھس جاتا ہے اور اس میں رہنا شروع کر دیتا ہے تو وہ جانور اس جگہ سے بھاگ جاتا ہے۔

(۶۷۶) اور بارہ سنگھے کے سینگ ہر سال گر جاتے ہیں تو جب وہ جانتا ہے کہ اب اس کا ہتھیار جاتا رہا تو درندوں کے خوف سے ظاہر نہیں ہوتا تو جب وہ ایک ہی مقام میں ٹھہرا رہتا ہے تو موٹا

ہو جاتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ موٹا ہونے کی وجہ سے اس کی حرکت سست ہو چکی ہے اس لیے چھپے رہنے کی اور زیادہ کوشش کرتا ہے پھر جب اس کے سینگ نکل آتے ہیں تو دھوپ اور ہوا میں آتا ہے اور حرکت اور دوڑ شروع کرتا ہے تا کہ چربی پگھل جائے اور گوشت کم ہو جائے پھر جب اس کے سینگ پورے اور پختہ ہو جاتے ہیں تو اپنی پچھلی عادت پر لوٹ جاتا ہے اور یہ جانور سانپوں کو کھاتا ہے تو اس کو سخت پیاس لاحق ہوتی ہے تو وہ پانی کے گرد پھرتا ہے (مگر پیتا نہیں) اور پانی سے صرف اس وجہ سے رکا رہتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ پانی زہروں کو جسم میں پھیلا دیتا ہے پھر ہلاکت جلد واقع ہو جاتی ہے۔

(۶۷۷) اور شہد کی مکھیوں کے چھتے سیلابوں کے جھاگ سے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور سیہ اور نیولا جب افعی اور دوسرے زہریلے سانپوں سے لڑ کر ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں تو یہ دونوں اپنا علاج جنگلی شاہترہ سے کرتے ہیں۔

(۶۷۸) اور شہباز کو جب جگر کی تکلیف ہوتی ہے تو وہ خرگوش اور لومڑی کا جگر کھاتا ہے اور اس طرح حاصل کرتا ہے کہ ان کو اٹھا کر ہوا میں لے جاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے چند بار ایسا کر کے صرف جگر نکال کر کھاتا ہے اور اس سے تندرست ہو جاتا ہے۔

(۶۷۹) اور جب چوہے اور بچھو کو ایک شیشے کے برتن میں بند کر دیا جاتا ہے تو چوہا بچھو کے ڈنک کی سمت کو پہلے کاٹ دیتا ہے اب اس کے شر سے بے خوف ہو کر جس طرح چاہتا ہے مار دیتا ہے۔

(۶۸۰) اور جب ریچھنی بچہ دیتی ہے تو وہ اس وقت گوشت کی ہنڈیا جیسا ہوتا ہے ہاتھ پاؤں کچھ نظر نہیں آتے تو اس کو چیونٹیوں کے چمٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لیے چند دنوں تک ہوا میں اٹھائے ایک جگہ سے دوسری جگہ لیے لیے پھرتی ہے یہاں تک کہ اس میں سختی آ جائے۔

(۶۸۱) اور مچھلی جب جال میں پھنس جاتی ہے اور نکل نہیں سکتی تو وہ جانتی ہے کہ اب بچنے کی کودنے کے سوا اور کوئی صورت نہیں تو بقدر نیزے کے اچھل جاتی ہے پھر کوشش کرنے لگتی ہے اور بقدر دس ہاتھ اچھل جاتی ہے۔ جس سے جال پھٹ جاتا ہے۔

(۶۸۲) اور چیتا جب موٹا ہونے لگتا ہے تو جانتا ہے کہ (اب موسمی اثر سے) مجبور ہوا چاہتا ہے اور یہ اس کی حرکت سست پڑ گئی تو وہ اپنے آپ کو چھپانے کی پوری کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ زمانہ گذر جائے جس میں چیتے موٹے ہو جاتے ہیں۔

بَاب: (۳۳)

ایسی ضرب الامثال جو عرب اور دیگر حکماء کی زبانوں پر بے زبان حیوانات کے کلام کے حوالے سے جاری ہیں اور بڑی دانشمندی کی دلیل ہیں

(۶۸۳) عرب کا مقولہ ہے: احذر من غراب (کوّے سے زیادہ محتاط) اور کہتے ہیں کہ کوّے نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جب تجھ کو نشانہ بنایا جائے تو جگہ چھوڑ دے یعنی نشانہ سے بچ۔ اس نے کہا ابا جان میں تو نشانہ بننے سے پہلے ہی بچ نکلوں گا۔

(۶۸۴) شعبیؒ نے فرمایا کہ شیر بیمار ہو گیا تو اس کی مزاج پرسی کے لیے سب درندے آئے بجز لومڑی کے۔ تو بھیڑیئے نے کہا اے بادشاہ آپ بیمار ہوئے تو مزاج پرسی کے لیے سب ہی درندے حاضر ہوئے مگر لومڑی نہیں آئی۔ شیر نے کہا جب وہ آئے تو ہمیں یاد دلا دینا اس کی اطلاع لومڑی کو بھی ہو گئی تو وہ آئی۔ اس سے شیر نے کہا او لومڑی میں بیمار ہوا تو میری مزاج پرسی کے لیے تیرے سوا سب آئے مگر صرف تو ہی نہیں آئی۔ اس نے کہا مجھے بادشاہ کی بیماری کی اطلاع مل گئی تھی تو میں اسی وقت سے بیماری کی دوا ڈھونڈنے میں لگ رہی تھی شیر نے کہا پھر تو کس نتیجہ پر پہنچی لومڑی نے کہا کہ مجھے بتایا گیا کہ بھیڑیئے کی پنڈلی میں ایک مہرہ ہے وہ نکال لینا چاہیے (اس کا کھانا مفید ہوگا) تو شیر نے بھیڑیئے کی پنڈلی پر پنجہ مارا اور لومڑی سرک گئی اور نکل کر راستہ پر بیٹھ گئی۔ جب ادھر سے بھیڑیا ایسی حالت میں گذرا کہ اس سے خون جاری تھا تو اس سے لومڑی نے کہا کہ اے لال موزے والے! جب تو آئندہ بادشاہ کا ہم نشین بنے تو اس کا دھیان رکھ کہ تیرے سر میں سے کیا (خیال منہ کے راستہ سے) نکل رہا ہے۔

(۶۸۵) شعبیؒ نے یہ حکایت سنائی کہ ہم سے کہا گیا کہ ایک شخص نے چنڈول (ایک چڑیا جس کے سر پر کلغی کی طرح کا ابھار ہوتا ہے) کا شکار کیا۔ جب وہ اس کے ہاتھ میں آ گئی تو اس نے کہا کہ تو میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے اس نے کہا کہ میں تجھے ذبح کر کے کھاؤں گا اس نے کہا نہ کسی مرض کا علاج ہوں اور نہ (اپنے تھوڑے سے گوشت سے) کسی کا پیٹ بھر سکتی ہوں لیکن میں تجھے تین ایسے کلمات حکمت سکھا سکتی ہوں جو میرے کھانے سے زیادہ تجھے نفع دیں گے ان

میں سے ایک تو ابھی تیرے ہاتھ میں ہی سکھا دوں گی اور دوسرا درخت پر اور تیسرا پہاڑ پر جا کر۔ اس نے کہا پہلا بیان کر۔ اس نے کہا جو چیز تیرے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر کبھی افسوس نہ کرنا۔ پھر جب وہ درخت پر پہنچ گئی تو شکاری نے کہا اب دوسری بات بیان کر تو اس نے کہا کہ نہ ہونے والی بات کا کبھی یقین نہ کرنا۔ جب وہ پہاڑ پر پہنچ گئی تو بولی کہ او بدنصیب اگر تو مجھے ذبح کرتا تو میرے پپوٹے میں سے ایسے دو موتی نکلتے، جن میں سے ہر ایک کا وزن بیس مثقال ہے (یعنی تقریباً ساڑھے سات تولہ) یہ سن کر شکاری اپنے ہونٹ چبانے لگا اور متاسف ہوا۔ پھر شکاری نے کہا اچھا وہ تیسری بات بیان کر۔ تو اس نے کہا تو نے پچھلی دو باتیں تو ابھی بھلا دیں اب تیسری کیا کہوں۔ کیا میں نے تجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ جو چیز ہاتھ سے جاتی رہے اس پر افسوس نہ کرنا۔ میں اور میرے پر سب مل کر بھی بیس مثقال نہیں ہو سکتے (اور تو نے اس کا یقین بھی کر لیا اور ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر افسوس بھی کیا) یہ کہا اور اڑ کر چلتی ہوئی۔

(۶۸۶) عثمان بن عطاء نے اپنے والد سے نقل کیا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے عام آمد و رفت سے ایک طرف ایک جال لگایا تو ایک چڑیا نیچے اتری اور جال کی طرف چل کر جال سے کہنے لگی کیا بات ہے میں تجھے راستہ سے ایک طرف ہٹا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ اس نے کہا میں لوگوں کے شر سے الگ رہنا چاہتا ہوں۔ چڑیا نے کہا کیا بات ہے میں تجھے بہت دبلا دیکھ رہی ہوں۔ جال نے کہا مجھے عبادت نے گھلا دیا۔ چڑیا نے کہا یہ تیرے کندھوں پر رسّی کیسی ہے۔ جال نے کہا تارک الدنیا اور زاہدوں کا لباس تو ٹاٹ اور کمبل ہی ہوتا ہے۔ چڑیا نے کہا اور تیرے ہاتھوں میں یہ لاٹھی کیسی ہے۔ جال نے کہا اس پر ٹیک لگا لیا کرتا ہوں۔ چڑیا نے کہا یہ تیرے منہ میں بیج کیسے ہیں جال بولا کہ میں نے مسافروں اور محتاجوں کے لیے رکھ چھوڑے ہیں۔ چڑیا نے کہا مسافر اور محتاج تو میں بھی ہوں جال نے کہا تو لے لے۔ پھر چڑیا نے اپنا سر جال میں دے دیا اور اس نے چڑیا کی گردن پکڑ لی تو چڑیا چلائی۔ سیق سیق (دھوکہ دیا گیا دھوکہ دیا گیا) پھر کہا (خدا کرے) تیرے بعد مجھے کوئی ریا کار قاری دھوکا نہ دے۔ مجاہد نے کہا کہ یہ ایک ضرب المثل ہے جس کی طرف آخر زمانہ کے ریا کار قاریوں کی طرف اللہ عزوجل نے اشارہ کیا ہے۔

مالک بن دینار نے کہا ہے کہ اس زمانہ کے قاری اس شخص کی مانند ہیں جس نے جال کھڑا کیا اور اس میں گیہوں ڈال دیئے پھر ایک چڑیا آئی اور کہنے لگی کہ کس چیز نے تجھے مٹی میں ملا

دیا۔ جال نے کہا تواضع نے۔ چڑیا نے کہا تو ایسا دبلا کیوں ہوگیا؟ جال نے کہا طویل عبادت کرنے سے۔ چڑیا نے کہا یہ تجھ میں گیہوں کیوں رکھے ہیں؟ جال نے کہا کہ یہ میں نے روزہ داروں کے لیے رکھ چھوڑے ہیں۔ چڑیا نے کہا کہ تو بہت ہی اچھا بزرگ ہے۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو چڑیا دانہ لینے کے لیے آئی تو جال نے اس کا گلا دبالیا تو چڑیا نے کہا کہ عبادت گذار لوگ اسی طرح گلا دبالیا کرتے ہیں جیسے تو دبا رہا ہے پھر تو آج کے عابدوں میں خیر مفقود ہوگئی۔

(۶۸۷) معافی بن زکریا نے حکایت بیان کی کہ کہتے ہیں ایک شیر اور بھیڑیا اور لومڑی ساتھی بن گئے اور شکار کے لیے نکلے تو انہوں نے گدھے، ہرن اور خرگوش کا شکار کیا۔ تو شیر نے بھیڑیئے سے کہا کہ شکار کی تقسیم تو کردے۔ تو اس نے کہا یہ تو بالکل کھلی ہوئی بات ہے گدھا تیرا ہے اور خرگوش ابومعاویہ یعنی لومڑی کا اور ہرن میرا۔ تو شیر نے پنجہ مار کر اس کی کھوپڑی جدا کردی۔ پھر لومڑی کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا خدا اسے ہلاک کرے تقسیم کے بارے میں یہ کس قدر جاہل واقع ہوا۔ پھر کہا یہ کام تو کر۔ لومڑی نے کہا کہ اے ابوالحارث (یعنی شیر) بالکل واضح بات ہے۔ گدھا آپ کے ناشتہ کے لیے ہے اور ہرن رات کے کھانے کے لیے اور خرگوش کا نقل درمیان میں کرلیجئے۔ شیر نے کہا ارے کمبخت کتنا اچھا فیصلہ تو نے کیا۔ یہ فیصلہ تجھے کس نے سکھایا؟ لومڑی نے کہا بے انصاف بھیڑیئے کا سر میرے سامنے ہے (اسی نے سکھایا)۔

(۶۸۸) حکماء نے امثال میں ذکر کیا ہے کہ بھیڑیئے سے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے کہ تو کتے سے زیادہ تیز دوڑتا ہے اس نے کہا اسلیئے کہ میں اپنی ذات کے لیے دوڑتا ہوں اور کتا اپنے مالک کیلیئے۔

(۶۸۹) ابوہلال عسکری نے بیان کیا۔ عرب کا مقولہ ہے کہ ایک بجو کو کھجور مل گئی۔ پھر اس سے لومڑی نے جھپٹ لی تو بجو نے لومڑی کے تھپڑ مارا۔ دونوں فیصلہ کرانے کے لیے گوہ کے پاس گئے۔ گوہ سے کہا اے ابالحِسَل (گوہ کی کنیت) گوہ نے (تواضع سے) کہا تم سننے والے کو پکار رہے ہو (یعنی کہو میں بخوشی سنوں گی) بجو نے کہا ہم تیرے پاس ایک فیصلہ کرانے کے لیے آئے ہیں۔ گوہ نے کہا اس گھر کے فیصلے حکمت بھرے ہی ہوتے ہیں۔ بجو نے کہا میں نے ایک کھجور چگی تھی۔ گوہ نے کہا میٹھا پھل لیا تھا۔ بجو نے کہا اس کو لومڑی نے لے لیا۔ گوہ نے کہا ایک بدکردار نے اپنے نفس کو لذت پہنچائی۔ بجو نے کہا تو میں نے اس کے تھپڑ مارا۔ گوہ نے کہا تو نے اپنے نفس کو تسکین دی اور بڑا ظالم تو پہل کرنے والا ہی ہوتا ہے۔ بجو نے کہا پھر اس نے بھی

میرے تھپڑ مارا۔ گوہ نے کہا ایک آزاد نے اپنے نفس کی مدد کرنا چاہی۔ بجو نے کہا ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ گوہ نے کہا کر چکی ہوں۔

(۶۹۰) عرب کے حکماء کا قول ہے ''مخاطب سے دو باتیں بیان کر۔ پھر اگر وہ نہ سمجھے تو (فاربعہ یعنی) چار عسکری نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ دو باتیں نہیں سمجھا تو قیاس کے قریب یہ بات ہے ان لوگوں میں سے ہے جو چار کو بھی نہ سمجھے گا۔ عسکری نے کہا کہ بعض علماء نے کہا کہ ''یہ لفظ (فاربعة نہیں) فاربع ہے۔ یعنی تَاَمْسِكْ (تو روک لے آگے مت بول) اور وہ (یعنی پہلی توجیہ) غلط ہے۔'' (اس مقولہ میں اس عالم کی ذکاوت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ خوب سمجھے)۔

(۶۹۱) کہتے ہیں کہ ایک چیل نے مچھلی کا شکار کیا پھر اس کو نگلنے کی کوشش کی۔ مچھلی نے کہا ایسا نہ کرنا اگر تو نے مجھے کھا لیا تو میں تیرا پیٹ نہیں بھر سکتی۔ لیکن تو مجھ سے جس چیز کی چاہے قسم لے لے میں تیرے پاس روزانہ ایک مچھلی لاتی رہوں گی۔ چیل نے اسے قسم دلانے کے لیے منہ کھولا تو منہ سے نکل کر تیرتی ہوئی صاف ہو گئی تو چیل نے کہا واپس آ۔ مچھلی نے کہا میں نے پہلے تیرے پاس آ کر کون سی خیر دیکھی تھی کہ اب لوٹ کر آؤں۔

(۶۹۲) ایک شخص ایک میدان میں تھا۔ اس کے سامنے شیر آ گیا تو یہ اس سے بھاگا اور ایک گہرے گڑھے میں جا گرا تو اس کے پیچھے شیر بھی اس میں گر گیا۔ دیکھا تو اس میں ایک ریچھ بھی موجود تھا۔ اس سے شیر نے کہا کہ تو یہاں کب سے ہے؟ اس نے کہا کئی دن سے اور مجھے بھوک نے مار ڈالا تو شیر نے کہا کہ میں اور تو دونوں اس کو کھا لیں گے تو دونوں کا پیٹ بھر جائے گا۔ ریچھ نے کہا جب دوبارہ بھوک لگے گی پھر ہم کیا کریں گے اور مناسب یہ ہے کہ ہم اس آدمی سے حلف کر لیں کہ ہم اس کو نہیں ستائیں گے تا کہ یہ ہماری اور اپنی رہائی کی کوئی تدبیر کرے کیونکہ یہ ہماری بہ نسبت حیلہ نکالنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے تو دونوں نے آدمی سے حلف کیا اب وہ شخص کوئی رہائی کی صورت نکالنے میں لگا تو اس کو ایک طرف سے کچھ روشنی نظر آئی۔ اس نے اس طرف سے سوراخ بڑھانا شروع کیا اور فضا تک راستہ بنا لیا تو خود بھی آزاد ہو گیا اور ان کو بھی آزاد کر دیا۔

(۶۹۳) ایوب المرزبانی منصور کا وزیر تھا۔ جب منصور اس کو طلب کیا کرتا تھا تو سکڑ جاتا اور گھبرا جاتا تھا۔ پر جب اس کے پاس سے واپس آتا تو اس کا رنگ بحال ہو جاتا بعض لوگوں نے اس سے کہا کہ ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ باوجود اس بات کے کہ آپ کی باریابی امیر المومنین کے یہاں

بکثرت ہوتی ہے اور امیر المومنین آپ سے مانوس بھی ہیں جب آپ ان کے حضور میں جاتے ہیں تو متغیر ہو جاتے ہیں۔ ایوب نے کہا اس بارے میں میری اور تمہاری مثال ایک باز اور مرغ کی سی ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے مناظرہ کیا باز نے مرغ سے کہا کہ میں نے تجھ سے زیادہ بے وفا نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کیسے؟ باز نے کہا تو انڈے کی صورت میں لیا گیا تیرے مالک نے تجھے سینے کا انتظام کیا اور ان کے ہاتھوں میں سے تو بچہ بن کر نکلا پھر انہوں نے اپنی ہتھیلیوں سے تجھے کھلایا۔ یہاں تک کہ تو بڑا ہو گیا تو ایسا بن گیا کہ تیرے پاس بھی اگر کوئی آئے تو ادھر ادھر اڑتا اور چیختا پھرتا ہے۔ اگر تو کسی اونچی دیوار پر جا بیٹھتا ہے تو وہاں تو مدتیں گذار دیتا ہے وہاں سے اڑ کر تو دوسری دیوار پر پہنچ جاتا ہے اور میں پہاڑوں سے ایسے حال میں پکڑا جاتا ہوں کہ میری عمر بھی بڑی ہوتی ہے اور مجھے تھوڑا سا ہی کھلایا جاتا ہے اور ایک ایک دو دو دن تک بندش میں بھی رہتا ہوں پھر جب شکار پر چھوڑا جاتا ہوں تو اکیلا ہی اڑتا ہوں مگر پکڑ کر مالک کے پاس لے آتا ہوں۔ اب مرغ بولا کہ تیری دلیل بیکار ہے یاد رکھ اگر تو سیخ پر چڑھے ہوئے کبھی دو باز بھی دیکھ لیتا تو کبھی ان کے پاس لوٹ کر نہ آتا اور میں ہر وقت سیخوں کو مرغوں سے بھری ہوئی دیکھتا رہتا ہوں مگر پھر بھی ان کے ساتھ رات بسر کر لیتا ہوں تو میں تجھ سے زیادہ وفادار ہوں (ابوایوبؒ[1] نے یہ قصا سنا کر کہا) لیکن اگر تم منصور کی عادت کو اس قدر پہچانتے جس قدر میں پہچانتا ہوں تو اس کی طلبی کے وقت تمہارا حال میرے حال سے بھی زیادہ خراب ہوتا۔

(۶۹۴) کہتے ہیں کہ ایک بجو نے ہرن کو گدھے پر چڑھے ہوئے دیکھا تو ہرن سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ بٹھالے تو اس نے بجو کو بٹھالیا۔ اس نے بیٹھ کر کہا تیرا گدھا کیسا اچھا ہے۔ پھر تھوڑا سا چلنے کے بعد کہا تیرا گدھا کیسا اچھا ہے ہرن نے کہا اچھا اتر۔ اس سے پہلے کہ تو یہ کہے کہ میرا گدھا کیسا اچھا ہے۔

(۶۹۵) کہتے ہیں کہ ایک بجو نے لومڑی کو شکار کیا تو لومڑی بولی کہ ام عامر (لومڑی کی کنیت) کے ساتھ احسان کر۔ تو اس نے کہا کہ میں تجھے دو میں سے ایک بات کا اختیار دیتا ہوں (ایک کو

---

[1] اس کا نام سلیمان بن ابی مجالد تھا ابوایوب کنیت۔ اس غریب کو جس خوف کا اس نے ذکر کیا ہے اس کا سامنا کرنا پڑا باوجود اس کے کہ خلافت سے قبل منصور پر اس کے احسانات تھے۔ ۱۵۴ھ میں منصور نے اس کے اموال ضبط کر لیے اور تکلیفات پہنچا کر قتل کر ڈالا۔ مترجم

ان میں سے پسند کر کے مجھے بتا) یا یہ کہ میں تجھے خود کھالوں یا (کسی اور کو) کھلا دوں۔ لومڑی نے کہا کیا تجھے یاد ہے وہ ام عامر (لومڑی) جس نے اپنے گھر میں تجھ سے نکاح کیا تھا۔ تو بجو نے کہا کب کیا تھا۔ یہ بات کرتے ہی اس کا منہ کھلا تو لومڑی چھوٹ کر صاف گئی۔

(۶۹۶) ایک پرندے نے ولیمہ کیا اور اپنے بعض بھائیوں کو مدعو کرنے کے لیے قاصد روانہ کیے۔ ایک قاصد نے غلطی کی اور وہ لومڑی کے پاس پہنچ گیا اور اس سے کہا کہ تمہارے بھائی نے تم کو دعوت دی ہے۔ لومڑی نے کہا سر آنکھوں پر۔ قاصد نے واپس آ کر منظوری دعوت کی اطلاع دی تو تمام پرندے گھبرا گئے اور انہوں نے کہا تو نے ہمیں ہلاک کر ڈالا اور ہمیں موت کے سامنے پیش کر دیا تو قنبیرہ نے کہا میں ایک حیلہ سے اس کو تمہارے سر سے ٹالے دیتی ہوں۔ قنبیرہ نے جا کر لومڑی سے کہا کہ تمہارے بھائی نے سلام کے بعد یہ کہا ہے کہ ولیمہ پیر کے دن ہو گا۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کس جماعت کے ساتھ بیٹھنا پسند کریں گی۔ آیا سلوقی کتوں کے ساتھ یا کردی کتوں کے ساتھ یہ سن کر لومڑی گھبرا گئی اور کہنے لگی کہ میرے بھائی کو میری طرف سے سلام کہہ دو اور کہہ دینا کہ ابوالسرور نے (کنیت نر لومڑی کی) سلام کے بعد یہ کہا ہے کہ مجھ پر ایک نذر کا پورا کرنا مقدم ہے جو ایک عرصہ سے جاری ہے میں پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتی ہوں۔

(۶۹۷) ابوعمیر المصوری نے کہا ایک بکرا ایک مشک کے پاس سے گذرا پھر اسکو دیکھ کر بھاگا تو مشک نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے بھاگتا ہے میں کبھی تیرے ہی مانند تھی اور میرے ہی مانند تو بھی ہو جائیگا۔

(۶۹۸) ابوسلیم الخطابی نے بیان کیا کہ عرب کی امثال میں سے یہ قول بھی ہے **لا اريد ثوابكْ اكفنى عذابك** (میں تجھ سے بھلائی نہیں چاہتا (بس) مجھے اذیت پہنچانے سے باز رہ۔) ایسا ہی کسی شاعر کا قول ہے:

كفا نى فى اللّٰه شرّك يا خَليلى ☆ فامّا الخير منك فقد كفانى

(ترجمہ) اے میرے دوست اللہ مجھے تیرے شر سے بچالے۔ رہا تیری طرف سے خیر کا پہنچنا تو اس سے تو نے (پہلے سے ہی) مجھے بچا رکھا ہے (مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں)۔ (مترجم)

(۶۹۹) ابوسلیمان نے کہا اسی کی نظیر ہے عرب کا مقولہ **يدَكَ عنّى وَ انا فى عافيةٍ** اپنا ہاتھ مجھ سے دور رکھ اور عافیت میں ہوں اور اس کی اصل یہ ہے جو اس سلسلہ کی ایک بات ہے جو باتیں لوگ جانوروں کی زبانوں کی طرف منسوب کر کے کیا کرتے ہیں کہ ایک چوہا چھت سے گرا تو بلّی

اس کو اٹھنے پر سہارا دینے کے حیلہ سے یہ کہتی ہوئی کامیاب ہونا چاہتی تھی: بسم اللہ علیکَ (بسم اللہ میں ابھی پہنچی) تو چوہے نے کہا: یَدُكَ عنّی و انا فی مافیة کہ اپنا دست شفقت دور ہی رکھیے میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ''بخشو بی بلّی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔''

(۷۰۰) مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن الحسین الواعظ سے سنا۔ وہ یہ حکایت بیان کرتے تھے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گذر ایک سپیرے پر ہوا جو ایک سانپ کو پکڑنے کے لیے روک رہا تھا تو سانپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے روح اللہ! اس سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ مجھ سے باز نہ رہا تو میں اس پر ایسی سخت ضرب لگاؤں گا کہ اس کے پرخچے اڑا دوں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گذر گئے پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ سانپ سپیرے کی ٹوکری میں آچکا تھا تو سانپ سے حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ تو ایسا اور ایسا نہیں کہہ رہا تھا اب تو کیسے اس کے ساتھ ہو گیا؟ تو اس نے کہا اے روح اللہ اس نے مجھ سے حلف کر لیا ہے (کہ اتنے دنوں کے بعد رہا کر دے گا تو اگر اس نے میرے ساتھ غداری (بدعہدی) کی تو اس غداری کا زہر اس کو میرے زہر سے بھی زیادہ نقصان دینے والا ہوگا۔ واللّٰہ الموفق للصواب

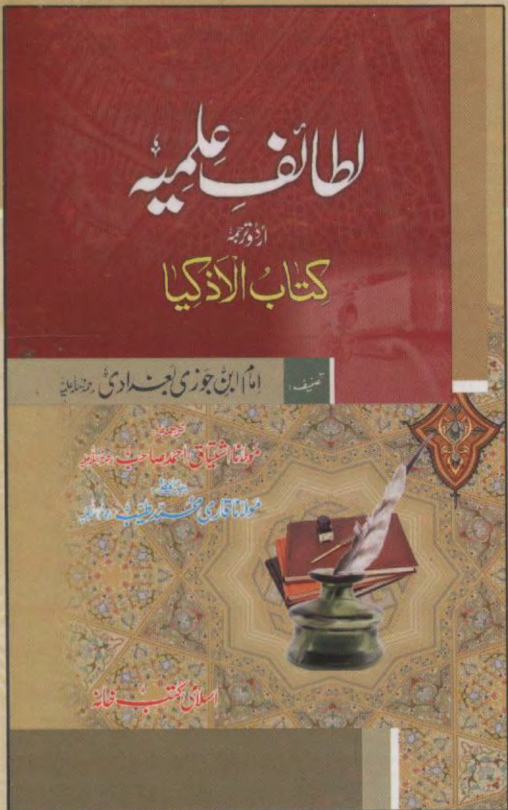
الحمد لِلّٰہ علی احسانہ کہ ترجمہ کتاب الاذکیاء آج مورخہ ۲۳ صفر ۱۳۷۲ھ شب پنجشنبہ مطابق ۱۳/نومبر ۱۹۵۲ء تمام ہوا۔ عبدہ الضعیف اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

اِس ترجمہ کی تکمیل میں حضرت شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی صاحبؒ احقر کی بہت کچھ ہمت افزائی فرماتے رہے۔ کتاب میں جس قدر عربی اشعار ہیں بندہ کی درخواست پر بالاستیعاب اُن کے ترجمہ کا مطالعہ فرمایا اور اصل کتاب کو پیش نظر رکھ کر بہت سے ابواب کا پورا ترجمہ احقر سے مختلف اوقات میں سنتے بھی رہے۔ مرحوم نے کتاب کے ختم پر چند دُعائیہ کلمات اپنے قلم سے تحریر فرما دیئے جو درج ذیل ہیں: اللّٰھم وفق لمترجمہ ما ینفعہ لیومہ وغدہٖ و اخر دعوانا ان الحمد لِلّٰہ رب العلمین۔ محمد اعزاز علی عفی عنہ

لطائفِ علمیہ

اردو ترجمہ

کتاب الاذکیا



اسلامی کتب خانہ

الحمد مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار لاہور

042-37116246-37116257